READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM

گھر کے ہر فرد کے لئے

ماہنامہ

پاکیزہ

کراچی

سالگرہ نمبر

اپریل 2017

نگران اعلیٰ

معراج رسول

انجم انصار، رفعت سراج و شیریں حیدر کے خوب صورت ناول

رائٹر مہناز عرفان کی خوشگوار آمد.....

ناہید سلطانہ اختر، نگہت سیما و عالیہ حرا کی خصوصی تحریریں

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ماہنامہ

پاکیزہ

کراچی

نگرانِ اعلیٰ: معراج رسول

مدیرۂ اعلیٰ: عذرا رسول

مدیرہ: انجم انصار

معاون: آمنہ حماد

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شعبہ اشتہارات

منیجر اشتہارات محمد شہزاد خان 0333-2256789

نمائندہ کراچی محمد رمضان خان 0333-2168391

رانا لے حمید 0323-2895528

نمائندہ لاہور سید افراز علی نازش 0332-4214400

قیمت فی پرچا (پاکستان) 60 روپے

قیمت فی پرچا (سعودی عرب) 12 ریال یا مساوی متحدہ عرب امارات

زرسالانہ (اندرونِ ملک) 800 روپے..... جلد 45 شمارہ 01 اپریل 2017ء

ماڈل: رانیہ خان میک اپ: روز بیوٹی پارلر فوٹو گرافی: موسیٰ رضا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سالگرہ مبارک

اداریہ

مجھے کچھ کہنا ہے — مدیرہ 15

سلسلے وار ناول

گم شدہ محبت — انجم انصار 22

پہ کہاں بچیں گے دل — رفعت سراج 74

امرت — شیریں حیدر 118

منی ناول

ہم کو محبت نے بدنام کیا — سیما رضا ردا 206

مکمل ناول

قصہ ایک کردار کی تلاش کا — نگہت سیما 172

میں تیری خوشبو ہوں — عالیہ حرا 224

ناولٹ

من جانِ بازم — سحر ساجد 54

جشنِ بہاراں — منشا محسن علی 147

افسانے

انتظار — ناہید سلطانہ اختر 41

رازِ ہستی — طیبہ عنصر مغل 49

میں ایک عورت ہوں — نمرہ ملک 71

روما، رومی اور سالا کنفیوژ — فرحین اظفر 97

عشق ممنوع — ثنا عمران 111

کوئی — قانتہ رابعہ 165

ایسا کب سوچا تھا — ریحانہ زیدی 200

قیمت — دانیہ صدیقی 219

خصوصی مضامین

اللہ اور اس کا نور — ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی 18

شمعِ ہدایت — اختر شجاعت 255

وہ آئے بزم میں — نزہت اصغر 260

سروے — شائستہ زریں 270

پبلشر و پروپرائٹر: ذیشان رسول • مقامِ اشاعت: گراؤنڈ فلور C-63 فیز II ایکس ٹینشن، ڈیفنس، مین کورنگی روڈ کراچی 75500

پرنٹر: جمیل حسن • مطبوعہ: ابن حسن پرنٹنگ پریس ھاکی اسٹیڈیم کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

مستقل عنوانات

دین کی باتیں	ادارہ	16	خوش الحانہ	پاکیزہ بہنیں	296
بہنوں کی محفل	مدیرہ	275	بزم پاکیزہ	پاکیزہ بہنیں	298
پاکیزہ ڈائری	عظمیٰ آفاق سعید	287	حسن نکھار کے لیے	مہ جبیں	299
جلترنگ	انجم انصار	291	روحانی مشورے	ادارہ	300
میں اکثر گنگناتی ہوں	صغریٰ زیدی	293	ہومیوکلینک		302
منتخب غزلیں	ادارہ	295			

Office: 63-C, Phase-II (Ext), D.H.A. Commercial Area, main Korangi Road Karachi.
Postal Address: Box No. 662, G.P.O., Karachi-74200
Phone: (021)35895313, Fax: 35802551, E-mail address: jdpgroup@hotmail.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

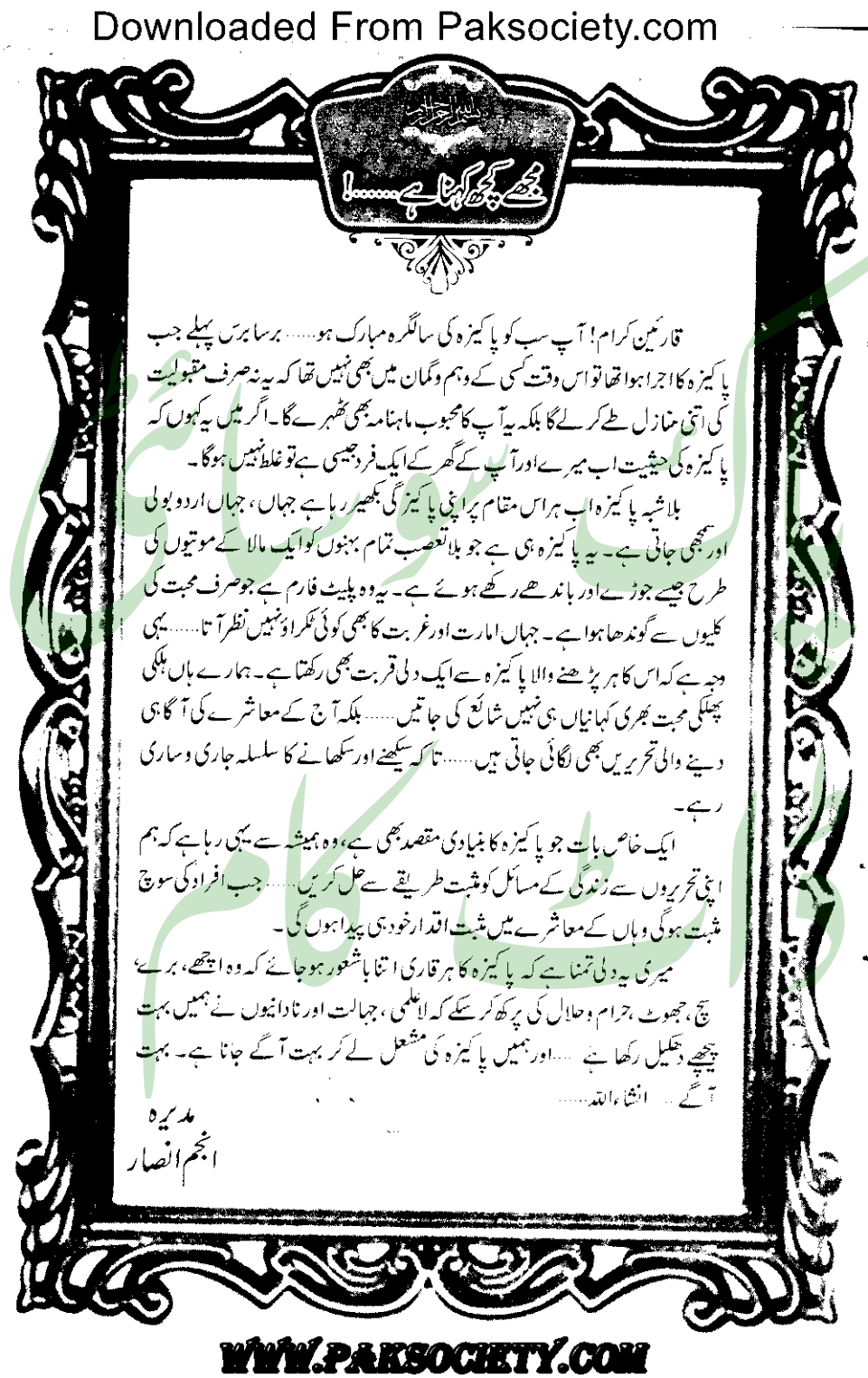

مجھے کچھ کہنا ہے.....!

قارئین کرام! آپ سب کو پاکیزہ کی سالگرہ مبارک ہو..... برسا برس پہلے جب پاکیزہ کا اجرا ہوا تھا تو اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ نہ صرف مقبولیت کی اتنی منازل طے کرلے گا بلکہ یہ آپ کا محبوب ماہنامہ بھی ٹھہرے گا۔ اگر میں یہ کہوں کہ پاکیزہ کی حیثیت اب میرے اور آپ کے گھر کے ایک فرد جیسی ہے تو غلط نہیں ہوگا۔

بلاشبہ پاکیزہ اب ہر اس مقام پر اپنی پاکیزگی بکھیر رہا ہے جہاں، جہاں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ پاکیزہ ہی ہے جو بلاتعصب تمام بہنوں کو ایک مالا کے موتیوں کی طرح جیسے جوڑے اور باندھے رکھے ہوئے ہے۔ یہ وہ پلیٹ فارم ہے جو صرف محبت کی کلیوں سے گوندھا ہوا ہے۔ جہاں امارت اور غربت کا بھی کوئی ٹکراؤ نہیں نظر آتا..... یہی وجہ ہے کہ اس کا ہر پڑھنے والا پاکیزہ سے ایک دلی قربت بھی رکھتا ہے۔ ہمارے ہاں ہلکی پھلکی محبت بھری کہانیاں ہی نہیں شائع کی جاتیں..... بلکہ آج کے معاشرے کی آگاہی دینے والی تحریریں بھی لگائی جاتی ہیں..... تاکہ سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ جاری و ساری رہے۔

ایک خاص بات جو پاکیزہ کا بنیادی مقصد بھی ہے، وہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ ہم اپنی تحریروں سے زندگی کے مسائل کو مثبت طریقے سے حل کریں..... جب افراد کی سوچ مثبت ہوگی وہاں کے معاشرے میں مثبت اقدار خود ہی پیدا ہوں گی۔

میری یہ دلی تمنا ہے کہ پاکیزہ کا ہر قاری اتنا باشعور ہوجائے کہ وہ اچھے، برے، سچ، جھوٹ، حرام و حلال کی پرکھ کرسکے کہ لاعلمی، جہالت اور نادانیوں نے ہمیں بہت پیچھے دھکیل رکھا ہے..... اور ہمیں پاکیزہ کی مشعل لے کر بہت آگے جانا ہے۔ بہت آگے..... انشاء اللہ.....

مدیرہ
انجم انصار

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دین کی باتیں

کہہ دو کہ اے میری قوم تم بجائے خود (یہ ناشائستہ اعمال) کرتے رہو بے شک میں (بھی اپنے رب کی عبادت) کر رہا ہوں پس عنقریب جان لوگے کہ دار آخرت کس کے لیے ہے یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے (۱۳۵) اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشی میں سے اللہ کا حصہ مقرر کیا ہے اور اپنے خیال کے موافق کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا (حصہ) ہے اور یہ (حصہ) ہمارے شریکوں (یعنی جو ہمارے نزدیک اللہ کی سلطنت میں شریک ہیں ان) کا ہے پھر (یہ بھی سمجھتے ہیں کہ) جو ان کے شریکوں کا (حصہ) ہے وہ تو اللہ کو نہ پہنچے گا اور جو اللہ کا (حصہ) ہے تو وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جائے گا کیا برا حکم کرتے ہیں (۱۳۶) اور اسی طرح اکثر مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے ان کی اولاد کے قتل کو زینت دی ہے تاکہ انہیں ہلاک کر دیں اور تاکہ ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ اس (کام) کو نہ کرتے پس تم ان کو اور ان کی افترا پردازیوں کو (ان ہی کے حال پر) چھوڑ دو (اس کا نتیجہ خود ہی بھگت لیں گے) (۱۳۷) اور (یہ کافر) اپنے خیال کے موافق (یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ چارپائے اور مویشی ممنوع ہیں ان کو سوا اس کے جسے ہم چاہیں (کوئی) نہیں کھا سکتا اور مویشی ایسے ہیں جن کی سواریاں حرام ہیں اور (ان کافروں کے) کچھ مویشی ایسے ہیں جن پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام نہیں لیتے (یہ سب باتیں) اللہ پر افترا کر کے (کرتے ہیں) عنقریب وہ ان کی افترا پردازیوں کا انہیں نتیجہ دے گا (۱۳۸) اور کہتے ہیں کہ ان جانوروں کے پیٹ میں جو ہو تو وہ صرف ہمارے مردوں کے لیے (حلال) ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ (بچہ) مردہ ہو تو (پھر) اس میں سب شریک ہیں عنقریب اللہ انہیں ان کے اس (بے ہودہ) بیان کی پاداش دے گا بے شک وہ حکمت والا اور جاننے والا ہے (۱۳۹) بے شک رائگاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی اور بے علمی میں قتل کر دیا اور اللہ پر افترا کر کے اللہ نے جو (حلال) روزی انہیں دی تھی اس کو انہوں نے حرام کر لیا بے شک یہ لوگ گمراہ ہو گئے اور ہدایت یافتہ نہیں ہوئے (۱۴۰) اور وہ (تو ایسا رحیم) ہے کہ اسی نے باغات پیدا کیے (کچھ تو انگور کی طرح) ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے اور (کچھ) نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی (پیدا کی) جس کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار (پیدا کیے کہ بعض تو) ایک دوسرے کے مشابہ (ہوتے ہیں) اور (بعض) غیر مشابہ (اور تمہیں اتنا مقدور دیا کہ) کہ اس کے پھل جب پھلیں (تو) کھاؤ اور اس کی زکوٰۃ اس کے کٹنے کے دن دے دو اور بے جا خرچ نہ کرو بے شک اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۱۴۱) اور چوپایوں میں سے بعض میں سے بعض بوجھ اٹھانے والے ہیں اور بعض زمین سے ملے ہوئے (کہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے) تم اس چیز سے جو اللہ نے تمہیں دی ہے کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے (۱۴۲)

(سورۃ انعام آیت نمبر ۱۳۵ تا ۱۴۲)

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دین کی باتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِالدَّاعِیْنَ

افضل الانبیا ختمی مرتبت، سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام ''سیّدنا داعؔ'' بھی ہے جس کا مفہوم......دعوت دینے والے، صراط مستقیم کی طرف بلانے والے کے ہیں۔

1: القرآن: 1۔ترجمہ: اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے سے بلاؤ اور ان سے خوش آئند طریقے سے مناظرہ کرو۔ (سورۂ نحل۔آیت ۱۲۵)

۲: ترجمہ: اور تم لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہو بے شک تم سیدھے رستے پر ہو......(سورۂ حج آیت ۶۷)

2: الحدیث: حضرت عبدالرحمن بن عائذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی لشکر یا وفد کو روانہ فرماتے تو یہ نصیحت کرتے۔ لوگوں میں الفت پیدا کرنا اور ان پر لوٹ ہرگز نہ ڈالنا جب تک کہ اچھی طرح تبلیغ نہ کر لو جنگ ہرگز نہ کرنا روئے زمین پر جتنے کچے پکے مکانات ہیں ان میں رہنے والوں کو تم مسلمان کر کے میرے پاس لاؤ۔ یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ تم لوگوں کو قتل کر دو اور ان کی بیویاں اور بچے میرے پاس لے آؤ۔

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے میرا ایک قول سنا اور پھر اسے یاد رکھا، حتیٰ کہ ایک دوسرے شخص تک وہ قول پہنچایا۔''

3: الرائے: بنی نوع انسان پر جس شخص کی زندگی سب سے زیادہ اثر انداز ہوئی۔ وہ رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ آپؐ نے بڑی بے باکی سے قادر مطلق کی طرف نوع انسان کو بلایا اور اب جو شخص بھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ دنیا نے اس پاک دعوت حق کا کیسا جواب دیا تو اسے چاہیے کہ وہ اس کا جواب آج کرہ ارض کے نقشہ پر تلاش کرے......اسے اسلامی ممالک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے وہ نقوش ملیں گے جو تبلیس و ریاء سے بہت بلند ہیں۔ (جان ولیم ڈریپر)

4: الفضائل: ۱: اس اسم پاک داعؔ کا بکثرت ورد کرنے والا لوگوں میں ہر دلعزیز ہوگا، خلق اس کی مطیع وفرمانبردار ہوگی۔

۲: ہر نماز کے بعد اس اسم پاک داعؔ کو سو 100 مرتبہ پڑھنے والے کو کسی کام میں ناکامی نہ ہوگی۔

●

قیصرہ حیات کی کتاب انوار اسماالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اقتباس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اللہ اور اس کا نور

قرآن پاک سے عشق کی پُرنور داستان ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کے قلم سے

باب سوم

اللہ اور اس کا نور

وہ گھر جہاں صبح شام اللہ کی عبادت ہوتی ہے۔ ان گھروں میں یقیناً اللہ کا نور، اس کی روشنی اور ہدایت ان کے مکینوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ نیک لوگ ہیں جو سیدھی راہ پر چلتے اور برائی سے بچتے ہیں۔ یہی سچے مومن ہیں۔

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (آیت 257)

''جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کا دوست خدا ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ اہلِ دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' سورۂ نساء (آیت 174)

''لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس دلیل (روشن) آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے۔''

سورۂ مائدہ (آیت 16,15)

''بے شک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے جس سے خدا اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیروں میں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔''

سورۂ توبہ..... (آیت 32)

''یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں اگرچہ کافروں کو برا لگے۔''

سورۂ احزاب:

''اے اہلِ ایمان! خدا کا بہت ذکر کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرو.....“(41)

”اور صبح شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو“(42)

وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور خدا مومنوں پر مہربان ہے“(43)

”جس روز وہ ان سے ملیں گے ان کا تحفہ (خدا کی طرف سے) سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے“(44)

سورۂ زمر (آیت 22)

”بھلا جس شخص کا سینہ خدا نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو (تو کیا وہ شخص سخت دل کافر کی طرح ہوسکتا ہے) پس ان پر افسوس ہے جن کے دل خدا کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں اور یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔“

سورۂ شوریٰ (آیت 52)

”تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو.....لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں جس کو چاہتے ہیں، ہدایت کرتے ہیں۔“

سورۂ حدید (آیت 9)

”وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تم کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لائے..... بے شک خدا تم پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

سورۂ حدید کی آیت نمبر 28 میں ارشاد ہوتا ہے۔

”مومنو.....! خدا سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ.....وہ تمہیں اپنی رحمت سے دگنا عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے روشنی کردے گا..... جس میں چلوگے اور تم کو بخش دے گا..... اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔“

سورۂ صف (61) کی آیت نمبر 8 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”یہ چاہتے ہیں کہ خدا (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ خدا اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا.....خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔“

سورۂ تحریم کی آیت نمبر 8 میں کہا جارہا ہے۔

”مومنو..... خدا کے آگے صاف دل سے توبہ کرو.....امید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دور کردے گا اور تم کو باغ ہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، داخل کردے گا۔ اس دن خدا پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نور (ایمان) ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہوگا اور وہ خدا سے التجا کریں گے کہ اے پروردگار! ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر اور ہمیں معاف فرما.....بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔“

اسی طرح کا مضمون سورۂ حدید کی آیت نمبر 12 میں بھی بیان ہورہا ہے۔

”جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے کہ ان (کے ایمان) کا نور اور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے (تو ان سے کہا جائے گا) تم کو بشارت ہو (کہ آج تمہارے لیے) باغ ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔“

”اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف نظر (شفقت) کیجیے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو.....پھر ان کے بیچ ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی جانب اندرونی ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو جانب بیرونی ہے اس طرف عذاب (واذیت) (آیت نمبر 13۔سورۂ حدید)

اوپر لکھی گئی تمام آیات کو پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور اس کی روشنی، اس کی ہدایت اور اس پر کامل یقین اور ایمان ہی ہماری بہترین زندگی کا ضامن ہے۔ اسی روشنی سے ہدایت ملتی ہے ہم صحیح راہ پر گامزن ہوتے ہیں، برائیوں سے بچتے ہیں۔ آخرت

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں بھی یہی ایمان اور اس کی روشنی ہمارے دائیں جانب اور سامنے کی جانب ساتھ، ساتھ چلے گی اور پھر جنت عطا کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ بھی روشنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نورِ مبین ہیں اور قرآن پاک بھی نور ہدایت ہے۔

اندھیرا، تاریکی، جہالت، بدی، برائی، یہ سب شیطانی کام ہیں اور برائی کو اختیار کرنے والے کفر کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے کوئی راہِ نجات نہیں ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے دوزخ تیار کی گئی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا، وہ اللہ کے رسولوں پر اور کتابوں پر بھی ایمان لائے گا۔ اسے وہ روشنی حاصل ہو جائے گی جو اسے برائیوں سے بچاتی ہے اور نیک راہ پر گامزن کر کے اعلیٰ مقام پر پہنچاتی ہے.... برخلاف اس کے جس انسان کے دل میں ایمان کا نور نہیں، وہ شیطان کا ساتھی ہے۔ اندھیرے میں بھٹک رہا ہے، اس کا انجام بھی دردناک ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سچا مومن بنا دے اور اللہ تعالیٰ کا نور، اس کی روشنی ہمیں عطا ہو جائے تاکہ ہم سیدھی روشن راہ پر چلیں اور اندھیرے راستوں کے مسافر بننے سے محفوظ رہیں۔ (آمین)

جنتی لوگوں کی پہچان اور جنت کی زندگی

سورۂ عصر میں اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ انسان خسارے میں ہے۔ ماسوائے ان لوگوں کے جو...

1۔ ایمان لائے۔
2۔ نیک عمل کرتے رہے۔
3۔ آپس میں حق کی تلقین کرتے رہے۔
4۔ اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

بظاہر یہ چار جملے ہیں لیکن یہی چار باتیں انسان کی پوری زندگی کو کامیاب و کامران بنانے کی ضمانت ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر صدقِ دل سے ایمان لانا اور یہ سمجھ لینا کہ وہی ہر چیز کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور جو کچھ اس نے وحی کے ذریعے احکامات نازل فرمائے اور جو طریقۂ زندگی بتلا دیا اس کے مطابق عمل کرنا، یہ ہی اعمالِ صالح ہیں پھر ایک دوسرے سے حق بات کی تلقین کرتے رہنا اور صبر کی تاکید کرتے رہنا ضروری قرار دیا۔ دراصل مذہب کی بنیاد ہی حق پر ہے۔ اور صبر انسان کی زندگی کا لازمی جزو۔ صبر کے اندر بے شمار خوبیاں چھپی ہوئی ہیں۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صبر میں قناعت، تشکر، راضی بہ رضا ہونا، کوشش، امید، یقین اور انتظار کی کیفیات پنہاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جگہ، جگہ جنتی لوگوں کی خصوصیات اور ان کی پہچان بیان فرمائی ہیں۔ سورۂ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

1۔ ''اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔''

2۔ ''اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔''

3۔ ''اور وہ جو دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔''

4۔ ''اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ..... نہ ضرورت سے زیادہ، نہ کم۔''

5۔ ''اور جو خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے۔''

6۔ ''جس جاندار کو مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریقے سے۔''

7۔ ''اور بدکاری نہیں کرتے۔''

8۔ ''اور وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔''

9۔ ''اور جب ان کو بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں۔''

10۔ ''اور وہ کہ جب ان کو پروردگار کی باتیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں)''

11۔''اور وہ جو خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما.....اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔''

''ان صفات کے لوگوں کو ان کے بدلے اونچے، اونچے محل دیے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا سلام کے ساتھ ملاقات کریں گے۔'' (آیت 76)

سورۂ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کی خصوصیات بیان کر رہا ہے۔

1۔جو بڑے، بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔

2۔جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

3۔اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں۔

4۔اور نماز پڑھتے ہیں۔

5۔اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔

6۔اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے، اس ہی سے خرچ کرتے ہیں۔

7۔اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم ہو تو (مناسب طریقے) سے بدلہ لیتے ہیں۔

پھر فرمایا۔''اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے مگر جو درگزر کرے اور (معاملے کو) درست کر دے تو اس کا بدلہ خدا کے ذمے ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (آیت 40)

آیت نمبر 43 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اور جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔''

سورۂ زاریات (51) میں اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں کی خوبیاں یوں بیان کر رہا ہے (یعنی جنت میں آنے سے قبل وہ دنیا میں کیا کرتے تھے)

1۔بے شک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرتے تھے۔(16)

2۔رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔(17)

3۔اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے۔(18)

4۔اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے۔(19)

سورۂ معارج (70) میں اللہ تعالیٰ نے جنتی لوگوں کی صفات یوں بیان کی ہیں۔

1۔جو نماز کا التزام رکھتے (اور بلاناغہ پڑھتے) ہیں۔(آیت 23)

2۔جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔(24)

3۔مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کا۔(25)

4۔جو روزِ جزا کو سچ سمجھتے ہیں۔(26)

5۔جو پروردگار کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں۔(27)

6۔جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(29)

7۔جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں۔(32)

8۔جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔(33)

9۔جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں۔(34)

10۔یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت و اکرام سے ہوں گے۔

سورۂ فاطر 35 میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے جو نیکیوں میں آگے نکل جاتے ہیں فرماتا ہے کہ.....

''(ان لوگوں کے لیے) بہشتِ جاودانی (ہیں) جن میں وہ داخل ہوں گے۔وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کی پوشاک ریشمی ہوگی۔'' (آیت 33)

سورۂ صف 61 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات ہیں جو بہشتِ جاودانی میں (تیار) ہیں، داخل کرے گا۔یہ بڑی کامیابی ہے۔'' (آیت 12)

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

نام گم شدہ محبت

انجم انصار

قسط 15

انسان نہ کچھ کر سیکھتا ہے، نہ رو کر سیکھتا ہے، جب بھی سیکھتا ہے، یا کسی کا ہو کر سیکھتا ہے، یا پھر کسی کو کھو کر سیکھتا ہے... چونکہ لوگ دل کے امیر کم، کم ہوتے ہیں، اس لیے زندگی کی کتاب میں اتنی غلطیاں نہ کرو کہ پنسل سے پہلے ربڑ ختم ہو جائے اور توبہ سے پہلے زندگی...

جو آنکھوں اوٹ ہے چہرہ اسی کو دیکھ کر جینا
یہ سوچا تھا کہ آساں ہے مگر آساں نہیں ہوتا
نہ بہلا وا نہ سمجھوتا، جدائی سی جدائی ہے
ادا سوچو تو خوشبو کا سفر آساں نہیں ہوتا

محبت کے انوکھے روپ سنوارتی ایک حسین تحریر.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

اس شخص سے فقط اتنا سا تعلق ہے فراز
وہ پریشان ہو تو ہمیں نیند نہیں آتی

رات کا پتا نہیں کون سا پہر تھا..... یہ وہ نہیں جانتا تھا اسے تو بس اتنا معلوم تھا کہ صبا ان دنوں پریشان ہے۔ پریشانی کی وجہ بھی اسے معلوم تھی۔

سین کے میسجز اس کے پاس بھی آتے تھے۔ اسے بھی یہ دل سے یقین نہیں تھا کہ ندیم جیسے دبنگ لڑکے نے اتنی آسانی سے ہار مان لی..... مگر سین کے میسجز پڑھ کر اسے یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا..... کہ ندیم کا کہیں رشتہ طے کر دیا گیا ہے۔ ندیم اپنی ماں، بہن کے حصار میں آ گیا تھا۔ اور وہ جو منگنی کا تمغہ ہاتھ میں تھام کر ہیرو بن کر اس پر چڑھائی کر رہا تھا، اس نے خود ہار مان لی تھی..... یا پھر اس نے خود منہ کی کھائی تھی۔

یہ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ندیم اب اس کی دنیا میں واپس پلٹ کر کبھی نہیں آئے گا۔ اور وہ دل میں خوش بھی تھا..... مگر صبا کا سوچ کر وہ بہت رنجیدہ ہو رہا تھا۔

''میری صبو..... اس بزدل کی وجہ سے تم رو رہی ہو گی..... تم اس کو یاد کر رہی ہو گی..... اور کوئی دو لفظ تسلی کے کہنے والا نہیں ہو گا..... اور فی الحال تم میری موجودگی بھی برداشت نہیں کر سکتی ہو۔ کتنی عجیب صورتِ حال ہے کہ جو جس سے سچی محبت کرتا ہے اس کی محبت کو سچا تسلیم ہی نہیں کیا جاتا..... وہ بھگوڑا جو مجھے پاگل، چڑی، سائیکی اور دہشت گرد تک کہا کرتا تھا اس کے لیے قیمتی آنسوؤں کا زیاں ہو رہا ہو گا..... لگتا تو نہیں تھا وہ یوں چپکے سے چلا جائے گا..... جیسے کوئی بات ہی نہیں۔ اے میرے اللہ، میری صبا کے دل سے اس جھوٹے شخص کا خیال نکال دینا اور پہلے کی طرح میری صبا کو میرا بنا دینا۔'' عامر، دل سے دعا کر رہا تھا..... اور اس کے لہجے کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی نمناک سی تھیں.....

☆☆☆

ان ہی لفظوں سے اشک بنتے ہیں
جو زباں سے ادا نہیں ہوتے

''رات کے تین بجے ہوں گے..... کراچی میں شدید گرمی چل رہی تھی..... گو راتیں عموماً ٹھنڈی ہوا کرتی ہیں..... مگر آج کی رات حبس زدہ سی تھی۔

''مجھے ندیم خان کی بات مان لینی چاہیے تھی..... جب وہ کورٹ میرج کے لیے راضی ہوئے تھے۔'' میرا دل خود میرے خلاف چڑھائی سی کر رہا تھا اور مجھے ہر طریقے سے غلط ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا۔ تم غلط تھیں، تم غلط..... غلط'' کتنے مواقع میں نے خود ہی تو گنوائے تھے..... وہ تو بار بار یہی کہتے تھے کہ میں ان کی پہلی پسند تھی..... میں بھی کیوں نہیں اور پھر میں ان کی نظروں سے بھی گر گئی..... یہ تو کوئی اچھی بات نہیں تھی، مجھے گرنا تو نہیں چاہیے تھا..... اور نہ ہی انہیں یہ اسٹیپ لینا چاہیے تھا۔ محبت کرنے والے تو اپنی محبت کے حصول کے لیے کیا کچھ نہیں کیا کرتے..... اور وہ ایک پاگل سے شخص کے آگے گھٹنے بھی ٹیک گئے..... '' صحیح اور غلط کی تکرار..... میرے دل کی دہشتوں کو تو بڑھا رہی تھی..... وہیں میری آنکھوں سے آنسوؤں کے ریلے بہہ رہے تھے۔ لائٹ گئی، کمرے میں اندھیرا ہوا..... تو ایک سوچ میرے دماغ میں چمکی.....

اور اس سوچ نے میری حالت مزید دگرگوں سی کر دی..... اب شاید کی تکرار سے میرا سر گھوم رہا تھا۔

''ہاں ندیم بھی مجھ سے شادی کرنے کے خواہش مند نہیں رہے تھے..... ورنہ اچھے، اچھے دبو لڑکے سینہ تان کر چٹان بن جایا کرتے ہیں۔ اگر میں اس دن ان کے ساتھ کورٹ میرج کے لیے روانہ بھی ہو جاتی..... تو وہ گھر سے تو ضرور مجھے اپنے ساتھ لے جاتے..... مگر گھر سے باہر نکلتے ہی ان کو ایسے کوئی اہم کام یاد آ جاتے جن کو پورا کرنا اس وقت کی اہم ضرورت بن جاتا..... اور وہ معذرت کرتے ہوئے مجھے گھر چھوڑتے ہوئے بھاگ نکلتے..... یا پھر ایسا کوئی ضروری فون آ جاتا..... جس تک فوری پہنچنا..... جان بچانے کے لگ بھگ ٹھہر جاتا..... اور وہ مجھے بیچ منجھدار میں ہی چھوڑ کر بھاگ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لیتے....."اس لحاظ سے یہ بھی اچھا ہی تھا..... کہ امی کی بات نے میری لاج رکھ لی تھی..... اور سوچ کر جواب دینے کی ضرورت اس لیے نہیں آئی تھی کہ اس ضمن میں سوچ لیا گیا تھا کہ مجھ سے خلاصی شاید..... ان کے لیے ضروری ٹھہری تھی۔

یہ بات تو شاید طے تھی کہ ندیم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا..... جھوٹ بھی ایسا کہ جس پر مجھے کبھی یقین نہیں کرنا چاہیے..... ان کا کہنا تھا کہ وہ مجھے خود اپنے آپ سے بھی زیادہ چاہیں گے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ایسا تو کسی کو چاہا ہی نہیں گیا ہوگا۔ ہاں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میرے آجانے سے ان کی زندگی کی تکمیل ہوگی۔

اور انہوں نے پتا نہیں کیا کچھ کہا تھا..... مگر وہ سب جھوٹ تھا۔ ہاں سفید جھوٹ..... جس پر مجھے کبھی یقین ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مگر میں یقین کرتی چلی گئی.....

مجھے یوں لگتا تھا ان سے زیادہ سچا تو کوئی دوسرا ہے ہی نہیں یوں بھی جب کسی کی غلط بات بھی بری نہ لگے، وہ ہمیں حد سے زیادہ اچھا لگا کرتا ہے..... یک دم اس جتنا کوئی دوسرا اچھا لگ ہی نہیں سکتا۔

مگر میں ندیم کو جھوٹا صرف اس وجہ سے کہہ رہی تھی کہ وہ واقعی مجھ سے اتنی محبت نہیں کر پائے تھے..... یا پھر انہیں محبت کرنے کا سلیقہ آتا ہی نہیں تھا..... اور..... میں ہاں میں ان سے زیادہ انہیں چاہنے لگی تھی۔ ان سے ملنے کے بعد مجھے احساس ہوا تھا کہ وہ صرف میرے ہیں اور میرے ہی رہیں گے۔

سبین آپا نے ایک مرتبہ مجھے طعنہ دیا تھا کہ "میرا شمار ان لڑکیوں میں ہوتا ہے جو ہر وقت ایک عاشق کا دم چھلا اپنے ساتھ لگائے رکھتی ہیں اور اس میں اپنی توقیر سمجھا کرتی ہیں جیسے ماضی میں..... میں عامر کے حوالے سے کسی کی جانب نظر بھر کر نہیں دیکھا کرتی تھی..... اور اب ندیم کے سوا مجھے کچھ نظر نہیں آتا..... اور کل کوئی نیا نام، میں اپنے حوالے سے اچھالوں گی اور شاہراہِ محبت پر سرخرو ہونے کی کوشش کروں گی....."

"میں ایسا کیوں کروں گی آپا.....؟" میں واقعی سہم سی گئی تھی۔

"تم جیسے لوگ صرف تماشے لگاتے ہیں..... ورنہ محبت کرنے والے تو آج کل دکھائی تک نہیں دیتے اور دکھائی دیں..... تو کسی کو احساس تک نہیں ہونے دیتے..... تمہاری وجہ سے تو ہمارا خاندان پریشان ہوگیا....."

میں جانتی تھی سبین آپا پرلے نمبر کی جھوٹی عورت ہیں..... جو شروع سے ہی مجھ سے چڑتی تھیں..... اس لیے..... ان کی ہر بات کی نفی کی اور کبھی اپنے آپ کو ان کے سامنے کمزور ظاہر نہیں کیا۔

"اگر کبھی مجھ سے تمہیں الگ کروانے کی کسی نے کوشش کی تو وہ تمہاری بہن ہوں گی۔" میں نے ندیم خان سے بھی ہمیشہ یہی کہا تھا۔

"نہیں صبا..... میری بڑی بہن مجھ سے بے حد محبت کرتی ہیں..... میری طرح تم بھی ان کی لاڈلی ہی بنی رہو گی....."

"جی نہیں، ایسا دکھائی تو نہیں دیتا۔"

"جب وہ تمہارے ناز نخرے اٹھائیں گی ناں تب میں تم سے پوچھوں گا۔"

"کیا پوچھو گے.....؟" میں سادگی سے کہتی۔

"یہی کہ اب تمہاری رائے اپنی نند صاحبہ کے بارے میں کیا ہے۔"

"یہ تو بعد کی باتیں ہیں..... مگر عامر کے آنے کے بعد..... جو پینترا سبین آپا نے بدلا ہے، وہ شاید کسی دشمن کا بھی نہیں ہوگا۔"

"تم بہن، بھائی کے رشتے کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہو۔"

"واہ، یہ کیا بات ہوئی..... اور میں کیوں نہیں جانوں گی۔"

"وہ اس لیے کہ تم اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی ہو، تمہارے بہن، بھائی نہیں ہیں ناں....."

"ایک بھائی تھا، چھوٹا سا..... معذور تھا..... اور وہ چھوٹا سا ہی مر گیا تھا۔ اور وہ مجھے آج بھی یاد آتا ہے....." میری آنکھوں میں اسے یاد کر کے آنسو آ گئے.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اسے کہتے ہیں بہن کی محبت..... وہ بھائی جسے اس دنیا سے گئے ہوئے بھی برسوں بیت گئے..... اس کو یاد کرتے ہوئے ایک بہن کی آنکھوں میں آنسو آگئے.....''

''تو پھر.....؟'' میں الجھی..... ''آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟''

''محبتیں کبھی ثابت نہیں کی جاتیں..... میری آپا مجھ سے بے لوث محبت کرتی ہیں۔''

''آپ دونوں کی محبتوں کے مابین میری علیحدہ جگہ ہے یا نہیں؟''

''تم اس کیٹگری میں کہاں ہو..... تم تو میری ذات کے سب سے اونچے درجے پر ہو سمجھو..... میں نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی..... مگر تم سے جو محبت کی ہے ایسی محبت میں نے کسی سے کی ہے اور نہ ہی شاید میں کسی سے کرسکوں گا.....''

''اور میرے بارے میں کیا خیال ہے؟'' میں نے آنسو پی کر پوچھا تھا۔

''مجھے اندازہ ہے کہ تم بھی مجھ سے بہت محبت کرتی ہو۔''

''نہیں آپ اندازہ ہی نہیں کرسکتے.....'' میں نے قدرے پیٹھ موڑ کر کہا تھا۔

''صبا..... تم میرا یقین ہو..... اور یقین کبھی ٹوٹا نہیں کرتا.....'' ان کے میسجز بھی اسی طرح کے ہوا کرتے..... اور ایسا شخص زندگی کے تھپیڑوں کی زد میں آگیا تھا۔

میں چاہتی تھی..... اس کے دلاسے میری ٹوٹی پھوٹی امیدوں کو سہارا دیتے رہیں۔ شاید..... میں ہاتھ پکڑ کر چلنے والوں میں سے تھی۔ اور اب مجھے یوں لگ رہا تھا کہ آہستہ، آہستہ ان کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹ رہا تھا۔

ایک دن وہ فون پر مجھ سے کہہ رہے تھے۔

''صبا تمہارے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ خواہ مخواہ پریشانیوں کے جالے بنایا کرتی ہو اور پھر ان جالوں کو اپنے اوپر حاوی کرلیا کرتی ہو۔''

''میں ایسا قصداً تو نہیں کیا کرتی۔''

''صبا تم خوش رہو گی..... تو تمہاری ہمت بھی توانا رہے گی..... ورنہ تم خواہ مخواہ ہی بیمار پڑ جاؤ گی۔''

''ندیم..... جیسی صورتِ حال مجھے نظر آرہی ہے..... اس میں نہ میں خوش رہ سکتی ہوں..... اور نہ ہی کسی خوش فہمی میں.....''

''پلیز ایسی باتیں مت کیا کرو.....''

''تو پھر میں کس سے کروں اپنے دل کی باتیں..... عامر نے میرا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ اب وہ گھر تو نہیں آتا..... مگر میری پرانی باتیں جو میں نے کبھی اس سے کہی ہوں گی..... وہ روزانہ پھولوں کے حاشیے میں سجا کر مجھے موبائل پر اس طرح بھیجتا ہے جیسے وہ اس کے لیے اقوالِ زریں ہوں۔''

''اقوالِ صبا تو تھے ہی ناں.....'' وہ دھیمے سے لہجے میں بولے۔

اور ان کا یہ طنز مجھے اچھا نہیں لگا۔

''آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح بولنے لگے..... سچ کہہ رہی ہوں، آپ کی اس بات میں اور سین آپا کی باتوں میں مجھے کوئی زیادہ فرق محسوس نہیں ہو رہا۔''

''میں کیوں کروں گا، تم پر کوئی طنز.....؟ میں تو زندگی کی سچائی بتا رہا ہوں اور کوئی بھی سچی بات، تم سننے کے لیے تیار نہیں ہوتی ہو۔''

''تم کون سی سچی بات مجھے بتانا چاہتے ہو..... پلیز جلدی سے کہہ دو.....''

''تم نے مجھے بتایا تھا ناں..... عامر اپنے ایس ایم ایس میں تمہاری ہی باتوں کو دُہرایا کرتا ہے۔''

''ہاں.....''

''تم تو خیر اس وقت بچی تھیں..... مگر اکثر کم عقل لوگ بھی اپنے خیر خواہوں کے ہاتھوں اپنی مجبوریوں کا مذاق

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بنواتے ہیں جن کو ہم اپنے کمزور لمحوں میں..... اپنی ذات کی سچائیاں سونپ دیتے ہیں۔"

"تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں..... اس سلسلے میں میری غلطیاں بھی موجود ہیں۔"

"ایسا میں نے کچھ نہیں کہا....." اب وہ قدرے پیٹھ موڑے کہہ رہے تھے۔

"مگر میں تو یہی سمجھ رہی ہوں۔"

میں نے اپنی آنسو بھری آنکھوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"صبوتم پریشان ہونے سے زیادہ پریشان کیا کرتی ہو..... میں تو کہہ کر پچھتایا۔"

"ہاں، میں شاید سائیکی بھی ہوگئی ہوں....." نظریں جھکا کر کہا گیا.....

"تم بے حد حساس ہو..... اور اتنا زیادہ حساس نہیں ہونا چاہیے۔"

"اب اگر میں بے حسی نہیں لاد سکتی تو کیا کروں....." میری آواز بھی رندھی ہوئی تھی۔

"پلیز صبا..... میرے سامنے آنسو مت بہانا..... ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔" ندیم کی آواز قدرے تیز تھی۔

"آنسوؤں پر کیا کسی کا بس چلا کرتا ہے....." میں پوچھ رہی تھی۔

"ہاں، چلا کرتا ہے۔" اب وہ میرا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں یوں تھامے ہوئے تھے گویا ہاتھوں سے رحل بنالی ہو۔

"کیسے قابو پالیتے ہیں آپ....." میں اتنے دھیمے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ جیسے سرگوشی کر رہی ہوں۔

"ایک دفعہ میں نے تم سے کہا تھا ناں..... میں پانیوں پر رہتا ہوں۔"

"ہاں، کہا تھا....."

"تو میں اپنے آنسو اپنے اندر اتار لیا کرتا ہوں..... جب ہی تو پانیوں پر رہتا ہوں۔" اب میں حیران ہو کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ اور انہوں نے قصداً میری جانب سے پیٹھ موڑی تھی۔ پتا نہیں کیوں.....؟

اور اب وہی ندیم خان اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ دبئی میں اپنے لگژری فلیٹ میں بیٹھے تھے..... بارش تیز ہو رہی تھی..... جاتی سردیوں کی بارش نے موسم میں دلکشی کے ساتھ ٹھنڈک کا رنگ بھی گھول دیا تھا۔

"ندیم..... ٹیرس پر چلیں..... وہاں بیٹھ کر چائے پیتے ہیں۔"

"مجھے بارش پسند نہیں ہے۔" وہ بولے۔ "میں یہاں ہی ٹھیک ہوں۔"

"مجھے تو بارش بہت اچھی لگتی ہے..... آپ کو کیوں نہیں پسند....." ناز سے پوچھا گیا۔

ندیم نے کھڑکی کے شیشے پر پھسلتی ہوئی بارش کی بوندوں کو دیکھا اور انہیں یوں لگا جیسے کسی کے آنسو تواتر سے گر رہے ہوں.....

"بتائیں ناں..... بارش کیوں نہیں اچھی لگتی آپ کو....." اب شوخی سے پوچھا جا رہا تھا۔ لہجے کی ہم آہنگی میں ضد بھی رچی ہوئی تھی..... اور حیرت کی مسکان علیحدہ تھی.....

"پتا نہیں..... کبھی اپنے آپ سے یہ سوال جواب کیے ہی نہیں....."

"آج آپ میرے ساتھ ٹیرس پر بیٹھیں..... آپ بھی میری طرح بارش کو انجوائے کریں گے..... اور سو فی صد کریں گے..... یقین نہ آئے تو بے شک شرط لگائیں۔" فابا ان کا ہاتھ پکڑ کر ہنستی ہوئی انہیں ٹیرس تک لے گئی۔ وہ کسی روبوٹ کی طرح اس کے ساتھ چلے گئے۔

بارش اب چھما چھم برس رہی تھی..... اور وہ چپ چاپ بیٹھے تھے۔ ان کی دلہن فابا اپنے حنائی ہاتھوں سے ان کے لیے چائے بنا رہی تھی۔

"شوگر کتنی.....؟" اس نے پوچھا۔

"میں بغیر چینی کے چائے پیتا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اوہ..... آپ بغیر شوگر کے چائے کیسے پی لیتے ہیں..... میں تو ایک گھونٹ بھی نہیں پی سکتی.....'' اس نے ایک ادا سے منہ پر آئے بالوں کو پیچھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

غیر ارادی طور پر ان کی نظر اس کی گردن پر پڑی..... سانولی سی گردن میں ایک بڑی سی چین ڈالی گئی تھی..... اور گردن کے بائیں جانب بڑا سا مسا تھا۔

صبا کی بے حد گوری گردن کے دائیں جانب ایک تل تھا جو دوپٹا ہٹ جانے کے باعث انہوں نے دیکھا تھا..... اس کا ننھا سا تل کیسا چمکا کرتا تھا۔ فابا کی گردن، قدرے چھوٹی تھی اور صبا کی لمبی صراحی دار سی..... ان کا دماغ..... اسی الٹ پھیر میں شل ہو رہا تھا۔

''لاحول ولاقوۃ..... میں بھی کیا باتیں سوچنے لگا.....'' ندیم خان نے اپنے سر کو دبایا۔

''سر میں درد ہو رہا ہے کیا.....؟'' فابا نے پوچھا۔

''نہیں تو.....''

''آپ نے صبح ناشتا بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا..... میں کچھ کھانے کو لے آؤں.....؟'' وہ کسی سگھڑ بیوی کی طرح بولی۔

''لے آؤ.....'' اس وقت اس کی موجودگی انہیں اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

''میں آپ کے لیے پکوڑے بنا کر لاتی ہوں.....'' فابا نے کچھ سوچ کر اٹھتے ہوئے کہا۔

''لے آؤ..... مگر ہری چٹنی کے ساتھ..... اور ہاں چٹنی تازہ بنانا۔'' ندیم کو اس کی موجودگی سے پتا نہیں کیوں..... وحشت سی ہو رہی تھی۔

فابا کے جاتے ہی ان کی نظریں اسی کتاب پر جم گئیں..... جس کی سطریں وہ پڑھ نہیں رہے تھے..... بلکہ اپنے اندر اتار رہے تھے۔

''کیا کوئی کسی کے دل کی بات..... اتنی عمدگی سے بھی لکھ سکتا ہے.....'' یکبارگی انہوں نے سوچا.....

''نہیں۔'' اپنی سوچ کی خود ہی نفی کر ڈالی..... ''دکھ صرف اپنے ہی ہوتے ہیں، جس پر بیتے، وہی محسوس کر سکتا ہے.....'' وہ جیسے خود اپنے آپ سے مکالمہ کر رہے تھے۔

''مگر آج کل دکھ بھی تو ایک دوسرے کے ہم شکل ہونے لگے ہیں۔ غموں میں بھی تو یکسانیت آ گئی، ہاں۔ ایسا تو ہے۔'' اب وہ اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکائے آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے۔

''سب کی اپنی، اپنی صبا ہوتی ہے، چاہے ان کے نام کچھ ہی ہوں۔'' وہ سوچ رہے تھے..... اور کسی کے قدموں کی چاپ محسوس کر رہے تھے۔ ''کسی کو اپنی صبا مل جاتی ہے کسی کو نہیں مل پاتی۔ اب جیسے مجھے اپنی صبا نہیں مل پائی.....'' وہ دھیرے سے بڑبڑائے۔

''مجھے بھی تو اپنا ندیم نہیں ملا.....'' کسی نے کہا۔

بے چین ہو کر انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں..... تو یہ دیکھ کر ششدر سے رہ گئے..... جس کرسی سے فابا اٹھ کر اندر گئی تھی..... اسی کرسی پر اب صبا براجمان تھی۔

''تم..... یہاں.....؟'' وہ حیرت سے پوچھ رہے تھے۔

''تو کیا میں تمہارے پیچھے نہیں آ سکتی۔''

''ہاں..... ہاں..... کیوں نہیں آ سکتیں.....''

''مجھے بھول گئے ناں تم..... جب کہ وعدہ کیا تھا کہ یاد رکھو گے.....'' اس نے جیسے شکوہ کر ڈالا۔

''تمہیں بھول ہی تو نہیں پایا ہوں.....'' انہوں نے سوچا ضرور مگر چپ رہے۔

''اب میں آپ کے بغیر کیسے جی پاؤں گی؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم شادی کرلو.....'' بہ مشکل کہا گیا۔
''کیا یہ طریقہ ہے کوئی..... یادوں کے جنگل کو آگ لگانے کا..... یا محبت کے سمندر کو صحرا میں تبدیل کرنے کا.....''
''یہ میں کب کہہ رہا ہوں.....'' وہ بوکھلا سے گئے۔
''ندیم..... کیا شادی کرنے کے بعد آپ مجھے بھول جانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔''
''نہیں۔'' انہوں نے جیسے اعتراف کرلیا۔
''تو پھر..... میں آپ کو کیسے بھول سکتی ہوں۔''
''کوشش کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ناں.....؟''
''اگر ایسا کیا تو شاید میں اپنے آپ کو بھول جاؤں گی۔''
''ایسی باتیں نہ کرو صبو..... مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔''
''اچھا..... اب باتوں سے تکلیف ہوتی ہے اور جارحانہ رویوں سے تکلیف نہیں ہوئی.....'' وہ شاید کڑا احتساب کرنے آئی تھی۔
''مجھے معاف کردو..... صبا..... میں نے تمہارے ساتھ واقعی زیادتی کی ہے۔''
''معاف کرنا بڑا مشکل کام ہوتا ہے..... مگر پھر بھی کوشش کروں گی..... مگر تم مجھے روزانہ میسجز کرنا بند کردو.....''
''میں کب میسجز کرتا ہوں؟'' وہ حیرانی سے پوچھ رہے تھے۔
''روزانہ درجنوں ایس ایم ایس بھیجتے ہیں آپ مجھے؟''
''مگر کیوں.....؟''
''ایک ہی بات لکھی ہوتی ہے کہ میں شادی کرلوں.....''
''نہیں بھئی..... میں ایسا کیوں کرنے لگا.....''
''یقین نہیں آتا تو دیکھ لیں..... میرے میسجز.....'' اس نے اپنا موبائل ندیم کے ہاتھ میں تھما دیا جس میں روزانہ درجنوں بار ایک ہی میسج کیا گیا تھا۔
''صبا مجھے بھول جاؤ..... اور کہیں بھی، کسی سے بھی شادی کرلو.....''
''کیسے بھول جاؤں..... مجھے اپنے اوپر اختیار ہی نہیں ہے۔''
''کوشش کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے ناں.....'' اس نے اپنے اندر دکھ کی ایک شدید لہر پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
''اچھا آپ کا حکم ہے تو پھر بھول جاؤں گی۔'' وہ اسے آنسو بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔
''صبو، رو کیوں رہی ہو.....؟''
''ندیم، میری زندگی ٹوٹے ہوئے کانچ جیسی تو ہوگئی ہے..... اب کیا میں لہولہان سی زندگی گزاروں.....''
''اللہ نہ کرے..... یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟''
''میں سچ کہہ رہی ہوں..... کوئی خوشی مجھے راس نہیں آتی..... تو اب دکھوں سے ہی سمجھوتا کرنا پڑے گا ناں.....'' وہ روتے، روتے کہہ رہی تھی۔ اور ندیم کو ایسا لگ رہا تھا تیز برستی ہوئی بارش کو اس کے بہتے ہوئے آنسوؤں نے ہرا دیا تھا۔
''صبو، چپ ہو جاؤ.....'' وہ التجا کر رہا تھا۔
''ندیم..... اب یہ آنسو..... از خود بہہ رہے ہیں۔ میں روکنے کی سعی بھی کروں تو..... یہ میرا کہنا نہیں مانا کرتے.....'' وہ آنسوؤں کے درمیان مسکرا کر بولی۔
''مجھے معاف کردو صبا..... مجھے معاف کردو صبو.....'' وہ ایک ہی بات کی تکرار کر رہا تھا۔
''میں نے تمہیں معاف کیا..... کہ سارے مرد ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ مگر تمہیں معاف کرنے کے باوجود.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میرے دل کو قرار ملے گا......اور نہ ہی......میری وحشتوں میں کوئی کمی آئے گی......"

"ایسا مت کہو......صبا......ایسا سوچو بھی نہیں......"

"ندیم، جب کسی سے اس کی محبت چھین لی جاتی ہے تو اس کا دکھ، گم شدہ محبت کے مقابلے میں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ میں تو یوں بھی ملامتوں کی سرزمین پر رہ رہی ہوں......جس پر انگلیاں بھی اٹھائی جارہی ہیں۔ عامر کے حوالے سے تو مجھ پر باتیں کی جارہی ہیں وہاں تمہارے حوالے سے بھی مجھے باتیں سنائی جارہی ہیں، ہر صورت میں، بے حد بری ہوں اور اب تو......مجھے یوں لگتا ہے کہ میں تو زندہ درگور ہو جاؤں گی......تم سے جدا ہو کر زندگی گزارنا......میرے لیے انتہائی دوبھر ہوگا۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا صبو......" وہ انتہائی کرب کے عالم میں کہہ رہے تھے۔

"ایسا ہی ہوگا......تم بے شک دیکھ لینا......"

"تمہیں کیا معلوم......؟"

"مجھے سب معلوم ہے۔ اگر کانٹوں بھری راہ پر قدم رکھے جائیں تو کیا پیروں میں آبلے نہیں پڑا کرتے......"

"ہاں......" وہ اتنے دھیمے سے بولے کہ اپنی آواز شاید وہ ہی سن سکتے تھے۔

"اور اب میں تو کانٹوں بھری حیات پر مزید قدم رکھنے جارہی ہوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی......اور بولی......"اب میں کبھی نہیں آؤں گی، کبھی نہیں......" اس کا دل چاہا کہ وہ اس سے کہہ دے......

"ایسی بات نہ کہو......تم آؤ گی اور ضرور آؤ گی......تم مجھ سے ناتا نہیں توڑ سکتیں......صبو پریشان کیوں ہوتی ہو، میں ہوں ناں......ریلیکس ہو جاؤ۔" مگر وہ اسے دیکھتے رہے اور سارا دکھ قطروں کی صورت میں اس کتاب پر گرتا رہا......جسے وہ کل رات سے پڑھ رہے تھے......اور ان کی بے چینی کم ہونے کے بجائے بڑھتی چلی جارہی تھی۔

"ندیم تمہارے بغیر اگر میں مزید لہولہان ہو جاؤں گی تو تم کیا کرو گے تماش بینی کے سوا" اس کے جانے کے بعد بھی وہ اس کی سماعت میں سنگ باری سی کررہی تھی۔

"کیا اب میں واقعی تماش بین بن کر رہوں گا۔" بارش کی بوچھاڑ نے رخ تبدیل کرلیا تھا......اور اب پانی ان پر آرہا تھا......مگر وہ بے خبر تھے......اور وہ بھیگتے ہوئے اسی کتاب پر نظر جمائے بیٹھے تھے۔ جس کے لفظ ان کے دل میں گڑ رہے تھے اور وہ شاید اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کررہے تھے۔

جب کانچ اٹھانے پڑ جائیں
تم ہاتھ ہمارے لے جانا
جب سمجھو کہ کوئی ساتھ نہیں
تم ساتھ ہمارا لے جانا
جب دیکھو گے تم تنہا ہو
اور راستے ہیں دشوار بہت
تم ہم کو اپنا کہہ دینا
بے باک سہارا لے جانا
جو بازی بھی تم جیتو گے
جو منزل بھی تم پاؤ گے
ہم پاس تمہارے ہوں نہ ہوں
احساس ہمارا لے جانا
اگر یاد ہماری آجائے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تم پاس ہمارے آجانا
بس ایک مکان ہمیں دینا
پھر جان بھی چاہے لے جانا

''وہ تو اب آئے گی ہی نہیں..... تو میں اس کے دکھوں سے کیسے باخبر رہوں گا۔'' وہ اسی سوچ کے تحت بے چین ہوئے جارہے تھے۔

''ارے آپ تو بارش میں بھیگ رہے ہیں..... اور مجھ سے کہہ رہے تھے کہ آپ کو بارش پسند نہیں..... آپ مذاق کررہے تھے ناں مجھ سے۔'' فابا آئی تو اس کی کرسی کی ہتھی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''مذاق تو شاید میں اپنے آپ سے کر چکا ہوں۔'' انہوں نے دل میں سوچا..... فابا زور سے ہنسی تو وہ چونکے۔

''ہاں بارش واقعی تیز ہوگئی.....'' وہ بولے..... جیسے یہ بھی کوئی حیرت کی بات ہو۔

''اس کتاب کو تو ہٹائیں..... ساری بھیگ کر مٹ چکی ہے پھر بھی آپ اس کی جان نہیں چھوڑ رہے.....'' اس نے اس کے ہاتھ میں پکڑی کتاب کو دور ٹیبل پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''توبہ اتنے خوب صورت موسم میں کوئی کتابیں پڑھا کرتا ہے کیا.....'' وہ ہنس رہی تھی۔

''مجھے پتا ہی نہیں لگا..... موسم اتنا تند خو ہوجائے گا.....''

''میں چلی گئی تھی ناں..... اس وجہ سے ایسا لگا آپ کو..... یہ لیں گرما گرم پکوڑا.....'' چٹنی کے ساتھ لگا کر اس کے منہ میں دیتے ہوئے وہ شوخی سے بولی..... تو وہ چاروں طرف ایسی بولائی، بولائی نظروں سے دیکھنے لگے..... جیسے باور کررہے ہوں..... کہ صبا یہاں سے گئی تو کہاں گئی.....

''کس کو ڈھونڈ رہے ہیں آپ.....؟'' وہ اس کی متلاشی نظروں کو دیکھ کر بولی۔

''اپنی کتاب کو.....''

''اچھا، میں سمجھی کسی اور کو.....'' فابا ہنسی.....

''تمہیں کیسے پتا چلا.....'' بے اختیار کہا گیا۔

''اب چھما چھم برسنے والی بدلی تو چلی گئی ہے..... تو ظاہر ہے اسی کو ڈھونڈ رہے ہوں گے.....''

''ہاں..... وہ تو چلی گئی.....'' ندیم جیسے بڑبڑائے۔

''جو چلا جائے..... اس کا ملال نہیں کیا کرتے.....''

''جانے والوں کو بھلانا..... آسان کہاں ہوتا ہے۔'' وہ دل میں سوچ رہے تھے۔

''اب جیسے آپ کی یہ کتاب بارش میں پوری گل گئی ہے..... لفظ مٹ گئے ہیں، اب اس کو میں گاربیج میں پھینک دوں گی..... تو آپ کو ملال تو نہیں کرنا چاہیے ناں.....''

''یادیں تو سینت کر رکھی جاتی ہیں..... ان کو پھینکا تو نہیں جاتا.....'' ان کا یہ مکالمہ اپنے آپ سے جاری تھا۔

''اللہ آپ کے بارے تو کہا گیا تھا..... کہ خوب بولتے ہیں آپ تو بے حد کم بولتے ہیں..... میں کس سے باتیں کروں آپ تو جواب ہی نہیں دے رہے۔''

''تم کیا کہہ رہی تھیں.....؟'' وہ چونک کر بولے۔

''کچھ نہیں.....'' وہ ہنسی۔ اور دوسرے ہی لمحے چٹنی میں لتھڑا پکوڑا اس کے منہ میں ٹھونس دیا گیا۔ اور..... وہ..... اب اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ ہنس رہی تھی۔ شوخی سے..... ناز سے..... اور اپنائیت کے ساتھ..... کہ ہنستے، ہنستے اس نے اپنا سر اس کے بازوؤں پر ٹکا دیا۔

وہ چونکا..... اسے دیکھا..... مگر چپ رہا.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سامنے اس کے بدل جاتے ہیں
لفظ ہیں میرے...... منافق سارے

☆☆☆

عامر کو بینن آپا کے میسیجز سے پتا چل گیا تھا اب ندیم کی شادی بھی ہوگئی ہے اور وہ اپنی دلہن کے ساتھ دبئی میں ہیں۔

مگر اس نے صبا سے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ اسے معلوم تھا...... وہ ندیم کی جدائی میں بے کل ہوگی اور اسے کسی پل چین نہیں آرہا ہوگا۔ اور وہ چاہتے ہوئے بھی اس کے پاس جا کر دو لفظ تسلی کے کہنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا۔

''جب ہم کہہ رہے تھے کہ ندیم اس سے شادی نہیں کرے گا تو صبو بیگم خوب اچھل کر آرہی تھیں۔ اب پتا چل گئی ان کو اپنی اوقات...... جا کر دیکھو تو سہی...... کیا احوال ہے اُن کا......'' رئیسہ بیگم کو جب پتا چلا تو وہ بولیں۔

''نہیں امی...... ابھی وہ ندیم کی بے وفائی کا غم منا رہی ہوگی، اچھا ہے اس کے دل کی بھڑاس نکل جائے۔''

''ارے، میں جانتی ہوں اس خاندان کو اچھی طرح...... خوب گالیاں اور کوسنے دے رہی ہوگی...... اور یہی طریقہ ہے ان ماں بیٹی کا...... پہلے یہ لوگ تمہیں برا بھلا کہہ رہے تھے...... اور اب ندیم کو کہہ رہے ہوں گے۔''

''امی آپ تو کم از کم صبا کو ایسا نہ کہیں...... جبکہ جانتی بھی ہیں کہ وہ میرے لیے کیا ہے......''

''اب تو وہ...... تمہارے سامنے ہاتھ جوڑے گی...... اور معافیاں مانگے گی۔'' رئیسہ بیگم کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

''مجھے کسی کو اپنے آگے ہاتھ نہیں جڑوانے...... اور نہ ہی ایسی باتیں مجھے پسند ہیں......'' عامر اکتاہٹ بھرے لہجے میں بولا۔

کتنے ہی دن وہ اس کے فلیٹ کے آس پاس رہا...... مگر وہ تو اپنے گھر میں محصور ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے گھر سے باہر نکلتی تو کیا...... کھڑکی سے باہر جھانکتی تک نظر نہیں آئی تھی وہ......

''کہیں وہ ندیم کے غم میں بیمار نہ ہوگئی ہو......'' یہ سوچ اسے پریشان کرگئی۔

اپنی دفتر کی ایک ساتھی کو...... اس کا حال چال معلوم کرنے کی غرض سے ایک فرضی میگزین کی نمائندہ بنا کر اُن کے ہاں بھیجا۔

تو اس نے یہی کہا...... فی الحال اسے لکھنے کا کوئی شوق نہیں ہے کہ وہ کسی میگزین میں لکھنے کی حامی بھر لے۔

''مگر آپ تو خود اخبار میں کام کرتی رہی ہیں، ٹی وی ٹاک شوز میں حصہ لیتی رہی ہیں...... تو لکھنے سے دوری کی کوئی وجہ تو ہوگی......''

''میری والدہ اور خالہ دونوں بیمار ہیں...... اور میں ان کی دیکھ بھال کرتی ہوں...... اس کے بعد میرے پاس لکھنے کا کوئی ٹائم نہیں ہے۔''

''اچھا اب یہ وعدہ کیجیے...... آپ کو جب بھی فرصت ملے گی تو اپنا کوئی آرٹیکل مجھے ضرور دیں گی۔''

''وعدے تو جھوٹے ہوا کرتے ہیں...... میں آپ سے وعدہ تو نہیں کروں گی۔''

''چلیے وعدہ نہ کریں...... آپ یقین دلا دیں کہ مجھ سے رابطہ ضرور کریں گی۔''

''یقین تو اب پامال ہو چکا ہے...... یقین تو سوائے دکھ کے کچھ نہیں دیا کرتا...... آپ مجھ پر ہرگز یقین نہیں کیجیے گا......''

اور وہ اسے سائیکی سا سمجھ کر چلی آئی......

''سر آپ نے مجھے کس کے پاس بھیج دیا...... وہ تو پگلو سی ہے۔''

''وہ پگلو نہیں ہے...... اسے دکھوں نے ایسا کر دیا ہے۔''

''وہ تو بے تکی سی باتیں کر رہی تھی...... مجھے تو جا کر واقعی وحشت سی ہوئی...... پتا نہیں وہ اپنی ماں اور خالہ کی دیکھ بھال کیونکر کر رہی ہوگی۔''

اور عامر اس کا یہ احوال سن کر پریشان سا ہوگیا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خالہ..... صبح فجر کی نماز کے لیے اٹھیں اور ان کا پیر مڑ گیا..... جس کی وجہ سے پیر پر ورم سا آ گیا تھا۔

''خالہ آپ کی کوئی ہڈی فریکچر ہوتی..... تو آپ سے ایک قدم نہیں بڑھایا جاتا.....'' ان کو بے حد خوف زدہ سا دیکھ کر میں نے انہیں تسلی دی۔

''مجھے لگ رہا ہے کہ اب میں معذور بن کر زندگی گزاروں گی.....'' وہ کسی طور پر میری بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

''اگر آپ کے دل میں ایسے وسوسے آ رہے ہیں تو ہم دوپہر کو جا کر آپ کے پیر کا ایکسرے کروا لیتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' انہوں نے جیسے ہامی بھر لی۔

''آپ ٹی وی پر اپنی پسند کا کوئی ڈراما دیکھیے..... اتنے میں ایک نیند لے لوں..... کل ساری رات مجھے نیند نہیں آئی..... اور میں نے جاگ کر گزاری۔''

''ٹھیک ہے..... میں ڈراما دیکھتی ہوں..... اور پھر تم کو جگا دوں گی..... تم میرے پیر کا ایکسرے ضرور کروا دینا.....''

اور میں ایسی پھر سوئی کہ پتا ہی نہیں چلا..... شاید میں غٹ سو رہی تھیں..... اور بے حد دیر سوتی رہی تھی.....

امی کے چلّانے کی آواز سن کر بدحواس ہو کر اٹھی..... پہلے تو سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے..... اور جب امی کی چیخیں..... خالہ کے کمرے سے آتی سنائی دیں تو وہیں بھاگی..... ٹی وی پر کسی معذور خاتون کا ڈراما چل رہا تھا اور خالہ... بے ہوش پڑی تھیں۔

بھاگم بھاگ انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے..... مگر انہوں نے بتایا کہ ان کا تو ہارٹ فیل ہو گیا تھا۔

خالہ..... اتنی ایموشنل ہو جائیں گی..... اور ایک المیہ ڈارمے کو اپنے اوپر طاری کر لیں گی..... یہ میں سوچ بھی نہیں سکتی.....

پچھلے چند مہینوں سے وہ سائیکی سی تو ضرور ہو گئی تھیں..... اور روزمرہ کی باتیں بھولنے بھی لگی تھیں..... مگر وہ اپنے آپ کو اتنا بے کس اور مجبور سمجھ رہی ہوں گی..... یہ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

امی کا زیادہ وقت خالہ سے باتیں کرنے میں گزرا کرتا تھا..... اور اب وہ بھی بے حد ملول اور افسردہ سی نظر آ رہی تھیں۔ ایک فرد کے گھر سے جانے پر مجھے لگ رہا تھا جیسے سارا گھر ہی خالی' خالی سا ہو گیا ہو.....

ان کہے لفظوں کی نہ ہنسی کسی کو سنائی دیتی ہے اور نہ ہی چیخیں..... مگر پھر بھی..... وہ بڑے کمال کے لوگ ہوتے ہیں جو آپ کی آواز سے آپ کی خوشی اور اداسی کا اندازہ لگا لیا کرتے ہیں۔

سر فرید کا فون آیا تو میں اس وقت بالکل خاموش بیٹھی..... سوچ رہی تھی..... کہ زندگی کس قدر بے کیف سی ہو گئی ہے۔ رونے کو دل چاہ رہا تھا..... مگر کوئی وجہ ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ کھانے پینے کا ذائقہ تک مجھے محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

''پریشان ہو ناں.....'' انہوں نے اپنائیت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''نہیں سر..... میں تو ٹھیک ٹھاک ہوں.....'' خالہ کی جدائی پر اتنے آنسو بہا چکی تھی کہ اب شاید آنسو بھی سوکھ چکے تھے۔

''پھر اتنی اداس سی کیوں بیٹھی ہو..... لہجہ اتنا پھیکا سا کیوں ہے؟''

''میرے موبائل میں کیمرا نہیں ہے..... آپ مجھے بغیر دیکھے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں اداس ہوں..... میں تو بے حد ہشاش بشاش ہوں سر.....!''

''مس صبا آپ نے کئی سال میرے اخبار میں کام کیا ہے، آپ کے مزاج، آپ کی خاموشی، آپ کی اداسی کے بارے میں تھوڑا بہت تو جانتا ہی ہوں میں..... اس وقت آپ کے لہجے میں دکھ گھلے ہوئے ہیں۔''

''سر، میری خالہ کا انتقال ہو گیا ہے۔'' میں نے رک، رک کر بتایا۔

''ہاں ندیم نے مجھے بتایا تھا..... اور مجھے احساس ہے کہ وہ آپ کی دوست بھی تھیں۔''

''اور ندیم کو کیسے معلوم.....؟'' میں تنک کر ان کی بات کاٹ کر بولی۔ ''میرا تو اُن سے کوئی رابطہ ہی نہیں ہے پھر انہیں کیسے پتا چلا.....؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تمہارا نہیں ہے مگر اس نے تو کسی نہ کسی سے رکھا ہوا ہوگا.....''

''جی نہیں.....میری کسی سے دوستی نہیں ہے جو یہ پیغام رسانی ہوتی۔''

''اچھا پھر.....تمہارے فلیٹ کے دروازوں، کھڑکیوں نے اسے بتادیا ہوگا۔'' وہ بدستور مطمئن لہجے میں بات کررہے تھے۔

''اچھا، وہ کیا کہہ رہے تھے؟'' بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔

''وہ بہت پریشان تھا، تمہارے لیے.....''

''اب پریشان ہونے سے فائدہ.....؟'' کوئی چیز چھن سے جیسے ٹوٹ گئی.....

''میں نے بھی اس سے یہی کہا تھا۔''

''تو پھر کیا بولے وہ.....؟''

''کہہ رہا تھا.....تمہیں میرے اخبار میں جاب کرلینی چاہیے۔''

''نہیں سر، میں اب جاب نہیں کرسکتی، خاص طور پر لکھنے کے حوالے سے۔''

''تو پھر شادی کرلو.....وہ بھی ایک جاب ہی ہوتی ہے۔''

''یہ بات بھی ندیم نے ہی کہی ہوگی؟ اب وہ میرے سرپرست اعلیٰ تو نہیں بن بیٹھے ہیں؟''

''نہیں.....یہ تو میں کہہ رہا ہوں.....ندیم نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔''

''میرے ہاتھ میں شادی کی لکیر ہی نہیں ہے؟'' اب میں پھیکی سی ہنسی ہنس رہی تھی۔

''شادیاں تو سب کی ہوجاتی ہیں.....اور نہ، نہ کرتے ہوئے بھی ہوجاتی ہیں.....جیسے ندیم کی ہوگئی۔''

''پلیز کوئی دوسری بات کریں.....'' میرے آنسو اب میرے حلق میں آکر اٹک رہے تھے۔

''ہاں، تمہاری خالہ کے انتقال کا بہت افسوس ہوا.....جو بات مجھے پہلے کرنی تھی وہ آخر میں کررہا ہوں۔''

اور میں چپ رہی.....

''بعد میں فون کروں گا۔'' وہ بولے۔

''جی اچھا.....'' اور فون بند ہوگیا۔

مگر میرے آنسوؤں کو بہنے کے لیے ایک راہ مل گئی تھی۔

تھوڑی دیر پہلے.....جو میں رونے کے لیے کوئی جواز ڈھونڈ رہی تھی.....وہ مجھے مل گیا تھا.....اور میں سسک، سسک کررو رہی تھی۔ اور جب تھوڑی دیر بعد میں امی کے کمرے میں پہنچی تو وہ مجھے دیکھتے ہی پریشان ہوگئیں۔

''کتنی بار منع کیا ہے تمہیں.....تم اب نہیں روؤ گی.....مگر تم نے میری بات نہیں مانی.....آنکھیں دیکھو کیسی سرخ ہورہی ہیں۔''

''امی میں بے وقت سوگئی تھی.....اس لیے آنکھیں لال ہیں.....''

''یہ جھوٹ میرے سامنے نہیں چل سکتا.....تمہاری خالہ ہی تمہاری باتوں میں آجاتی تھیں۔''

''امی.....اگر رونے کی کوئی وجہ سامنے آجائے تو رونے میں کوئی حرج تو نہیں ہوا کرتا.....'' میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ منطق بگھاری۔

''بیٹا.....رونا تو سب سے آسان کام ہے، کسی بھی بات پر رویا جاسکتا ہے.....اور ہر کوئی روسکتا ہے.....ہاں خوش ہونا مشکل ہوا کرتا ہے.....اس کے لیے جواز کبھی ڈھونڈنے پڑتے ہیں.....ہنسنا اور مسکرانا مشکل ضرور ہے.....مگر ناممکن نہیں.....اور بہادر لوگ آنسو نہیں بہاتے.....بلکہ خوشی، خوشی زندگی کا ہر پل گزارتے ہیں۔''

''مگر خوشیاں تو مجھ سے روٹھ گئی ہیں۔'' لہجہ شکایتی ہوگیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آزمائشیں آتی جاتی رہتی ہیں..... مگر تم اور میں لاکھوں لوگوں سے زیادہ اچھی اور مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں..... اور اس کے لیے ہم اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہوگا۔''

''ہاں، یہ تو ہے.....'' میں امی کی بات سن کر تائید میں سر ہلا رہی تھی۔

رئیسہ آنٹی تعزیت کرنے آئی تھیں..... اُن کو دیکھ کر میرا دل چاہا تھا کہ ان کو جانے کے لیے کہوں..... مگر امی نے مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا۔

''تمہاری خالہ کیسے مر گئیں.....؟'' انہوں نے مجھ سے پوچھا۔

''جیسے لوگ مرا کرتے ہیں، اسی طرح وہ بھی چلی گئیں.....؟''

''میں نے تو سنا ہے کہ ٹی وی کی تیز لہریں اُن کے دماغ میں گھس گئی.....'' وہ قدرے تمسخرانہ انداز میں بولیں۔

''پتا نہیں، ہمیں تو ڈاکٹر نے ایسی کوئی بات نہیں بتائی۔''

''اب بتاؤ..... لوگ مرنے سے پہلے کلمہ پڑھتے ہیں، یٰسین سنتے ہیں، تمہاری خالہ ڈراما دیکھتے ہوئے گئی ہیں، میں نے سنا تو فوراً کہا..... ان کی مغفرت کے لیے دعا کرو.....''

''مغفرت کی دعا تو تمام مرحومین کے لیے کرنی چاہیے.....''

''اب کیسے رہو گی..... تم ماں، بیٹی.....'' اب وہ امی سے مخاطب تھیں۔

''جیسے پہلے رہ رہے تھے..... ہم اب بھی ویسے ہی رہ رہے ہیں۔''

''تمہاری بہن کا ایک مکان بھی تو کرایے پر چڑھا تھا اور اس میں دکانیں بھی نکلی ہوئی تھیں..... وہ سب تم ہی لوگوں کو مل گیا..... اس لحاظ سے تمہاری خالہ کا مرنا تم ماں، بیٹی کے لیے بڑے فائدے کا رہا۔''

''آنٹی..... آپ کو ہمارے کسی فائدے یا نقصان سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے..... آپ خالہ کے لیے افسوس کرنے آئی ہیں..... اس کا بے حد شکریہ..... اور اگر آپ جانا چاہیں تو جا سکتی ہیں کہ میں کم از کم آپ کی باتیں برداشت نہیں کر سکتی.....''

''اوہ رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا..... ندیم کی فیملی کوئی بے وجہ تو تمہارے ہاں سے نہیں بھاگی.....'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔ ''ایک تو ہم افسوس کرنے آئے مگر ان محترمہ کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔''

''ہم نے آپ کو بلایا نہیں ہے اور نہ ہی آپ کو فون کر کے کوئی اطلاع دی تھی۔'' مجھے اس عورت کا وجود برداشت ہی نہیں ہو رہا تھا۔

''سچی بات کہوں..... میں تو تمہارے ہاں آنے کو تیار ہی نہیں تھی، وہ تو عامر نے مجھ سے کہا کہ مجھے جانا چاہیے..... جو میں آ بھی گئی۔ مگر یہاں تو کسی نے دو پیسے کی تمیز نہیں سیکھی ہے..... اور بنتی ہیں خوب عالم فاضل.....'' وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی تھیں اور میں نے اپنا سر تھام لیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ کسی کے جانے سے..... اس کی ہر بات ہی ختم ہو جاتی ہے..... مگر مجھے تو یوں لگ رہا تھا..... ان کے جانے کے بعد صرف ان ہی کی باتیں رہ گئی ہوں۔

خالہ کے جانے کے بعد..... میں امی سے مستقل خالہ کی باتیں کر رہی تھی..... کس، کس طرح وہ مجھے سنبھالا کرتی تھیں..... میری پڑھائی میں میری مدد کیا کرتی تھیں..... میری ڈرائنگ زیادہ اچھی نہیں تھی اور وہ یہ سارا کام خود ہی کیا کرتی تھیں..... میرے لیے نوٹس بنانا..... مضامین کی تیاری کروانا، ان کا ہی کام تھا..... وہ کالج میں پڑھاتی تھیں..... اور کالج سے آ کر کبھی یہ کہا ہی نہیں تھا انہیں تھکن ہو رہی ہے..... میرے ہر کام کو وہ ایسے شوق و ذوق سے کیا کرتی تھیں جیسے وہ ان کا ہی کام ہو۔

''وہ میری چھوٹی بہن تھی..... مجھے زیادہ یاد آنی چاہیے ناں.....'' امی مجھے سمجھا رہی تھیں۔

''تو پھر کیا میں انہیں بھول جاؤں.....؟'' میں حیرت سے امی کو دیکھ رہی تھی..... جو خود مجھ سے نظریں چرا کر بات کر رہی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

''یہ میں نے کب کہا ہے..... مگر ہر وقت صرف اسی کی بات نہ کرو.....''

''ٹھیک ہے نہیں کروں گی.....'' اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد میں امی کے کمرے میں کھڑی کہہ رہی تھی۔

''امی آپ کہہ رہی تھیں کہ خالہ کا تذکرہ ہر وقت مت کرو..... تو میں کیسے نہ کروں..... وہ تو گھر کے ہر کونے میں موجود ہیں.....'' الماری کھولی تو خالہ کے لائے ہوئے کپڑے ہینگ تھے..... کتاب اٹھائی تو ان کی دی ہوئی میک اپ باکس کھولا..... تو ان کے پسندیدہ شیڈز اور آج ٹی وی کے پروگرام سرچ کر رہی تھی تو خالہ کی پسندیدہ اسٹکر دیکھ کر پھر خالہ یاد آ گئیں..... وہ خالہ کی فیورٹ اسٹوڈنٹ رہی تھی..... اس لیے خالہ اس کا ہر پروگرام بڑے شوق سے دیکھا کرتی تھیں..... میں تو خالہ کو کسی صورت نہیں بھول سکتی تھی اور نہ ہی امی کی طرح..... پوز کر سکتی تھی۔

مجھے اندازہ تھا کہ خالہ کے انتقال کے بعد امی کا جیسے شیرازہ بکھر گیا تھا مگر جس طرح وہ اپنے آپ کو سمیٹے ہوئے تھیں اور مسلسل اپنے آنسوؤں کو پی رہی تھیں..... یہ صرف میں ہی محسوس کر سکی تھی..... میری امی بہت بہادر تھیں اور میں ان جیسی بالکل بھی نہیں تھی۔

سرفرید بار، بار اصرار کر رہے تھے کہ میں ان کا اخبار جوائن کر لوں..... امی نے بھی یہی رائے دی تھی..... کہ دوبارہ جاب کرنے سے یقیناً میرا دل بھی بہلے گا اور ذہن بھی.....

''ذہن کو بھی کیا اب بہلانا پڑتا ہے.....'' مجھے امی کی بات سن کر کوفت سی ہوئی تھی۔

میرا ذہن اب جام سا ہو گیا تھا..... مجھے ایسا لگتا تھا کہ میری شاید سوچنے اور سمجھنے کی سکت بھی ختم ہو چکی ہے۔

مگر جب آفس گئی تو سر نے مجھے وہی پرانا کیبن دیا جہاں..... میری بے شمار یادیں وابستہ تھیں۔

کیبن میں اپنا پرس رکھا اور اپنی کرسی پر سر ٹکا کے بیٹھی تو ایسا لگا..... مجھ سے وہاں کے در و دیوار پوچھ رہے ہوں۔

''اتنے دنوں بعد کیوں آئی ہو.....؟''

''میں کھو گئی تھی.....'' میں شاید اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔

''ویل کم ٹو آفس.....'' مجھے ایسا لگا آفس کے مائک سے کہا گیا ہو..... ندیم خان..... میرے آتے ہی اسی طرح وش کیا کرتے تھے۔ اور اب مجھے خاموش در و دیوار سے بھی صدائیں محسوس ہو رہی تھیں۔

''تھینکس.....'' غیر ارادی طور پر میرے منہ سے نکلا..... اور میں خود ہی عجیب سی ہو گئی..... پرانا اسٹاف پتا نہیں کہاں، کہاں چلا گیا تھا..... اور اب نئے ورکرز مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''آپ اب میگزین کی انچارج ہیں ناں.....؟'' ایک بھرے، بھرے جسم والی لڑکی نے مجھ سے پوچھا۔

''پتا نہیں۔'' میں نے کہا۔

''مگر سر نے تو کہا ہے..... پہلے بھی آپ میگزین کو دیکھا کرتی تھیں..... اور اب دوبارہ بھی آپ دیکھا کریں گی۔''

''میں کوشش کروں گی.....''

''باجی چائے لاؤں آپ کے لیے.....'' شاکر اوپر سے اتر کر آیا تو میرے کیبن میں آ کر بولا۔

''اب میں نے چائے پینی چھوڑ دی ہے..... اب عادت نہیں رہی.....''

''آپ یہاں واپس آ گئی ہیں ناں..... دوبارہ عادت ہو جائے گی۔''

''نہیں شاکر..... اب اپنی پرانی عادتیں مجھے خود ز ہر لگ رہی ہیں۔''

''باجی آپ چائے پئیں..... آپ کے آنے سے آج ہمارے اخبار میں جان آ گئی ہے.....'' وہ چائے کا کپ میرے سامنے رکھ کر آگے بڑھ گیا۔

''کیا میں نے دوبارہ یہ اخبار جوائن کر کے صحیح کیا ہے؟'' اب میں اپنے آپ سے پوچھ رہی تھی۔

پہلے دن مجھ سے آفس میں زیادہ نہیں بیٹھا گیا..... اس کے بعد دو دن نہیں گئی۔ اور جب سرفرید کا فون آیا..... کہ اب

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں آفس کب آؤں گی.....

ایک دن کے بعد ہی آسکوں گی.....ابھی میرا دل نہیں چاہ رہا" بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا.....

"ٹھیک ہے، جب دل چاہے.....تب آجانا.....یہ تمہارا اپنا اخبار ہے۔"

"اچھا....." میں چپ سی ہوگئی۔ "جب کوئی اپنا ہو کر اپنا نہ رہے.....تو یہ بے جان چیزیں کب میری اپنی ہوں گی۔"

"کیا پتا.....ہو جائیں....." دل نے سرگوشی کی۔

"مجھے اخبار میں.....اب کام کرنا ہی نہیں چاہیے....."

"اگر کر لیا جائے تو مضائقہ ہی کیا ہے۔"

اس اگر اور مگر کی تکرار سے بچنے کے لیے میں ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی.....ٹی وی پر کیا آرہا تھا مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا.....بس ایک شور سا تھا جو مجھے مزید پریشان کر رہا تھا۔

امی نے کمرے میں آکر ٹی وی بند کیا تو میں نے انہیں احسان مندی سے دیکھا.....اور پھر ان کی پیار بھری انگلیاں میرے بالوں میں گھومنے لگیں اور مجھے نیند آنے لگی۔

☆☆☆

اور ایسا ہی پیار اپنے دل میں سمیٹے.....صبا کی ڈھیر ساری تصویریں اپنے بیڈ پر پھیلائے عامر انہیں دیکھ رہا تھا۔

"تم کتنی معصوم سی ہو.....اور جب تم.....میرے گھر آؤ گی.....تو تمہیں اندازہ ہوگا.....کہ محبت کرنے والے کیسے ہوتے ہیں۔اور شاطر کن لوگوں کو کہا جاتا ہے۔"

اب وہ ہر تصویر سے باتیں کر رہا تھا.....اور برابر کے کمرے میں لیٹی رئیسہ بیگم، عامر کی باتیں سن کر.....صبا پر لاحول پڑھ رہی تھیں۔

☆☆☆

امی کی دوا لینے.....دور کے میڈیکل اسٹور جانا پڑا تو کالج کی پرانی ساتھی (یہ میرا خیال تھا) اپنے شوہر سے میری جانب اشارہ کرتی نظر آئی۔میں نے نظر انداز کر دیا.....شاید میرا خیال غلط ہو۔تھوڑی دیر بعد وہ میرے سامنے تھی.....اور بولی۔

"آپ صبا رحیم ہیں ناں؟" لہجہ وثوق بھرا تھا۔

"جی ہاں....." میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپ نے مجھے پہچانا.....؟" اس نے پوچھا۔

میں نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں شہلا ہوں.....یہ میرے شوہر ہیں" اس نے اپنے ساتھ کھڑے خوش شکل لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔

"میں آپ کو واقعی نہیں پہچان سکی ہوں۔"

"میں آپ کے کالج میں تھی.....آپ سینئر تھیں....."

"اوہ.....اچھا، اچھا....." میں نے خوش دلی سے سر ہلا کر آگے قدم بڑھانے کی سعی کی۔

"پلیز.....ایک ضروری بات تو بتاتا بلکہ پوچھنا تو میں ضرور چاہوں گی۔"

"کیسی بات.....؟" اب حیران ہونے کی میری باری تھی۔

"بات تو برسوں پرانی ہے مگر مجھے آج بھی یاد ہے.....اتفاقاً.....کالج کے مینا بازار میں.....میں اور آپ ایک ساتھ ہاتھ دکھانے والی لڑکی کے پاس بیٹھے تھے.....وہ سو روپے میں ہر لڑکی کا ہاتھ دیکھ کر انٹ شنٹ بتا رہی تھی۔"

"جی پھر.....؟" مجھے اس بکواس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔مگر وہ محترمہ داستان امیر حمزہ سر لوگوں پر سنانے کی عادی تھیں.....

"اس لڑکی نے میرا ہاتھ دیکھ کر شوشا چھوڑا تھا کہ میں جس سے محبت کروں گی اس کو کبھی نہیں پاسکوں گی اور آپ کا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا.....کہ آپ جس سے محبت کریں گی.....وہ آپ سے نہ صرف شادی کرے گا بلکہ آپ کے چرنوں میں بیٹھے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اس وقت یہ فضول باتیں پوچھنے کا مطلب......؟'' مجھے غصہ ہی آگیا تھا۔

''میں یہ بتانا چاہ رہی تھی کہ میں نے جس سے محبت کی......اس سے مشکل سے ہی مگر میری شادی ہوگئی۔''

''مبارک ہو......'' اور یہ کہہ کر میں نے آگے قدم بڑھا دیے۔

میری سینڈل کا اسٹریپ نہ جانے کیسے ٹوٹا......اور میں نہ چاہتے ہوئے رکی......تو وہ لڑکی دوڑ کر میرے پاس پھر آئی۔

''صبا، آپ نے میری بات کا جواب ہی نہیں دیا......''

''تو خوش ہو جائیں...... مجھے اپنی محبت میں زبردست ناکامی ہوئی ہے...... میں جس سے محبت کرتی تھی......اس نے مجھے چھوڑ دیا۔'' میں نے لفظ چبا کر، طنزیہ لہجے میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اوہ گاڈ......! یہ تو بہت برا ہوا......'' وہ متوحش سی ہوگئی۔

''زندگی میں ہر بات، ہمارے حساب سے نہیں ہوا کرتی......'' اب میں پیر گھسیٹتے ہوئے چل دی۔

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے میں سوچ رہی تھی کہ مجھ سے تو میرے ہاتھ کی لکیروں تک نے جھوٹ بولا......جنہوں نے یہ بتا دیا تھا کہ میں جس سے محبت کروں گی وہ مجھے مل جائے گا......وہ مجھے نہیں مل سکا......

''تم تو دوائیں لینے گئی تھیں...... پھر لے کر کیوں نہیں آئیں؟'' گھر میں مجھے خالی ہاتھ آتا دیکھ کر امی نے پوچھا۔

''میڈیکل اسٹور بند تھا......کل لا دوں گی......''

''ٹھیک ہے......مگر تم اتنی پریشان سی کیوں ہو......''

''امی، خالہ کہتی تھیں......کم شکل لڑکیوں کی شادیاں مشکل سے ہوتی ہیں اور خوب صورت لڑکیوں کی شادیاں بڑی

نسوانی حسن میں اضافہ (بلوسم یونانی کریم) کل نہیں آج خوبصورت اور جاذب نظر آئیں

بلوسم بریسٹ ڈولپنگ اینڈ ٹائیٹنگ کریم (ہربل)

چھوٹی بریسٹ میں اضافہ کرکے بریسٹ کی نشوونما کو مکمل کرتی ہے

بریسٹ کی نرمی کو دور کرکے سختی لاتی ہے۔ بریسٹ کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہے۔

گزشتہ 30 سال سے آزمودہ

گلیسی یونانی کریم چہرے کے فاضل بالوں کو ہمیشہ کیلئے ختم کرتی ہے۔

اپنی PIC روانہ کریں
watsap: 0311-5800057
Email: bdhdeva@yahoo.com
skype: devapak
کراچی ہوم ڈیلوری 0322-2916250
پنڈی ڈیلوری 0300-2500026

خواجہ اسٹور ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
صدر میڈیکل اسٹور ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
مسلم جنرل اسٹور لیاقت مارکیٹ ملیر کراچی
ابراہیم حسن لیاقت مارکیٹ ملیر کراچی
وقاص میڈیکل اسٹور الآصف اسکوائر 22 کراچی
قمری اسٹار جنرل اسٹور مدینہ چوک ریشم بازار حیدرآباد
نیو علی دواخانہ کشور روڈ سکھر
خالد دواخانہ صرافہ بازار یوسف آباد
قدیمی چنیوٹی دواخانہ کچہری بازار سرگودھا
سلیم پنساری گوجرانوالہ روڈ حافظ آباد
حی القیوم جنرل اسٹور ہسپتال روڈ چونیاں
یونی پنساری اسٹور ہری کیشن روڈ کوئٹہ
ناصر دواخانہ 20 صدر لائن پشاور صدر
کلاسک ہومیو اسٹور ہمر روڈ کوئٹہ
مصطفےٰ دواخانہ رسالہ روڈ حیدرآباد
پنجاب ہومیو اسٹور چنیوٹ بازار فیصل آباد
عوامی دواخانہ مین بازار مظفرآباد
شہزاد دواخانہ شاہی بازار بہاول پور
الشفاء ہومیو ملک پلازہ ونڈنگ اڈا پارہ چنار
ملت دواخانہ گھنٹہ گھر پشاور
علی ہومیو اسٹور کچہری روڈ ملتان

بادشاہ دی ہٹی بوہڑ بازار راولپنڈی 051-5502903-5533528 اپنا ایڈریس SMS کرکے لٹریچر مفت منگوائیں

الحبیب یونانی اسٹور شاپ نمبر 4، زینت میڈیسن مارکیٹ، اقصٰی ہال کراچی 021-32720328, ریاض محمد 69 نیو عالمگیر مارکیٹ شاہ عالم لاہور۔ فون 042-7666264

پورے پاکستان میں گھر پر منگوانے کے لیے اور بریسٹ میں کمی یا اضافہ کے بارے میں مفت طبی مشورے کے لیے حکیم صاحب سے تمام امراض کے مشورے کی سہولت بریسٹ ڈویلپر آلہ کے بارے میں معلومات اس نمبر پر حاصل کریں۔ Cell: 0333-5203553, Website: www.devaherbal.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جلدی ہو جاتی ہیں۔''

''غلط کہتی تھی وہ..... ان کی شادی نہ ہونے کی وجہ..... خوب سے خوب تر کی تلاش تھی..... اور جب تلاش ختم ہوئی تب تک وقت نکل چکا تھا..... اور اگر کم صورتی کی بات ہوتی تو دنیا میں ہر طرف کم شکل لڑکیاں روتی نظر آیا کرتیں..... اور خوب صورت لڑکیوں کو رد کیے جانے کا کوئی خوف ہی نہیں ہوتا..... مگر ایسا نہیں ہے..... کہ واقعی خوب صورتی دل کی ہوتی ہے..... جو ہمیں اچھا لگتا ہے..... چاہے وہ کیسا بھی ہو..... وہ ہمیں اچھا لگا کرتا ہے..... اور اس میں شکل صورت بھی کوئی جواز نہیں رکھتی ہے۔''

''اور جب کوئی کسی کو اچھا لگ کر بھی اچھا نہ لگ سکے تو اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گی؟'' میں نے پھر اپنے آنسو پیے.....

''اس کو قسمت کہتے ہیں کہ بعض دفعہ منزل دو چار قدم کے بعد ہی مل جاتی ہے..... اور کبھی اس کے چاروں اطراف گھوم کر بندہ حال بھی ہو جاؤ..... تو نہیں مل پاتی ہے.....''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں.....''

''بیٹا تم اخبار کے دفتر میں باقاعدگی سے جاؤ..... اور ندیم کو بھول جاؤ..... شاید وہ تمہارا تھا ہی.....''

''ہاں.....'' میں نے تائید میں سر ہلایا۔

''وہ واقعی میرا نہیں تھا.....''

سر فرید کے آفس میں میرا وہ چوتھا روز تھا..... مگر مجھے یوں لگ رہا تھا کہ ندیم میرے ساتھ ہی ہیں..... ان کی ہنسی سنائی دے رہی تھی۔ ان کی آواز..... میرے کانوں میں از خود رس گھول رہی تھی۔

''مس صبا، آپ نے آفس جوائن کر کے بہت اچھا کیا.....'' یہ بات تو میں ہر روز ہی سن رہی تھی۔

''پتا نہیں..... اب اچھا تو میرے ساتھ کبھی ہوتا ہی نہیں ہے۔'' شاید میں بڑبڑائی بھی تھی۔

اور پھر میں حیران سی رہ گئی..... جب آفس ختم ہونے کے ٹائم میں نے بیگ اٹھایا اور اپنے کیبن سے باہر قدم بڑھایا تو ندیم خان عین میرے سامنے کھڑے تھے۔

''اُف..... اب کیا یہ ہر وقت مجھے نظر آیا کریں گے.....'' میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

''صبو، آنکھیں کھولو..... میں آ گیا ہوں.....'' ان کے لہجے میں سرشاری سی رچی تھی۔

میں نے تڑپ کر آنکھیں کھولیں.....

''صبا، میں آ گیا ہوں.....'' وہ مسکرا رہے تھے۔

''آپ تو چلے گئے تھے.....''

''ہاں، میں واپس آ گیا ہوں.....''

''مگر آپ کو تو جانے کی عادت ہے..... پھر واپس چلے جائیں گے۔ کوئی ضروری مرحلہ آ جائے گا..... اور..... کوئی ریلا..... آپ کو لے جائے تو.....'' پھر میں بے خودی کی سی کیفیت میں بول رہی تھی۔

''نہیں صبو..... اب ایسا نہیں ہوگا۔''

''کیوں.....؟''

''اب میں واپس نہیں جاؤں گا..... اب میں اپنی صبو کے پاس ہی رہوں گا.....'' وہ اب بڑی چاہت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے..... دونوں ہاتھوں کو بھی اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ اور میں ہکا بکا سی انہیں یوں دیکھے چلی جا رہی تھی۔ جیسے اگر اپنی آنکھیں بند کر لیں تو ان کا سامنے کھڑا وجود..... کہیں غائب ہو جائے گا۔

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

اِنتظار

ناہید سلطانہ اختر

میری طرح آپ بھی اگر اس خاتون کے چہرہ آشنا ہوتے تو صبح سویرے اخبار کے اندرونی صفحے پر اس کی کچھ اجنبی کچھ آشنا تصویر دیکھ کر یونہی چونکے ہوتے جیسے میں چونک گئی تھی..... اور آپ بھی اگر میری طرح عمر رسیدہ نہ سہی کم عمر ہی سہی تھوڑا بہت تو ضرور آشنا ہوں گے اس چہرے سے..... چلیے مانا نہیں بھی آشنا..... نام تو ضرور سنا ہوگا..... ایسا کون سا کوئی قرن بیت گیا ہے..... آدھی صدی کے لگ بھگ جب اس چہرے کو وطنِ عزیز میں منی اسکرین کی آب و تاب سمجھا جاتا تھا..... جس کی فنکارانہ صلاحیتوں کے اپنے ہی نہیں غیر بھی معترف تھے جو اگر ہالی وڈ میں ہوتی تو اس کے قدم ریڈ کارپٹ پر ضرور پڑتے..... جسے آج بھی ملکی ٹیلی وژن ڈراما کی لیجنڈ سمجھا جاتا ہے..... جو ایک عرصے تک منی اسکرین ڈرامے کی آبرو رہی، بے تاج ملکہ رہی..... اسی حوالے سے میں اگر اس کا ذکر اس کے اصل نام کے بجائے ''آبرو'' کہہ کر کروں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا..... اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

اعتراض نہ ہو؟ ارے نہیں..... اس کے اعتراض کی آپ فکر نہ کیجیے..... وہ بیچاری تو زندگی کی بھول بھلیوں میں خود کو ہی فراموش کر بیٹھی ہے۔

پہلی بار میں نے اسے منی اسکرین پر ہی دیکھا تھا۔ وطنِ عزیز میں ٹیلی وژن نشریات کا آغاز ہوئے بہت عرصہ نہیں گزرا تھا۔ ابتدائی سال تھے، چوکور جادوئی ڈبے نے دیکھنے والوں کے دل پکڑ رکھے تھے۔ شیشے کی چھوٹی سی اسکرین سے گویا گھر، گھر سینما کھل گیا تھا۔ سینما میں تو صرف فلم ہی دکھائی جاتی تھی اس جادوئی ڈبے نے تو نوع بہ نوع دلچسپیاں چھپا رکھی تھیں اپنے اندر، شام ہوتے ہی ٹیلی وژن سیٹ گھر میں رکھنے کی استطاعت اور شوق رکھنے والے گھروں سے ایک مخصوص سازینے کی آواز سنائی دینے لگتی۔ چوکور ڈبے کی اسکرین پر ٹیلی وژن کارپوریشن کا مخصوص ''لوگو'' ہویدا ہوتا اور مخصوص سازینہ بجنے لگتا..... ان دنوں شوقینوں کے لیے اس ''لوگو'' کو اور پس منظر میں بجتے سازینے کو سننا بھی تفریح تھی..... شب کو ڈراما دیکھنے کی شوقین عورتیں اور لڑکیاں بالیاں سرِ شام ہی روٹی ہانڈی اور دوسرے گھریلو کام نمٹا کر بیٹھ جاتیں..... ڈراما جو ابتدائی عرصے میں ''لائیو'' ہوا کرتا تھا۔ ریکارڈ ہو کر نشر کیا جانے لگا تھا۔ فنکاروں کی ایک دل موہ لینے والی کھیپ تھی جو ٹی وی کے ناظرین کو اپنا اسیر کیے جا رہی تھی۔ ٹیلی وژن ڈراما کے انہی ابتدائی برسوں میں یہ بے مثال فنکارہ اپنی انفرادیت کے ساتھ منی اسکرین پر آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے چھا گئی..... اس چوکور جادوئی ڈبے کی دنیا اس بے مثل فنکارہ کا ثانی پیدا نہیں کر سکی۔

ٹیلی وژن اسکرین پر اس کے متعدد انفرادی ڈرامے اور سیریلز دیکھنے اور اس کی فنکارانہ صلاحیتوں کی معترف ہونے کے بعد اسے روبرو دیکھنے کا اتفاق میری یادوں میں آج بھی کسی چوکھٹے میں آراستہ تصویر کی طرح محفوظ ہے..... اس نے سلک کی سنہری ساڑی پہن رکھی تھی جو دراز قامت اور گدرائے بدن کی زینت بنی اس کے چہرے کی چمپئی رنگت پر عجب قیامت ڈھا رہی تھی۔ ساڑی کا غیر معمولی دراز پلو اس کے شانے کی محراب پر سے ڈھلک کر اس کی ساڑی کے رنگ سے ہم آہنگ ٹائلڈ فرش تک پہنچ رہا تھا۔ اس کے رسیلے ہونٹوں پر موہوم سی مسکان تھی اور بائیں ہاتھ میں خوب صورت پرس جسے اس نے اِک ادا سے اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ وہ ایک کمرشل بینک میں موجود تھی اور مجھ سمیت بینک میں موجود ہر فرد کی نگاہیں اسی پر تھیں اور اسے اپنی اس مرکزیت کا احساس تھا۔

مجھے یوں لگا جیسے میں ٹیلی وژن اسکرین پر کسی لائیو ڈرامے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ ٹی وی اسکرین کی ''آبرو'' حقیقی زندگی میں اسکرین سے زیادہ خوب صورت اور دلکش تھی۔

☆☆☆

اب یاد کرتی ہوں تو ٹیلی وژن اسکرین کے حوالے سے مجھے اس کے ان گنت روپ یاد آتے چلے جاتے ہیں۔ کیسے، کیسے امر کردار ادا کیے اس نے..... اس دور کا کوئی معروف ڈراما نگار ایسا نہ ہوگا جس کی تحریر کو اس نے اپنی فنکارانہ صلاحیتوں سے چار چاند نہ لگا دیے ہوں۔ جن پروڈیوسرز اور ڈائریکٹرز کے ساتھ وہ کام کرتی تھی ان میں سے بعض کا کہنا تھا وہ ریہرسل کے دوران قدرے کنفیوز ڈرتی مگر ریکارڈنگ کے لیے سیٹ پر آتے ہی باکمال بن جاتی۔ اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ، مکالموں کی ادائیگی، آواز کا زیر و بم سبھی کچھ تو لاجواب ہوتا۔

وہ اس دور کے اعتبار سے اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی۔ اس نے شاید علومِ نفسیات میں ڈگری لی تھی کچھ لوگ کہتے تھے وہ اپنی حقیقی زندگی میں بھی ایک فلاسفر ہی تھی۔ اسے نزدیک سے جاننے اور سمجھنے والوں کا خیال تھا کہ زندگی کا جو ڈھب اسے ملا تھا وہ اس میں ''مس فٹ'' تھی۔

اس کی نجی زندگی کے بارے میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں..... یہ باتیں اس جیسی حساس فنکارہ کو یقیناً مضطرب رکھتی ہوں گی۔

☆☆☆

دوسری مرتبہ اسے میں نے حقیقی زندگی میں اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آنکھوں سے اس رہائشی علاقے میں ایک مکان سے باہر نکلتے دیکھا جہاں میں خود بھی رہائش پزیر تھی۔ پہلی مرتبہ کے برعکس اس نے جدید تراش خراش کا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ پیروں میں پنسل ہیل کورٹ شوز تھے۔ چہرے پر غیر معمولی شادابی اور ہونٹوں پر تبسم..... اس نے ایک چھوٹے سے بچے کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ جسے وہ نہایت محبت سے دیکھ رہی تھی۔

پتا چلا جس مکان سے وہ برآمد ہوئی تھی وہاں اس کی کوئی قریبی عزیزہ رہتی تھی۔ اور جس بچے کا اس نے ہاتھ پکڑ رکھا تھا وہ اس کا اپنا بیٹا تھا۔ مجھے اس کے گداز ہونٹوں پر رقصاں تبسم اور بچے کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں کی غیر معمولی چمک کا سبب معلوم ہوگیا۔ ایک ماں ہی اپنے بچے کو دیکھ کر ایسی جانفزا مسکراہٹ مسکرا سکتی تھی۔

آنے والے دنوں میں، میں نے اسے بار ہا دیکھا۔ ٹی وی اسکرین پر بھی اور حقیقی زندگی میں بھی..... وہ اکثر اپنی اسی عزیزہ کے گھر میں آکر مقیم ہوتی، بچہ بھی اس کے ہمراہ ہوتا..... خوب صورت اور معصوم، ان دنوں اس بچے کی عمر بہ مشکل پانچ، چھ سال رہی ہوگی..... کبھی وہ اس گھر سے تنہا اور کبھی اپنے بیٹے یا اس گھر کے مکینوں کے ساتھ باہر آتی جاتی نظر آتی..... رات کا اندھیرا چھا جانے کے بعد وہ اکثر خراماں خراماں گھر کے سامنے واقع پبلک پارک کی پختہ روشوں پر بچے کے ساتھ ٹہلتی نظر آتی۔ بچہ جونہی اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا وہ اسے محبت بھری آواز میں ٹوکتی۔

''میرے ساتھ رہو علی۔''

ٹیلی وژن پر اس کے ڈرامے چلتے رہے۔ کیا غضب کی پرفارمنس دیتی تھی وہ..... جو کردار ہوتا وہ اس میں یوں ڈھل جاتی کہ حقیقت کا گمان ہوتا۔ اس کی شہرت بے حد و حساب تھی۔

حقیقی زندگی میں وہ اپنی اسی عزیزہ کے ہاں آتی جاتی اور ٹھہرتی رہی۔ اکثر بیٹے کے ساتھ اور کبھی اس کے بغیر بھی..... بچے کے باپ کے بارے میں سننے میں آیا تھا کہ وہ اس سے علیحدہ ہوچکی تھی۔

پھر ایک روز وہ اسی گھر کے سامنے لشکارے مارتی سیاہ رنگ کی ایک بیش قیمت گاڑی سے اترتی نظر آئی۔ اخبار کی ایک خبر سے پتا چلا اس نے ایک متمول آدمی جو خود بھی ٹیلی وژن ڈراموں میں شوقیہ اداکاری کیا کرتا تھا اور پہلے سے شادی شدہ اور دو بچوں کا باپ بھی تھا سے شادی کرلی تھی۔

بہت دن وہ اسی گاڑی میں آتی جاتی رہی، اس کی سج، دھج دیدنی ہوا کرتی تھی۔ آنکھوں پر چڑھے سیاہ چشمے کے تضاد میں اس کی چمپئی رنگت مزید نکھری، نکھری دکھائی دیتی۔ آس پاس کے گھروں سے لوگ چوری چھپے اس کی آمد و رفت پر نظر رکھتے..... جاسوسی کے لیے نہیں..... صرف اسے دیکھنے کے لیے شادی کے بعد وہ زیادہ خوب صورت، زیادہ طرح دار ہوگئی تھی۔

پھر پتا چلا جس شخص سے اس نے شادی کی تھی، اس کی پہلی بیوی نے جو خود بھی ٹی وی کی ایک فنکارہ تھی۔ شوہر کی دوسری شادی پر سیاپا ڈال دیا تھا۔ میاں' بیوی میں بلا کی ٹھن گئی تھی جو بالآخر اس شخص کی ''آبرو'' سے شادی کے خاتمے پر منتج ہوئی۔

سیاہ گاڑی کی آمد و رفت رک گئی اور اس کے بعد وہ بھی اپنی اس عزیزہ کے ہاں زیادہ آتی جاتی دکھائی نہ دی بلکہ اس نے وہاں آنا جانا ترک ہی کردیا۔ ان دنوں اس کے چہرے کی شادابی مرجھا گئی تھی۔ وہ ٹیلی وژن ڈراموں سے بھی غائب ہوگئی۔ کبھی اخبار میں بھولے بھٹکے اس کے بارے میں کوئی خبر پڑھنے کو یا کوئی فائل فوٹو دیکھنے کو مل جاتی۔

شوبز کی دنیا بڑی بے مروت ہے کسی سے نظریں پھیرنے پر آئے تو پلٹ کر بھی نہیں دیکھتی..... بے رحم ایسی کہ جسے بھلانے پر آئے اسے جیتے جی مار دیتی ہے۔ وہ بھی بھولا بسرا افسانہ بن گئی۔

☆☆☆

کئی سال بیت گئے۔

پہلے ایک خبر اس کی ماں کے بارے میں نظر سے گزری جو اپنے فلیٹ میں سوختہ ملی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پھر ایک دل ہلا دینے والی خبر اخبار میں پڑھی۔ اس کے اکلوتے جوان بیٹے کو قتل کر دیا گیا تھا اس روح فرسا خبر نے دنوں دل و دماغ کو ہلا کر رکھا۔ میرے تصور میں بار، بار ایک ہی منظر ابھرتا..... اپنے بچے کا ہاتھ تھامے اسے نہایت محبت سے دیکھتی دلکش و خوبرو نوجوان ماں..... جوان بیٹے کی ناگہانی ہلاکت کے بعد وہ تو جیتے جی مرگئی ہوگی۔ میں اس سانحے کے بعد اسے دیکھے بنا ہی اس کی کیفیت کا اندازہ کر سکتی تھی۔ میں نے ایسی ایک بدنصیب ماں دیکھ رکھی تھی۔

''میں اسے خلاؤں میں ڈھونڈتی رہتی ہوں۔ میں گھر کا دروازہ کھولے اس کا انتظار کرتی رہتی ہوں۔ میں فون کان سے لگائے اس کی آواز سننے کی منتظر رہتی ہوں۔'' اس بدنصیب ماں نے زار و قطار روتے ہوئے کہا تھا۔ اس کے رخسار آنسوؤں سے بھیگ گئے تھے..... آبرو بھی اپنے بیٹے کی ہلاکت کے بعد یونہی روتی رہی ہوگی۔

پھر اخبار ہی سے پتا چلا کہ بیٹے کے غم میں وہ اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھی تھی۔ یہی ہونا تھا..... جس کی متاعِ حیات اس سے چھن گئی ہو وہ اپنے حواسوں میں کیونکر رہ سکتا ہے۔

گلیمر کی دنیا کو اس کی یاد آئی۔ دیکھنے والے دم بخود رہ گئے..... یہ وہ تھی..... وہ جس کے آنے سے ٹیلی وژن کی اسکرین سج جایا کرتی تھی۔ مجھے سلک کی سنہری ساڑی میں ملبوس اس کا دلکش سراپا یاد آیا..... جب میں نے پہلی بار اسے حقیقی زندگی میں دیکھا تھا..... ساڑی کا پلو اس کے شانے کی محراب سے ڈھلک کر مرمریں فرش کو چھوتا ہوا..... اس وقت اسے پُرشوق نظروں سے دیکھنے والوں میں سے کسی نے سوچا تھا بھلا کہ حوادثِ زمانہ اسے اس بری طرح مٹا دیں گے؟ حقیقی زندگی، شوبز سے بھی بڑھ کر سفاک ہے۔

گزرے برسوں میں اس کے بارے میں دل کو افسردہ کر دینے والی خبریں پڑھنے کو ملیں۔ اس کی بیماری اور کسمپرسی کی خبریں بھی سنیں، دل اور رنجیدہ ہوا..... پبلک پارک کی موہوم سی روشنیوں میں روشوں پر خراماں، خراماں ٹہلتا دلکش سراپا بارہا تصور میں ابھرا، ڈوبا..... اور اس دلربا سراپا کی سنگت میں ایک چھوٹا سا بچہ..... ایک موہوم سی آواز..... ''میرے ساتھ رہو علی۔''

مگر وہ ساتھ چھوڑ گیا تھا۔

☆☆☆

برسوں بعد اس کی حالیہ تصویر اخبار میں نظر سے گزری..... پہلی نظر میں تو میں اسے پہچان ہی نہیں پائی لیکن الجھے، الجھے کھچڑی بالوں اور مایوسی سے عبارت اس اجنبی کچھ آشنا چہرے نے دوبارہ دیکھے جانے پر مجھے بھولی داستان یاد دلا دی۔

اس کی حالیہ تصویر کے ساتھ چھپی خبر کا متن یہ تھا کہ وہ ان دنوں دماغی امراض کے مریضوں کے لیے مختص ایک رفاہی ادارے میں مقیم تھی، اس کا کہنا تھا وہ صحتیاب ہو چکی ہے اور اپنے گھر جانے کے لیے اپنی بہن کی منتظر.....

زندگی انسان کو کبھی، کبھی کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ کبھی لوگ اس کے منتظر رہا کرتے تھے..... اس کی اِک نگاہِ التفات پر بہت کچھ لٹا دینے کے منتظر..... آج وہ اپنے گھر جانے کے لیے بہن کی منتظر تھی۔

مجھے اس کی تصویر دیکھ کر صدمہ ہوا اور خبر پڑھ کر دکھ.....

شاید یہ خبر اس عورت کی نظر سے بھی گزری ہو جو اس کے دوسرے شوہر کی پہلی بیوی تھی اور خود بھی ایک فنکارہ ہونے کے ناتے حساس دل کی بھی مالک..... سوچتی ہوں اس خبر کے ساتھ چھپی تصویر کو دیکھ کر کیا وہ اس احساسِ خطا سے دوچار ہوئی ہوگی کہ اس حرماں نصیب عورت کی الم گزیدگی میں کچھ دوش اس کا بھی ہے، اگر وہ دوسری عورت کے لیے اپنے دل میں کچھ وسعت پیدا کر لیتی تو شاید وہ بھی گھر جانے کے لیے بہن کی منتظر ہونے کے بجائے چین سے اپنے گھر میں بیٹھی ہوتی..... بات وسعتِ قلبی کی ہے جو ہر کس و ناکس کا مقدر کہاں..... اور رہا اس کا انتظار تو انتظار میں تو ہم سبھی ہیں اپنے، اپنے انجام کے.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

رازِ ہستی

طیبہ عنصر مغل

میں گھر کی بکھری ہوئی چیزوں کو بے دلی سے جگہ پر رکھ رہی تھی کہ اتنے میں میری کام والی نے اندر قدم رکھا اور خوب لہرا، لہرا کر سلام کیا۔

''آج بھی دیر سے آئی ہو.....؟ ایسا کب تک چلے گا..... کیا گھر کی صفائی آدھا دن گزرنے کے بعد ہوا کرے گی.....'' میں نے خفگی سے کہا۔

''باجی کیا کروں، چھوٹا بیٹا بیمار تھا۔ اس کو پیر صاحب کے پاس لے گئی تھی، اُدھر ہی دیر ہوگئی.....'' وہ بیچارگی سے بولی۔

''تو بچہ بیمار ہو تو ڈاکٹر کے پاس لے کے جانا تھا یہ تمہارے پیر جی نے کیا کر لینا تھا۔ خیر جاؤ، دیر ہو رہی ہے کام نبٹاؤ۔'' میں نے اکتائے ہوئے انداز میں اس کو کام کی طرف متوجہ کیا۔

وہ کچن کی طرف چل دی اور میں نے ٹی وی آن کر لیا..... مختلف چینلز پر عورتوں پر ہونے والی بربریت دکھائی جا رہی تھی..... کچھ چینلز پر تو جھاڑ پھونک کرنے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

والے خواتین وحضرات بھی براجمان تھے۔ میں غور سے دیکھنے لگی۔ میری کام والی اب لاؤنج میں ڈسٹنگ کررہی تھی اور میں جو پروگرام بس پوری طرح مگن تھی اپنے موبائل فون کی گھنٹی پر چونکی..... بڑھ کر اسکرین کو دیکھا تو ''آپی کالنگ'' جگمگا رہا تھا۔

میں نے جھٹ فون اٹھایا اور روز کی طرح آپی سے ٹی وی پروگراموں پہ تبصرہ کرنے لگی..... دراصل یہ ہم دونوں بہنوں کی روٹین تھی۔

''استغفراللہ آپی، ہم لوگوں کے ایمان کو کیا ہوگیا ہے، آپ نے دیکھا فلاں چینل پہ کیسے لوگ دم درود کر کے بھوت پریت نکال رہے ہیں۔'' میں اپنی بات سنانے میں مگن تھی لیکن آپی کا تو اپنا ہی راگ تھا۔

''بھئی میں نہیں دیکھ رہی یہ فضولیات، تم بھی بس! میں نے تو فاکہہ کا چینل لگایا ہوا ہے، میری تو آج کال بھی مل گئی تھی، فاکہہ سے بات بھی ہوئی کتنی بڑی اینکر ہے ناں وہ..... اتنا مزہ آیا اس سے بات کر کے..... اوپر سے سوال کا جواب بھی دے دیا..... لان کا سوٹ بھی مل جائے گا مجھے۔'' آپی کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

''ارے آپی، آپ کو سوٹوں کی کوئی کمی تھوڑی ہے، ماشاء اللہ بزنس مین کی زوجہ ہیں، آپ تو ایک سوٹ کو دوبار پہن کر تیسری بار اپنی ملازمہ کو دے دیتی ہیں تو پھر.....''

آپی نے میری بات کو درمیان میں ہی اچک لیا۔

''ارے مفت کے سوٹ اور وہ بھی انعام میں ملے ہوئے کا مزہ الگ ہی ہوتا ہے ڈیئر.....'' آپی نے مجھے چھیڑا..... باتیں کرتے، کرتے میں نے وال کلاک پر نظر ڈالی تو میرے لنچ بنانے کا وقت ہو چکا تھا..... میں نے آپی کو الوداعی کلمات کہے اور فون بند کردیا.....

☆☆☆

عمران میرے شوہر ایک سرکاری ادارے میں اچھی پوسٹ پہ تھے۔ ہمارے دو ہی بیٹے تھے نعمان اور عثمان..... زندگی میں بہت نظم وضبط تھا مگر یہ نظم وضبط اس وقت اپنی ترتیب کھو بیٹھتا تھا جب عمران کا ٹرانسفر کسی دوسرے شہر میں ہوتا تھا۔ اور بہت ساری مشکلات میں سب سے بڑی مشکل ہوتی تھی اچھی ملازمہ کا ملنا اور آج کل کے زمانے میں قابلِ اعتبار انسان کا ملنا بہت ہی مشکل کام تھا۔

ان دنوں ہم راول پنڈی میں رہائش پزیر تھے اور نصیب سے ایک اچھی کام والی بھی میسر تھی۔ بہت اچھا کام کرتی تھی مگر باتونی بہت تھی۔ اپنا روز کا احوال مجھے سنا کر جانا اپنا فرض سمجھتی تھی۔

''باجی میاں نشہ کرتا ہے اور روزانہ میری پٹائی بھی کرتا ہے۔'' اس پٹائی کے ثبوت بھی اس کے چہرے اور بازو پر موجود ہوتے تھے۔ میں مقدور بھر اس کی مدد کردیتی تھی۔ تنخواہ کے علاوہ بھی اس کا خیال رکھتی..... اس کے سات بچے تھے جن کو وہ محنت مزدوری کر کے پال رہی تھی۔ یوں تو اس کی ساری عادات اچھی تھیں..... میرا سارا سامان بکھرا رہتا تھا۔ لیکن اس نے کبھی کوئی سوئی بھی اِدھر اُدھر نہ کی تھی۔ جو کمی مجھے کھلتی تھی وہ یہ تھی کہ وہ خود ڈھنگ سے صاف ستھری نہیں رہتی تھی۔

''بی بی میں آج پیر سائیں کے آستانے پر گئی تھی۔'' ایک دن وہ دیر سے آنے کا جواز بتانے لگی۔

''انہوں نے مجھے تعویز دیے ہیں، اب بہت جلد میرا میاں ٹھیک ہوجائے گا..... اور میری مشکلیں بھی ٹل جائیں گی۔'' آسیہ مجھے بتا رہی تھی خوشی اور امید کے ہزاروں دیے جگمگا رہے تھے اس کے سانولے چہرے کو چمکا رہے تھے۔

''تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتی، یہ سائیں وغیرہ زیادہ تر ڈھونگی ہوتے ہیں اگر مانگنا ہے تو اللہ سے مانگو..... اس کے سامنے جھکو، ان تعویزوں میں کچھ نہیں رکھا، مت الجھاؤ خود کو ان دھوکوں میں..... اللہ کو نا پسند ہے یہ سب۔'' میں نے بہ مشکل اپنا غصہ دبا کر اسے سمجھانا چاہا۔

''نہیں باجی، وہ بہت پہنچی ہوئی ہستی ہیں، پتا ہے مجھے تعویز پینے کو دیے تو پہلے ہی دن مجھے خواب میں سائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بابا خود نظر آئے۔ اور مجھ پر تو نزول بھی ہوا.....''

''لاحول ولاقوۃ..... اب یہ نزول کیا ہوتا ہے، تم کوئی ولی ہو، نماز تو ادا کرتی نہیں اور گندی سندی الگ رہتی ہو۔'' میں نے جی بھر کے بدمزہ ہو کر اس کو جھاڑا۔

''باجی سائیں بابا نے کہا تھا کہ جب تعویز اثر کرے گا تو مجھے کرامات ملیں گی۔ اور مجھے پر ان کے مؤکل آئیں گے۔''

''اللہ معاف کرے اب اس بات کی ہی کسر باقی تھی۔ اب بند کرو یہ باتیں اور اپنا دھیان کام پر لگاؤ..... میں بھی کس بے وقوف کو سمجھانے بیٹھ جاتی ہوں۔'' میں نے اس کو گھورا تو وہ جلدی، جلدی ہاتھ چلانے لگی۔

کبھی، کبھی دل چاہتا کہ اس کی چھٹی کردوں کیونکہ عمران کو بھی اس کے گندے سندے حلیے سے وحشت ہوتی تھی۔ پاس سے گزرتی تو عجب سی بساند اٹھتی جبکہ روز میں خود اس سے مغز کھپائی کرتی کہ یہیں پر آ کر نہا دھو لیا کرو..... اس کی صفائی کا مسئلہ تو حل نہ ہوا۔ مگر اس کے آئے دن کے قصوں نے میرا ناک میں دم کر دیا تھا۔ کبھی کچھ تو کبھی کچھ..... سائیں بابا ہر مسئلہ حل کیا کرتے ہیں۔ یہ سب سن، سن کر میرے کان پک چکے تھے۔

میں تنگ آ کر اب آسیہ کی چھٹی کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اس کا حل اللہ تعالیٰ نے خود ہی نکال دیا۔ عمران کی پروموشن کے ساتھ، ساتھ ان کی ٹرانسفر کے آرڈر بھی آ گئے یوں ہم بہت جلد لاہور شفٹ ہو گئے۔

نیا شہر، نئے لوگ، نئے ملازم سب بدل گیا..... میں کچھ دنوں بعد اپنی روٹین لائف میں سیٹ ہو گئی۔

زندگی خوب صورتی سے رواں دواں تھی۔ ہم بھی لاہور شہر کے عادی ہو گئے تھے اور اب جب ہم اس شور و غل والے شہر کے عادی ہو چکے تھے تو عمران کی ٹرانسفر کے آرڈر ایک دفعہ پھر آ گئے اور ہم پھر سے اسلام آباد کی خوب صورتی کا حصہ بن گئے..... لاہور جیسے شور و غل سے بھرپور شہر سے اسلام آباد جیسے پُرسکوت شہر میں آ کر ایڈجسٹ ہونا گو مشکل تھا لیکن اسلام آباد کی خوب صورتی..... سبزہ اور معطر کن فضا بہت جلد اپنا اسیر بنا لیتی ہے۔

لیکن سب کچھ ٹھیک چلتا رہا یہ ضروری تو نہیں کبھی، کبھی مشیت ایزدی ہمیں کسی ایسی آزمائش میں ضرور ڈالتی ہے کہ ہم پرکھ لیے جائیں کہ ہم اس کی اطاعت میں کتنے سچے اور ثابت قدم ہیں۔

پھر وہ ہوا جو سوچا بھی نہیں تھا..... میرے دونوں بچے بہت خوب صورت اور ذہین تھے۔ گھر میں جس نظم و ضبط کا عادی بنایا تھا وہ مکمل طور پر اس پر عمل کرتے تھے۔ کافی دنوں سے نعمان میرا چھوٹا بیٹا سر میں درد کی شکایت کرتا تھا..... میں اس کو سر درد کی کوئی دوا دے دیتی..... اسے کمپیوٹر اور وڈیو گیمز وغیرہ کھیلنے سے منع کر دیا..... لیکن درد تھا کہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا اور اس دن تو ہم دونوں کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے جس دن وہ سر درد سے بے حال تو تھا ہی لیکن سر درد کے ساتھ اس کو الٹیاں بھی شروع ہو گئی تھیں۔

میں اور عمران اس کو لے کر بھاگم بھاگ اسپتال پہنچے..... اس کے مکمل چیک اپ اور ٹیسٹ کے بعد جو انکشاف ہوا وہ بہت جان لیوا تھا۔ میرے لاڈلے بیٹے، میرے لختِ جگر کو برین ٹیومر ہے، ڈاکٹر کی تشخیص نے میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکال دی..... میں گھنٹوں حال سے بے حال بیٹھی رہی..... عمران کو بھی شدید دھچکا لگا تھا لیکن وہ مرد تھے اندر سے ٹوٹ پھوٹ بھی گئے ہوں تو بھی ان کو اپنا درد چھپانا آتا تھا..... اور اگر وہ بھی میری طرح حواس میں کھو دیتے تو عثمان کا خیال کون رکھتا اور نعمان کے علاج کے لیے بھاگ دوڑ کون کرتا..... آپی بھی کراچی سے میرے پاس آئیں اور مجھے حوصلہ دینے کے لیے آنے والی آپی میرا حال اور نعمان کی تکلیف دیکھ کر خود جھاجوں چھاج رو پڑیں..... وہ میرے پاس دو ماہ رہیں لیکن ان کا بھی مسئلہ تھا یعنی گھر..... بچے ان کو چھوڑ کر وہ ساری عمر میرے پاس تو نہیں رہ سکتی تھیں۔ بالآخر وہ مجھے تسلی و دلاسوں کی پوٹلی پکڑا کر اپنے گھر روانہ ہو گئیں۔

نعمان کے دماغ میں یہ ٹیومر کچھ ایسی پوزیشن

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں تھا کہ ڈاکٹروں نے اس کا آپریشن بھی خطرناک قرار دے دیا تھا۔

میری حالت دیوانوں جیسی ہوگئی تھی۔ اپنا ہوش تھا نہ گھر کا نہ عثمان کا میں نعمان کے پاس سے ہٹائے نہ ہٹتی تھی۔

عمران نے نعمان کی رپورٹس بیرونِ ملک بھی بھجوائیں لیکن وہاں سے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا..... مجھے پتا بھی نہیں چلا کہ کب میں نے نماز کا دامن چھوڑ دیا..... نیند تو مانو روٹھ گئی تھی۔ بالآخر ڈاکٹر نے مجھے بھی نیند کی دوا دے دی..... کبھی نیند آتی اور کبھی دوا کا بھی اثر نہیں ہوتا..... گھبرا، گھبرا کے پاس لیٹے نعمان کو ٹٹولتی.....

پہروں روتی رہتی..... عمران صبح اٹھ کر معمول کے مطابق نماز ادا کرتے، ان کی دعائیں لمبی ہوگئی تھیں..... وہ اپنے معمول کے مطابق نماز کے بعد سورۂ رحمان کی بہ آواز بلند تلاوت کرتے تو میں بے حسی سے لیٹی خالی، خالی آنکھوں سے ان کو دیکھتی رہتی۔

گھر سارے کا سارا ملازمہ کے رحم و کرم پر تھا۔ یہ اللہ کا کرم تھا کہ ملازمہ ایماندار تھی اور زیادہ باتونی بھی نہیں تھی۔ لیکن آج جب میں بے بسی سے بلک، بلک کر روئی اور مجھے اس بات کا ادراک بھی نہ رہا کہ ملازمہ بھی ابھی گھر پر ہے۔ میں اردگرد سے بے خبر تھی جانے کب وہ میرے پاس آکر کھڑی ہوگئی، مجھے جب اس کی موجودگی کا احساس ہوا تو میں نے منہ پھیر کر آنسو صاف کردیے۔

''بی بی میں روزانہ آپ کو روتے دیکھتی ہوں، آپ کا بچہ ٹھیک ہوجائے گا۔''

''نہیں عابدہ، مجھے نہیں لگتا کہ میں اپنے بچے کو بچا پاؤں گی۔'' میں پھر سے رونے لگی۔

''بی بی رب کرم کرے گا۔ آپ مایوس نہیں ہوں..... یہاں بہت اللہ کے نیک بندے ہیں جن کو اللہ نے ہمارے لیے وسیلہ بنادیا ہے۔'' عابدہ نے مجھے تسلی دی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا عابدہ.....؟'' میں واقعی سمجھ نہ پائی تھی۔

''آپ بچے کی جھاڑ پھونک کیوں نہیں کرواتی ہیں۔'' اس کی بات سن کر مجھے جھٹکا لگا اور میں نے غصے سے اسے وہاں سے چلے جانے کا کہہ دیا..... وہ خاموشی سے باہر نکل گئی..... وہ تو باہر نکل گئی لیکن میرے دماغ سے اس کی بات نہ نکل پائی..... غرض مند دیوانہ ہوتا ہے شاید اسی لیے کہتے ہیں بھی تو جانے کون سی طاقت تھی جو مجھے اس بات پر بار، بار سوچنے پر مجبور کررہی تھی۔ کاش اس وقت میں سمجھ پاتی۔

دوسرے دن میری آپی سے بات ہوئی تو عجیب بات کہ آپی بھی مجھے وہی مشورہ دے رہی تھیں جو میری ملازمہ عابدہ نے دیا تھا۔

''اریبہ دیکھو شفا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ کب، کس کو ذریعہ بنادے کیا خبر تم کسی روحانی شخصیت سے رجوع کرو.....'' آپی نے آس کا دامن میرے ہاتھوں میں تھمایا۔

ایک ہفتہ کشمکش میں گزرا..... مجھے لگتا میں پل صراط پر کھڑی ہوں، ایک طرف مجھے لگتا کہ میں اپنے ایمان کو خطرے میں ڈال دوں گی اور دوسری طرف میری ممتا اپنے بچے کے لیے آگ میں کود جانے کو تیار تھی اور پھر ممتا جیت گئی یا پھر نفس جیت گیا۔

شاید ہوسکتا ہے کہ نعمان کی حالت زیادہ نہ بگڑتی اور اس کو ہاسپٹلائز نہ کرنا پڑتا تو مجھے فیصلہ کرنا مشکل لگتا لیکن نعمان کی حالت اتنی بگڑی کہ اس کو اسپتال میں داخل کروانا پڑا..... ڈاکٹرز اس کے ایمرجنسی آپریشن کی تیاری کررہے تھے۔ عابدہ بھی ہمارے ساتھ اسپتال میں تھی۔

''دیکھیے عمران بٹ صاحب، اب ہم رسک پر آپریشن کریں گے لیکن اب یہ ضروری ہوگیا ہے..... دونوں صورتِ حال خطرناک ہیں، آپ جلدی سے فیصلہ کرلیں آپریشن کی صورت میں کچھ چانسز ہیں اور ہم اپنا بیسٹ دینے کی کوشش کریں گے۔ باقی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے، آپ جانتے ہیں۔'' ڈاکٹر نے تفصیل سے عمران سے بات کی تو عمران نے خاموشی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے کاغذات پر دستخط کر دیے.....

''نہیں، ایسے کیسے میں صرف ڈاکٹروں کے حوالے کر دوں اپنے لختِ جگر کو مجھے بھی اب کوئی فیصلہ کرنا ہے۔'' دل میں فیصلہ کر کے میں نے عمران کو بتایا کہ ''میں عثمان کو گھر پہ اکیلا چھوڑ کر آئی ہوں، مجھے عابدہ کو ساتھ لے جا کر عثمان کو بھی لانا ہے۔ آپ نعمان کے پاس رکیں میں بہت جلدی واپس آجاؤں گی.....''

میں نے عابدہ کو ساتھ لیا اور اب میں عابدہ کی درویش بی بی کے آستانے کے باہر کھڑی تھی۔

من میں آس کا دیپ جلا کر آج میں بھی کسی بندے کے در سے اپنے لختِ جگر کی زندگی مانگنے آپہنچی تھی۔

آستانے میں داخل ہو کر عابدہ نے سامنے بیٹھی درویش بی بی کے پاؤں چھوئے..... میں جو سر کو جھکائے دروازہ تھامے کھڑی تھی۔ میری نظر اس درویش بی بی کے پیروں سے ہوتی ہوئی اس کے چہرے پر پڑی..... کالی چادر سے جھانکتے اس سانولے چہرے نے مجھے پتھر کر دیا۔ میرے سامنے درویش بی بی کے روپ میں آسیہ بیٹھی تھی۔ وہی آسیہ جس کو اپنے سائیں بابا کے تعویزات کی کرامت پر بھروسا تھا..... اور میں اریبہ عمران اس کو صراطِ مستقیم پر لانے والی آج خود.....

''تو آج اریبہ عمران تم بھی ایک ڈھونگی کے در پر آ ہی گئیں.....'' میرے اندر کوئی چلایا تھا۔ ''خسارے میں ہے انسان بے شک خسارے میں'' اور میں الٹے پاؤں باہر نکل آئی..... ''تو اریبہ آج تم بھی ابلیس کی آنکھ سے دیکھنے لگیں..... کتنا کمزور نکلا تمہارا اعتقاد..... اور کتنا مہربان ہے میرا اللہ کہ اس نے آسیہ کو درویش بی بی کے روپ میں دکھا کر تمہیں شرک سے بچالیا۔''

جانے کیسے میں ڈرائیو کر کے اسپتال پہنچ گئی۔ جانے میرے پاؤں کی جوتی کہاں تھی..... میرے سر کی چادر میرے پیروں میں رُل رہی تھی اور میرے ذہن کے کسی گوشے میں عثمان یا نعمان نہیں تھا..... نہ عمران کی تلاش تھی..... ہر طرف صرف اللہ ہی اللہ کی صدا تھی۔

میرے کانوں میں بار، بار گونج رہا تھا کہ ''کون ہے اللہ کے علاوہ مددگار'' بچپن سے پڑھا ہوا سبق تم کیسے بھول گئی اریبہ..... ''اور قرآن شفا ہے..... مگر سمجھنے والوں کے لیے۔'' میں حالتِ بے خبری میں فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔ میں اریبہ نہیں رہی تھی۔ پگھلتی ہوئی موم بتی بن چکی تھی۔ خالی مٹھیاں بناتی اور فرش پر سے نادیدہ مٹی اپنے اوپر انڈیل رہی تھی۔ شاید میرے وجود، میرے نفس کی گندگی نے کچھ دیر پہلے مجھے جس طرح اللہ کی راہ سے بھٹکایا تھا اس آلودگی سے میں اپنے وجود کو پاک کر دینا چاہتی تھی۔ میرے منہ پر ایک ہی تکرار تھی..... ''میرے لیے میرا اللہ ہی کافی ہے۔''

اس بات سے بے خبر کہ مجھے آس پاس لوگ حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔

اور یہ بے خبری صرف اس لیے تھی کہ مجھے صرف ایک ہستی کے دیکھ لینے کی پروا تھی۔ مجھے اس کی توجہ، اس سے معافی چاہیے تھی۔ جانے کتنی دیر بے خبری میں گزرے اور کب میں فرش پر حالتِ سجدہ میں چلی گئی۔ مجھے خود بھی پتا نہیں تھا۔

اب میرے ہونٹوں پر چپ تھی اور دل کی تکرار تھی کہ ''اے اللہ میں تیری رضا میں راضی ہوں..... مجھے تیرا ہر فیصلہ منظور ہے جو تو چاہے اسے میرا مقدر کر دے.....''

پھر ایک مہربان ہاتھ میرے کندھوں پر آ کے ٹھہر گیا..... میں عمران کا لمس پہچانتی تھی..... کچھ غلط ہو جانے کے احساس نے بھی اس بار مجھے خوفزدہ نہ کیا..... میں نے پلٹ کر عمران کی جانب دیکھا..... مجھے کسی نقصان کا اندیشہ تھا نہ بچھڑنے کا خوف..... میرا یقین کامل لوٹ آیا تھا۔ بے شک وہی ہے رازِ ہستی..... اور میرا اللہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

میرے رب نے میرے نعمان کو مجھے لوٹا دیا تھا اور میرے ایمان کو بھی..... کون ہے اس کے سوا جو موت کو زندگی میں بدل دے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

ناولٹ

من جانباز

سحر ساجد

ساتواں حصہ

وہ ابھی، ابھی پول سے نکلا تھا۔ بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے اس نے اپنا سیل فون اٹھایا.... اس کے اٹھاتے ہی فون بلنک کرنے لگا تھا۔ ایک پیغام اور اس پیغام کو پڑھتے ہوئے اس کے جبڑے بھینچ گئے تھے۔

''ہم مل سکتے ہیں؟'' اور وہ چند لمحے اس آنے والے میسج کو تیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

''sure'' اس نے ٹائپ کر کے بھیجا.....

ہنیا نے ایک گہری سانس بھر کر اس میسج کو دیکھا۔ اتنی مختصر بات تو کبھی نہیں ہوئی تھی۔ سیل اسکرین ایک دفعہ پھر سے بلنک ہوئی ایک نیا پیغام آیا تھا۔

اس نے کچھ افسردگی سے ان باکس کھولا۔

''چھ بجے پک کرلوں گا۔'' اور اس نے کتنی ہی دیر لفظ ''حیدر'' پر نظریں جمائے رکھیں..... پھر ''اوکے'' کا میسج بھیج کر وہ اپنی وارڈ روب کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ابھی چار بجے تھے۔

☆☆☆

گاڑی انہی سیڑھیوں کے پاس آکر رکی تھی۔ اس کی نظر پڑی اور دل دھک کر کے رہ گیا تھا۔

یہ وہ ہی مقام تھا..... وہ ہی جگہ تھی۔ جہاں سے وہ دونوں ہم قدم ہو کر..... ''ہم سفر'' بننے کے واسطے چلے تھے۔ حیدر اسے دیکھے بنا گاڑی سے اترا تھا۔

ذرا سے توقف کے بعد وہ بھی باہر نکلی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

وہ آگے، آگے تھا جبکہ ہنیا اپنے پیروں کی طاقت کو ختم پاتی تھی۔

اسے یک دم کسی ان دیکھے، ہاں اندھے خوف نے جکڑا تھا۔ وہ آج..... اِدھر ہی کیوں آیا تھا..... وہ ہی ریسٹورنٹ..... وہی جگہ، دونوں طرف لگی ٹیبلز کے درمیان بنی جگہ میں سے گزرتے ہوئے وہ ٹھیک اسی ٹیبل پر آ کر رکے تھے۔ ٹیبل ریزرو تھی۔ اس کا دل ڈوب کر ابھرا..... ابھرا تھا یا نہیں..... کچھ معلوم نہ تھا وہ کیا کرنا چاہتا تھا، بے ساختہ اس نے حیدر کو دیکھا تھا۔ وہ متوجہ نہیں تھا اور بے حد سنجیدہ دِکھ رہا تھا۔ وہ کرسی پر بیٹھ چکا تھا اور اب اس کے بیٹھنے کا منتظر تھا۔ وہ بے جان ہوتے جسم کے ساتھ بیٹھی تھی۔

''کچھ لوگی.....؟'' چہرے کے برعکس لہجہ بے حد نارمل.....

''پانی.....'' وہ خود کو یہ کہنے سے روک نہیں پائی تھی۔ حیدر نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر ٹیبل پر موجود منرل واٹر کی بوتل کی سیل کھول کر اس میں سے پانی نکال کر اسے دیا تھا۔

وہ ایک گھونٹ سے زیادہ نہیں پی سکی تھی۔

''اتنی خوفزدہ کیوں ہو؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا..... نان سینس.....'' وہ سر جھٹک کر تلخی سے بولا تھا۔

ہنیا نے آنکھیں بند کر کے اس کڑواہٹ کو پیا تھا۔

''زندگی میں کبھی یہ نوبت آئی بھی ناں تو یہ تمہاری طرف سے ہوگا ہنیا..... میری طرف سے نہیں.....'' ذرا سا آگے کو جھک کر کہا گیا۔ وہ کیسی یقین دہانی تھی؟ کیا اس سے بہتر یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایک عدد بھالا اس کے عین دل کے مقام پر اتار دیتا..... ہاں..... یہ بھی زیادہ بہتر ہوتا..... یہ ہی ٹھیک ہوتا.....

''تمہیں، مجھے جواب دینا چاہیے تھا حیدر.....'' اس کا اعتماد بحال ہوا۔

''میری تسلی کروانی چاہیے تھی..... تمہیں معلوم ہے میں کیسی دُہری اذیت سے گزری ہوں اور تم..... تم وہاں سے اٹھ کر آ گئے.....؟ یوں جیسے وہ کوئی بے حد غلط بات تھی..... کیا مجھے کوئی ایک سوال کرنے کا بھی حق نہیں.....؟ مجھے بتاؤ، میں کیا کروں.....؟ تمہیں دیکھتے ہی مجھے وہ سب یاد آ جاتا ہے۔ جو کچھ ہم نے ٹی وی پر دیکھا..... کتنے لوگ مسنگ ہیں؟ کیا تم جانتے ہو؟ مجھے بتاؤ اب میں کیا کروں؟'' وہ نم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''تمہیں کم از کم اس آپریشن میں حصہ نہیں لینا چاہیے تھا۔ انکار کر دیتے۔ کچھ بھی کرتے مگر وہ نہ کرتے جو کیا..... جو ہوا.....''

خوف، غصہ، دکھ یکجا ہو کر اس طرح سے نکلا تھا وہ بنا پلکیں جھپکائے چبھتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سن رہا تھا۔

اسی اثنا میں ویٹر مینیو کارڈ لے کر آیا تھا..... حیدر نے دیکھے بنا ایک دو ڈشز کا آرڈر دے دیا تھا۔

ویٹر کے ٹلتے ہی اس نے ایک گہری سانس لے کر خود کو پُرسکون کیا تھا۔

''آرمی والے کبھی..... کسی بھی طرح سے اپنے ایکشنز کی وضاحت نہیں دیتے..... ایک دن آئے گا کہ جب لوگ خود اسی طرح کے آپریشن کی ڈیمانڈ کریں گے۔''

''چلو، وہ جب یہ سب کر رہے تھے تو تب انٹیلی جینس کہاں تھی..... کیا وہ سوئی ہوئی تھی؟'' ہنیا کے اس سوال پر حیدر کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

یہ اس کا سوال نہیں تھا..... اس کے ذہن کی پیداوار نہیں تھا..... یہ میڈیا کا کمال تھا۔

وہ طنز سے مسکرایا۔

''تم جانتی بھی ہو کہ ہمارے وطن کے پیچھے کون، کون سے عناصر ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے ہوئے ہیں اگر ذرا بھی کرنٹ افیئر سے باخبر ہو ہنیا تو تم خود جان سکتی ہو، آج تو تمام معلومات آپ کی فنگر ٹپس پر ہیں۔ پاکستان کو بیک وقت کتنی مشکلات کا سامنا ہے..... یہ ملک دشمن عناصر کسی نہ کسی طرح سے ملک کے کسی نہ کسی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حصے میں کچھ نہ کچھ چھیڑے ہی رکھتے ہیں اور ان کا سب سے مؤثر ہتھیار..... ''میڈیا.....'' اب کہ وہ تلخ ہوا تھا۔

''یہ ان ہی کی مہربانی ہے کہ تم اپنے ہی ملک کی فوج کے لیے اس طرح کے جذبات رکھنے پر مجبور ہوئی ہو..... جہاں تک میرا خیال ہے..... اس سے پہلے تک تم کو فوج اور فوجیوں سے بڑی انسیت تھی..... ہے ناں.....؟'' وہ اسے اپنے ادارے کی ذمے داریوں سے آگاہ کر رہا تھا۔ ''میں ایک محبِ وطن ملٹری مین ہوں، میں اپنے آرڈرز کو obey کرتا ہوں۔ ڈیوٹی از ڈیوٹی تم کہتی ہو کہ میں اس آپریشن میں حصہ نہ لیتا..... کیسے ہنیا..... کیسے؟ یہ میری جاب ہے اور میری جاب میں کسی چیز سے انکار کرنا..... فائرڈ ہونے کے برابر ہے۔ اور جس وجہ سے تم یہاں مجھ سے سوال کرنے بیٹھی ہو ہنیا..... تمہیں اس کے متعلق ذرا سا بھی علم نہیں..... اگر وہ آپریشن نہ ہوتا تو تم دیکھتیں..... اپنی انہی آنکھوں سے دیکھتیں کہ کیا کچھ نہیں ہو جانا تھا یہاں..... دہشت گردی اِک جنگ بن چکی ہے اور تمہارا علم، تمہارا مشاہدہ بے حد کمزور ہے ہنیا..... سنی سنائی پر یقین مت کرو..... ویسے بھی پرفیکشن کا دعویٰ کس کو ہے؟ لاکھ جتن کرو پر نا کامیابی دیکھنی پڑ ہی جاتی ہے اور یہ صرف پاکستان میں ہی نہیں ہوتا دوسرے ممالک میں بھی ہوتا ہے۔ تم ذرا ورلڈ ہسٹری تو پڑھو..... میں تمہیں صرف یہ سمجھانا چاہ رہا ہوں ہنیا..... ایسا ہوتا ہے، ہو جاتا ہے، نقصان اٹھانے پڑ جاتے ہیں لیکن اس طرح کے واقعات کو لے کر نفرت..... نہیں کی جاتی..... عوام کے جذبات بھڑکائے نہیں جاتے..... اور کسی ادارے کے خلاف نفرت نہیں جگائی جاتی..... دنیا میں ایسا کہیں اور ہوتا ہے؟ نہیں ناں.....'' بین السطور وہ بہت کچھ کہہ گیا تھا۔

ہنیا لاجواب ضرور ہوئی تھی لیکن اب بھی کچھ غیر مطمئن سی دکھائی دیتی تھی۔

''ہنیا تمہارے سارے سوالوں اور خدشوں کے جواب میں، میں اتنا کہوں گا کہ پہلے اسلام کی اسٹڈی کرو اور اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالو..... پھر اپنی فیملی کو اور پھر اس طرح معاشرے بنتے ہیں۔ کسی بھی مثبت فکر کا آغاز اپنی ذات سے کیا جاتا ہے۔ اسلام فرد کی زندگی میں آئے گا تو اسلامی معاشرہ بنے گا ناں..... اور ہر فرد کو یہ نعرہ تو اپیل کرتا ہے کہ لیکن وہ اپنی زندگی کو نہیں بدلتا..... ہمیں یہ اپنی زندگیوں سے شروع کرنا چاہیے..... کیوں، کیا خیال ہے تمہارا..... کیا میں غلط ہوں؟'' وہ پوچھ رہا تھا اور ہنیا سرخ چہرہ لیے چپ تھی جواب نہ آنے پر حیدر نے طنز سے سر جھٹکا تھا۔

''حیدر جو بھی تھا، مانا کہ میں غلط ہو سکتی ہوں میری رائے غلط ہو سکتی ہے، میری جج منٹ غلط ہو سکتی ہے لیکن.....'' وہ اب بھی اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

اور حیدر پہلی بار خاموش ہوا تھا..... وہ اسے سمجھا نہیں سکتا تھا..... اِک گہری سانس بھر کر اس نے ہنیا کو دیکھا تھا۔ جب بولا تو وہ ہنیا کے سوال کا جواب نہ تھا..... اس نے اپنی پچھلی کہی بات کو ہی continue کیا تھا۔

''Alvin Toffler ایک مصنف گزرا ہے..... وہ کہتا ہے کہ 21 ویں صدی کا جاہل وہ نہیں جو کہ پڑھ اور لکھ نہیں سکتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو یہ تین کام نہیں کر سکتا۔ learn ,unlearn and re-learn اور مجھے اعتراف ہے کہ ہم ان پڑھ ہیں..... ہمیں جو چیز فیڈ کرا دی جاتی ہے..... اسے ہم آنکھوں پر کالی پٹی کی طرح باندھ لیتے ہیں..... عقل کو پتا نہیں ہم نے کس لیے رکھ چھوڑا ہے۔ ہم کبھی یہ چیز محسوس کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے جو ہمیں بتایا جا رہا ہے، سکھایا جا رہا ہے..... وہ غلط بھی تو ہو سکتا ہے..... بنیادی طور پر ہم ایک rigid قوم ہیں.....'' وہ اب پلیٹ میں چاول نکالتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ہنیا خاموش تھی۔

''تم کھانا نہیں لے رہیں ہنیا؟'' اس نے ہاتھ روک کر ذرا حیرانی سے اس سے پوچھا۔

''مجھے بھوک نہیں.....'' رندھی ہوئی آواز میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جواب آیا تھا۔

''ایک تو تم لڑکیاں..... کچھ ہوتا بعد میں ہے کھانا پہلے چھوڑ دیتی ہو..... میرا یقین کرو ہنیا..... میں بھی ٹھیک اسی تکلیف ..... سے گزر رہا ہوں..... جس کا تم شکار ہوئی ہو.....''

ہنیا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر اس کے آگے رکھی پلیٹ کو۔

''بھوک مجھے بھی محسوس نہیں ہو رہی..... مگر یہ ضرورت ہے..... ضرورت..... مجبور کر دینے والی.....'' اب کہ اس نے پلیٹ کو ذرا سا اٹھا کر تلخ لہجے میں کہا۔

''کھانا کھاؤ.....'' اور پھر تحکم سے بولا۔

ہنیا نے چپ چاپ پلیٹ میں ذرا سے چاول نکالے..... اس کے سامنے بیٹھے شخص نے اپنا کھانا..... بے حد اچھے طریقے سے ختم کیا تھا جبکہ وہ..... وہ ذرا سے چاول بھی نگل نہ سکی تھی..... اور جب وہ بل پے کر کے گاڑی تک آئے تو موسم اپنے تیور بدل چکا تھا..... افق کنارے بار، بار بجلی کے چمکنے سے روشن ہو رہے تھے..... بادلوں کی گڑگڑاہٹ بلند ہو رہی تھی..... ہوا کی نمی میں بارش کی آمد کی خبر چھپی تھی..... اندھیرا آسمان پر نمودار روشنی کو ڈھانپنے لگا تھا۔

ریسٹورنٹ سے گاڑی نکالتے ہی بادل زور سے گرجے اور بوندوں کی تڑ تڑ شروع ہو گئی تھی..... ونڈ اسکرین پر وائپرز چلنے لگے..... گاڑی ایک ہموار رفتار سے مختلف سڑکوں پر چلتی رہی۔ گیلی سڑکوں پر چھینٹے اڑاتی رہی وہ ہنا کچھ کہے ڈرائیو کر رہا تھا..... اور وہ گود میں ہاتھ رکھے، نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی..... باہر بارش کا شور تھا..... گاڑیوں کے تواتر سے بجتے ہارن کی آوازیں تھیں..... باہر زندگی اپنی بھرپور کیفیت میں تھی..... اور..... اور گاڑی کے اندر..... زندگی اپنی جمود کی کیفیت سے گلے ملنے کی تیاری میں تھی..... بارش اپنے پورے زور کے ساتھ برستی رہی..... ایک ویگنار بھیگی بلی کھاتی سڑکوں پر ہموار رفتار سے چلتی رہی..... وہ دونوں اپنے، اپنے حال میں گم بیٹھے تھے.....

حیدر کو جو کہنا تھا وہ کہہ چکا..... ہنیا کچھ بولنا چاہتی تھی مگر اپنی زبان کو گونگا پاتی تھی۔

وہ گھر کے قریب تھے جب ہنیا نے نظریں اٹھا کر حیدر کو دیکھا تھا۔

''ایم سوری.....'' وہ نم، بھاری آواز میں بولی تھی۔

''واٹ.....؟'' کہتے ہوئے حیدر کے پاؤں یکلخت بریک پر جا پڑے تھے۔

ایک چرچراہٹ کی آواز گونجی..... گاڑی نے ایک جھٹکا کھایا اور پھر وہ رک گئی۔

''ایم سوری.....'' وہ پہلے سے بھی زیادہ بھرائے ہوئے لہجے میں اور اونچا بولی تھی..... دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر رکھے..... بے ساختہ حیدر نے ہونٹ بھینچ کر رخ موڑا تھا..... گاڑی کی ونڈ اسکرین پر پانی کی موٹی، موٹی دھاریں بہہ رہی تھیں..... بارش کی تڑتڑاہٹ ایک شور کی سی تھی..... اور ہنیا کی آواز..... کسی سسکی کی طرح اب تک گاڑی میں گونج رہی تھی۔

''ایم سوری..... ایم سوری..... سوری.....''

''ایک واقعہ ہوا..... تم نے کچھ باتیں سنیں اور تم میرا گریبان پکڑ کر سوال کرنے اٹھ کھڑی ہوئیں..... میں نے وضاحت دی..... سب کلیئر کر دیا اور تم نے کہہ دیا..... ایم سوری..... کل کو کوئی اور واقعہ ہوگا..... پھر سے سوال ہوں گے..... جواباً وضاحتیں ہوں گی..... اور یہ ایک سلسلہ چل نکلے گا..... میں ایسا تعلق نہیں چاہتا ہنیا.....''

''آئندہ ایسا نہیں ہوگا..... بلیوی.....! ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ تڑپ کر بولی تھی۔

''محبت میں ایسا نہیں ہوتا..... سوال نہیں ہوتے..... انڈر اسٹینڈنگ ہوتی ہے..... اعتماد ہوتا ہے..... ایسا کب ہوتا ہے.....؟'' رخ موڑے بغیر وہ بولتا جا رہا تھا۔

ہنیا نے یک دم منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔

ایک دفعہ پھر سے خاموشی کی زہریلی لہر نے ان

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دونوں کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

''میں ابھی تم سے شادی نہیں کروں گا..... تمہیں کچھ وقت لینا چاہیے..... میرے اور اپنے تعلق کو سمجھنا چاہیے..... میں ایک پُرسکون زندگی چاہتا ہوں ہنیا.....''

اور ہنیا..... اس کا دماغ بھک سے اُڑ گیا تھا۔ کتنی ہی دیر بے یقینی سے وہ اسے دیکھتی رہی.....

"take your time"

''حیدر گھر والے شادی کی ڈیٹ فکس کرنے جارہے ہیں اور تم..... تم.....'' وہ پھٹ پڑنے والے انداز میں یک دم بولی تھی اور جملہ مکمل نہیں کرسکی تھی۔

''میں نے کہا ناں ایم سوری.....'' بھرائی ہوئی آواز..... گھبرایا ہوا انداز..... حیدر چند لمحے اسے دیکھتا رہا.....

"I am sorry" اور پھر مدھم آواز میں وہ بھی انہی الفاظ پر زور دے کر بولا تھا۔ ہنیا کے دل میں کسی نے کند خنجر گھونپ دیا تھا۔ منہ پر ہاتھ رکھے..... تر گالوں کے ساتھ..... وہ نفی میں سر ہلاتے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں نے خود کو volunteer کردیا ہے ہنیا..... میں سوڈان جارہا ہوں..... UNO ملٹری مشن پر.....'' بجلی کڑکی..... بادل زور سے گرجا..... افق کنارہ اِک لمحے کے لیے روشن ہوا اور پھر سے اندھیرا..... کوئی چیز مرچ کی طرح ناک کے نتھنوں سے ہوکر پورے جسم میں پھیلی تھی۔ اس کے آنسوؤں کے بہنے میں شدت آئی تھی..... حیدر دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر رکھے سامنے دیکھ رہا تھا۔ جہاں پر پانی کی موٹی، موٹی دھاروں نے سب دھندلا رکھا تھا

''تم ایسا نہیں کرسکتے.....''

وہ خاموش رہا۔

''سب ٹھیک ہوجائے گا..... بلیوی..... وقت بہت سی چیزوں کو ٹھیک کردیتا ہے۔'' کچھ لمحوں کے توقف کے بعد وہ بولا تھا۔

وہ منہ پر ہاتھ رکھے روتی رہی..... نفی میں سر

بہار آجائے

جو خواب میرے تعبیر پاجائیں
تو مشکلیں بھی میری آسان ہوجائیں
خزاں رسیدہ موسم میں جو کھل جائے فصل گل
تو ویرانوں میں جیسے چپکے سے بہار آجائے
نہ ٹوٹیں انگلیں میری آرزوؤں پر میری نکھار آجائے
خزاں رسیدہ موسم میں جیسے چپکے سے بہار آجائے
شاعرہ: صائمہ سید، کراچی

ہلاتی رہی..... اور پھر..... پھر یک دم وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔

''ہنیا.....'' حیدر نے بے ساختہ آواز دی۔

اس نے سنی ان سنی کردی۔

پانی کی تیز بوچھاڑ نے آنِ واحد میں اسے بھگو دیا تھا۔ وہ تیز، تیز قدم اٹھاتی بھاگتی ہوئی چلتی جارہی تھی۔ یہ اگر سزا تھی..... تو بہت سخت تھی، مگر ناراضی تھی تو جان لیوا تھی۔

''ہنیا.....'' اس نے پھر سے اپنے پیچھے اپنا نام سنا تھا۔ اب کہ وہ بھی دروازہ کھول کر باہر نکلا..... بارش نے اسے بھی بھگو دیا تھا۔ وہ چلتی رہی..... روتی رہی.....

حیدر گاڑی کے دروازے کے پاس کھڑا اسے دیکھتا رہا..... اس کا گھر چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ اور وہاں اندھیرا تھا..... اس نے آگے بڑھ کر گاڑی کی ہیڈ لائٹس روشن کی تھیں۔

اس روشنی میں پانی کی تیز برستی بوچھاڑ کو دیکھا جاسکتا تھا۔ اس نے ہنیا کو گھر کی بیل بجاتے دیکھا تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا..... وہ اندر داخل ہوئی اور اور..... دروازہ بند..... اور وہ..... وہاں بارش میں کھڑا بھیگتا رہا..... بجلی کڑکتی رہی، بادل زور، زور سے گرج کر برستا رہا..... افق کنارہ روشن ہو، ہوکر بجھتا رہا..... بند آنکھوں کے ساتھ اس نے چہرہ آسمان کی طرف کیا تھا۔

بارش کا ٹھنڈا پانی..... تپتے ہوئے چہرے کو سکون دے رہا تھا۔ لیکن دل..... دل کا کیا جاتا..... اور بارش برستی رہی..... بادل گرجتا رہا..... اور وہ.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہاں کھڑا بھیگتا رہا۔

☆☆☆

دو سال گزر گئے..... اور ان دو سالوں کے ماہ و دن کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ "پتا بھی نہیں چلا اور گزر گئے....."

"دن تھے کہ پر لگا کے اڑے....."

"وقت کتنی تیزی سے گزر جاتا ہے ناں....."

نہیں..... ایسا کوئی جملہ ان "دو سالوں" کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا تھا۔

یہ دو سال اپنا آپ اچھی طرح بتا کر گزرے تھے۔ سیکنڈز..... منٹ..... گھنٹے..... دن..... ہفتے ماہ..... سال..... سب..... سب اپنا آپ بہت اچھی طرح سے بتا کر بیتے تھے۔

اور ہنیا..... وہ اس سے ناراض تھی، وہ خفا تھی مگر دو سالوں نے جیسے ان جذبات کو پھونک مار کر اڑا دیا تھا۔ ان دو سالوں میں جتنا پچھتائی تھی..... اتنا تو کبھی نہیں پچھتائی ہوگی۔

وہ چلا گیا تھا۔

اس کی معافی..... منتیں..... کسی کام نہ آئی تھیں..... ان دو سالوں میں ہنیا نے زندگی بھر کے لیے ساری عقل سیکھ لی تھی..... ساری سمجھ بوجھ لے لی تھی۔

محبت کی آنکھیں نہیں ہوتیں..... کان نہیں ہوتے..... ہونٹ بھی نہیں رکھتی..... یہ صرف محسوسات کا نام ہے۔ اندھا جذبہ ہے..... اس نے جان لیا تھا..... یہ ہوتی ہے اور بس پھر یہ ہی ہوتی ہے..... سوال نہیں اٹھتے..... شک نہیں ہوتا..... وہ محبت بھی بھلا کوئی محبت ہوئی..... کہ کوئی کچا گھڑا لے کر دریا میں ہی نہ اتر پائے..... نہ اتر سکے.....

یہ ہی دیکھنا رہ جائے کہ گھڑا تو 'کچا' ہے دریا کیسے پار ہوگا؟

سوہنی نے آنکھیں بند کرلی تھیں..... کان لپیٹ کر رکھ چھوڑے..... اور زبان..... زبان کو کاٹ ڈالا..... نہ ہوگی نہ سوال کرے گی..... تو ہنیا نے جانا..... کہ محبت ایسی ہوتی ہے..... ویسی نہیں..... جیسی وہ کرنے جارہی تھی..... وہ پکڑ، پکڑ کر ہمتوں کو جمع کرتی..... گانٹھیں لگا لگا کر رکھتی مگر یہ سب گانٹھیں محض اِک رات کی مار تھیں..... کھلتی نہیں تھیں، پگھل جاتی تھیں، روز، بلاناغہ آنسوؤں کے پانی سے..... یہ نہیں تھا کہ رابطہ نہیں تھا..... رابطہ تھا..... نہ ہوتا، یہ کیسے ہوتا.....؟ اس کی ناراضی ختم ہوتے دیر نہ لگی تھی، ہر دفعہ وہ عہد باندھتی..... اِک نئی گانٹھ لگا کر رکھتی کہ اب کے اب کے..... اس بار..... اس دفعہ حیدر کو یہ نہیں کہے گی..... وہ اسے تنگ نہیں کرے گی..... لیکن..... وہ اپنے عہدوں کی کچی تھی..... اس کی گانٹھیں پگھل، پگھل جایا کرتی تھیں..... وہ مضبوط نہیں تھی۔

اس نے ایم ایس میں داخلہ لیا..... ادھورا چھوڑ دیا..... موو آن کرنا چاہا..... پاؤں دلدل میں پھنسا لیے..... بہادر بننا چاہا..... اور اپنے پرزے سنبھالتی رہی..... نہیں تھی وہ اِک مضبوط عورت..... وہ ایک جذباتی، کمزور لڑکی تھی..... اور جب کسی ایسی جذباتی، کمزور لڑکی کو..... ایسے سخت دو سال گزارنے پڑ جائیں تو یہ بہ آسانی سوچا جاسکتا ہے..... اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان دو سالوں نے اس کے ساتھ کیا، کیا ہوگا.....؟ زندگی جیسی لڑکی تھی وہ.....

اچھا..... تو کیا وہ وہی تھی..... مختلف اشکال کے کڑے، چوڑیاں بے طرح سے اس کا منہ چڑاتے۔ پارلر سے کال آتی۔

"میم آج آپ کی اپائنٹمنٹ تھی۔"

تھی تو کیا کرے.....؟ بھاڑ میں جائے اپائنٹمنٹ..... چولھے میں سڑے پارلر..... اسے کیا..... ؟ Fb کی آئی ڈی، ڈی ایکٹیوٹ ہوچکی تھی۔ لڑتی تھی نہ جھگڑتی..... جب دل ہی وہ نہ رہا تو کیا زندگی اور کیا کارہائے زندگی..... سب فضول، بیکار، ایک بکواس سے زیادہ کچھ نہیں..... وہ اسے وقت دے کر گیا تھا تاکہ وہ اس تعلق کو سمجھے..... اس نے سوچا..... ٹھیک ہے..... اچھا ہے..... یہ دو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سال اس کی زندگی میں آنے ہی چاہیے تھے..... ورنہ وہ اتنی سمجھدار کیسے بنتی..... وہ ایسے کی ہی مستحق تھی.....

اور حیدر..... وہ اسے سمجھاتا..... حوصلہ دیتا..... کہتا کہ ہوسکتا ہے کہ ایسے کئی دو سال اسے گزارنا پڑ جائیں..... اور جب وہ یہ کہتا تو حقیقت میں وہ فون کو کان سے پرے کر دیتی تھی..... اسے یہ ذکر بھی نہیں سننا تھا..... نہیں دیکھنے تھے ایسے اور کوئی ''دو سال.....'' بس یہی کافی تھا..... بلکہ کافی سے زیادہ تھا.....

اور پھر پورے دو سال بعد..... جولائی 2009ء کے اواخر میں حیدر واپس آ گیا تھا۔

''حیدر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

''مجھے چھوڑو، یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟'' ان دونوں نے ہی ایک دوسرے سے حیرت کا تاثر لیے سوال کیا تھا۔

''میں تو خیر سے افریقہ سے ہو کر آ رہا ہوں..... تم سناؤ..... کیا تم بھی وہاں کا چکر لگا کر آئی ہو؟'' وہ صاف اسے چھیڑ رہا تھا۔

''کیا زیادہ ڈارک ہو گیا ہے کمپلیکشن؟'' وہ یک دم پریشان ہوئی اور ہاتھ میں پکڑے سیل کی آف اسکرین میں چہرہ دیکھا تھا۔

''زیادہ سے کافی زیادہ.....'' حیدر نے اور چھیڑا۔

''ریلی.....؟'' وہ بری طرح سے شاکڈ ہوئی۔

''ریلی.....'' جواباً افسوس سے کہا گیا۔

''ہنیا نے سوچے بنا سیل میں سے پارلر کا نمبر نکالا..... کال کی اور اپنے لیے ویری نیکسٹ available اپائنٹمنٹ چاہی تھی۔ اور جب اس نے کال ختم کی تو حیدر کے قہقہے نے اسے بتایا تھا کہ وہ مذاق تھا۔ وہ اتنی بھی ڈارک نہیں ہوئی تھی..... جتنا اس نے سمجھ لیا تھا۔

اس نے بے حد ناراض نظروں سے حیدر کو دیکھا اور..... اور..... زندگی کی گاڑی جو ایک جھٹکا کھا کر رک گئی تھی۔ اِک دفعہ پھر سے گڑگڑا کر اسٹارٹ ہو چکی تھی۔

ہنیا کی زندگی میں کوئی اِک موڑ، کوئی نیا فیز آتا..... وہ سمجھتی کہ یہ ہی موڑ یہ ہی فیز..... ساری زندگی پہ حاوی رہے گا..... زندگی اب ایسے ہی رہے گی..... بدلے گی نہیں..... مگر ہوتا کیا ہے؟ دن بدلے جاتے ہیں..... سورج اندھیرے دور کرتا ہے اور پھر سے اندھیرے آ جاتے ہیں..... اس کی روشنی کو منہ کھول کر ہڑپ کرنے کے واسطے..... یہ ہی زندگی ہے..... کوئی سے بھی دن..... چاہے خوشی..... چاہے غم کے ہوں... ہمیشہ نہیں رہتے..... گزر ہی جاتے ہیں..... جیسے وہ دو سال گزر گئے..... اُسی طرح یہ حال کے ماہ و سال نے بھی گزر جانا تھا لیکن ہنیا نے سمجھا.....

بس وہ ہی ''دو سال'' کٹھن تھے..... بس وہ ہی..... اب اور نہیں..... بالکل بھی نہیں.....

اس نے اپنے حصے کا مشکل وقت، سخت حصہ کاٹ لیا..... اب شادمانی کے دن آنے تھے..... خوشی کے ایام آنے تھے..... اور بس.....

☆☆☆

یہ اگست 2009ء تھا اور وہ ساون کی جھڑی والا دن تھا۔ بارش صبح سے لگاتار برس رہی تھی۔ دھیمی، دھیمی..... شور نہ مچاتی تھی بس اِک خاموشی سے برستی تھی۔ گم صم جیسے کہ نہیں ہے مگر وہ تھی..... درختوں کے بھیگے پتے، نم مٹی کی خوشبو اور بوجھل ہوا کے جھونکے یہ بتانے کو کافی تھے کہ وہ تھی..... ہنیا اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس خاموش برستی بارش کو دیکھ رہی تھی..... اس نے ہاتھ پھیلا کر اسے محسوس کرنا چاہا اور بارش اس کی ہتھیلی پہ اپنا آپ درج کرنے لگی..... وہ مسکرائی..... بلاوجہ ہی..... اس نے ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے دبا کر کچھ سوچا اور پھر ہاتھ واپس کھینچتے ہوئے اپنا سیل فون اٹھایا۔

اس کی انگلیاں کس کا نمبر ملا رہی تھیں..... یہ کوئی پہیلی تو نہ تھی..... سامنے کی بات تھی مسکراتے لبوں اور چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس نے سیل فون کان سے لگایا تھا۔ ''آپ کا مطلوبہ نمبر فی الحال بند ہے.....'' وہ بے طرح سے بدمزہ ہوئی تھی اور چوکھٹ سے سر ٹکا کر پھر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے بارش کو دیکھنے لگی..... چند لمحوں بعد اس نے دوبارہ ٹرائی کیا..... اب کی بار پھر سے اسے بدمزہ ہونا پڑا تھا۔ اور جب کئی دفعہ نمبر ملانے کے باوجود نمبر نہیں ملا تو اس نے منزہ کو کال کی تھی۔

''حیدر کہاں ہے منزہ بھابی.....؟''

''وہ تمہیں بتا کر نہیں گیا.....؟'' منزہ حیران سے زیادہ شاکڈ ہوئی۔

''کیا وہ کہیں گیا ہے.....؟'' اس سوال نے منزہ کو خاموش ہوجانے پر مجبور کیا..... ہنیا اس کی سانسوں کی آواز سن سکتی تھی۔

''بھابی وہ کہاں گیا ہے؟'' اس نے اب کہ پریشانی سے پوچھا۔

''ڈیوٹی کال تھی ہنیا اور وہ.....'' منزہ اسے بتا رہی تھی اور جیسے، جیسے وہ سنتی جا رہی تھی، یوں لگتا تھا کہ مرتی جا رہی تھی۔

''ہنیا، ہنیا تم سن رہی ہو؟'' اور ہنیا نے یک دم فون کو پرے پھینکا تھا..... اس کا تنفس تیز تھا اور دانت سختی سے اِک دوسرے پر جمے ہوئے تھے..... اس نے طیش سے دونوں ہاتھ کھڑکی کی چوکھٹ پر جمائے اور جھک کر خود پر قابو پانا چاہا۔

''تو تم چلے گئے..... مجھے بتائے بغیر..... کوئی بات، کوئی بات کیے بغیر ہی..... چوروں کی طرح..... تم چلے گئے۔'' اس کی آنکھوں میں پانی نمایاں ہوا..... مگر ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر اس نے اس پانی کو بہنے سے روکا..... اس نے سر اٹھا کر باہر برستی بارش کو دیکھا۔ اس ابر آلود دن کو دیکھا.....

''تم کس سے بھاگ رہے ہو؟ کیا مجھ سے؟ مجھ سے؟'' تکلیف کسی لہر کے مانند اٹھی اور اسے سر تا پاؤں غرق کر گئی تھی۔

''تو تم دو سال پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکے تھے..... دو سال پہلے ہی..... تمہیں مجھے اپنی زندگی میں کبھی شامل کرنا ہی نہیں تھا.....'' اور اِک اندھا سا سناٹا زہر کی طرح اس کے پورے وجود میں حلول کر گیا تھا۔ وہ چند لمحے ساکت کھڑی رہی..... یوں جیسے کچھ سوچ رہی ہو..... تانے ملا رہی ہو، کڑیاں ملا رہی ہو.....

''یوں بزدلی شو کرنا..... یہ انسلٹنگ نہیں ہے کیا؟''

''مجھے لگتا ہے کہ تمہیں وقت لینا چاہیے..... تاکہ تم اس رشتے کو انڈر اسٹینڈ کر سکو..... میں ابھی تم سے شادی نہیں کروں گا.....'' منظر کسی سلائڈ کے مانند ایک کے بعد ایک تواتر سے اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے۔ گونج رہے تھے..... اور وہ..... وہ ادھ موئی ہوگئی تھی..... سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے..... وہ دیوار کے ساتھ رگڑتی ہوئی نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

اس کا تنفس بے حد تیز چل رہا تھا۔ چہرہ مارے دکھ کے سیاہ ہو رہا تھا اور وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے ہوئے تھی۔

''تو..... تم..... مجھے چھوڑ گئے حیدر..... چھوڑ گئے.....!'' اور اس نے سختی سے آنکھیں بند کر کے مٹھیوں میں اپنے بالوں کو جکڑا تھا۔

ہاں..... شاید وہ اسے چھوڑ گیا تھا۔

☆☆☆

''بابا! مجھے بتائیں میں کیا کروں..... مجھے بلایا ہی اسی لیے گیا ہے، میں کیا کر سکتا ہوں؟''

''کوئی حل..... کوئی طریقہ.....؟'' کرنل صاحب پریشانی سے بولے تھے۔

''آپ خود فوجی رہے ہیں، آپ بہتر جانتے ہیں کہ ایمرجنسی میں کتنے available ہوتے ہیں۔'' وہ ذرا سا تلخ ہوا۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں ہنیا کے ماں، باپ کو کیا جواب دوں گا..... پہلے جب ڈیٹ فکس ہونے جا رہی تھی تو تم نے خود کو volunteer کر دیا اور اب..... اب یہ.....'' سخت مضطرب ہو کر انہوں نے بات ادھوری چھوڑی تھی..... وہ خاموش رہا.....

''دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چلا ہے حیدر..... اتنی لمبی کورٹ شپ..... یہ ٹھیک نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے....." اور حیدر نے بیچارگی سے کندھے اچکائے کہ وہ کیا کرسکتا ہے۔

"کیا تم ہنیا سے بات کرسکتے ہو، اس سے بات کرو.....اسے سمجھاؤ "she will be helpful" اور اس بات پہ وہ زور سے ہنس دیا یوں جیسے یہ عظیم حماقت تھی.....

"بابا..... وہ کبھی نہیں سمجھے گی.....اِن فیکٹ وہ سمجھے گی کہ میں اس سے شادی ہی نہیں کرنا چاہتا....."

"تو پھر.....؟" اور اس سوال پہ اس نے گہری سانس بھری.....اِک نظر باپ کو دیکھا اور پھر سر جھکا کر جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ کھڑکی میں جا کھڑا ہوا تھا.....کرنل صاحب اس کی چوڑی پشت کو دیکھ رہے تھے اور وہ خاموش تھا۔

"آپ کسی کو کچھ مت بتائیں.....آپ یہی کہیے گا کہ اچانک کال آئی تھی۔" اور پھر کچھ لمحوں کے توقف کے بعد سر اٹھائے سامنے دیکھتے ہوئے اس نے مضبوطی سے کہا تھا.....وہ اِک فوجی کا فیصلہ تھا اور اس دن کی رات میں، جس دن ہنیا نے اسے کال ملائی تھی.....وہ چلا گیا تھا.....کہاں گیا تھا.....یہ محض کرنل صاحب کو معلوم تھا۔ وہ اِک اور آپریشن میں حصہ لینے گیا تھا تو وہ چلا گیا تھا.....ہنا ہنیا کو بتائے.....ہنا اسے ملے وہ چلا گیا تھا.....وہ دراصل ان آنکھوں، ان آنکھوں میں اُمڈتی حیرت، دکھ اور سوالات سے بچ کر گیا تھا۔ وہ اسے چھوڑ کر تو نہیں گیا تھا.....محبت تھی مذاق تو نہیں تھا کہ وہ یوں اسے چھوڑ جاتا.....محبت تھی کوئی مذاق تو نہیں تھا ناں.....

☆☆☆

"ہاں وہ اسے چھوڑ گیا تھا۔" دماغ نے اس مفروضے پر مہر ثبت کی تھی۔

"I hate you Haider...hate you"

وہ اسی طرح، مٹھیوں میں بالوں کو جکڑے، ٹوٹے لہجے میں بولی تھی۔

"نکل جاؤ، چلے جاؤ، میری زندگی سے.....چلے جاؤ.....چلے جاؤ....." اس نے چیخ کر کہنا چاہا مگر آواز حلق میں ہی کہیں پھنس گئی تھی.....وہ یوں بیٹھی تھی کہ جیسے اس کے پاس ہارنے کو بھی کچھ نہیں بچا تھا.....کچھ بھی تو نہیں.....آنسو تھے نہ کوئی اور احساس.....اس کا دل جیسے دھڑک نہیں رہا تھا۔ یا پھر شاید بے حد تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ سانس کہاں تھی.....؟ وہ کم از کم اس کے وجود میں تو نہیں تھی۔

یہ اسی کے ساتھ ہونا تھا.....پھر سے۔ اسی کے ساتھ.....ابھی تو اسے آئے ہوئے چند دن، چند دن ہی تو گزرے تھے.....اور.....اور.....

وہ سر کو تھامے اِک بے بسی کا شکار ہو کر بیٹھی تھی۔

اس کی زندگی کہاں تھی.....زندگی؟ زندگی کی خوشیاں.....کہاں تھیں.....؟ کیا یہ بھی کہیں ہوتی ہیں.....؟ کیا ایسی ہی زندگی.....اس کا مقدر تھی.....؟ اس کے لیے زندگی ماہ و سال کا نام نہ تھی.....یہ محض لمحوں کی کہانی تھی.....لمحوں کا نام تھا.....وہ لمحے جب، جب حیدر اس کے ساتھ تھا۔

اور یہ لمحے انگلیوں پر گن کر بتائے جاسکتے تھے.....تو اس کی زندگی ایسی تھی.....محض چند لمحوں کی.....؟

کیا اس نے کبھی بھی یہ سوچا تھا کہ وہ اپنی حیات کو ماہ و سال میں نہیں لمحوں میں جیے گی؟

نہیں سوچا تھا؟ کون سوچتا ہے؟

کوئی بھی نہیں سوچتا.....کوئی بھی تو نہیں.....

☆☆☆

"مجھے کسی ملٹری مین سے شادی نہیں کرنی۔" یہ جملہ گو کہ گل نے پہلی دفعہ سنا تھا مگر نہیں جانتی تھی کہ اب انہیں یہ بار، بار سننا تھا۔

مومی نے کب انہیں سکھ کی سانس لینے دی تھی.....جو اب لینے دیتی۔

گل کی ساری فیملی کا تعلق کسی نہ کسی طرح سے آرمی سے تھا۔ ایسا ہی کچھ حال مجیب عالم کے خاندان

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کا بھی تھا..... وہ سب کے سب آرمی سے ہی وابستہ تھے..... کوئی ڈاکٹر، کوئی انجینئر..... کوئی فضائیہ میں تو کوئی میجر..... بریگیڈیئر..... اب ایسے میں جب مومی یہ کہتی ہے کہ اسے کسی ملٹری مین سے شادی نہیں کرنی تو یقیناً یہ بات گل کے لیے پریشانی کا باعث تھی۔

مجیب عالم ان کے کزن تھے..... اور ان کے خاندان میں اول تو برادری میں ہی شادیاں کی جاتی تھیں اور اگر بالفرض نئی نسل کے کسی فرد کی شادی خاندان سے باہر ہوئی بھی تو اس کا تعلق بھی آرمی سے ہی تھا۔

گل خود بھی نہیں چاہتی تھیں کہ مومی بیاہ کر کسی غیر خاندان میں جائے یا کسی سویلین سے شادی کرے..... وہ آرمی سے جڑے کسی بھی فرد کو با اعتماد جانتی تھیں۔ ان کے لیے ایسے کسی فرد کے بارے میں چھان بین کروانا آسان تھا..... جبکہ کوئی سویلین فرد یا خاندان کے بارے میں وہ کس طرح سے معلوم کر پاتیں..... اور پھر جیسا مومی کا مزاج تھا.....

''یا اللہ.....!'' وہ ایک سرد آہ بھر کر رہ گئیں..... وہ حقیقت میں سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے بیٹھی تھیں۔ مومی نے کہہ دیا..... تو سمجھو پتھر پہ لکیر..... لیکن اب کہ انہوں نے بھی طے کرلیا تھا کہ اس کی نہیں ماننی.....

چلو کچھ عرصہ گزرا ہے..... تھوڑا وقت اور گزر جائے..... وہ ذاکرہ سے بات کرلیں گی..... مگر..... اب کہ وہ اپنی مرضی ہی کریں گی۔ یہ طے تھا..... طے ہو چکا تھا۔ وہ مومی کو اسی کے انداز میں ٹریٹ کریں گی۔

کیا صرف مومی کو ہی یہ حق حاصل تھا کہ وہ ماں کو ایموشنل بلیک میل کرتی رہے..... سو..... اب گل کی باری تھی.....

مومی سمجھانے سے سمجھنے والی ہوتی..... تو..... سعد کو لاہور نہ جانا پڑتا..... تو چلیں دیکھتے ہیں، کس کی چلتی ہے..... مومی کی یا مومی کی ممی کی.....؟

☆☆☆

وہ لوگ گھر شفٹ کر رہے تھے۔ سامان اٹھایا جا چکا تھا..... گل بار، بار اپنی آنکھیں صاف کر رہی تھیں۔

سعد بھی دل گرفتہ تھا..... البتہ عائلہ کچھ بہتر نظر آتی تھی۔ اس کی جذباتی وابستگی کا حال وہ نہیں تھا جیسا گل اور سعد کا تھا۔ حسیب مرد تھے، ضبط کرنا جانتے تھے، دل پر کیا گزر رہی تھی یہ اللہ ہی جانے..... اور مومی..... اس نے ایک، ایک کمرا گھوم کر دیکھا، ہر اس جگہ کو چھو کر محسوس کرنا چاہا جہاں کبھی اس کا بچپن تھا۔ اپنے باپ کے ساتھ بیتا وقت یاد کے دھوئیں میں لپٹا تھا لیکن..... اچھا ہوتا کہ وہ کچھ محسوس کر پاتی کوئی تکلیف، کسی درد، کسی دکھ کا احساس اس کے اندر جاگ پاتا۔ ایسا نہیں ہوا تھا..... نہیں ہو سکا تھا، وہ مجسم برف تھی اور سب سے زیادہ نارمل حالت میں بھی وہ ہی تھی۔ اور یہ ہی ابنارملٹی تھی رونا، دکھ محسوس کرنا، تکلیف کا احساس ہونا یہ سب فطری ہے اور وہ فطرت کے الٹ مظاہرہ کر رہی تھی۔ وہ..... وہ آج تک 'مجیب عالم' کو قصوروار جانتی تھی۔ وہ غلط تھے، انہیں اپنی جان نہیں دینی چاہیے تھی۔ انہیں اور ان کے بچوں کو حق تھا کہ وہ ایک نارمل زندگی جیتے۔ انہیں حق تھا کہ وہ اولاد کے سکھ دیکھتے اور اولاد کو حق تھا کہ وہ باپ کی شفقت کو انجوائے کرتے.. یہ جو اتنا سارا 'غلط' ہوا ان کی زندگیوں میں یہ سب 'مجیب عالم' کے ایک غلط فیصلے کی وجہ سے تھا۔ انہیں اپنی 'صرف اپنی جان بچانی چاہیے تھی۔ انہیں مومی اور سعد کا سوچنا چاہیے تھا۔ گل کے بارے میں خیال کرنا چاہیے تھا، ان (سخت الفاظ) سویلینز کا نہیں' مومی ناک تک تنفر سے بھری ہوئی تھی۔ اور یہ آج بھی پہلے دن کی طرح ہی تھی اور اسے شاید کبھی نہیں بدلنا تھا۔ مومی کو اب اپنی terms and conditions پر زندگی گزارنی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ terms and conditions اس کے طے کرنے کی چیز نہیں تھی، یہ اس کے کرنے کا کام نہیں تھا۔ وہ زندگی کو ایک حد تک خود قابو کر سکتی ہے اور حد کے باہر اس کا اختیار ختم.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded From Paksociety.com

پھر وہی ہوتا ہے جو 'وہ' چاہتا ہے... جو 'اسے' کرنا ہوتا ہے۔ 'کُن' کا لفظ نیا نہیں مگر جب یہ 'کُن' انسانی زندگیوں میں ایک 'حکم' بن کر داخل ہوتا ہے تو بے حد انجانا، حیران کُن اور ناقابلِ یقین سا لگتا ہے..... یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایسا تو کبھی ہونا ہی نہیں تھا۔ یوں تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ ایسا کیسے ہوگیا..... کس طرح ہے..... کیونکر.....؟ اور مومی کے لیے بھی ایک..... 'کُن' وقت کی ایک مقررہ ساعت میں قید کر کے رکھ دیا گیا تھا۔

اور جب وہ ساعت آئے گی تو تب مومنہ مجیب عالم جان لے گی کہ زندگی انہی طے شدہ terms and conditions پہ نہیں گزرتی..... نہ گزاری جاتی ہے۔

یہ معاہدہ ضرور ہے..... بس..... یہ فقط آپ سائن کر کے agree کرتے ہیں..... سب شقیں طے شدہ شرائط وضوابط لکھے ہوئے ہیں۔ اور آپ کو ماننا ہے، ماننا اور ماننا ہے..... تو کرلے مومی اپنی مرضیاں..... جتنی بھی اس نے کرنی ہیں..... چلالے اپنی..... جہاں تک وہ چلاسکتی ہے.....

اور جب وہ 'کُن' اپنی مقررہ ساعت میں آئے گا تو تب وہ 'کُن' صادر کرنے والے کی کبریائی جانے گی۔

☆☆☆

''تمہیں لاہور داخلہ نہیں لینا چاہیے تھا سعد..... اِ'' وہ اسکیم III والے گھر میں شفٹ ہوچکے تھے۔ سوسائٹی کے پارک میں اس وقت وہ دونوں چہل قدمی میں مصروف تھے..... دن بس ڈھلنے کو تھا۔

''تو..... تو کہاں لیتا.....؟'' سعد نے رک کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''پنڈی میں بھی تو اچھے کالجز ہیں ناں.....''

''تو پھر مومی آپ نے کیوں نہیں پڑھا.....؟''

اور وہ یک دم ٹھہر گئی اور ٹھہر کر سعد کو دیکھا۔

''بات میری نہیں ہورہی..... مائنڈ اِٹ.....''

''آپ اس موضوع سے بچ رہی ہیں اور کچھ بھی نہیں.....''

''تم میری بات کا جواب دو گے.....؟''

دوبارہ سے رک کر کولھوں پر ہاتھ رکھ کر وہ شدید خفگی سے بولی تھی..... مخصوص آپاؤں والا رعب.....

سعد نے مومی کی آنکھوں میں دیکھا.....

''ایک وہ تھی، جو آپ کی مرضی تھی..... اور ایک یہ ہے جو میری مرضی ہے۔'' وہ تلخ تھا..... یقیناً وہ تلخ ہوا تھا.....

''آپ نے اپنی منوائی مومی..... اس کے بعد سے..... مجھ پر لازم نہیں کہ آپ کی کوئی اور بات مانوں.....'' اور مومی بے اختیار ڈھیلی پڑی تھی۔

''ایک دن آئے گا سعد..... ایک دن آئے گا اور ضرور آئے گا..... جب تم میرے اس فیصلے کو سراہو گے..... تم کہو گے مومی! آپ بالکل ٹھیک تھیں..... مومی.....! آپ نے صحیح کیا..... جب تمہاری فیملی ہوگی..... تمہارے بیوی، بچے ہوں گے..... کوئی مومی جیسی بیٹی ہوگی..... تو تب..... ٹھیک تب ہی تم جانو گے کہ مومی نے صحیح کیا..... ٹھیک کیا..... یہ اب برداشت سے زیادہ تھا سعد.....'' وہ ایک دفعہ پھر سے ساتھ، ساتھ چل رہے تھے اور مومی کہہ رہی تھی۔

سعد نے ایک گہری سانس بھر کر آسمان کو دیکھا تھا۔ ان فضاؤں کو..... ان ہواؤں کو..... اسے مسخر کرنا تھا، چیر کے رکھ دینا تھا..... ان ہواؤں کو..... مگر.....

اس نے آسمان سے نظر ہٹا کر مومی کے چہرے کو دیکھا..... جہاں پر ملال تھا نہ کوئی شرمندگی وہ خود کو حق بجانب سمجھتی تھی..... کسی کی جان جیسی چیز کو چھین لینے کے بعد بھی وہ خود کو حق بجانب سمجھ رہی تھی۔ وہ ایسا کیسے کرلیتی تھی.....

اور سعد حیران ہو کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے یہ چیز سمجھنے کی کوشش میں تھا..... تو کیا اسے ذرا سا تھوڑا سا ملال بھی نہیں تھا..... ہاں..... تو..... وہ ایسے کیسے کرلیتی تھی.....؟ کیسے.....؟

''مومی..... اِدھر آؤ.....'' وہ مشی کے ساتھ بیٹھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کارٹون دیکھنے میں مگن تھی۔ جب حسیب نے قدرے سختی کے ساتھ اسے پکارا۔ وہ چونکے بنا اٹھی تھی اور جب وہ لاؤنج میں پہنچی تو عائلہ..... گل اور حسیب ان تینوں کی چبھتی ہوئی سخت نظریں اس پر تھیں۔

''ادھر آؤ..... بیٹھو.....'' اور اس نے بلاچون و چرا حکم کی تعمیل کی۔

''تمہاری ممی نے تمہیں ایک پروپوزل کے بارے میں بتایا تھا۔ میرے خیال میں چھ ماہ ہو چکے ہیں اس بات کو.....''

اور موی کے چہرے پر بے ساختہ ''اُف'' کے تاثرات ابھرے تھے۔

''آپ لوگوں کو میری بات آخر سمجھ کیوں نہیں آتی؟''

''تم سچ کہتی ہو..... ہماری سمجھ میں تمہاری بات بالکل بھی نہیں آتی..... اور اب تم وہ سمجھو جو میں تمہیں سمجھانے جا رہا ہوں.....'' چاچو نے اس کی بات کو چٹکیوں میں اڑایا..... اور یہ کیسے کیا جاتا ہے..... موی نے آج جان لیا تھا۔

''چاچو.....!'' وہ حیرانی سے بولی۔

''چپ.....'' وہ سختی سے بولے ''بس اب میں بولوں گا..... صرف اور صرف میں.....'' انگلی اٹھا کر اسے خبردار کیا گیا۔ وہ مزید حیران ہوئی.....

''یہ آج چاچو نے کیا کھالیا تھا؟''

''تیمور بے حد اچھا بچہ ہے..... ہمارے دیکھے بھالے لوگ ہیں..... رشتے دار ہیں..... میں، عائلہ، سعد اور تمہاری ممی سب اس پروپوزل کے حامی ہیں..... تم اپنے ذہن سے یہ بات نکال دو مومنہ..... کہ ہم تمہاری شادی خاندان سے باہر کریں گے..... مجھے یہ بتاؤ کہ خاندان سے باہر تمہیں ایکسیپٹ کون کرے گا..... تعلیم نہ سلیقہ..... جو کل اس نے بنایا تھا..... کیا تھا..... کون سے چاول.....؟'' بات کرتے، کرتے اچانک انہوں نے عائلہ سے پوچھا۔

''سنگاپورین رائس.....'' عائلہ نے محظوظ ہوتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں، وہ ہی..... سنگاپورین رائس.....'' لہجہ طنزیہ ہوا..... سنگاپورین رائس پر آکر..... ''وہ رائس تھے.....؟ وہ تو سنگاپورین کیا دیسی دلیا بھی نہیں تھا۔ حرکتیں دیکھی ہیں اپنی.....؟ اس کے بعد مجھے یہ بتاؤ ہم کیا کہہ کر تمہاری شادی کسی غیر خاندان میں کریں گے؟''

آج سے پہلے حسیب اتنے سخت کبھی نہیں ہوئے تھے..... اس سختی پر یقیناً انہیں مجبور کیا گیا تھا۔ کرنے والی بھی..... وہ خود ہی تھی.....

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس قدر سخت لہجے میں کہی جانے والی اتنی کھلی اور کڑوی باتوں کا کچھ تو اثر ہونا چاہیے تھا..... لیکن ہا..... وہ بھی مومنہ مجیب عالم تھی..... ہاں وہ مومنہ تھی.....

''مجھے کسی ملٹری مین سے شادی نہیں کرنی.....''

اس ساری تقریر کا جواب ایک جملے سے دیا گیا.....

عائلہ کی ''گھوری'' سخت تھی..... گل نے بے حد ضبط سے اپنے اٹھتے ہاتھ کو کنٹرول کیا تھا اور حسیب..... وہ محض اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

''موی.....! میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا تم کو کس سے شادی کرنی ہے اور کس سے نہیں..... میں تمہیں سوچنے کے لیے کچھ وقت دے رہا ہوں..... اچھی طرح سوچو اور پھر جواب دینا..... اور اب تم جا کر مستی کے ساتھ کارٹون دیکھ سکتی ہو۔''

صاف ''دفع'' ہو جاؤ والا انداز تھا۔ موی حاضرین پہ ایک کینہ توز نظر ڈالتے ہوئے اٹھی تھی۔ غنیمت تھا کہ خاموشی سے اٹھ کر گئی تھی۔

"she is a hard nut to crack"

حسیب اس کے جاتے ہی نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولے تھے۔ انہیں ذرا سی بھی اچھی امید نہیں تھی۔ وہ نہیں مانے گی..... وہ جانتے تھے..... مگر پھر بھی کوشش کرنے پر خود کو مجبور پاتے تھے..... وہ ان کی بیٹی کی طرح نہیں بلکہ وہ ان کی بیٹی تھی۔

☆☆☆

اور اس کے بعد..... اس کے بعد دن، ہفتوں میں بدلتے گئے..... اور ہفتے تیزی سے گزرتے گئے..... موی نے اس دفعہ ایک نیا ہی انداز اپنایا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اسے وقت دیا گیا تھا..... سو وہ وقت لے رہی تھی۔ اور کیا ہی خوبی کے ساتھ یہ کام سرانجام دے رہی تھی۔

سب خاموشی سے، صبر سے، ضبط سے اس کے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔ کوئی بھی اسے چھیڑ نہیں رہا تھا۔ حتیٰ کہ سعد بھی نہیں..... مگر وہاں پروا کسے تھی۔

وہ اپنی ہی دنیا میں مگن تھی..... مست تھی..... اور پھر اس دن..... اس دن گل کا پارہ ہائی ہوگیا۔ ضبط ختم ہوگیا تھا۔

وہ بڑے مزے سے اوپن کچن کے کاؤنٹر پر چڑھ کر بیٹھی باؤل میں سے فورک کی مدد سے تربوز کے ٹکڑے اٹھا، اٹھا کر کھا رہی تھی..... گل اپنے دھیان میں اوپر والے پورشن کی سیڑھیاں اتر کر نیچے آرہی تھیں..... اس پر نظر پڑتے ہی فشارِ خون بلند ہونے لگا تھا..... یہاں سب پریشان تھے اور وہاں اسے پروا تک نہیں تھی۔ ایک عدد تھپڑ اسے دے مارنے کی خواہش بڑی شدید تھی..... مگر.....

''موی.....؟'' کرخت انداز.....

''جی ممی.....!'' سکون سے جواب آیا۔

''بات سنو میری.....'' اسے اشارہ کرتے ہوئے وہ لاؤنج کی طرف بڑھی تھیں۔

وہ چھلانگ مار کر وہاں سے اتری اور اسی طرح سے فورک سے ٹونگ، ٹونگ کر کھا رہی تھی..... دھیان پورا باؤل پر..... کھاتے ہوئے اور چلتے ہوئے وہ لاؤنج تک آئی تھی۔

''بیٹھو.....'' گل نے تلملا کر اسے دیکھا..... اس کے ہاتھ سے باؤل چھین کر سامنے ٹیبل پر پٹخا۔

''آ.....'' اس کا منہ تک جاتا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔

''کھانا تھا تو مجھ سے مانگ لیتیں..... یوں چھینا کیوں؟'' وہ حیران تھی۔

گل نے دانت پیس کر اسے دیکھا اور پھر بازو سے پکڑ کر دھکا دینے والے انداز میں صوفے پر بٹھایا تھا۔

''مجھے جواب دو.....'' اور وہ ابھی تک حیران دکھتی تھی۔

''کون سا جواب.....؟'' معصومیت نے حیرانی کو ڈھانپا۔

''مجھ سے تھپڑ مت کھالینا موی.....'' ممی کا سرخ چہرہ دیکھ کر وہ ذرا سی سیریس ہوئی۔

''چاچو نے کہا تھا کہ سوچنے کے لیے وقت لو..... تو میں اپنا وقت ہی تو لے رہی ہوں۔'' شرافت سے کہا گیا۔

''مو..... می.....'' کاش کہ گل اس کو کچا چبا سکتیں۔

''کیا ممی..... کتنی دفعہ ایک ہی بات دُہراؤں.....؟ کیا ماتھے پر لکھ کر لگالوں..... بلیوی آپ میری کسی سویلین ریڑھی والے سے بھی شادی کر دیں گی ناں تو مجھے اعتراض نہیں ہوگا..... لیکن ملٹری مین..... نو..... نیور..... ایسا ہو ہی نہیں سکتا..... آپ کیا چاہتی ہیں.....؟ زندگی میں جب بھی میں اپنے پاؤں دوبارہ سے جمانے کی کوشش کروں تو وہ پھر سے اکھیڑ دیے جائیں..... پھر سے میں بے توازن ہو کر رہ جاؤں..... پھر سے وہ ہی دکھ، وہ ہی بے ترتیب زندگی..... پھر سے میں بے سہارا رہ جاؤں.....؟ نہیں ممی..... مجھے اب ایسی زندگی نہیں چاہیے..... مجھے اگر شادی کرنی ہی ہے تو پھر مجھے ایک نارمل، گھریلو لائف چاہیے..... ایسی لائف نہیں جس میں ہر لمحہ، ہر پل یہ ہی اندیشہ ہو کہ ابھی..... ابھی تابوت آیا کہ آیا..... بس مجھے کسی ملٹری مین سے شادی نہیں کرنی.....'' اس نے پہلی دفعہ زبان کھولی..... پہلی دفعہ سب بیان کیا..... وجہ بتائی گئی۔

گل حیرت، دکھ، شاک سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ آخر وہ ماں تھیں تو اب تک اسے سمجھ کیوں نہیں سکی تھیں..... وہ ہونٹ بھینچے چپ رہیں.....

''موی..... بہت سے ملٹری مین شادی کرتے ہیں..... گھر بناتے ہیں..... فیملی بناتے ہیں..... وہ یوں ہی نہیں مر جاتے..... وہ اپنے بچوں کو جوان ہوتا..... انہیں کامیاب ہوتا دیکھتے ہیں..... اور پھر بچوں کے بچوں کو بھی..... ایسا ہر کسی کے ساتھ نہیں ہوتا..... تمہارے ساتھ جو ہونا تھا ہو چکا بیٹے.....! اب ایسا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں ہوگا..... اللہ نے کیا تمہارے لیے دکھ ہی لکھ کر رکھ چھوڑے ہیں.....؟ نہیں بیٹے..... ایسا نہیں ہے..... ایسا نہیں ہوگا۔'' کچھ لمحوں کے بعد مدھم مگر نرم آواز میں وہ گویا ہوئی تھیں۔

موی ماتھے پر تیوریاں ڈالے سنتی رہی..... بات کے اختتام پر اس نے ایک گہری سانس بھر کر ماں کو دیکھا

''ممی.....!'' گل نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ چند لمحے ماں کی آنکھوں میں دیکھتی رہی.....

''دلیلیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں..... مجھے سمجھانے پر مجبور نہیں کر سکتیں..... I hate army... میں کسی بھی آرمی والے کے ساتھ زندگی گزار ہی نہیں سکتی..... مجھے نفرت ہے، کتنی ہے.....؟ کاش کہ میں دل کھول کر دکھا سکتی..... آپ خود سوچیں پھر میں ایک گھر کیسے بنا پاؤں گی..... فیملی کیسے ہوگی؟ میں کیسے ایسے کسی شخص کے ساتھ نبھا کر پاؤں گی..... ایک ایسا شخص جسے دیکھے، بنا جانے بنا ہی مجھے نفرت ہے تو پھر..... کیسے.....؟ کیسے؟ ممی..... کیسے؟ آئی ایم سوری ممی..... آئی ایم سوری ممی..... یہ نہیں ہو سکتا..... نہ ہوگا..... اس سے بہتر ہے کہ میں شادی ہی نہیں کروں.....''

اور گل نے بے حد تھک کر صوفے کی بیک سے سر ٹکایا تھا۔

کیا کریں وہ.....؟ کیا، کیا جا سکتا تھا۔ زبردستی کرنے سے تو رہے اب وہ..... مارنے سے بھی رہے..... یہ بھلا کون سا طریقہ ہوا.....؟ ایک آخری طریقہ بچا تھا..... وہ ہی آزمایا جا سکتا تھا۔

اور وہ تھا.....

''سعد.....'' اور اگر اس نے سعد کی نہ مانی..... سمجھو پھر کسی کی نہیں مانے گی۔

روئے زمین پر کوئی بشری طاقت ایسی نہیں تھی کہ جو اس سے ہاں کروا سکتی..... اگر کوئی یہ کر سکتا تھا تو وہ سعد تھا..... اس کے بعد کوئی نہیں.....

☆☆☆

اس کا اور ممی کا کمرا مشترک تھا..... ممی کب اس کے پہلو میں سے اٹھ کر گئی تھیں..... وہ نہیں جانتی تھیں۔ وال کلاک کی سوئیاں بارہ بج کر دس منٹ کا وقت بتا رہی تھیں اور وہ اوندھے منہ لیٹی..... بے سدھ سوئی ہوئی تھی..... اس کے پاس اپنا کوئی بھی پرسنل سیل فون نہیں تھا..... اسے بھلا کیا ضرورت..... البتہ کمرے میں ایک ایکسٹینشن ضرور موجود تھا۔

بیڈ کے بائیں جانب رکھی سائڈ ٹیبل پر ٹیلی فون سیٹ پڑا ہوا تھا۔

کھڑکیوں پہ پڑے بھاری پردے..... روشنی کو اجازت نہ دیتے تھے کہ وہ کمرے میں آئے اور کمرے کو روشن کرے..... دروازہ بھڑا ہوا تھا۔ کمرے میں نیم ملگجا سا اندھیرا تیر رہا تھا۔

موی کی سانسوں کی آواز تھی اور گھڑی کی ٹک، ٹک ایسے میں سائڈ ٹیبل پر رکھا فون بری طرح سے چنگھاڑا۔

موی کے سوئے ہوئے اعصابوں کو جھنجوڑتا..... بالآخر مجبور کرتا کہ وہ ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھائے۔

''ہیلو.....'' وہ نیند میں ڈوبی ہوئی ایک ہیلو تھی..... اور دوسری طرف موجود شخص نے تاسف سے بھری گہری سانس لی۔

''رات بھر آپ کوئی گھٹیا سی موی دیکھتی رہی ہیں کیا.....؟'' آواز سن کر اس کے ہونٹوں پر اچانک مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ وہ سیدھی ہوئی..... آنکھیں مسل کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔

''ہاں.....'' اور ایک عدد جمائی کے ساتھ جواب دیا گیا۔

''کون سی.....؟''

''چھوڑو..... تمہیں بتانے والی نہیں ہے۔''

''آپ بہت خراب ہیں.....''

''تم سے ذرا کم.....''

وہ ویک اینڈ تھا۔

''میں موی کے حوالے سے بات نہیں کر رہا ہوں؟''

''تو.....؟''

''آپ ممی کو کوئی سکون..... کوئی سکھ نہیں دے سکتیں موی.....؟''

''ہائیں..... یہ تمہیں صبح، صبح کیا ہوا ہے.....''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''دوپہر اپنا آغاز کر چکی محترمہ.....!'' اس کا لہجہ طنزیہ ہوا۔

''سعد.....! بور مت کرو یار.....'' اس نے ایک اور جمائی لی تھی۔

''آپ کو لگتا ہے کہ ممی نے کم دکھ دیکھے ہیں..... تو ٹھیک ہے کرتی رہیں اپنی مرضی..... پھر سے انجائنا کا اٹیک ہوگا انہیں..... مومی پلیز..... کوئی ایک سکھ تو ممی کے نام کر دیں۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

''کیا تم نے بھی رات کوئی ایموشنل، گھٹیا مووی دیکھی ہے؟'' اب کہ جمائی کو روکتے ہوئے پوچھا گیا۔

اور یہ تھا جواب..... سعد کو رہ کر غصہ آیا تھا۔

''آپ بے رحم ہیں مومی..... آپ سفاک ہیں..... آپ نے میری زندگی بھی برباد کر دی..... آپ ممی کو بھی ہمیشہ پریشان ہی کریں گی..... آپ کسی کو، کوئی بھی سکھ نہیں دے سکتیں..... you are sick momi ...sick'' اور وہ بھڑک اٹھا تھا..... مومی چپ ہو کر سنتی رہی.....

''بس یا کچھ اور.....؟'' بڑا سپاٹ سا انداز تھا۔

اور جواباً سعد نے طیش سے فون پٹخ دیا تھا۔

مومی نے چونکے بنا..... بیزار سے انداز میں ریسیور کو کان سے ہٹایا اور چند لمحے دیکھتی رہی۔

اور پھر کریڈل پر ڈال دیا تھا۔

ایک انگڑائی لے کر وہ بستر سے اتری..... بھاری پردے ہٹائے..... کھڑکیوں کے پٹ کھولے..... تو روشنی کو اجازت مل گئی..... کمرا پوری طرح روشنی میں نہایا تھا..... باہر سورج کی تمازت پھیل چکی تھی۔

اس نے پھر سے ایک انگڑائی لی..... منہ کھول کر جمائی لی اور پھر یک دم چونکی تھی۔ ان کا گھر کارنر پلاٹ پر تعمیر ہوا تھا اور اس گھر کے دوسرے پورشن کی کھڑکی سے 60° کے زاویے پہ نظر آنے والا وہ گھر..... مومی کے چونکنے کا باعث بنا تھا۔

اس کا architecture بہت شاندار تھا..... وہ گھر مین سڑک کے دوسری طرف بنا ہوا تھا۔ اور اس کی مخصوص ریڈش براؤن ٹائلز اور ان ٹائلز کو ڈھانپتی سبز بیلیں کسی کی بھی توجہ یوں ہی کھینچتی تھیں جیسے کہ مومی کی کھینچی تھی۔

''کسی باذوق سے انکل نے بنوایا ہوگا..... یہ چاچو بھی ناں نہایت ہی بدذوق ہیں.....'' اسے اچانک اپنے گھر کی فرنٹ وال پر لگی ٹائلز چبھنے لگی تھیں..... وہ بے حد خوب صورت گھر تھا۔

☆☆☆

''بھابی! وہ نہیں مانتی تو آپ ہی مان جائیں..... خاندان سے باہر کوئی پروپوزل دیکھ لیتے ہیں۔''

''کیسی بچوں جیسی باتیں کرتے ہو حسیب! یہاں ایک نئی پریڈ شروع کروالوں..... ایک آرہا ہے، دوسرا جارہا ہے اور اس کا تو جیسے تمہیں پتا ہی نہیں..... جتنی منہ پھٹ ہے ناں تم لکھوالو مجھ سے..... خود چلتا کر دے گی گھر آئے لوگوں کو۔'' انہوں نے بیزاری سے کہا۔

''لوگوں کی ڈیمانڈ دیکھی ہیں، سنی ہیں کبھی؟ ماڈرن، ویل میینرڈ، ویل ایجوکیٹڈ، خوب صورت..... چلو اور کچھ نہ ہو کسی اچھی پوسٹ پر تو ہولڑ کی..... اور ہماری مومی..... ہماری مومی کہاں کھپے گی حسیب.....؟ اس کی شخصیت پہلے ہی بہت مسخ ہو چکی ہے مزید کی متحمل نہیں ہو سکتی میں نہ وہ۔'' وہ تیز، تیز بولتے ہوئے یک دم دھیمی پڑی تھیں۔

''تو اب کیا کریں؟ ذاکرہ کے سسر کئی دفعہ فون کر چکے ہیں۔'' حسیب تھوڑے پریشان تھے۔

''تم..... تم بات کرو اس سے۔''

''میں کر کے دیکھ چکا..... آپ جانتی تو ہیں۔'' وہ زچ نظر آئے۔

''نہیں..... ویسے نہیں..... ایموشنل بلیک میلنگ بالکل اسی طرح سے جس طرح سے وہ کرتی ہے۔'' چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ مضبوط لہجے میں بولی تھیں اور حسیب..... حسیب نے انہیں حق دق ہو کر دیکھا تھا۔

''یہ بھلا اب کیسے ہوگا.....؟'' اور ان کا پورا چہرہ ایک سوال نظر آتا تھا۔

(باقی آئندہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

میں ایک عورت ہوں

نمرہ ملک

روز، روز ایک ہی بات وجہ تنازعہ بنتی تھی اور وہ بھی سعد بلوچ کی خالص مردانہ سوچ..... یوں تو وہ اِک مذہبی آدمی تھا، مذہبی فیملی سے تعلق رکھتا تھا۔ اپنے معاملات میں بہت کھرا تھا۔ لین دین ہو یا کوئی اور معاملہ..... اپنی فیملی خصوصاً ماں، باپ سے شدید محبت کا دعویٰ رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ، ساتھ اپنی کلاس فیلو حمنیٰ اعوان سے اسے بے لوث محبت بھی ہوگئی تھی جس کی اخیر اُن کی شادی پر ہوئی تھی۔ بہت ہی پیارا سا اِک بیٹا بھی ان کی گود میں کھلکھلانے لگا تھا۔

حمنیٰ بالکل ویسی ہی روایتی سوچ کی حامل لڑکی تھی جیسے کہ ہمارے ہاں کی عام..... مشرقی عورتیں ہوتی ہیں۔ ایسی مخلوق کے لیے گھر اور شوہر ہی پوری دنیا ہوتے ہیں۔ حمنیٰ کو بھی اپنے شوہر اور بچے سے عشق تھا۔ اپنے مجازی خدا کی تابعداری کے ساتھ، ساتھ وہ اپنے واجبات اور فرائض کی ادائیگی کا ہر ممکن خیال رکھتی، حقیقی خدا کی محبت میں بھی پور، پور ڈوبی ہوئی تھی۔ سعد بلوچ اگرچہ محبوب شوہر تھا مسئلہ اس کی ہزار ہا خوبیوں میں اِک بڑی خامی اس کی خالص مردانہ سوچ تھی۔ وہ غصے میں ایک منٹ میں اگلے بندے کی ذات کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیتا تھا اور سب سے افسوس ناک بات یہ تھی کہ وہ ہمیشہ خود کو اپنے اس عمل میں حق بجانب بھی سمجھتا تھا۔

وہ جب ذرا سا بھی اپنے خلافِ مزاج بات پر غصے میں آتا تو ماں، باپ بھی سہم جاتے..... کیونکہ وہ تو ماں اور باپ کو کھری، کھری سنانے سے نہیں چوکتا تھا۔ اس غصے سے والدین کے دل پر جو گزرتی سو گزرتی مگر حمنیٰ کے حساس دل پر بری طرح چوٹ لگتی کیونکہ..... بہرحال والدین کا اپنا رتبہ، اپنا مقام اور عزتِ نفس ہے جسے ملحوظ رکھنا ضروری ترین امر ہے۔

انہی دنوں اپنے حالات سے تنگ سعد کو دیارِ غیر میں اِک اچھی جگہ پر جاب مل گئی اگرچہ اس کی بیوی حمنیٰ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

بھی نوکری کررہی تھی۔ یوں وہ اپنے پیاروں سے دور چلا گیا۔ رابطے کا ذریعہ فون اور انٹرنیٹ رہ گیا تھا۔

محبتوں میں دراڑیں فاصلوں سے نہیں پڑتیں..... فیصلوں کی بات البتہ الگ ہے۔ اتنی دور ہونے کے باوجود سعد روزانہ کئی بار گھر کال کرتا بقول اس کے اسے بیوی سے عشق تھا۔ اس کے سوالوں کی نوعیت عموماً یہ ہوتی تھی۔

''ناشتا کیا ہے؟ طبیعت ٹھیک ہے؟ میڈیسن لے لی تھی؟ کھانا وقت پر کیوں نہیں کھایا.....؟ وغیرہ.....''

حمنیٰ اِک معروف ادارے میں ملازم تھی۔ میڈیا سے منسلک اس ادارے کا کام ہی سہ پہر کے بعد شروع ہوتا تھا۔ حمنیٰ گھر کا سارا کام ختم کر کے آفس کے لیے نکلا کرتی..... سعد کو اس بات پر اکثر اعتراض بھی ہوتا تھا کہ اس کی بیوی دیر سے گھر کیوں آتی ہے مگر وہ اس کے شوق کے سامنے اکثر مان جایا کرتا تھا۔ البتہ یہ جاننے کے باوجود کہ اس کی جاب کی نوعیت کیا ہے..... اور یہ کام دیر تک جاری رہنا ہوتا ہے۔ اس کی اکثر لڑائی یہی رہتی کہ وہ شام کو دیر سے گھر کیوں آئی.....؟

حمنیٰ کو اپنے لیے سعد کی فکر اور محبت کا شدت سے احساس تھا۔ مگر وہ شوق سے زیادہ مجبور تھی..... یہ بات اس نے شادی سے پہلے ہی سعد کو بتادی تھی کہ میرا یہ شوق ہی میری فیملی کے لیے سپورٹ ہے۔ مجھے اسے جاری رکھنا ہے۔ سعد نے تب اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا تھا۔

اِک نچلے درجے کے متوسط خاندان سے تعلق رکھنے والی حمنیٰ کو اپنے گھرانے کی خوشیوں کی بقا کے لیے یہ سب کرنا تھا کیونکہ سعد کی اپنی فیملی بھی مالی پریشانی سے دوچار تھی۔ اپنے گھر کو (دانے) مہیا کرنے، چھوٹے، بہن بھائیوں کی شادی اور بہتر مستقبل کے لیے ہی سعد کو دیارِ غیر میں بن باس کاٹنا پڑ رہا تھا۔ یہ بن باس اِک مجبوری تھا۔

آج کل واٹس ایپ پر رشتے داروں اور دوستوں کے گروپس بنانے کا کافی ٹرینڈ ہوگیا ہے سو سعد بھی کئی گروپس میں ایڈ تھا۔ اکثر چھوٹی، چھوٹی باتوں پر عادتاً لوگوں کی انسلٹ کرنا اور پھر تعلقات ختم کردینا سعد کی عادت بن چکی تھی۔ جاننے والے یا عزیز جب اس بات کا گلہ حمنیٰ سے کرتے اور وہ غلطی سے اس سے پوچھ بیٹھتی تو سعد کا جواب اسے پستیوں میں دھکیلنے کا سبب بن جاتا۔

''تمہیں شوہر کے بجائے فلاں زیادہ عزیز ہے تو جاؤ، اسی کے پاس چلی جاؤ.....''

حمنیٰ اس کی بات پر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھی کچھ بھی ہو، وہ سعد سے اور سعد اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔ سعد جب محسوس کرتا کہ اسی کی غلطی ہے تو وہ الٹا حمنیٰ پر الزام تراشی کرنے لگتا۔ انہی دنوں معمولی باتوں پر لڑنا سعد کا معمول بن گیا تھا۔ کچھ وطن سے دوری، زیادہ محنت اور کچھ خوامخواہ لوگوں سے الجھنے کی عادت..... حمنیٰ کا سر درد بڑھتا جارہا تھا۔ روز، بروز کی ٹینشن سے وہ بیمار رہنے لگی۔ مگر سعد کے معمول میں فرق نہیں آیا۔ وہ روزانہ لڑتا، شک کرتا۔ مگر یہ بھی ضرور پوچھتا کہ اس نے کھانا کھایا کہ نہیں.....؟ وہ اسے... بروقت میڈیسن لینے کی بھی تلقین کرتا..... اور عادتاً بات کو کہیں سے کہیں لے جاتا۔

''آج تم نے فیس بک پر فلاں بندے کی پوسٹ کو کیوں لائک کیا؟ کیا اس کی پوسٹ اتنی اچھی تھی کہ میری بیگم نے اسے لائک کیا.....؟ جیسا وہ بدتمیز اور دو نمبر ہے۔ اس کو لائک بھی ایسے ہی لوگ کرتے ہیں۔''

''سعد پلیز.....! تم مجھے بھی ایسا کہہ رہے ہو؟ کچھ تو خیال کیا کرو، کچھ تو سوچا کرو..... میں تمہاری بیوی ہوں۔'' وہ رو پڑتی۔

''تم ابھی اسے بلاک کرو..... یہ میرا حکم ہے۔''

آرڈر جاری ہوتا۔ حمنیٰ لڑتی، جھگڑتی مگر صرف اس کی خاطر اِک بندے کو بلاک کردیتی۔ بھلے وہ کتنا ہی اچھا کیوں نہیں ہوتا، اہمیت تو اس کے شوہر کی زیادہ تھی ناں، وہ جو محبوب بھی تھا۔

ایسی ہی اِک لڑائی میں سعد نے حمنیٰ کو فیس بک پہ بلاک کردیا۔ اس کا خیال تھا کہ سارے جہان کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرپٹ لوگ حمنیٰ کے فرینڈز ہیں، اسے شرم آتی تھی۔ جب اس کی نظریں کرپٹ لوگوں کی فہرست میں حمنیٰ کو دیکھتیں۔ وہ کیوں دوسروں کو لائک کرے آخر......؟

''تمہاری دوست عروہ نے میرے میسج تک کا جواب نہیں دیا اور تمہاری وہ کلوز فرینڈ ہے؟ وہ مجھے پسند نہیں، تم اسے بلاک کرو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں۔''

''اور تم کیا ہو؟ بیوی تو فوراً سے بری بن جاتی ہے جب وہ اپنے کسی کولیگ کی پوسٹ لائک کردے، اور تم جو میری فرینڈز کو ان باکس میسجز کرتے ہو تو وہ درست ہے۔'' وہ باقاعدہ لڑ پڑی تھی۔

''تمہاری فرینڈز سے میں کسی غلط مقصد کے لیے بات نہیں کرتا...... اور آخر میں اِک مرد ہوں، یہ بات ذہن میں رکھا کرو...... حمنیٰ! اگر تم چاہتی ہو کہ میرے دل میں رہو اور میرے ساتھ بھی تو تمہیں ایسے لوگوں کو بلاک کرنا ہوگا۔''

اور پھر وہ دوست بھی...... بلاک ہوگئی۔

''حمنیٰ میں تم سے دل و جان سے راضی ہوں، آلو یز لو یو......'' اور اندر ہی اندر کڑھتی، بلبلاتی اور روتی عورت ہمیشہ کی طرح ابنِ آدم کی ساری باتیں بھلا کر قربان ہوگئی۔ اس کا شوہر خوش تھا، دین و دنیا میں راضی تھا...... بس اور کیا چاہیے تھا؟

اِک دن گزرا، شام میں بہت محبت سے اپنے محبوب شوہر کو میسج کیا۔

''گھر کب آرہے ہیں؟ ہم سب آپ کو مس کررہے ہیں، خصوصاً میں......'' شرمیلی سی مسکان ہونٹوں پر سجائے، آنکھوں میں امید و حیا کے جگنو سمیٹے وہ فون پر اس کے جواب کی منتظر تھی۔

''گھر آنے سے بہتر ہے بندہ کسی اور گلی چلا جائے۔'' زیرِ لب بہت واہیات سا لفظ کہا تھا۔ جواب تھا کہ جلتا شرارہ...... جو اس کی روح کو بھی جلاتا گزر گیا۔

''شرر...... شررر......'' ضبط کا دامن پھٹ گیا تھا۔ شووں...... شووں...... کی آواز سے دل اِک دھواں بن گیا...... بنتا ہی گیا۔

''فلاں گلی...... کوٹھا......'' ہر طرف اِک ہی پکار تھی۔ ''اُف...... ف'' سائیں، سائیں کرتی ہوا نے کان تک چھید ڈالے تھے۔ حمنیٰ سعد اپنی سماعت کا دھوکا سمجھنے لگی۔ ''نہیں، نہیں یہ میرا وہم ہے، وہ مجھے یہ کیوں کہے گا۔'' وہ دوبارہ سے آنکھوں سے دھند ہٹاتی نام دیکھنے لگی۔ ''ہوسکتا ہے کسی نے کوئی افسانے کی لائن بھیجی ہو...... میرا محبوب شوہر! وہ ایسا کیسے سوچ سکتا ہے؟''

مگر وہم اِک تلخ حقیقت کے دیو کی صورت پھر دھاڑ رہا تھا۔

''جنوری کی سولہ، اپریل...... پندرہ...... انیس جون، اٹھائیس فروری...... یہ سب پوسٹیں دیکھو، تم نے ان سب غیر محرموں کی پوسٹ لائک کر رکھی ہیں۔'' کسی کی عبدالستار ایدھی کی صحت کے لیے دعا...... عالیہ کے بھائی کی صحت یابی پہ فنکشن، ثمینہ کے بھائی کی شادی کی دعوت اور...... اور...... اک معروف کالم نگار کا کالم...... اس نے یہ سب لائک کرنے کا جرم کر رکھا تھا ناں...... یہ سب دو سال پہلے کے لائکس تھے، مگر ابنِ آدم کو آج موقع ملا تھا...... کیا ہوا جو وہ اس وقت حمنیٰ اعوان تھی؟ یہ جرم تو اسی کا کیا ہوا تھا ناں......! اسے کس نے کہا تھا۔ ''وہ عشق میں تباہی دیکھے؟'' اور زندگی میں پہلی بار ''حمنیٰ سعد بلوچ'' نے اپنے محبوب شوہر سے واپس ''حمنیٰ اعوان'' رہنے کا مطالبہ کردیا۔

''آج تم نے میرے کردار پر حملہ کیا ہے، آج تم نے اِک عورت کی نسوانیت کو للکارا ہے...... مجھے نہ تو تمہاری کمائی میں سے کچھ چاہیے اور نہ ہی تم سے تمہارا بچہ مانگوں گی۔ بس مجھے اپنے نام سے الگ کرنے کی نوید سنادو...... جس مرد نے میرے جذبات کا، میرے دل کا میرے کردار کا خون کر ڈالا...... میں اسے دل سے معاف کرتی ہوں۔ مگر جس مرد کے لیے اس کی بیوی، سے کوئی کوٹھے والی بہتر ہے تو...... تو میں...... میں اس مرد پر لعنت بھیجتی ہوں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

..... یہ کہاں بچیں کہ دل ہے

رفعت سراج

بنی اسرائیل کا سونے کا بچھڑا آج ڈالر، پونڈ، یورو، درہم و دینار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔
دل جذبات کا استعارہ ہے مگر اب وہ دل کہاں...
سونے کے بچھڑے میں دل بھی سونے کا ہے...
دل کو روپا جاتا ہے، جگر کو پیٹا جاتا ہے...
کبھی ناقدروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے، یاریاں ٹوٹ جاتی ہیں۔
الزام تراشیوں کا ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو جاتا ہے۔
دل سے دل کو راہ بھی ہوتی ہے...
آج کا انسان یہ راہ سٹیلائٹ کے ذریعے search کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
دل اور سونے کا بچھڑا...
عبادات، معاملات...
جنتِ گم گشتہ کے بے دخل باسیوں کی ازلی کہانی...

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا
غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا
ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

قسط 9

چھوٹی اور تجربات سے عاری عمر.....
نہ دل کو سمجھانا آئے نہ عقل کے سمجھائے سے کچھ سمجھ آئے..... ابھی تو شوق نے آنکھیں مل کر انگڑائی لی تھی..... ابھی تو خود سے بھی نہیں کہا تھا کہ مجھے اس سے محبت ہو رہی ہے..... جس کا ایک عالم دیوانہ ہے..... جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگ ضروری کام چھوڑ بیٹھیں۔
اس نے لرزتے دل کو سنبھال کر ماہین کی طرف دیکھا تھا۔
یوں لگا رسوائی کا کوئی عذاب اترنے والا ہے۔
نہیں، نہیں..... وہ خود کو رسوا نہیں ہونے دے گی..... اسے پرنس اس لیے اچھا لگتا ہے کہ وہ سب ہی کو اچھا لگتا ہے..... یہ تو پرلے درجے کی جہالت و حماقت ہے کہ آپ کوئی خواب دیکھ کر اپنی پوری زندگی اس خواب کے نام کر دیں..... زندگی ہے کوئی مذاق تو نہیں..... کچھ عرصہ پہلے تک پرنس نہیں ملا تھا مگر زندگی بہت اچھی گزر رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

Downloaded From
paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

تھی..... کوئی خیال اس کے معمولات پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔

پھر اب کیا ہے.....؟ وہی دنیا، وہی معمولات و مصروفیات..... کسی بھی انسان کے احساسات اس کی اپنی ذمے داری ہوتے ہیں..... کسی کا کوئی قصور نہیں.....

دھچکا بہت شدید تھا۔

خود کو مرتب و منظم کرنے کی تگ و دو بڑی طاقت ور تھی..... پرنس چلتا ہوا اس کے قریب آچکا تھا اور اسے پتا نہیں چلا تھا کہ ایک تصویر دیکھ کر غیب سے جو مضامین نازل ہو رہے تھے وہ اسے زمان و مکان کی قید سے آزاد کیے ہوئے تھے.....

روح کائنات کے ان تمام راستوں پر سیر کناں تھی جو اسے لوحِ محفوظ کے ٹھکانے کا پتا دینے کے گمان میں مبتلا کر رہے تھے..... دل تڑپ کر جاننا چاہتا تھا کہ جس کے خواب دیکھے جا رہے ہیں وہ مقسوم میں ہے بھی کہ نہیں یا بغیر اجرت کی لاحاصل مزدوری ہے۔

پرنس نے اس کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کھنکھار کر متوجہ کیا تھا۔

سفینہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

پرنس کائنات کے روزن سے جھانکتی سفینہ کے لیے نقطہ برابر تھا..... وہ اسٹوڈیو میں اس کے قریب ہی کب تھی۔

ہزاروں نوری سالوں کی مسافت پر محیط کسی ستارے کے وجود کی طرح.....

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟'' پرنس فکر مندی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ چھ انچ کی بکھی میں بیٹھی دلہن بنی شہزادی اور برابر میں بیٹھے دولھا شہزادے کو بہت دلچسپی سے دیکھتی ماہین چونک پڑی۔

اس کے چہرے سے خوشی اور مسکراہٹ دونوں اڑنچھو ہو گئے..... وہ تقریباً بھاگتے ہوئے سفینہ کے قریب آئی تھی اور سفینہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ بغور دیکھا.....

''سفینہ، کیا ہوا.....؟''

سفینہ کو احساس ہوا کہ اس کا چہرہ اشتہار بن رہا ہے اور اس سے بھی زیادہ فکر یہ ہوئی کہ ماہین، زارا کا اسکیچ نہ دیکھ لے.....

''ارے کچھ نہیں..... بس ویسے ہی..... ہلکا، ہلکا سا سر میں درد ہو رہا ہے۔''

''رئیلی.....!'' ماہین نے تذبذب کی کیفیت میں پوچھا۔ پرنس نے سفینہ کی بات پر فوراً یقین کر لیا۔

''چلیے..... آپ کو فریش جوس پلاتے ہیں..... ہو سکتا ہے آپ تھک گئی ہوں.....''

''جی، جی..... یس..... آف کورس..... آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، آج میں نے واقعی بالکل بھی ریسٹ نہیں کیا تھا شاید یہی وجہ ہو گی۔''

سفینہ نے ماہین کا ہاتھ یوں پکڑا جیسے اس کی نہیں ماہین کی طبیعت خراب ہو اور تقریباً کھینچتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔

اس وقت خوفِ رسوائی آسیب کی طرح اس سے لپٹا ہوا تھا۔ حالانکہ بات اتنی خاص بھی نہیں تھی..... مگر ماہین کی چھیڑ چھاڑ پر اس نے بہر حال مسکرانے کا جرم تو کیا تھا ناں.....

''اُف..... توبہ..... کیا ہو گیا ہے تمہیں.....؟ مجھے کسی لاش کی طرح گھسیٹ رہی ہو۔'' ماہین واقعی کھنچتی جا رہی تھی۔

''لاحول ولا قوۃ!'' پرنس پیچھے چلتے ہوئے ماہین کے جملے سے محظوظ ہوا۔

"so funny....." وہ دھیرے سے ہنستے ہوئے بولا۔ اس کے دل کی کلی کھلی ہوئی تھی۔ قربتوں کی شبنم اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

تروتازہ رکھے ہوئے تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وقت کو روک لے جو ریت کی طرح ہاتھ سے پھسل رہا تھا۔

پرنس کی روحانی مسرتوں سے بے نیاز و بے خبر سفینہ ایک نیند کی سی کیفیت میں آگے بڑھتی جا رہی تھی..... اعلیٰ درجے کی مایوسی کی کیفیت انسان کے حواس معطل کر دیتی ہے..... اسے خود پر اختیار رکھنے کے لیے تمام تر توانائیاں یکجا کرنے کی جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی۔

پرنس کو اس کے انداز بہت غیر معمولی محسوس ہونے لگے..... پہلی، دوسری اور آج تیسری ملاقات..... اسٹوڈیو آمد سے پہلے اور اسٹوڈیو سے باہر نکلنے کے بعد..... کچھ ایسا تھا کہ جو بہت مختلف تھا..... اس نے سفینہ کے جس ٹھہراؤ اور متانت کو پہلی ملاقات میں محسوس کر کے اسے اپنی یادداشت کا حصہ بنایا تھا اور جو زیادہ تر اس ایج گروپ کی لڑکیوں میں خال، خال ہی دیکھنے کو ملتی ہے..... اس وقت وہ محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

یوں جیسے اس پر عجلت سی طاری ہو رہی تھی..... گویا بورڈنگ کاؤنٹر کلوز ہونے سے دو منٹ پہلے کوئی مسافر حواس باختہ بھاگتا ہوا دکھائی دے اور طیارے کے اڑان بھرنے کی حتمی تیاری مکمل ہو چکی ہو۔

''اُف اتنا زیادہ شرمانے کی کیا ضرورت تھی..... کہہ دیتیں پہلے کھانا پھر اسٹوڈیو..... اس لیے کہ خالی پیٹ تو واقعی غزل بھی مرثیہ لگتی ہے۔'' ماہین، سفینہ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

"its ok"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

''sure ڈنر ٹیبل بالکل ریڈی ہے..... آئیں وہیں چلتے ہیں۔'' لاؤنج میں داخل ہوتے پرنس نے ماہین کی بڑ بڑاہٹ سن کر قدرے شرمندہ، شرمندہ سے انداز میں ڈائننگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے کی سمت متعین کی۔

''اوہ نو..... مجھے تو بالکل بھی بھوک نہیں لگ رہی..... اسے تو بس یونہی فضول بولنے کی عادت ہے۔'' سفینہ، پرنس سے بھی زیادہ شرمندہ ہو کر کہہ رہی تھی۔

''does,n matter ڈنر تو کرنا ہی ہے..... اور تیاری بھی ہے..... میرا خیال ہے گرینڈ مام اور انکل حماد کتابوں کی دنیا میں سیر کرتے ہوئے گم ہو چکے ہیں..... انہیں یاد دلانا ہوگا..... خمارِ گندم مین فکشن ہے.....'' پرنس نے باوقار و لطیف انداز میں بات کرتے ہوئے ایک واضح نگاہ سفینہ پر کی.....

سفینہ خاصی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی..... یوں مسکرائی گویا کوئی دلچسپ لطیفہ سنا ہو اور طبیعت باغ، باغ ہوگئی ہو مشہور مقولہ ہے کہ مجرم دو گنا جھکتا ہے..... غیر ضروری تفصیلات میں چلا جاتا ہے..... جھوٹ بولنا آسان نبھانا رسے پر چلنے جیسا ہوتا ہے۔

وہ بھی دلی کیفیات چھپانے کے لیے اب سرگرم ہو چکی تھی..... منتظر تھی کہ ماہین یونہی کوئی احمقانہ سی بات کرے اور اسے زور سے قہقہہ لگانے کا موقع ملے..... تاکہ سب کو یقین ہو جائے کہ وہ بہت پُرسکون اور خوش باش ہے۔

تم پوچھو اور ہم نہ بتائیں ایسے تو حالات نہیں
ایک ذرا سا دل ٹوٹا ہے اور تو کوئی بات نہیں

کے مصداق باقی ماندہ وقت گزارنے کی جان توڑ کوشش میں لگ چکی تھی۔ آتے ہوئے پل، پل صدی کے برابر تھا اور اب جانے کا وقت ہزاروں صدیوں پر محیط لگ رہا تھا..... ہر گزرتا لمحہ نوکیلے کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔

پرنس نے مستعد ملازمہ کو حکم دیا کہ وہ گرینڈ مام کو جا کر بتائے وہ ڈائننگ میں انتظار کر رہے ہیں۔

ماہین اب سفینہ کی طرف دیکھنے کے بجائے ''طعام خانے'' کا پُرشوق انداز میں جائزہ لے رہی تھی..... طویل ٹیبل جس کے گرد بائیس کرسیاں لگی ہوئی تھیں..... سفید اور سنہری جگر جگر کرتی ہوئی دیوار میں نصب شیشے کی الماریاں، وکٹورین عہد کے قیمتی برتن..... برتنوں کے درمیان رکھے ڈیکوریشن پیسز، چھوٹے، چھوٹے گلدان جن میں مصنوعی پھول سجے تھے اندر قمقمے روشن تھے..... جن کی اضافی روشنی ٹیبل تک آ رہی تھی۔ ٹیبل کے عین اوپر معلق تین منزلہ فانوس جس میں درجنوں بلب روشن تھے۔

دریچوں پر پڑے بھاری سفید پردے جن پر چھوٹے، چھوٹے سنہری دائرے بکھرے ہوئے تھے

ایک کونے میں بڑی انوکھی و منفرد آرائش دکھائی دی..... سیاہ آبنوسی چھوٹی سی ٹیبل پر مٹی کا چولھا اور مٹی کی ہانڈی نظر آئی..... ہانڈی میں سچے موتی بھرے ہوئے تھے۔

چولھے میں صندل کی لکڑیاں بھری ہوئی تھیں..... جن کی مہک اندر داخل ہوتے ہی محسوس ہوتی تھی..... مگر اس وقت سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ مہک کہاں سے آ رہی ہے۔

لکڑی کی ڈوئی، لکڑی کے برتن بھی اس ٹیبل پر رکھے ہوئے تھے..... ٹیبل پر ایک چھوٹا سا پیتل کا فانوس معلق تھا جس کی روشنی میں ہانڈی میں رکھے ہوئے موتی چمک رہے تھے..... بہت ہی دلنشیں نظارہ تھا ماہین تو جیسے اس ٹیبل کے ساتھ ہی چپک گئی۔ جبکہ پرنس، سفینہ کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

سفینہ ایک عالمِ سزا میں تھی..... وہ نگاہیں جن میں ذرا سا تصور بسا تھا اسے ان نگاہوں کی توجہ کی چنداں ضرورت نہیں تھی.....

کھیل ختم ہو گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دورانِ سفر زادِ راہ گم ہو گیا تھا۔
پرنس اور چھابڑی میں امرود بیچنے والا اب ایک برابر تھے..... طلسم ٹوٹتے ہی..... حقیقت پتھروں کی طرح برسنے لگی.....
''آپ دونوں فرینڈز کی کیمسٹری بہت فرق ہے..... اور اتنی اسٹرانگ فرینڈ شپ..... amazing!''
پرنس کو بات کرنے کے لیے مناسب الفاظ سوجھ گئے۔
''یس..... آف کورس..... ڈفرنٹ کیمسٹری ہی..... attract کرتی ہے۔''
سفینہ ایک کشاکش سے فارغ ہو چکی تھی..... خواب و حقیقت کی جنگ سے نکل آئی تھی۔ اس مرتبہ جواب دیتے ہوئے اس کا فطری ٹھہراؤ اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ اس سے پیشتر پرنس جواباً کچھ کہتا لیڈی صوفیہ اور حماد حسین ہنستے ہوئے اندر چلے آئے۔
''کنفیوشس نے کہا ہے کہ.....

give a bowl of rice to man and you will feed him for a day.
teach him how to grow his own rice and you will save his life

(ایک آدمی کو ایک پیالہ چاول دے کر آپ اسے ایک دن کی خوراک دیتے ہیں لیکن جب آپ اسے تعلیم دیتے ہیں تو وہ اپنے چاول خود اگاتا ہے اور اپنی زندگی محفوظ بناتا ہے)'' حماد حسین بولتے ہوئے ٹیبل تک آئے تھے.....
"oh good God" لیڈی صوفیہ نے محظوظ ہوتے ہوئے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔
''its a wisdom تو آپ اپنی بیٹی کو چاول کی کاشت پر لگا رہے ہیں۔'' وہ اس کرسی پر فروکش ہو چکی تھیں جو اُن کی خادمہ خاص پیچھے گھسیٹ کر منتظر کھڑی تھی۔
''تعلیم ایک انسان کا حق ہے..... اس میں مرد عورت کا فرق..... میٹر نہیں کرتا..... بچوں کی ہیلتھ اور ایجوکیشن پر کمپرومائز نہیں کرنا چاہیے..... میں بس اتنا جانتا ہوں.....''
''آپ بہت اچھا جانتے ہیں..... I admire you'' لیڈی صوفیہ نے حماد حسین کو ستائش سے نوازا.....
دونوں کے آتے ہی کمرے میں انواع و اقسام کے کھانوں کی مہک پھیل گئی..... کچن اور ڈائننگ کے درمیان استادہ دیوار میں ایک کشادہ کھڑکی سے من و سلویٰ میز تک آنے لگا۔
کچن کے ملازمین ڈونگے، قابیں، ڈائننگ میں موجود ملازمین کو دے رہے تھے جو وہ بڑی پھرتی سے ٹیبل پر رکھتے جا رہے تھے۔
''حماد صاحب بسم اللہ کیجیے.....'' لیڈی صوفیہ نے آدابِ میزبانی نبھائے اور ایک ڈونگا اپنے ہاتھ سے ان کے سامنے رکھا۔
''تھینک یو.....'' حماد حسین نے مؤدبانہ شکریہ ادا کرتے ہوئے سالن اپنی پلیٹ میں نکالا۔
ماہین ٹیبل پر سجے پکوان کو پُرشوق نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے فیصلہ نہ کر پا رہی ہو کہ پہلے کیا لے.....
سفینہ نے بڑی متانت سے اپنی پلیٹ میں چھری کانٹا چمچہ رکھا اور ذرا سے چاول اور دہی بڑے لے کر کھانے لگی..... اسے پرنس کی نظروں کی تپش گرم کھانوں سے اٹھتی بھاپ سے زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔
مگر اب وہ خود کو ایسے قلعے میں قید کر چکی تھی جس کی دیواریں فلک بوس تھیں..... نظروں کے تیر و نیزے دیواروں سے ٹکرا کر ٹوٹ رہے تھے۔ اس نے بڑے جبر سے مسکرا کر پرنس کی طرف دیکھا.....
''آپ نے کچھ نہیں لیا.....'' اس نے پرنس کی خالی پلیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے خواب کی سی کیفیت میں محض

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس لیے بات کی کہ وہ خود کو یقین دلانا چاہتی تھی کہ وہ خود کو مکمل طور پر سنبھال چکی ہے۔

ماحول میں کانٹے چمچوں کی کھنکھناہٹ گونج رہی تھی..... پرنس نے فوراً اپنی پلیٹ میں سالن نکالا یوں گویا وہ سفینہ کی اجازت کا منتظر تھا..... اتنے خوب صورت ماحول میں تو وہ پہلی بار کھانا کھا رہا تھا..... ایک تصور مجسم موجود تھا۔

کسی ایسے نادیدہ سیارے سے محبت کی لہریں اس کے گھر پر برس رہی تھیں جس کی سرزمین پر صرف محبت کاشت ہوتی تھی..... جو اتنی طاقتور تھیں کہ کرۂ ارض کی تمام بدصورتیوں، خباثتوں کو پرے دھکیل رہی تھیں۔

☆☆☆

''میں سفینہ کو فیس نہیں کر سکتی..... اس کی آنکھوں میں چمکتی خوشی کو برداشت نہیں کر سکوں گی..... یقیناً وہ آتے ہی مجھ سے ملنا چاہے گی..... یہ بتانے کے لیے کہ وہ آج بے پناہ خوش ہے..... ہونہہ..... نام ہی کا تو پرنس ہے..... کون سا کسی اسٹیٹ کا پرنس ہے۔'' حالانکہ ابھی صرف رات کے ساڑھے نو ہی بجے تھے مگر زارا بار، بار پورچ میں جھانک رہی تھی۔

طے یہ ہوا تھا کہ جیسے ہی سفینہ گھر میں داخل ہوگی وہ لائٹس بجھا کر سوتی بن جائے گی..... سفینہ سے ہرگز بات نہیں کرے گی..... پرنس یا اس کے گھر میں ہونے والی دعوت آج تو کیا کبھی موضوعِ گفتگو نہیں بنائے گی..... اس لیے کہ اس کی قوتِ برداشت اتنی مثالی نہیں کہ کوئی اس کے سامنے بیٹھ کر پرنس کی قربتوں کی کہانی سنائے اور وہ آرام سے سن لے..... آٹھ بجے سے اندازوں میں کھیل، کھیل کر وہ نڈھال ہو چکی تھی۔

اب یہ ہو رہا ہوگا اب وہ ہو رہا ہوگا..... کھانے کی میز پر بڑے رومانوی نظارے ہوں گے.....

اور آج سفینہ تیار بھی تو بہت اہتمام سے ہوئی تھی..... اس کے ڈریس سے صاف پتا چل رہا تھا کہ اس نے کتنی سوچ بچار کے بعد لباس کا انتخاب کیا ہے.....

اس گھر میں پرنس کو کون جانتا تھا؟

میں اس کی پینٹنگز لائی تھی تو سب کو پتا چلا تھا کہ پاکستان میں کوئی کتنی خاموشی سے شہ پارے تخلیق کر رہا ہے۔

پبلک پراپرٹی ہونے کے باوجود پبلک سے دور، دور رہتا ہے..... سفینہ، ماہین کے گھر میں پرنس سے ملی تھی تو اس نے خاص طور پر مجھے بتایا تھا اس لیے کہ میں پرنس کو اس سے پہلے جانتی تھی..... اسے تو موٹی، موٹی کتابوں سے ہی فرصت نہیں.....

ہر وقت زیرو کی کراماتیں دکھانے سوچنے والے تو ویسے ہی بورنگ ہوتے ہیں۔

جو دولت کمانے کے اصول سیکھ رہا ہو..... اس کا رومانس سے کیا واسطہ اگر مجھے ساتھ لے جانا چاہتی تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا..... کہہ سکتی تھی کہ میری بہن آپ کی بہت بڑی فین ہے..... اس لیے ساتھ لے آئی.....

میں کیا ان کا سارا کھانا کھا جاتی.....؟

زارا کو ایک پل چین نہیں تھا..... نہ اٹھتے نہ بیٹھتے..... آخر ایسا کیوں ہو رہا تھا۔

کیا اسے سچ مچ پرنس سے محبت ہوگئی ہے؟ لیکن اسے محبت کون کہے گا.....؟ یہ تو پاگل پن ہے..... وہ تو اسے جانتا نہیں..... مانے گا کیسے؟

اس نے تکیہ سرہانے سے اٹھا کر پائنتی پر پٹخا..... اور اوندھی ہوگئی..... آگہی نہ ہونے کے باعث اپنے حسد و جلن کو صرف بے چینی کا نام دینے کی ہی اہلیت تھی۔

کوئی فرشتہ آ کر آئینہ دکھا دیتا کہ تم کوڑھ مغز و کور چشم و کم ظرف ہو حسد کی آگ میں جلنے والے کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے خود اپنی آگ میں جلتے رہتے ہیں..... بلکہ جل، جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس حال میں تو وہ فرشتے کو بھی ہمیشہ کے لیے چلے جانے کا کہہ دیتی جو اونگھی لیٹ کر بھی چین نہیں ملا تو اٹھ کر تکیہ دیوار پر دے مارا۔

☆☆☆

ماہین جان بوجھ کر سفینہ اور پرنس کو باتیں کرنے کا موقع دے رہی تھی..... اس بات سے بے خبر کہ کچھ دیر پہلے کھلے ہوئے پھول مرجھا چکے ہیں..... بہار آتے، آتے جیسے نگاہیں چرا گئی ہو۔

لیڈی صوفیہ، حماد حسین کے ساتھ کافی ٹیبل پر تھیں..... سفینہ اور پرنس چار نشستوں والے صوفے پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

ماہین کونے میں سجے ایک نادر ڈیکوریشن پیس کو دیکھنے کے بہانے سے اٹھ گئی تھی۔

سیاہ آبنوسی گھڑ سوار میان سے تلوار نکالتا ہوا ایک پاؤں رکاب میں دوسرا معلق..... اس کے سیاہ چہرے پر بڑی خوفناک سرخ آنکھیں تھیں۔ گویا غیظ و غضب کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

''تو پھر آپ اپنا بزنس سیٹ اپ ہی سنبھالیں گی۔'' پرنس نے سوال کرتے ہوئے بہت احتیاط سے سفینہ کے چہرے پر نظر دوڑائی تھی۔

''obviously..... بھائی تو کوئی ہے نہیں..... پاپا کی ڈیتھ کے بعد اماں ہی سب کچھ سنبھال رہی ہیں..... زارا کا مزاج ایسا نہیں کہ وہ بزنس چلا سکے.....''

''زارا.....؟'' پرنس کو دورانِ گفتگو ایک نیا نام سننے کو ملا تو چونک کر پوچھا۔

''جی..... میری چھوٹی بہن..... اس کی لائن فائن آرٹ کی ہے۔''

''oh good'' پرنس کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی۔

''فائن آرٹ..... بہت خوب صورت اور لامحدود جہاں ہے۔'' وہ سفینہ کی دلی کیفیات سے بے خبر سرخوشی کی کیفیت میں کہہ رہا تھا۔

اس کے لیے تو یہی بہت تھا کہ تصور مجسم بھی تھا اور متکلم بھی.....

''please dontmind آپ جیسی لڑکی نے بڑی پتھریلی زمین پر سفر کا ارادہ کیا ہے..... بزنس تو مردوں کو تھکا مارتا ہے..... اور آپ نازک سی لڑکی، میرے ذہن میں لڑکی کا تصور بس یہ ہے کہ اسے کرسٹل کی طرح سنبھالا جائے..... فنانس کی دنیا بڑی سخت اور بے رحم ہے۔ بہرحال یہ میرے خیالات ہیں..... بہرحال آپ دونوں بہنوں میں بڑا واضح فرق ہے۔'' پرنس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ سفینہ کے خیالات تبدیل کرنے کے درپے ہو..... اور اسے پہاڑ جیسے بوجھ سے نجات دلانا چاہتا ہو..... چاہنے کے باوجود نہ کہہ سکا..... کہ.....

''میں تمہیں ایسی لڑکی کے روپ میں دیکھنے کا خواہش مند ہوں جو ایک آنسو کے زور پر اپنی منوالیتی ہے..... روٹھ جائے تو چہار سو اداسی بکھر جاتی ہے۔ دل پر چلنے والی..... جو اپنے تھکے ماندے ساتھی سے چاند پر جانے کی فرمائش کر سکتی ہے.....

جو بچوں کی طرح بے ساختگی سے اپنے پیار کا اظہار کرے.....

نصیب سے ملنے والی بھرپور چاہت سے لطف اندوز ہو..... جسے اپنی خوش قسمتی کا ہمیشہ سو فیصد یقین ہو..... رنگین پیراہن اوڑھ کر خوشی سے پھولی نہ سمائے..... مہندی لگائے تو ایک، ایک کو دو کھائے..... عید کا چاند اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی شوقین..... خود کو نیند نہ آئے تو اپنے ہم سفر کو بھی جاگنے پر مجبور کرے..... جس کی ایک، ایک سانس زندگی کی توانائی چاروں طرف بکھیرتی ہو..... روحانی مسرت کا یہ عالم ہو کہ اس کی موجودگی میں بے جان اشیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی متحرک ہوتی محسوس ہونے لگیں۔
اسے سفینہ کو دیکھ کر بڑا ترس آرہا تھا.....
سرمائے نے اتنی دلنشیں لڑکی کو کسی حملہ آور کی طرح قابو کرلیا تھا۔
''آپ کیونکہ کتاب سے محبت کرتے ہیں اس لیے آپ کی عام سی بات میں بھی دلکشی ہے.....'' لیڈی صوفیہ، حماد حسین کو سراہتے ہوئے اپنی نشست سے اٹھ رہی تھیں۔
ماہین جو اَپ شوکیس میں سجے نادر روزگار قسم کے کھلونے دیکھ رہی تھی۔ دونوں کو کافی ٹیبل سے اٹھتا دیکھ کر اپنی رسٹ واچ دیکھنے لگی.....
''اوہ کتنا ٹائم گزر گیا اور پتا ہی نہیں چلا.....'' اس کی نظریں سفینہ پر جا ٹکیں اس کا خیال تھا کہ اس وقت اس نے ایک جاں نثار دوست کا کردار بخوبی نبھایا ہے اور سفینہ کو پرنس سے بات چیت کا بھرپور موقع فراہم کیا ہے..... لہٰذا اس وقت سفینہ کے چہرے پر روحانی مسرتیں نظر آئیں گی مگر اسے لگا کہ گویا پرنس کے مقابل بیٹھتے ہی پتھر کی ہوگئی تھی..... بالکل سپاٹ، بے تاثر چہرہ..... جیسے آرٹلری کا سپاہی ہتھیار اٹھائے محاذ پر چوکس کھڑا ہو اور تمام نفسانی جذبات پر قابو پا کر صرف جذبۂ شہادت سے معمور ہو..... مستعد، جذبات سے عاری چہرے کے ساتھ.....
ماہین کو لگا کہ شاید وہ اندازہ کرنے میں غلطی کر رہی ہے.....
جس کا نام سن کر چہرے پر گلابیاں بکھر جاتی تھیں..... اس وقت تو وہ مجسم اس کے سامنے تھا.....
چاہنے والوں کے لیے تو من کی گھڑیاں زندگی کا حاصل ہوتی ہیں.....
پرنس اپنی طرف سے اتنی ساری باتیں کر چکا تھا کہ اب سفینہ کا سرد رویہ اسے بھی محسوس ہونے لگا.....
دل پڑھنے کی باری تو بعد میں آتی ہے..... اسے تو آنکھیں پڑھنی بھی نہیں آتیں..... مزاج سوداگرانہ نہیں تھا سو اٹھتے ہوئے بھی ایک نگاہِ خاص سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ مگر سفینہ کا محتاط پروقار اندازِ نشست برقرار رہا۔
پرنس نے لیڈی صوفیہ اور حماد حسین کو اٹھتا پا کر جگہ چھوڑ دی تھی۔ وگرنہ وہ مزید ''صبرِ جمیل'' کا مظاہرہ کرنے کی استعداد رکھتا تھا۔
''do not do an immoral thing for moral reason(غیر اخلاقی حرکت اخلاقی جواز کے ساتھ نہیں ہونی چاہیے)
Thomas Hardy نے کیا خوب صورت بات کہی ہے۔''
"glad to meet you" حماد حسین کی بات پر لیڈی صوفیہ خوشی سے دہری ہوگئیں۔ ''واقعی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی..... میں نے اپنی زندگی کا پہلا ناول تھامس ہارڈی کا ہی پڑھا تھا..... کہتے ہیں اس کی تخلیقات میں ورڈزورتھ کا بہت گہرا اثر جھلکتا ہے۔ لیکن میں نہیں مانتی..... آپ تو جانتے ہی ہیں کہ جس کا نام ہوتا ہے اس پر ہر قسم کی تنقید بھی کی جاتی ہے..... ہارڈی کی اپنی ایک عظیم الشان رومانوی دنیا ہے۔''
لیڈی صوفیہ اور حماد حسین باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم کے عین درمیان آ کھڑے ہوئے تھے اور مرکزی فانوس کی روشنیاں براہ راست دونوں پر پڑ رہی تھیں۔ لیڈی صوفیہ موم کی گڑیا کی طرح محسوس ہو رہی تھیں.....
''ہارڈی کو پڑھ کر تو میں نے رومینس کو انجوائے کیا..... میں نے اپنے آپ کو پہچانا..... مجھے پتا چلا مجھے زندگی سے کیا چاہیے..... مگر..... مگر وہ تو یوں غائب ہوگیا..... جیسے بھادوں کی گھٹا میں چاند چھپ جاتا ہے..... romance تو میری زندگی میں آیا ہی نہیں۔'' لیڈی صوفیہ کی آنکھوں سے ٹپ، ٹپ آنسو گرنے لگے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اچانک ماحول بدل گیا۔

حماد حسین ہکا بکا رہ گئے...

پرنس تیزی سے آگے بڑھا اور لیڈی صوفیہ کے شانوں پر اپنا بازو پھیلا دیا۔ جس بات کا ڈر تھا وہی ہوگئی۔ زمانہ ان کے طرزِ زندگی کی چکا چوند دیکھ کر انہیں مغرور گردانتا تھا مگر پرنس ہی جانتا تھا کہ وہ لوگوں سے کیوں کم کم ملتے ہیں۔

''میں نے دیکھا خوشی سنہرے پر پھیلائے میری طرف آرہی تھی...... مگر اس ظالم نے پر ہی نوچ کر پھینک دیے۔''

سفینہ تو اپنی جگہ سے ہل کر رہ گئی...... اس کے صحیفۂ دل پر نقش سچے موتی جیسے حروف لیڈی صوفیہ کی زبان پر کیونکر آگئے......

ماہین گھبرا کر چھوٹی بچی کی طرح حماد حسین کے ساتھ چپک کر کھڑی ہوگئی۔

''کم آن گرینڈ مام...... شاید آپ تھک گئی ہیں۔'' پرنس، دادی کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اوہ...... سوری...... شاید ہم نے لیڈی صاحبہ سے کچھ زیادہ ہی وقت لے لیا۔'' حماد حسین بھی ان کی اشک باری سے شرمندہ و پریشان ہو کر کہہ رہے تھے۔

''اٹس او کے......'' لیڈی صوفیہ خود کو سنبھالنے کی کوشش بھی کر رہی تھیں، آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

''پرنس، آپ لیڈی صوفیہ صاحبہ کا خیال کیجیے اور ہمیں یہیں خدا حافظ کہہ دیجیے...... پلیز تکلفات میں جانے کی ضرورت نہیں۔''

حماد حسین، پرنس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بہت اپنائیت اور ہمدردی سے گویا ہوئے۔

''میں...... کب سے اس سیاہ گیٹ کے سامنے کھڑی ہوں...... میری عمر ایک سال بھی آگے نہیں بڑھی...... حالانکہ...... مجھے پتا ہے کہ اس سے ملنے کے لیے مجھے اس کے پاس جانا ہوگا...... وہ میرے پاس نہیں آئے گا...... وہ بوڑھا جہنمی...... تاج برطانیہ کا وفادار......''

''گرینڈ مام......'' پرنس نے قدرے شرمندہ انداز میں کن انکھیوں سے حماد حسین کی طرف دیکھا اور دادی کو خاموش کرانے کی کوشش کی......

سفینہ تو جیسے پتھر کا بت بن کر لیڈی صوفیہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ماہین نے دونوں ہاتھوں سے حماد حسین کا بازو دبوچ لیا تھا...... سب کی نظریں لیڈی صوفیہ پر جم کر رہ گئی تھیں۔

''سوزین......'' پرنس نے ملازمہ کو آواز دی...... جو فوراً ہی نمودار ہوگئی جیسے ہائی الرٹ ڈیوٹی پر متعین ہو۔

''مسٹر حماد حسین، رومی نے مجھے بہت detail میں describe کیا ہے، وہ کہتا ہے when I am silent I have thunder hidden inside'' (میرے اندر کرۂ ارض کو تلپٹ کرنے والے طوفان چھپے ہوئے ہیں......)

''آئی ایم سوری...... میں کسی کو بھی اچھی کمپنی دینے کی اہلیت نہیں رکھتی......'' سوزین نے لیڈی صوفیہ کا بازو بہت پیار سے تھام لیا تھا۔

''سوزِ عشق تو فطرت کی کرامت ہے...... ٹھیک ہی تو کہتے ہیں......

میں پاپن ایسی جلی کوئلہ بھئی نہ راکھ......''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سوزین ان کو تھام کر آگے بڑھ رہی تھی اور وہ بڑبڑاتی جارہی تھیں۔ جیسے ہی وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکلیں..... موجود ہر ذی نفس نے رکی ہوئی سانسیں سینوں سے آزاد کرتے ہوئے ایک دوسرے کا جائزہ لیا.....

''آئی ایم سوسوری.....'' پرنس نے معذرت خواہانہ انداز میں تینوں کو باری، باری دیکھا۔

سفینہ کی سابقہ کیفیات بخارات بن کر اڑ چکی تھیں..... ایک عالم تحیر نے اس پر غلبہ پالیا تھا..... ایسی گہری دبیز دھند..... جس کی چادر نے اسے ڈھانپا نہیں تھا اچھی طرح لپیٹ لیا تھا۔

''سوزِ عشق.....'' ایک ضعیف و معمر خاتون کے منہ سے یہ لفظ سن کر اس کے ذہن نے گویا کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔

اس عمر کے لوگ تو جوانوں کے منہ سے یہ الفاظ سن کر خفا ہوجاتے ہیں اور اس کو خرافات کہہ کر کام کرنے کی تاکید کرتے ہیں اور یہ نصیحت بھی کرتے ہیں کہ مصروف رہنے کی عادت ڈالو..... یہ فضول باتیں خالی ذہن میں شیطان ڈالتا ہے۔

مگر یہاں عجب نظارہ دیکھا..... بوڑھی عورت، سوزِ عشق میں جلتی دکھائی دی..... دل پگھل کر آنکھوں سے برستا دکھائی دیا..... وہ باہر جاتے ہوئے بھی رو رہی تھیں۔

حماد حسین نے مضبوط اعصابی اور شخصیت کی پختگی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے لیڈی صوفیہ سے متعلق پرنس سے کوئی بات نہیں کی..... اور پرنس کی طرف مصافحہ کرنے کے لیے بڑے باوقار انداز میں ہاتھ بڑھایا۔

''اجازت.....''

پرنس نے اپنے دھیان سے چونک کر ان کی طرف دیکھا.....

''آپ لیڈی صاحبہ کو look after کیجیے..... میری دلی خواہش ہے کہ کسی روز آپ لیڈی صوفیہ کے ساتھ تشریف لائیں۔'' سفینہ اور ماہین تو بالکل گم صم کھڑی تھیں۔ ایک دوسرے کو دیکھنے سے بھی گریز کررہی تھیں۔ مبادا ان کی کوئی خفیف سی حرکت بھی پرنس کی نگاہ میں آجائے۔

"oh sure" پرنس نے گرم جوشی سے حماد حسین کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر زور سے دبایا۔

وہ بالکل نارمل نظر آرہا تھا..... سفینہ کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش تھی مگر اس کے دیکھنے کو ماہین نے بھی دیکھنا تھا..... سو نظر کو لگام دی، دس منٹ پہلے کا ماحول تبدیل ہوچکا تھا..... بارش کی طرح برستی اداسی دلوں میں اتر رہی تھی..... سب کو خود پر اختیار تھا مگر اٹھتے قدم لاشعوری طور پر بوجھل تھے۔

حماد حسین کے بائیں طرف سفینہ اور دائیں طرف ماہین تھی..... پرنس نے جان بوجھ کر فاصلہ پیدا کرنے کی کوشش کی اور پھر چند لمحات کے وقفے کے بعد سفینہ کے پہلو بہ پہلو ہوکر چلنے لگا.....

اعلیٰ درجے کی مہک اس کے ملبوس سے اٹھ رہی تھی..... ایسی مہک جو حافظے میں رچنے کے بعد آسانی سے محو نہیں ہوتی..... قدرت کی بہترین صناعی.....

جو کبھی قابلِ تذکرہ بھی نہیں تھا..... پھر اس کا ذکر ہونے لگا..... شرف کی باتیں ہونے لگیں..... جس کے لیے بہشت تخلیق ہوئی پھر حوا کو وجود ملا.....

پھر جذب باہم کے خواص عطا ہوئے.....

سوزِ عشق کی آنچ میں جلے.....

بے اختیاریاں سرزد ہوئیں..... آنسوؤں کا شعور عطا ہوا..... ناقابلِ تذکرہ کا ذکر پر ذکر ہونے لگا۔

باہمی کشش کا اصولِ فطرت پوری قوت سے کارفرما تھا..... سفینہ دل کے ٹوٹنے پر مہر بہ لب تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پرنس دل آنے پر مطمئن تھا..... کہ کوئے یار اور سوئے منزل..... ایک ہی شاہراہ کے دو نام ہیں۔

سفینہ نے کار میں بیٹھنے سے پہلے پرنس کی طرف دیکھے بغیر زیر لب ''خدا حافظ'' کہا تھا..... اور کار میں بیٹھنے کے بعد دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ ماہین تو کسی چھوٹے سے معصوم بچے کی طرح محیر العقول منظر میں ابھی تک گم تھی..... دیکھنے کا انداز اچھا خاصا احمقانہ تھا..... جیسے اس کے خاموش سوالوں کا کوئی جواب دیئے دے..... حیرت سے جان چھوٹے تو کوئی اور بات سوجھے.....

☆☆☆

''پاپا مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آئی..... ریلی میں ڈر گئی تھی..... پہلے تو وہ بالکل نارمل لگ رہی تھیں..... پھر پتا نہیں ایک دم سے کیا ہو گیا.....'' ماہین کا پیٹ بری طرح پھولا ہوا تھا..... گاڑی پرنس کے گیٹ سے باہر آئی اور ماہین شروع ہو گئی۔

''اس میں ڈرنے، گھبرانے والی بات کیا ہے..... aged خاتون ہیں..... آج کل تو averge عمر 50,60 سال سے زیادہ ہوتی ہی نہیں ہے۔ لیڈی صاحبہ تو ماشاء اللہ سینچری کے قریب، قریب پہنچ چکی ہیں..... اس عمر میں تو بوڑھا، بچہ برابر ہو جاتا ہے۔'' حماد حسین بھی اگرچہ صورت حال سے متاثر ہوئے تھے مگر عمر کی پختگی کے باعث از خود کامیاب اندازے لگانے کی اہلیت رکھتے تھے۔ بڑی شفقت سے ماہین کو سمجھانے لگے۔

سفینہ ان دونوں کو سننے کے باوجود کچھ نہیں سن رہی تھی۔ کبھی زارا کا اسکیچ نظروں کے سامنے گھومنے لگتا کبھی لیڈی صوفیہ کی بے ساختگی اگر ماہین نہ ہوتی تو وہ سوال کیے بغیر گھر نہ آتی..... اور سوال یہی کرتی کہ یہ اسکیچ کیوں بنایا گیا ہے.....

کیونکہ دل دھوکا دینے پر تلا ہوا تھا..... شاید زارا نے اس روز آرٹ گیلری میں پرنس سے اپنا اسکیچ بنانے کی فرمائش کی ہو..... اور زارا سے کسی بھی قسم کی غیر معمولی یا احمقانہ حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔

لیکن پھر یہ اسکیچ پرنس کے اسٹوڈیو کے بجائے زارا کے بیڈ روم میں ہونا چاہیے تھا۔ ایک نئی دلیل نے اس کے لرزتے کانپتے دل کو پھر نڈھال کر دیا.....

''پاپا..... لیڈی صاحبہ کتنی ویل ڈریسڈ ہیں..... میچنگ جیولری بھی پہنتی ہیں۔'' ماہین ابھی تک لیڈی صوفیہ میں الجھی ہوئی تھی۔

''وہ میچنگ جیولری بھی آرٹیفیشل نہیں ہوتی..... وہ گھر میں بھی ہیرے جواہرات پہنتی ہیں۔'' حماد حسین نے معلومات میں اضافہ کیا۔

''گھر میں کون دیکھ رہا ہوتا ہے۔'' ماہین نے برجستہ اور تنقیدی انداز میں کہا۔

''لوگ اپنی دولت کو انجوائے کرتے ہیں..... بس..... اور تو کوئی وجہ نہیں۔'' حماد حسین حیرت میں ڈوبی بیٹی کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

''تم اتنی دیر سے خاموش بیٹھی ہو..... اتنے آرام سے ہضم کر لیا سب کچھ.....'' ماہین کو اچانک پہلو میں بیٹھی سفینہ کی خاموشی نے چونکا دیا..... اب کہنی مار کر وجہ جاننا چاہ رہی تھی کہ آیا تھک گئی یا حیرت سے پتھرا گئی۔

''تم بولو..... میں سن رہی ہوں.....'' سفینہ نے جبراً مسکرا کر اپنے چوکس ہونے کا ثبوت دینے کی کوشش کی۔

''تمہیں حیرانی نہیں ہوئی..... لیڈی صوفیہ صاحبہ اچانک رونے لگی تھیں..... اور ایک دم سے ابنارمل لگنے لگی تھیں۔''

''حیرانی تو ہوئی تھی، پریشانی نہیں ہوئی..... کیونکہ پریشان ہونے کا رائٹ پرنس کا بنتا ہے..... وہ پریشان نظر نہیں آئے تو میں نے سوچا میں کیوں فضول میں پریشان ہوں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حماد حسین کا قہقہہ بہت برجستہ و بے ساختہ تھا..... وہ سفینہ کے جواب سے خوب لطف اندوز ہوئے۔

''اُف..... پاپا..... یہ پوری دادی اماں ہے..... سیلف کنٹرول کمال ہے۔'' ماہین نے گردن موڑ کر سفینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اسی لیے مجھے تمہاری اور سفینہ کی فرینڈ شپ بہت عزیز ہے، یہ تمہیں بھی کنٹرول میں رکھتی ہے..... ایک طرح سے میرا برڈن شیئر کرتی ہے۔'' حماد حسین نے سفینہ کی طرف یوں دیکھا جیسے ایک باپ بہت پیار سے اپنی بیٹی کو دیکھتا ہے۔

''یہ بہت کمال شے ہے پاپا.....'' ماہین نے اپنا سر سفینہ کے شانے سے ٹکا دیا۔

''اُف..... میں کیوں چلی آئی؟ ان چند گھنٹوں نے تو میری ساری زندگی کو بدل کر رکھ دیا..... آج سے پہلے میں ہر پل خوش رہتی تھی..... اور آج کے بعد خوشیوں کے بہانے ڈھونڈا کروں گی..... مجھے کچھ محسوس ہو رہا ہے..... کچھ اچھا نہیں ہوا..... ایک سوچ ساتھ لگا کر لے آئی ہوں، اب اس تبدیلی کا تاثر مٹانے کے لیے کسی نئی اور بڑی تبدیلی کی ضرورت ہے..... لیکن یہ جانے بغیر مجھے چین نہیں مل سکتا کہ پرنس کے اسٹوڈیو میں زارا کا اسکیچ کیوں ہے؟'' وہ کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ ماہین بھی اب تھکن کی وجہ سے آنکھیں موند کر بیٹھی ہوئی تھی..... یا سفینہ کی خاموشی کو ''چپ رہنے'' کی درخواست گردان رہی تھی۔

''اشرف.....'' ''یہ نک شاپ پر گاڑی روک کر ٹھنڈا پلین واٹر لے آؤ.....'' حماد حسین، ڈرائیور سے کہہ رہے تھے۔

سفینہ نے سیٹ کی پُشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

''اللہ کرے زارا سو گئی ہو..... اس وقت میں اس سے کوئی بات کرنے کے قابل نہیں ہوں۔'' وہ سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

لیڈی صوفیہ میڈیسن کے زیر اثر جلد ہی گہری نیند میں چلی گئی تھیں۔ پرنس ان کے سونے تک ان کے پاس ہی رہا..... دونوں خادمائیں انہیں بچے کی طرح سنبھال رہی تھیں۔ پرنس ایک پُرشکوہ آرائشی کرسی پر بیٹھا بظاہر کمرے میں موجود نظر آ رہا تھا مگر روح اس کمرے سے باہر آزاد فضاؤں میں سیر کناں تھی۔

ہلکی سی پھوار پڑی تھی..... کچی مٹی کی مہک بھی چار سو پھیلی تھی..... مگر پھر ایسا کچھ ہوا تھا کہ فوراً ہی زوال کے وقت کی دھوپ کی شدت نے پھوار کے آثار مٹا دیے تھے۔

نہ وہ مسکراہٹ تھی نہ توجہ، نہ توجہ حاصل کرنے والی ادائیں.....

جب وہ آئی تو کھلا پھول لگ رہی تھی۔

جاتے سے اتنی گم صم تھی جیسے خوش خبری والا لفافہ راستے ہی میں گم ہو گیا ہو.....

ایسا نہیں تھا کہ پرنس بے بنیاد خیالات میں گھرا ہوا تھا۔ اس نے ان آنکھوں میں ایک جلی تحریر پڑھی تھی..... اور وہ تحریر اسے زبانی یاد تھی..... جیسے وہ سطحِ قرطاس پر بھی اتار سکتا تھا۔

''مجھ سے کچھ نہ پوچھنا..... بتا نہیں پاؤں گی..... اور نہ بتانے کا مطلب کہ میں نے حال دل کہہ دیا۔'' یہی لکھا تھا کہ اس کی آنکھوں کے چمکدار پردے پر..... وہ آنکھیں ہی تو کینوس پر اتارتا ہے..... کہ ہر طرح کے انسانی جذبات آنکھوں کے محتاج ہیں، نظر بچانا، نگاہ چرانا، نگاہ ملانا، ان محاوروں کے پیچھے پوری داستانیں چھپی ہوتی ہیں۔

وہ وقتِ رخصت وہ نہیں تھی جو وقتِ آمد نظر آ رہی تھی.....

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

کے مصداق دل میں کچھ چبھ رہا تھا..... جسے عرفِ عام میں بے کلی کا نام دیا جاتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خادمائیں تیز روشنیاں بجھانے کے لیے منتظر تھیں کہ پرنس اپنی خواب گاہ میں جائے تو بجھائیں۔

پیمانِ وفا سے پہلے پیمان لینے کی تڑپ ہوتی ہے..... موقع محل نکالا جاتا ہے، یہ بے قراری بہت پُرکیف ہوتی ہے..... لیکن..... اب یہ بے قراری بھی حرفِ غلط کی طرح مٹ گئی تھی۔

وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا تو عجیب سے خالی پن کا ادراک ہوا..... نہ پانے کی جستجو نہ کھونے کے اندیشے.....

☆☆☆

سماعتیں اتنی حساس تھیں کہ اس نے بند کمرے میں جان لیا کہ سفینہ واپس آگئی ہے۔ جلدی سے ٹیبل لیمپ بھی آف کردیا..... اسپلٹ کی مدھم سی آواز کے درمیان اس کی سانسوں اور سفینہ کے قدموں کی آہٹیں ہم آہنگ ہورہی تھیں۔

سفینہ کا بیڈروم اس کے بیڈروم کے عین مقابل تھا..... اس نے دروازہ کھلنے کی ہلکی سی چرچراہٹ سنی پھر دروازہ بند ہونے کا بھی اندازہ کیا..... کروٹ سے سکڑی ہوئی لیٹی تھی جیسے خدشہ ہو کہ سفینہ کسی سوراخ سے جھانک کر اندر کا جائزہ لے گی۔

اب اس نے ٹانگیں سیدھی کیں اور چت لیٹ کر سینے پر ہاتھ باندھے گہری، گہری سانسیں لے رہی تھی، نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

''میں کیوں اتنی کانشس ہورہی ہوں..... پرنس کے سوشل سرکل میں سفینہ سے زیادہ حسین و پُرکشش لڑکیاں ہوں گی..... اب سفینہ میں اتنی بھی کوئی بات نہیں کہ پرنس کا دل اس پر آجائے..... آج کچھ ڈھنگ کی ڈریسنگ کرلی تھی تو کچھ زیادہ ہی جچ رہی تھی..... non romantic بڑی عورتوں کی سی سنجیدہ باتیں کرنے والی۔'' معاً اس پر انکشاف ہوا..... آج سے پہلے اس نے سفینہ کا کبھی اتنی باریک بینی سے تجزیہ نہیں کیا تھا۔

اپنے تجزیے سے خاصی مطمئن ہوگئی تھی..... ایک طرح سے دل کو بڑی ڈھارس سی بندھ گئی تھی۔

موسم گرما میں بہترین تفریح
مئی 2017ء کا دلچسپ شمارہ

خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

مزید

خطوط کی محفل،
محفل شعر و سخن
اور
مرزا امجد بیگ کی کھوج کا نتیجہ

بھنور
پھولوں کی روش پر چلتے چلتے اچانک اس کا پاؤں جیسے بھنور میں آگیا..... ناقابل یقین واقعات پر مشتمل
سلیم فاروقی کے قلم سے آخری یادگار داستان۔

فتح مکرر
ڈاکٹر ساجد امجد کے قلم کی روانی.....
ابتدائی صفحات پر تاریخ کے گمشدہ واقعات کا تسلسل

شیش محل
قیامِ پاکستان کے خونیں واقعات اور بکھرے ہوئے خاندانوں کی المناک داستان کی ایک جھلک..... اسما قادری کے خیالاتی اڑان

وقت
نئے سلسلے میں تعارفی مراحل سے گزرنے والے کرداروں کے شب و روز اور ناقابلِ فراموش واقعات کی جھلک..... حسام بٹ کے قلم کا جادو

اس کے علاوہ
منظر امام، نعمان اسحاق، ڈاکٹر شیر شاہ سید،
سلیم انور، تنویر ریاض اور علی اختر کی خوبصورت تحریریں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پہلے اس نے دائیں طرف کروٹ لی..... مگر تسلی نہ ہوئی پھر بائیں طرف کروٹ لی اور آنکھیں موند کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

''thank God زارا سوگئی۔'' سفینہ نے کلچ، دوپٹا بیڈ پر اچھالتے ہوئے سوچا..... گھر میں داخل ہوتے ہوئے بس یہی ٹینشن تھی کہ زارا سے سامنا نہ ہوجائے اور اس کی بے سروپا دے تکی باتیں نہ سننے کو ملیں.....

مغز سے خالی سوالات کا خوف زیادہ تھا۔ جتنی دیر وہ خود کو سنبھالتی رہی تھی..... اب اپنے گھر کی چار دیواری میں پہنچ کر سکھ اور آزادی سے سانس لینا چاہتی تھی۔

اس کے پاس کوئی تہلکہ خیز خبر نہیں تھی..... جو وہ زارا کو سناتی..... جو اندوہ ناک خبر تھی وہ زارا کو سنانے والی نہیں تھی۔

وہ غیر ارادی طور پر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی..... آئینے کے عین اوپر روشن چھوٹی سی ٹیوب لائٹ کی روشنی اس کے چہرے کے تمام خدوخال آشکار کررہی تھی۔

جھریوں، لکیروں سے پاک صحت مند جوان چہرہ..... جو اس وقت دلی مسرت کی چمک سے عاری تھا..... پہلی نظر میں خود کو ہی اجنبی سا لگا، کشادہ روشن آنکھیں مغموم سی محسوس ہوئیں۔ اس نے اپنی ایسی تصویر کبھی نہیں دیکھی تھی۔

''شاید اماں میرا انتظار کررہی ہوں۔'' اس نے سوچا..... اور کلاک کی طرف دیکھا۔

''بات کرنے کو دل نہیں چاہ رہا..... میسج کردیتی ہوں کہ میں گھر میں ہوں۔'' اس نے تھکے، تھکے انداز میں قدم اٹھائے اور کلچ سے اپنا سیل فون نکالنے لگی۔

☆☆☆

''دیکھو سفینہ کے سامنے ایک اسکوپ ہے..... goal ہے..... مگر تم نے اپنی اسٹڈی کو بھی سیریس نہیں لیا.....'' تاجور اس وقت زارا کے بیڈروم میں تھیں اور خاصے آف موڈ میں اس سے مخاطب تھیں۔

ناشتے کی ٹیبل پر نوکر نے بتایا کہ زارا بی بی ناشتا دیر سے کریں گی، آج کالج نہیں جائیں گی۔

تاجور کی یادداشت کے حساب سے اس مہینے یہ اس کی پانچویں چھٹی تھی، کالج سے ایک بار فون بھی آگیا تھا کہ کالج کی پالیسی کے مطابق حاضری کا تناسب پچاسی 85 فیصد لازمی ہونا چاہیے ورنہ اسٹوڈنٹ کو ایگزام دینے کی اجازت نہیں ملے گی۔

امرا کے بچوں کی اس اکیڈمی کے اخراجات اچھے خاصے ہوش رُبا تھے۔ تاجور ہر ماہ ایک اچھا خاصا اماؤنٹ اس پر خرچ کرتی تھیں۔ ماہانہ فیس کے علاوہ، پٹرول کار کا خرچ..... اس کی پاکٹ منی..... دوستوں کی پارٹیز، آؤٹ ڈور کھانا، پینا..... وغیرہ، وغیرہ.....

اس کے باوجود وہ ایگزام نہ دے پاتی تو یہ سب تو حرام راستے گیا..... خود اپنے زورِ بازو سے کمانے والا خواہ مرد ہو یا عورت اپنی محنت کی کمائی کا زیاں برداشت نہیں کرتے۔

یہی وجہ ہے کہ گھریلو بیوی جو خاوند پر انحصار کرتی ہو اور اعلیٰ درجے کی پھوہڑ و بدسلیقہ ہو اس کی شادی شدہ زندگی کبھی پُرسکون و مستحکم نہیں ہوتی، وہ خاوند کو پیسہ بنانے کی مشین سمجھتی ہے جو ظاہر ہے انسان کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

وہ اپنا سارا ذہنی دباؤ بیوی کو منتقل کردیتا ہے..... کیونکہ قوتِ خرید پر قوتِ برداشت کا بھی دارومدار ہوتا ہے..... بیوی، خاوند کی بدمزاجی کے ڈھنڈورے پیٹنے لگتی ہے..... خاوند بیزار ہونے لگتا ہے..... محنت و مشقت کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صلہ، بدزبانی وذلت.....شادی خطرے کے نشان کے آس پاس چلنے لگتی ہے، بچے ہوں تو مصلحت نبھاتے ہیں جیسے ایک چھپر تلے بندھے ہوئے گائے، بیل.....سرمائے کا انسانی رویوں پر ہمیشہ سے بہت طاقتور اثر رہا ہے۔

تاجور سرمایہ ڈوبتا دیکھ کر بدمزاج ہورہی تھیں زارا کا خیال تھا وہ سفینہ کو ہمیشہ کی طرح اس پر فوقیت دے رہی ہیں۔

''don't worry.....اماں میں کوالی فائی کرلوں گی.....میری attendance خراب نہیں ہے۔ دو مہینے میں نے ایک بھی چھٹی نہیں کی اس مہینے پانچ ہوگئی ہیں، نو پرابلم.....'' اس نے اپنی بدمزاجی جھیلنے کے لیے تاجور کی طرف دیکھنے سے پرہیز کیا تھا۔

''میں تمہیں پریشرائز نہیں کرنا چاہتی.....اگر تمہارا دل اسٹڈی میں نہیں لگتا تو کوئی مسئلہ نہیں.....میں تمہاری شادی کردیتی ہوں۔'' تاجور بہت نرمی سے بات کررہی تھیں۔

زارا نے بری طرح چونک کر تاجور کی طرف دیکھا تھا۔

''شادی.....؟ مگر کس سے.....مجھے کسی نے پروپوز تو نہیں کیا.....پھر آپ میری شادی کی بات کیوں کررہی ہیں؟'' پہلے بدتمیزی سے بیڈ پر گری پڑی تھی اب مارے حیرت کے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور بکھرے بالوں کو بھی سمیٹ رہی تھی۔

''پروپوزل تو تم دونوں بہنوں کے آتے ہی رہتے ہیں.....مگر ظاہر ہے ابھی تم دونوں کی ایجوکیشن چل رہی ہے، میں ایکسکیوز کرلیتی ہوں۔'' تاجور اب اس کے چہرے کے تاثرات بغور دیکھ رہی تھیں.....ان کے خیال میں اس نے اپنی شادی کی بات میں بہت دلچسپی ظاہر کی تھی.....

''oh I see'' زارا نے ہونٹوں کو خاص ادا سے جنبش دی.....

''اگر تم ڈیسائڈ کرلو کہ نہیں پڑھنا.....تو میں آنے والے پروپوزل پر غور کرنا شروع کردوں گی.....اگر تم نے اوکے کردیا تو ایک مہینے کے اندر، اندر تمہاری شادی کرسکتی ہوں۔''

تاجور نے یہ کہہ کر جانے کے لیے قدم بڑھائے ان کے حساب سے مزید بات کرنا ایسا ہی تھا کہ سوت نہ کپاس کو بلی سے لٹھم لٹھا.....ایک سوچ اس کو دی تھی۔

اب ردِعمل دینے کی ذمے داری زارا کی تھی۔

تاجور نے بڑی فراست سے لاحاصل بحث ومباحثہ کا باب ہمیشہ کے لیے بند کردیا تھا.....

''سوری اماں.....آج چھٹی کرنے دیں.....آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔'' زارا نے یوں عجلت بھرے اور خوفزدہ انداز میں سوری کہا گویا وہ کمرے سے باہر نکلتے ہی کسی سے بھی اس کا رشتہ طے کردیں گی۔

تاجور نے پلٹ کر ایک نظر زارا کو دیکھا کچھ سوچا.....پھر آہستگی سے گویا ہوئیں.....

"its ok"

ان کے باہر جاتے ہی اس نے زوردار انگڑائی لی.....

''شادی.....''

ہر اٹھتی عمر کی لڑکی کا ایک سپنوں کا شہزادہ ہوتا ہے۔اس کے سپنوں کا شہزادہ تو اپنے نام کے ساتھ پرنس لگاتا تھا.....سچ مچ شہزادہ ہی تھا۔

وہ دھیرے سے مسکرائی مگر مسکراہٹ فوراً ہی غائب ہوگئی تھی.....وہ پرنس کو صرف سوچتی ہے اور سفینہ اس کے ساتھ کھانا کھا کر آئی ہے.....جو خیال میں اتنا قریب ہے کہ جب چاہے چھو سکتی ہے اور حقیقت میں اتنا دور ہے کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

Downloaded From Paksociety.com

درمیان میں ستاروں کے نوری سفر کے فاصلے ہیں، اس نے پڑھا تھا کہ جب ہم کسی ستارے کو دیکھتے ہیں تو اصل میں اس کی dust کو دیکھتے ہیں جو بتاتی ہے کہ صدیوں پہلے یہاں سے کوئی ستارہ گزرا تھا۔

شاید اسی تصور کو بنیاد بنا کر پچھلے وقتوں میں ایک فلم ''اسٹارڈسٹ'' کے نام سے بنی تھی..... ناقابلِ پیمائش فاصلوں کا تصور کرتے ہی مختلف خیالات آنے لگے..... اپنی حماقت کا ادراک ہوتے ہی دل بیٹھنے لگا..... وہ ہوا میں اڑتے پرندے کے پر باندھنے کی کوشش کر رہی ہے..... پاکستان کی دو فیصد اشرافیہ میں سے صفِ اول کا ایک گھرانا لیکن.....

لیکن پر وہ اٹک گئی..... انداز یوں تھا جیسے بچہ بازار میں غریب ماں سے مہنگے کھلونے کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہا ہو کہ ''یہی چاہیے.....'' کل کی تاریخ میں سفینہ سے بخیلس ہونا بھی پرلے درجے کی حماقت جہالت لگنے لگا.....

تاجور نے تو اس کی شادی کا ارادہ ظاہر کر کے گویا طوفان کا دھارا ہی موڑ دیا تھا۔

''میں ایک آئیڈیلسٹ ہوں..... میرا پارٹی ڈریس بھی ہفتوں پلان ہوتا ہے تب جا کر سلائی کی نوبت آتی ہے ایسے ہی شادی کر لوں.....؟'' اس نے گویا منہ چڑایا۔

''خود ہی کر لیں.....'' دماغ میں ہنڈیا پک رہی تھی..... کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو بڑبڑا کر ماں پر ہی غصہ اتار دیا اور آگے بڑھ کر دریچوں سے بلائنڈز سمیٹنے لگی۔

☆☆☆

''گوئٹے کی death اور میری پیدائش میں تقریباً ایک سینچری کا فاصلہ ہے شاید وہ 1832ء تک اس دنیا میں تھا..... اور شاید اس کو یاد رکھنے والے آج انگلیوں پر گنے جا سکتے ہوں..... ہاں جولٹر پچر پڑھتے ہیں ان کی میموری میں تو وہ رہتا ہوگا.....'' لیڈی صوفیہ جوس کا گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں..... پرنس جو چمکیلی صبح کے اجالوں سے بے نیاز ہنوز گزشتہ رات کے فسوں میں قید تھا اور غیر حاضر دماغی کے ساتھ پردادی کو اپنی موجودگی کا یقین دلانے کے لیے بلاوجہ مسکرا رہا تھا۔

''گوئٹے نے شاعری بھی کی..... نثر بھی لکھی اس کے صرف چار ناول منظرِ عام پر آئے.....''

''خیریت تو ہے آج بہت دنوں بعد آپ کو گوئٹے یاد آیا ہے.....؟'' پرنس نے بے دلی سے چائے کا چھوٹا سا گھونٹ بھرا۔

''یونو گوئٹے جرمن تھا..... اور میں جرمنوں کو کبھی اچھا نہیں کہہ سکتی.....''

''مگر گوئٹے کا جنگ میں کوئی قصور نہیں ہے..... جنگ تو اس کی death کے ایک سو پانچ سال بعد شروع ہوئی تھی۔''

''میں سیکنڈ ورلڈ وار کی بات کر رہی ہوں.....'' لیڈی صوفیہ نے وضاحت کی۔

''جی..... جی..... میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں.....'' پرنس نے بھی جلدی سے کہا..... اسے ناشتے کی ٹیبل سے اٹھ کر اسٹوڈیو جانے کی جلدی تھی۔

''فرسٹ ورلڈ وار تو میری پیدائش سے پہلے کی ٹریجڈی ہے..... اس کو تو میں بھلا چکی ہوں..... میرا نقصانِ عظیم سیکنڈ ورلڈ وار میں ہوا ہے..... میں نے دس سال کی عمر میں اپنے پیرنٹس سے چھپ کر گوئٹے کو پڑھا تھا..... وہ ایک intillectual تھا..... جرمنوں نے اس کی wisdom دھول کی طرح اڑا دی اور دنیا کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا.....''

''جی..... جی.....'' پرنس نے نگاہ بچا کر چھ فٹ طویل گھڑیال پر وقت دیکھا۔

''اس نے ایک جگہ لکھا ہے۔

every day we should have at least one little song, read one good poem, see one exquisite picture ,and if possible, speak a

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

...few sensible words'' (ہمیں چاہیے کہ روزانہ کم سے کم ایک مختصر سا گیت سنیں، کوئی اچھی سی نظم پڑھیں، کوئی شاندار سی تصویر ملاحظہ کریں اور اگر ممکن ہو تو چند معقول الفاظ بھی بول لیا کریں) یہ کہہ کر لیڈی صوفیہ نے بڑا کھنکھناتا ہوا نسوانی قہقہہ فضا میں بلند کیا۔

''کیا سمجھے تم.....؟'' وہ ہنسی پر قابو پا کر پرنس سے سوال کر رہی تھیں۔

''سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں گریٹ مام.....'' پرنس کی مسکراہٹ میں اعلیٰ درجے کا صبر اور قابلِ ستائش رواداری تھی.....

''یعنی کہ جرمن بائی برتھ احمق ہیں..... گوئٹے نے اپنی ہی قوم پر تنقید کی ہے..... یہ اتنے احمق اور جذباتی ہیں کہ کسی بھی وقت ساری انسانیت کو جنگ کی آگ میں جھونک سکتے ہیں.....''

''oh my God'' پرنس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا..... واقعی وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ گوئٹے کے حوالے سے پردادی کیا کہنے جا رہی ہیں.....

نفرت و محبت انسانی جذبات کے دو رخ ہیں..... دونوں کی قوت یکساں ہوتی ہے..... جس معیار کی محبت ہوتی ہے اسی معیار کی نفرت بھی ہو سکتی ہے..... محبت کی شدت جب منفی رخ اختیار کرتی ہے تو اسی قوت کا نام نفرت پڑ جاتا ہے..... جرمنی تو جنگی مجرم ثابت تھا ہی..... اسی حساب سے وہ لیڈی صوفیہ کا بھی مجرم تھا..... نہ وہ پولینڈ پر حملہ کر کے جنگ کا آغاز کرتا نہ ان کا محبوب ان سے جدا ہوتا.....

پرنس کے لیے یہ امر قطعی باعثِ حیرت نہیں تھا کہ انہوں نے رات کی ضیافت پر مدعو مہمانوں پر ابھی تک کوئی رائے زنی نہیں کی تھی..... اکثر وہ صبح کو اپنے محبوب شوہر کے تصور سے باتیں کرتی بیڈ روم سے برآمد ہوتیں اور گزری رات کو بھول چکی ہوتی تھیں۔

نمازِ فجر کے بعد آزاد اور قید دونوں اقسام کے پرندوں کو دانہ باجرہ ڈال کر ان سے درخواست کرتی تھیں کہ وہ ان کے مرحوم شوہر کے لیے دعا کریں۔

یہ بات پرنس کو تب سے معلوم تھی جب وہ صرف سات سال کا تھا۔

''میں ٹھیک گیارہ بجے آپ سے ملوں گا.....'' پرنس نے پردادی کو گہری سوچ میں ڈوبا پا کر موقع غنیمت جانا اور اٹھ کھڑا ہوا..... صبح مراقبے کے بعد سے وہ ایک غیر معمولی نظارہ کینوس پر اتارنے کے لیے بے چین تھا۔

اکثر یہ صورتِ حال ہوتی تھی، وہ ایک تخلیق کے کرب سے دوچار ہوتا تھا اور لیڈی صوفیہ اپنے محبوب معشوق شوہر کے تصور میں غرق..... دونوں ایک دوسرے کو اپنے ہونے کا یقین دلانے کے باوجود روحانی طور پر اس وسیع و عریض گھر کی حدود سے باہر ہوتے..... لیڈی صوفیہ خفیف سا مسکرائیں گویا یہ اجازت دینے کی ادا تھی۔

☆☆☆

''مسٹر امیر الدین.....'' انٹر کام پر تاجور کی آواز ابھری۔

''یس میم.....'' ساحل نے کی بورڈ سے انگلیاں ہٹائیں اور چوکس ہو کر ہمہ تن گوش ہوا۔

''میرے روم میں تشریف لائیں.....''

ساحل نے گھبرا کر سیتا کی طرف دیکھا جو کسی میل کی ہینڈ کاپی نکالنے میں مصروف تھی۔

''یا اللہ خیر.....'' وہ جل تو جلال تو پڑھتا اپنی جگہ سے اٹھا..... ''صبح صبح کیسے میری یاد آ گئی..... کہیں دوبارہ سے غصہ تو نہیں آ گیا.....'' وہ اعتماد مجتمع کرتا ان کے روم میں داخل ہوا تو دیکھا وہ اپنی کرسی چھوڑ کر جست کے لاکرز کے قریب کھڑی تھیں..... دو تین فائلیں ان کے ہاتھ میں تھیں اور چہرے پر تفکرات کی لکیریں.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"yes mam" اس نے مؤدبانہ سر جھکا کر طلبی کی وجہ جاننا چاہی۔

''امیر الدین..... بلیک ہارس کمپنی کی فائل شاید میرے بیڈ روم میں پڑی ہے ان کا ایم ڈی آج شیئرز کی ڈیٹیلز چھ ماہ بعد دینے آرہا ہے۔ ان کے ساتھ ایک میٹنگ بھی نہیں ہوئی..... میرے ذہن میں تو کچھ بھی نہیں ہے..... مجھے تو نئے سرے سے فائل اسٹڈی کرنا ہوگی..... آپ ابھی اسی وقت گھر جائیں..... بائیک پر نہیں میرے ڈرائیور کے ساتھ میری گاڑی میں..... اس لیے کہ اس فائل کا سوفٹ ویئر ریکارڈ بھی پتا نہیں سسٹم میں ہے یا نہیں بہت کانفیڈنشل ہے..... احتیاط اور ذمے داری سے وہ لے کر آئیں.....'' تاجور نے ہاتھ میں پکڑی فائلیں دوبارہ لاکر میں رکھتے ہوئے متفکر انداز میں گویا احکامات صادر کیے۔

''آپ کے سرونٹ کو کیا کہنا چاہیے..... یا آپ فون پر گھر میں میسج دیں گی.....؟'' ساحل متردد انداز میں گویا ہوا.....

''آج گھر میں دونوں لڑکیاں موجود ہیں، آپ کمپنی کا نام بتادیں گے تو دونوں میں سے کوئی بھی بیڈ روم سے لاکر دے گی..... ڈونٹ وری..... اینڈ ہری اپ..... سیکنڈ ہاف میں ہماری میٹنگ ہے، بہادر علی ہمارے ساتھ لنچ کریں گے.....''

وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے قدرے الجھی، الجھی اور غائب دماغی کی کیفیت میں گویا ہوئیں۔ ساحل فوراً ہی کمرے سے باہر آگیا۔

''آپ کہاں جارہے ہیں مسٹر ساحل.....؟'' سینا نے اسے تیز رفتار پایا تو حیرت سے پوچھا۔

''وہ دراصل مجھے بی ایم ڈبلیو مل گئی ہے..... ذرا سیر کرنے جارہا ہوں.....'' ساحل نے شانِ استغنا سے جواب دیا اور رک کر سینا کے تاثرات دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔

''ہے رام..... 800cc بھی نہیں..... 1000cc...! ابھی نہیں 1600cc بھی نہیں..... ایک دم سے بی ایم ڈبلیو.'' وہ حیرت سے آنکھیں پٹپٹا رہی تھی۔

☆☆☆

زارا لاؤنج میں بیٹھی ''منی سینما'' سے لطف اندوز ہورہی تھی..... دھیان سفینہ کی طرف تھا کہ دن چڑھ چکا تھا مگر سفینہ ابھی تک بیڈ روم سے باہر نہیں آئی تھی۔

''رات بھر جاگی ہے شاید..... اس لیے ابھی تک سو رہی ہے۔'' اس نے ریموٹ کو اٹھاتے ہوئے چاروں طرف نظر دوڑائی.....

اسی وقت کال بیل یوں گنگنائی جیسے پوپھٹتے ہی مندر سے گھنٹیوں کی آوازیں فضا میں پھیل جاتی ہیں۔

کسی طرف سے ایک ملازم باہر کی طرف جاتا دکھائی دیا.....

''کون آگیا.....؟ سب کو پتا ہے اماں اس وقت گھر پر نہیں ملتیں.....'' اس نے کوفت سے منہ بنایا اور انتظار کرنے لگی کہ نوکر آکر کیا بتاتا ہے..... لیکن نوکر سے پہلے سفینہ لاؤنج میں آگئی..... اس سے پیشتر دونوں ایک دوسرے سے ہمکلام ہوتیں نوکر کے ہمراہ ساحل اندر آتا دکھائی دیا جیسے ہی زارا کی نظر ساحل پر پڑی اچھل کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔

''کیوں آئے ہو..... تمہیں پتا نہیں اماں اس وقت آفس میں ہوتی ہیں۔'' وہ غضب ناک ہوکر پوچھ رہی تھی۔

''مجھے میم نے بھیجا ہے..... انہی کی گاڑی میں آیا ہوں.....'' ساحل کی نظریں زارا کی پشت پر کھڑی سفینہ پر جم کر رہ گئی تھیں۔

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

روما، رومی اور سالا کنفیوزڈ

فرحین اظفر

رمیز فون پر کسی سے ہنس، ہنس کر باتیں بگھار رہا تھا۔ وہ اس کے بیڈ روم کے دروازے میں جھری سی کھول کر زیرِ وزیرِ وسیون کی طرح جھانکتا رہا۔

”یقیناً وہی ہوگی۔“ دل جلی سوچ نے اسے بھی جلا کر رکھ دیا...... ”رمیز......!“ جھٹکے سے دروازے کو دھکا دے کر اس نے زور سے پکارا۔ فون میں گم رمیز کے ہاتھ سے سیل فون گرتے، گرتے بچا۔

”کیا ہوا...... کیا ہو گیا بھائی؟“ وہ عجب بدحواس

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

سا ہو گیا۔

''کچھ نہیں، میں کہہ رہا تھا..... موسم زبردست ہو رہا ہے، بیڈمنٹن کھیلیں۔'' اس کی آواز، انداز اور لہجہ سبھی نرمی میں ڈھل گئے۔

رمیز چند لمحے گھورتا رہا۔

''کنفیوزڈ ہے سالا..... خود کو بھی پتا نہیں چلتا کہہ کیا رہا ہے اور کر کیا رہا ہے۔'' وہ اسے دیکھتا ہوا دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔

''چلو.....'' چند لمحے اسے گھورنے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''ویسے تو اس وقت تم خود بھی موسم کی طرح ہی لگ رہے ہو..... چارمنگ اور ہینڈسم۔'' موسم واقعی اچھا تھا۔ وہ خود کو تعریف سے روک نہیں پایا۔ معیز دھیرے سے ہنس دیا۔

''ہاں کل رومی بھی تمہاری تعریف کر رہی تھی.....'' وہ دونوں باہر لان میں نکل آئے تھے۔ معیز کے دل میں شرارتی بلیاں میاؤں میاؤں کرنے لگیں۔

''اچھا کیا کہہ رہی تھی وہ.....'' خود کو بہت روکنے کے باوجود وہ پوچھ ہی بیٹھا۔ چشمہ بلاوجہ ہی سرک کر نیچے چلا آیا۔

''یہی کہ تمہارا بھائی تم سے زیادہ ہینڈسم ہے۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ ابھی فیصلہ کر لو..... یہ نہ ہو بعد میں سر پکڑ کر روتی پھرو..... وہ کچھ اور معاملات میں بھی مجھ سے زیادہ ہینڈسم ہے۔'' اس نے شرارت سے آنکھ دبائی اور شٹل کاک کو ریکٹ پر رکھ کر اس کی طرف اچھال دیا۔

''کیا مطلب.....؟'' وہ ہاتھ روک کر پوچھنے لگا۔

ہوا کے تیز جھونکے سے شٹل اُڑ کر مخالف سمت چلی گئی تھی۔ رمیز نے بے اختیار اپنی پیشانی سہلائی۔

''تھنگ یار.....'' پھر دھیرے سے بڑبڑایا۔

''میں نے بھی کس سے کیا بات کہہ دی۔''

''موسم اچھا تو ہے مگر بیڈمنٹن کے لیے نہیں.....'' اس کا دل فوراً ہی اکتا گیا۔ وہ ریکٹ لے کر کارنر پر رکھی کین کی چیئرز کی طرف بڑھ گیا۔ رمیز بھی کندھے اچکاتا پیچھے تھا۔

''تم صبح آفس اتنی دیر سے کیوں آئے تھے..... پاپا شکایت کر رہے تھے۔'' ریکٹ ٹیبل پر پھینک کر وہ کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

''سب تمہارا قصور ہے.....'' رمیز بے پروائی سے بول کر پھر موبائل میں گم ہو گیا۔

''میرا..... کیوں.....؟'' وہ ایک بار پھر ہونق ہوا۔

''نہ تم صبح، صبح آفس جاتے نہ انہیں مجھ سے شکایت ہوتی۔''

''واٹ ربش.....'' معیز ریلیکس ہو کر ہنس دیا۔

''اور کیا..... میں کتنے عرصے سے لیٹ جا رہا ہوں..... انہیں کبھی احساس نہیں ہوا اور تم ابھی ایک ہفتہ ٹائم پر گئے اور.....''

''انہیں تم سے صرف لیٹ آنے کی شکایت نہیں ہے۔''

''ہاں، ہاں میں امپورٹنٹ میٹنگز مس کر دیتا ہوں..... کلائنٹس سے نہیں ملتا..... پی آر بھی نہیں ہے۔ وغیرہ، وغیرہ.....''

''تو کیوں ہیں انہیں یہ سب شکایتیں تم سے..... تم ان کی اکلوتی اولاد ہو..... کل کو یہ سب بزنس تم نے ہی سنبھالنا ہے۔''

''نو لیکچر..... میں اگر ان کی اکلوتی اولاد ہوں تو تم کس مرض کی دوا ہو.....''

''میری بات الگ ہے.....'' اس نے مدبر بننے کی کوشش کی اور کوشش ناکام ہو گئی۔

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں.....'' اس نے تقریر کے انداز میں میز پر مکا رسید کیا۔ ''یہ لائف بہت چھوٹی ہے یار..... اور جوانی اس سے بھی چھوٹی..... اسے آفس کے خشک اور بور ماحول میں ضائع کرنے کے بجائے کسی رنگینی میں دل لگاؤ.....'' وہ پھر شرارت سے آنکھ مار رہا تھا۔

''کیا مطلب.....؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی معیز اسے چھیڑ بیٹھا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مطلب یہی کہ..... ایک تو کم زندگانی، اس سے بھی کم ہے جوانی.....'' اس نے بڑے موڈ میں گانا شروع کردیا۔ ''پیار دو، پیار لو.....''

معیز سے ہنسی ضبط کرنی مشکل ہوگئی۔

''پاپا نے ٹھیک کہا تھا..... تم سے بات کرنا بیکار ہے۔''

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔'' اس نے پھر بڑھ کر میز پر مکا مارا.....

''کیوں اس ٹوٹتی جوانی کو بیکار کے کاموں میں ضائع کررہے ہو..... تمہاری جگہ میں ہوتا ناں تو.....''

عین ممکن تھا کہ اس کی گفتگو اخلاقیات کے دائرے پھلانگ جاتی..... مگر فون بج اٹھا۔

''اوہ، رومی ڈارلنگ کی کال ہے.....'' وہ مسخرے پن سے بولتا لان کے دوسرے سرے پر چلا گیا۔

معیز کا موڈ پھر کھٹا سا ہوگیا۔

☆☆☆

اتوار کا دن تھا..... وہ معمول سے ذرا دیر سے سو کر اٹھا..... ڈائننگ روم سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔ وہ فریش ہوکر پہنچا تو وہاں وہ موجود تھی۔ اس کے قدم لاشعوری طور پر ٹھٹک سے گئے۔

''آؤ، آؤ معیز..... دیکھو روما آئی ہے۔'' ماما بہت خوش لگ رہی تھیں۔

اسے اُن کی اس قدر خوشی کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ ہاں لیکن اس کا اپنا دل بہت خوش تھا اس نے بہ مشکل اپنے تاثرات قابو کیے۔ ماما کچن میں جاچکی تھیں۔

''رمیز تو صبح بہت دیر سے سو کر اٹھتا ہے۔'' کافی دیر کی خاموشی کے بعد اس کے منہ سے ایک بے تکی بات نکل گئی۔

''جی..... آئی نو..... (میں جانتی ہوں) میں ویسے بھی اس سے ملنے یہاں نہیں آئی۔'' وہ اطمینان سے ناشتا کررہی تھی۔

''ایکچوئلی اٹالین مشروم آملیٹ مجھے بہت پسند ہے، وہی بنا کر لائی ہوں آپ بھی لیجیے ناں.....'' وہ بہت پُراعتماد انداز میں مسکراتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

معیز سے یہ اس کی دوسری ملاقات تھی۔

پہلی ملاقات کی پہلی نظر میں ہی معیز نے اسے دیکھ کر پسند کرلیا تھا..... لیکن کچھ دن بعد انکشاف ہوا کہ وہ اور رمیز ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ ہیں تو وہ چپ چاپ اپنی پسند سے دست بردار ہوگیا..... اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ یہ اس کی حد درجہ سادہ اور سیدھی فطرت کا نتیجہ تھا۔

اس وقت بھی وہ سامنے ہی بیٹھی تھی لیکن دل کے لاکھ مجبور کرنے کے باوجود وہ نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھا۔

☆☆☆

''کیا بات ہے، آج بڑے گم صم سے ہیں آپ؟'' وہ بڑی دیر سے اُن کا گم صم چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

''نہیں..... خیر گم صم تو نہیں..... بس بچیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔'' رضوان بیگ بولے۔

''تو..... اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔''

''ویسے سوچنے کی بات یہ ہے کہ تم کب بڑی ہوگی۔'' ان کا اداس لہجہ بیوی پر چنداں اثر انداز نہیں ہوا۔ البتہ وہ خود ضرور تپ گئے تھے۔ مسز رضوان کو ان کی بات تیر کی طرح لگی۔

''اللہ نہ کرے جو میں بڑی لگوں..... یہ تو آپ کا کامپلیکس بول رہا ہے اور کچھ نہیں..... ہزار بار کہا ہے کسی اچھے سیلون سے بال ڈائی کروالیں..... لیکن میری تو کوئی سنتا ہی نہیں۔'' انہوں نے لگے ہاتھوں کئی دکھڑے روڈالے۔

''کیوں، میں کیوں کروالوں..... مجھے کیا ہوا ہے۔'' انہیں اپنی بات بھول گئی۔

''لو بھول گئے..... پچھلے ہفتے مسز یاسمین ملک کے یہاں ایک بچی نے مجھے بھی روما اور رومی کی بڑی بہن بنادیا تھا۔ مجھ سے کہہ رہی تھی۔ آپ کی دونوں سسٹرز تو آپ کے پاپا جیسی ہیں، آپ شاید اپنی ماما پر پڑ گئی ہیں۔'' اپنی بات کا خود ہی حظ اٹھاتے ہوئے انہوں نے نزاکت سے قہقہہ لگایا۔ رضوان بیگ جلے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوئے کباب کے مانند انہیں گھورتے رہے..... کچھ واقعے زیست کا عنوان کیوں بن جاتے ہیں۔

''میں اپنی بیٹیوں کی بات کررہا ہوں..... کل کو پرائے گھر چلی جائیں گی..... کبھی واپس نہ آنے کے لیے۔''

''اللہ نہ کرے..... ایسے کیوں کہہ رہے ہیں۔'' وہ دہل سی گئیں۔

''یہ تو دنیا کا دستور ہے..... سب ہی بیٹیوں کو ماں، باپ کا گھر چھوڑنا پڑتا ہے لیکن آنا جانا تو لگا رہتا ہے..... کبھی واپس نہ آنے کے لیے کیوں کہہ رہے ہیں۔'' وہ خفا، خفا سی بولیں۔

''ہاں..... لیکن وہ بات تو نہیں رہتی ناں.....'' وہ ہنوز بجھے، بجھے سے تھے۔

''کیا بات ہے..... آج اس قدر سنجیدگی کیوں..... پہلے تو کبھی اس طرح نہیں سوچا۔''

''پہلے کبھی ایسا پروپوزل بھی تو نہیں آیا۔'' وہ ایک دم ہی ہشاش بشاش سے ہوگئے۔

''کیا مطلب.....؟'' توقع کے عین مطابق مسز رضوان چونکنا ہوگئیں۔

''سلطان مرزا کا ارادہ ہے اپنے چھوٹے بیٹے رمیز کے لیے کچھ دنوں میں آنے کا.....'' وہ مسکرانے لگے۔

''ہیں.....؟ کیا واقعی..... اور یہ اتنی اچھی خبر آپ مجھے اب سنا رہے ہیں، کمال ہے۔''

''ہاں تو آج ہی تو کہا ہے انہوں نے کہ بیگم اور بیٹے سے مشورہ کرکے بتائیں گے۔''

''لو..... انہوں نے بھی کسی سے پوچھا نہ گچھا اور بالا ہی بالا آپ سے ذکر بھی کردیا.....'' وہ ایک لمحے میں ٹھنڈی پڑ گئیں۔

''ارے نہیں، ایسی بات نہیں..... اصل میں تو وہ بیٹے سے پوچھ کر ہی بات کررہے تھے۔''

''اچھا پھر تو بہت خوشی کی خبر ہے، میرا تو بہت دل تھا کہ میری دونوں بیٹیاں اُن کے یہاں بیاہی جائیں..... ماشاء اللہ دونوں ہی لڑکے بہت ہونہار اور لائق ہیں۔ اور گھر کا ماحول بھی بہت اچھا ہے۔''

ان کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ اب وہ ان کے پاس سے اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا بیٹھی تھیں۔

''آپ نے بھی تو خواہ مخواہ روما کی ضد مان کر اسے ایم بی اے میں ایڈمیشن دلا دیا۔ ورنہ ابھی لگے ہاتھوں میں اس کی بات بھی کر ڈالتی۔'' اب وہ بات کرتے ہوئے اپنے منہ پر کچھ لگا رہی تھیں۔ اس عمر میں بھی انہیں اپنے فگر اور اسکن کا بہت خیال رہتا تھا۔

''کیسی باتیں کرتی ہیں آپ سیما..... خود سے اپنی بیٹیوں کے لیے کون کہتا ہے۔ ہماری بیٹیوں کو بھلا کیا کمی..... جو ہم کسی کے سامنے خود سے منہ کھولیں۔ وہ آئیں سو بار آئیں جسے مانگیں گے ہم اسی کے لیے دیکھ لیں گے ناں.....'' رضوان بیگ نے ان کی بات یکسر مسترد کردی..... اور پھر کسی کتاب میں گم ہوگئے۔

''ارے کچھ نہیں ہوتا..... چھوڑیں آپ..... اور فرق کیا ہے رومان اور رومیصہ میں، مجھے تو لگتا ہے..... وہ خود ہی بول پڑیں گی۔'' وہ جوش میں آکر ایک دم مڑ کر بولیں..... رضوان بیگ نے ان کے مڑنے پر اپنی دُھن میں سر اٹھایا..... اور..... اور کتاب ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ ہارٹ اٹیک ہوتے، ہوتے رہ گیا۔

''ارے یہ کیا الم غلم منہ پر لگاتی رہتی ہو..... پہلے سے بتاتی بھی نہیں..... اتنی اچانک سامنے مت آیا کرو، کمزور دل والے تو برداشت ہی نہیں کرسکتے۔'' ان کی دھڑکنیں ابھی تک معمول پر نہیں لوٹی تھیں۔

☆☆☆

وہ بڑے مگن انداز میں اندر داخل ہوا تھا۔ وہ سامنے والے شیلف کے پاس کھڑی کوئی بک دیکھ رہی تھی۔

''ہیلو.....'' جانے کیا بات تھی کہ اسے دیکھتے ہی قدم خود بخود اس کی جانب اٹھ جاتے تھے۔

''اوہ..... واؤ..... کیا عجیب اتفاق ہے.....''

''کیوں..... خیریت.....'' معیز کو اپنی ہی آنکھوں میں ڈسکو لائٹس جل بجھ کرتی لگنے لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں ابھی آپ ہی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ایکچوئیلی ایم بی اے کی کلاسز اسٹارٹ ہوگئی ہیں...... تو میں نے سوچا اسٹڈیز میں آپ سے ہیلپ لے لی جائے۔'' اس نے پنکھڑی جیسے لبوں کو آپس میں ملتے اور جدا ہوتے دیکھا...... اور بے ساختہ نظر جھکالی...... یہ دل جب خوار کرنے پر آئے تو کہیں کا نہیں چھوڑتا......

''ہاں، کیوں نہیں...... مجھے آپ کے کام آ کے خوشی ہوگی۔''

اس نے ایویں میں ناک سے پھسلتے گلاسز اتار کر صاف کیے...... پھر دوبارہ لگائے......

''مجھے بھی خوشی ہوگی......'' اس کی آواز آئی...... معیز کو ہونق بننے میں دیر نہ لگی۔

''آپ سے کام لے کر......'' وہ ازلی پُراعتماد انداز میں ہنس دی۔

''میرا اندازہ غلط تو نہیں تھا۔'' معیز نے دل میں سوچا......

یہ آنکھیں طلسمی جزیروں کے مانند مبہوت کردینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اپنی تشبیہ پر اس نے اپنے دل کو جنگل کے ٹارزن کی طرح سب سے اونچے درخت کی شاخ پر خوشی سے سینہ پیٹتے ہوئے پایا۔

وہ بات ختم کرکے جا چکی تھی۔ اور اس کے کانوں میں ابھی تک ٹارزن گونج رہا تھا۔

''آؤ...... وَ...... و...... ووو......''

☆☆☆

''بہت دیر لگادی بھئی......'' باہر گاڑی میں... اُمِ رومان اس کی منتظر تھی۔

''ہاں وہ مل گئے تھے...... رمیز کے بڑے بھائی معیز...... میں نے سوچا ابھی ان سے بات کرلوں۔ فارن کوالیفائیڈ ہیں...... کس دن کام آئیں گے۔'' گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اُمِ رومان لمبی سی ''او'' کر کے ہنس دی......

''خیال رکھنا کسی اور چیز کی ٹیوشن نہ دینے لگیں۔''

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں
گھر بیٹھے
رسالے حاصل کیجیے
جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت
باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں اپنے دروازے پر
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 800 روپے
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 9,000 روپے
بقیہ ممالک کے لیے 8,000 روپے
آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کردیں گے۔
یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہوسکتا ہے
بیرونِ ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے سے رقم بھیجنے پر بھاری بینک فیس عائد ہوتی ہے۔ اس سے گریز فرمائیں۔
رابطہ: ثمر عباس (فون نمبر: 0301-2454188)
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 021-35895313 فیکس: 021-35802551

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنی طرف سے اس نے بہت پُرلطف مذاق کیا تھا مگر اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''ہائے اللہ دے دیں تو کیا برائی ہے، یہاں کس کافر کو انکار ہے۔'' اُمِ رومیصہ انگلی دانتوں میں دبا کر ایک اسٹائل سے بولی تھی۔

''بدتمیز.....'' بے ساختہ اُمِ رومان کے منہ سے نکلا.....

اگلے ہی پل اُمِ رومیصہ اس کے بازو پر ہاتھ مار کر زور، زور سے ہنس رہی تھی۔

☆☆☆

چند ہی ہفتے گزرے تھے۔ اُمِ رومیصہ چند ایک بار ہی آئی تھی۔ کچھ ٹاپک ڈسکس کرنے..... وہ ان چند ہفتوں میں معیز کی ناز اور ذہانت سے بری طرح متاثر ہو چکی تھی۔ بہت دل لگا کر پڑھتی تھی۔

ڈسکشن ختم کر کے ایک کپ چائے کا دور ہوتا اور ان لوگوں کی باتیں..... معیز کو خود اندازہ نہیں ہوا کہ وہ کب اور کیسے اس کی پسند اور پسند سے محبت کے خانے میں منتقل ہوتا گیا۔

اس نے رمیز کے بارے میں سوچ کر خود پر پہرے بٹھا لیے تھے..... لیکن وہ رومیصہ پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتا تھا۔

فی الحال اسے اندازہ نہیں تھا کہ برنس پڑھتے، پڑھتے وہ اس کی آنکھیں پڑھنے لگی ہے اور خود اسے بھی پتا نہیں چلا.....

☆☆☆

پاپا نے بطورِ خاص اپنے کمرے میں بلایا تھا تو یقیناً کوئی خاص بات ہی ہوگی.....

''بیٹا ہم چاہتے ہیں کہ رمیز کے ساتھ، ساتھ آپ کی بات بھی پکی کر دیں۔'' بات اس قدر غیر متوقع تھی کہ چند لمحے وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔

''تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو بتا دو..... ورنہ پھر ہم اپنی مرضی سے.....'' ماما بہت پیار سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

وہ ان کی سگی اولاد نہیں تھا مگر یہ سچ تھا کہ وہ ان کو رمیز سے زیادہ پیارا تھا۔ وہ تھا ہی اتنا سعادت مند، تمیز دار اور فرمانبردار.....

''پاپا، میں نے تو کبھی کسی کو.....'' وہ ایک دم کنفیوزڈ سا ہو گیا..... گھبراہٹ چھپانے کے لیے ناک سے پھسلتا چشمہ سنبھالا، ماما کو اس پر بے ساختہ پیار آ گیا۔

''ارے، آپ نے میرے بونگے بیٹے کو پریشان کر دیا..... کیا یہ آپ کو ایسا ویسا لگتا ہے، لڑکیوں کے چکروں میں پڑنے والا اور رمیز کی طرح موبائل اور انٹرنیٹ پر وقت برباد کرنے والا.....'' ان کے لہجے میں ممتا کوٹ، کوٹ کر بھری تھی۔

اس نے بے ساختہ معترض نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا..... اسے لفظ ''بونگے'' پر شدید سخت اعتراض تھا۔

''اچھا یہ بتاؤ تمہیں روما کیسی لگتی ہے؟''

''روما.....!''

''ہاں روما.....! اکثر آتی ہے ناں تمہارے پاس..... کچھ تو انڈر اسٹینڈنگ ہوئی ہوگی۔''

''جی..... مگر وہ ماما.....'' وہ چند لمحوں کے لیے بالکل الجھ سا گیا۔

اور یہی چند لمحے اسے دوراہے پر کھڑا کر گئے۔

دل کہتا۔ مجھے میری پسند چاہیے..... اور دماغ ہمیشہ سے اپنے ماں، باپ کے احسانات کا مقروض.....

''ہاں، ہاں بولو..... کوئی اور پسند ہے تو بتا دو..... ہم ہر حال میں تمہاری پسند کو ہی اولیت دیں گے۔ تم ہر طرح کے دباؤ سے نکل کر اپنی بات کہو.....'' پاپا نے اس کے انداز میں جھجک محسوس کر لی تھی۔

''بات یہ ہے کہ پاپا..... میں روما سے شادی نہیں کر سکتا۔'' بدقت تمام بات مکمل کر کے اس نے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا کر طارق عزیز بننے کی ناکام کوشش کی۔

''تو کوئی بات نہیں.....'' چند لمحے اس کا تذبذب بھرا انداز دیکھنے کے بعد ماما خود ہی بولیں۔ ''تمہیں کوئی اور لڑکی.....''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ایں..... نہیں ایسی کوئی بات نہیں.....'' اس نے تیزی سے ان کی بات کاٹ دی۔ اس سے ماما اور پاپا کے سامنے بیٹھنا دشوار سا ہو رہا تھا۔

''آپ جہاں چاہیں وہاں بس روما..... وہ نہیں.....'' اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اپنا نقطۂ نظر ان پر واضح کرے..... حیرت اسے ان کے انتخاب پر تھی۔ اپنے بیٹے کی پسند سے واقف ہونے کے باوجود وہ کیسے اتنی بڑی بات کر رہے تھے۔ اس نے گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔

''تم کچھ پریشان ہو معیز.....؟'' مسز سلطان اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے برابر میں آن بیٹھیں۔ انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا.....

''کوئی پرابلم ہے تو کہہ دو ہم سے..... ہم کوئی غیر نہیں..... تمہارے ماں، باپ ہیں۔''

''کوئی پرابلم نہیں ہے ماما.....'' وہ اتنا ہی کہہ سکا۔

''ہائے اللہ معیز.....'' اچانک ماما کی چیخ نما آواز نکلی..... سلطان مرزا خود بھی اس بات کے لیے تیار نہیں تھے..... اسپرنگ لگے میٹریس پر چند انچ اوپر اچھل کر رہ گئے..... سائڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ کی خوب صورت چھتری ان کا ہاتھ لگنے سے دائیں بائیں پنڈولم کی طرح ہل کر رہ گئی..... خود معیز کی ہوائیاں اُڑ گئیں۔

اس نے حواس باختہ ہو کر ماما کو دیکھا۔ نیم روشن کمرے میں ہلتے ہوئے لیمپ کی روشنی میں اس نے بیگم سلطان مرزا کا چہرہ دیکھا..... جو خطرناک حد تک سفید لگ رہا تھا۔

''کہیں تم نے.....'' انہوں نے بات کے درمیان انڈین ڈرامائی وقفہ دیا۔

''تم نے پردیس میں کوئی میم تو نہیں ڈھونڈ لی؟'' وہ اسے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے اس کے ماتھے پر تیسری آنکھ نمودار ہو رہی ہو اور انہیں مستقبل کی یہ فکر ستا رہی ہو کہ وہ اس کے لیے نئی عینک کیسے ڈیزائن کروائیں گی۔

''اُف ماما.....! نہیں، پلیز ایسی کوئی بات نہیں ہے..... آئندہ ایسا سوچیے گا بھی مت.....'' وہ اپنی ماں کو اتنی ہی نصیحت کر سکتا تھا۔ باقی بات اس نے دل میں دبالی کہ ہمارے دلوں میں ایسی بھیانک چیخیں اور وہ بھی اتنی غیر متوقع سننے کا حوصلہ نہیں.....

''پلیز، پلیز آئندہ ایسا خیال دل میں مت لائیے گا.....'' اس نے ایک بار پھر سختی سے انہیں کہا۔

سلطان مرزا اس کی پیشانی کی ابھری ہوئی رگیں اور پھڑکتے جبڑے دیکھتے رہے..... پھر دائیں ہاتھ کی مٹھی سے اپنی ٹھوڑی کا پسینہ صاف کر کے رہ گئے۔

☆☆☆

چودھویں کے چاند کا سفر بدستور جاری تھا۔ وہ کتنی ہی دیر بالکونی میں کھڑا اس میں کسی اور کا عکس دیکھتا رہا پھر تھک کر سر جھکا لیا۔ ''میں تم سے کسی افلاطونی محبت کا دعوے دار نہیں مگر دل کو راہِ راست پر لانے میں کچھ وقت لگے گا۔ پاگل ہے وہ، اسے سمجھانے میں کچھ وقت لگے گا۔''

جھکے سر کے ساتھ اس نے دھیرے سے سرگوشی کی..... اور آگے سے دل کی بات سنے بغیر دھڑ سے بالکونی کا دروازہ بند کرنا چاہتا تھا۔ مگر برا ہو ذرا سی غفلت اور کچھ اندھیرے کی وجہ سے کہ بائیں ہاتھ کی جلد درمیان میں دب گئی۔

''آ..... آ..... آوچ.....'' جان پر کھیل کر اس نے بے ساختہ چیخ کا گلا گھونٹا..... سارے خواب و خیال بھک سے اڑ چکے تھے۔

☆☆☆

دوسرے دن وہ پڑھنے آئی تو معیز پہلے سے تیار تھا۔

''مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے بلکہ تمہیں کچھ بتانا ہے۔''

''مجھے پتا ہے آپ کو جو بتانا ہے۔'' اس نے پٹاخا چھوڑ دیا۔

''ایں.....'' وہ اس زور سے اچھلا کہ دوات الٹ گئی..... ہر طرف نیلے دھبے ناچنے لگے۔

''ک..... کیا پتا ہے آپ کو.....؟'' ٹشو سے روشنائی صاف کرتے ہوئے اس کا اپنا ذہن بھی نیون

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سائن کی طرح جل بجھ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے ہونٹ دانتوں میں دبائے اسے دیکھتی رہی..... جب تک کہ وہ ریلیکس نہیں ہوگیا۔

''جی اب کہیں..... کیا پتا ہے آپ کو..... آپ کچھ کہہ رہی تھیں؟'' سکون سے بیٹھ کر اس نے چائے کا کپ اٹھالیا۔

''یہی کہ آپ انکل کے سگے بیٹے نہیں ہیں۔''

''اوہ.....'' ایک سکون بھری سانس اس کے لبوں سے نکلی۔

''تمہیں یہ بات اب پتا چلی' اتنی دیر سے۔'' اس نے کسی سراغ رساں کی طرح ہاتھ اٹھا کر بالوں میں پھیرنے کی کوشش کی لیکن بالوں تک پہنچنے سے پہلے ہی ہاتھ لگنے سے گرما گرم چائے کا کپ اچھل کر روما کا گھٹنا چومتے ہوئے زمین بوس ہوگیا۔

''آ..... آ..... ہ.....'' اس کے لبوں سے ایک درد بھری آہ نکلی۔

''اوہ..... سوری، سوری.....'' اس نے بدحواسی سے اس کے گھٹنے پر ہاتھ دھرا۔

''یہ سب غلطی سے.....''

''جی، جی..... مجھے پتا ہے، پیر پکڑ کر معافی مانگنے کی ضرورت نہیں.....''

''ہیں.....'' اس نے جلدی سے ہاتھ، پیچھے کیے۔

''کیا بہت تکلیف ہو رہی ہے؟'' اس نے پھر وحید مراد کی طرح آواز میں رقت پیدا کر کے اپنا پیر سہلاتی روما سے پوچھا۔

''یہاں نہیں..... یہاں زیادہ تکلیف ہے۔'' گوری سڈول پنڈلی کے نیچے ٹخنہ سرخ ہو رہا تھا۔

''وہ چائے کا کپ یہاں پر لگ گیا..... ہائے.....''

''ویری سوری.....'' اس نے اس کے پیر تھام کر لمبی، لمبی پھونکیں ماریں..... جیسے انگیٹھی میں کوئلے دہکاتے وقت پھونکنی میں مارتے ہیں۔

''لیکن یہ تکلیف اس تکلیف کے آگے کچھ نہیں..... جو آپ کی حقیقت جان کر مجھے ہوئی۔ اوہ گاڈ..... کتنا suffer سفر کرتے ہوں گے ناں آپ.....''

''میری حقیقت..... کیا ہے میری حقیقت؟''

اس نے باؤلوں کی طرح منہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

''یہی کہ آپ انکل کے بیٹے نہیں..... انہوں نے آپ کو کسی کوڑے خانے پر سے اٹھایا تھا۔''

''واٹ.....؟'' اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

اس نے تصور کی آنکھ سے خود کو فلالین کی چڈی پہنے، گندے سندے کوڑے کے ڈھیر پر پیر چلا' چلا کر روتے دیکھا۔

''جی نہیں، یعنی..... شٹ اپ.....'' زیادتی کی وجہ سے غصے کا اظہار ٹھیک سے نہ ہوسکا..... البتہ اس نے جھٹکے سے اس کا پیر چھوڑا وہ، لڑکھڑا کر گرتے' گرتے بچی.....

''اچھا تو پھر.....''

''میں پاپا کے ایک کزن کا بیٹا ہوں.....'' اس نے بالکل اداکار محمد علی کی طرح اپنی دکھ بھری کہانی کا آغاز کیا۔

''امی اور ابو کے گزر جانے کے بعد وہ مجھے لے کر آئے تھے۔ تب سے اب تک ان کے احسانات کے بوجھ تلے دب کر میری ذات ذرہ بے نشاں ہوچکی ہے۔ میرا ایمان، امید اور محبت سب میرے لیے میرے پاپا ہیں..... اس گوشہ عافیت میں، میری زندگی گلزار ہے..... اور میں ان کے احسانات کا بدلہ چکانا چاہتا تھا۔ ان کے لیے صبح کا ستارہ بننا چاہتا تھا۔''

پچھلے دنوں اس نے روما کو متاثر کرنے کے لیے اپنی ایم بی اے کی بکس کی جگہ جو مطالعہ کیا تھا..... اس پیراگراف میں اس کی چغلی موجود تھی

''اور اس بدلے کے چکر میں روما میں نے تمہیں خود کھو دیا ہے۔'' آخری الفاظ اس نے دل میں ادا کیے..... پھر بولا۔ ''میں خود کو ان کے احسانات کے بوجھ تلے دبا ہوا محسوس کرتا ہوں۔''

''ایسا کیوں..... یہ تو بہت کنفیوزنگ سچوئشن

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے، آپ کو فوراً کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھانا چاہیے۔'' وہ غور سے اسے دیکھ رہی تھی مفت مشورے کے ساتھ۔

''ایکسکیوزمی..... میں پاگل نہیں ہوں.....'' روما نے اس کی بات سن کر سمجھداری سے سر ہلایا..... اسے ہمدردی ہونے لگی۔ وہ بہت الجھا ہوا سا لگ رہا تھا۔

''پھر.....'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی دلچسپی لینے پر مجبور تھی۔ ابھی کل ہی تو ماما نے کہا تھا کہ اگر رومی کے لیے رمیز کا پروپوزل آیا تو وہ معیز اور اس کی بات خود ہی کرلیں گی۔ ماما اور خود اسے بھی یقین تھا کہ ان لوگوں کو اس پروپوزل پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

''قدرت نے موقع دیا تو تھا مگر میں فائدہ نہیں اٹھا سکا۔''

وہ معیز کی آواز سن کر حال میں پلٹی..... وہ بول رہا تھا۔

''انہوں نے میرے لیے کسی کو پسند کیا تھا۔''

اسے معیز سے اس بات کی توقع نہیں تھی۔ بے ساختہ اس کا دل دھڑک اٹھا۔ پلکیں جھک گئیں۔

''پتا ہے وہ لڑکی کون ہے؟'' اس کے ہاتھوں میں معمولی سی لرزش اتر آئی۔ اسے امید نہیں تھی معیز اس سے دوبدو یہ بات کرنے بیٹھ جائے گا۔

''وہ لڑکی تم ہو.....'' اس نے سٹپٹا کر ادھر اُدھر دیکھا۔

''آئی تھنک، شڈ لیونا وَ.....'' (میرے خیال میں مجھے چلنا چاہیے)

''کیوں، پریشان ہوگئیں میری بات سن کر..... لیکن تم فکر مت کرو..... میں نے انکار کردیا ہے۔''

اٹھنے کے لیے پرتولتی روما حیران پریشان سی بیٹھی رہ گئی۔

''جی.....؟'' وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

طلسمی جزیروں میں بے یقینی کے ہیرے دمک رہے تھے۔

''لیکن کیوں.....؟'' وہ شرمانا بھول گئی..... یہاں تک کہ یہ بھی بھول گئی کہ اسے یہ سوال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

''میں زندگی بھر کے لیے کسی کے سر پر زبردستی مسلط نہیں ہوسکتا۔'' اب کے ہوائیاں اڑنے کی باری روما کی تھی۔

وہ ان آنکھوں کی جگمگاہٹ کو بجھتے ہوئے دیکھ کر بھی نہ سمجھ سکا..... اور مڑ کر جونہی افسانوں کے ہیروز کی طرح رائٹنگ ٹیبل کی دراز میں گھسنے کی کوشش کی، ٹیبل کا نوکیلا کونا دھڑ سے کنپٹی کی خبر لے گیا۔

صورتِ حال اس قدر فلمی تھی کہ رک کر چوٹ سہلانے کا موقع بھی نہیں تھا۔ تکلیف سے آنکھوں میں ہلکی سی نمی اتر آئی۔ جسے محبت کی امانت جان کر اس نے چھپانے کی خاطر دراز میں سر دے دیا۔

کچھ دیر یونہی چیزیں الٹ پلٹ کرنے کے بعد جب سر اٹھایا تو کمرا خالی تھا۔ اس کے دل کی طرح..... صرف اس کے وجود کی مہک باقی تھی، اس کی اپنی محبت کی طرح..... مدھم، مدھم..... وہ پژمردگی سے سنی پلاسٹ کھولنے لگا۔

☆☆☆

رمیز لان میں اسی دشمنِ جاں کے ساتھ بیٹھا ہنس، ہنس کر باتیں مٹھار رہا تھا۔ اس نے رک کر اس مکمل منظر کا جائزہ لیا..... اور ہاتھ میں پکڑے شاپر کو کچھ اور کس کے جکڑ لیا۔ آج کتنے دن کے بعد اس صبیح چہرے پر نظر ٹھہری تھی۔

''ہیلو.....!'' قریب پہنچ کر وہ خاصے بے تکے انداز میں ان کے درمیان مخل ہوا۔

وہاں کسی بات پر زوردار بحث چل رہی تھی۔ رمیز ایک دم چپ ہو کر اسے گھورنے لگا۔ اس نے..... بے وقوفوں کی طرح ہنستے ہوئے شاپر رمیز کے ساتھ بحث میں مصروف رومی کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ..... یہ آپ کے لیے.....'' اس نے ناک پر ٹہلتی عینک کو پیچھے دھکیلا۔ مقابل کی آنکھوں میں حیرانی چمکنے لگی۔

اتنے دن کے بعد ملنے پر بھی اس کی آنکھوں میں شناسائی کی کوئی جامع رمق نہیں تھی۔ وہ اس سے یوں مل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہی تھی جیسے بڑی بیگم صاحبہ نئے دودھ والے سے ملتی ہیں یا پوزیشن ہولڈر پاس آؤٹ کرنے والا..... کسی نیو کمر سے ملے.....

گلابی لبوں سے پھوٹتی مسکراہٹ کے پیچھے اجنبیت کا نامحسوس سا تاثر چھپا تھا۔

''میں ذرا جلدی میں ہوں..... ایک ضروری کام ہے۔'' وہ بالکل بھی وہاں رکنا نہیں چاہتا تھا۔

اخروٹی کچھے دل سے لپٹے اسے گلاٹھیاں کھلا رہے تھے۔ وہ دو قدم آگے بڑھا پھر دل کے آگے ہار مان کر پلٹا..... اس پری وش کو دیکھا.....

''آپ پر اسٹریٹ ہیئر زیادہ سوٹ کرتے ہیں۔'' اس نے دونوں کی آنکھوں میں حیرت امڈتے دیکھی..... اس سے زیادہ بات چیت کا وہ متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔

مڑ کر دور ہوتے ہوئے اس نے زیادہ جلدی دکھانے کی کوشش کی اور غلط راستے سے جاتے ہوئے کیاری پھلانگتے وقت ٹھوکر کھا کر گرتے، گرتے بچا.....

''کنفیوزڈ ہے سالا.....'' رومی کی اس طرف پشت تھی مگر رمیز کا یہ منظر دیکھ کر دل خاک ہوگیا۔

☆☆☆

وہ کتنی دیر سے نوٹ بک سامنے رکھے اس کی ہینڈ رائٹنگ پر انگلیاں پھیرتی سوچ میں گم تھی۔

آج رومی نے اس سے وہاں جانے کے لیے بہت اصرار کیا..... اسے خود بھی پچھلے دنوں کئی بار معیز کی ہیلپ کی ضرورت پڑی..... لیکن..... بس ایک لاتعلق لہجہ اور بیگانگی سے بھرا رویہ بار، بار یاد آکر اس کی راہ روکے کھڑا ہوگیا۔

''میں کسی کے سر پر مسلط نہیں ہونا چاہتا.....''

''کیوں کہا انہوں نے ایسا..... اور کس نے کہا ان سے کہ وہ مجھ پر مسلط ہوجائیں گے۔'' وہ الجھی، الجھی سی بس یہیں پر آکر اٹک جاتی۔ اور اس سے بات کرنے کا ارادہ اس کے گھر تک جانے کا پلان..... سب وہیں سے واپس پلٹ جاتا۔

''روما.....!'' رومی واپس آچکی تھی۔ ''کیا بات ہے..... کمرے میں کیوں گھسی بیٹھی ہو..... کتنا کہا میں نے کہ میرے ساتھ چلو مگر تم نہیں مانیں..... پتا ہے وہاں کیا ہوا؟'' وہ بولتی ہوئی اس کے پاس آکر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اسے کچھ دیر پہلے کا منظر یاد آیا۔ جب وہ معیز کے جانے کے بعد رمیز سے کہہ رہی تھی۔

''تمہارے بھائی کی یادداشت کچھ زیادہ ہی تیز نہیں..... میں نے آخری بار اپنے بال دو مہینے پہلے اسٹریٹ کیے تھے۔ جب آنٹی نے معیز کے پاکستان آنے کی خوشی میں پارٹی دی تھی۔''

''امیزنگ..... مجھے خود اندازہ نہیں تھا۔'' رمیز بے بسی سے یہی کہہ پایا تھا۔

''کیا ہوا؟'' روما کی آواز نے اسے حال میں کھینچا.....

''رمیز کے بھائی ہیں ناں معیز..... انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھ پر اسٹریٹ بال اچھے لگتے ہیں۔''

''ہیں.....؟'' وہ ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''ہاں ناں میں خود حیران رہ گئی..... میں نے تو کتنے مہینے پہلے بال اسٹریٹ کیے تھے۔'' وہ بنا جواب دیے ٹکر، ٹکر اس کا منہ دیکھتی رہی۔

''کمال ہے، انہیں یاد رہا.....'' وہ بیڈ پر پیچھے کی طرف گرگئی۔ رومیصہ اب بھی کھوئی، کھوئی سی اسے دیکھ رہی تھی۔

''تمہیں کیا ہوا؟'' اس نے اٹھ کر اس کے سامنے چٹکی بجائی..... وہ گہری سانس لے کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

''ایک حیرت انگیز بات میرے پاس بھی ہے تمہیں بتانے کے لیے..... اور ہے بھی معیز کے متعلق.....''

''کیا.....؟'' وہ کہنی کے بل اونچی ہوئی۔

''انہوں نے مجھ سے شادی سے منع کردیا ہے۔''

''واٹ.....!'' وہ ایک دم سے سیدھی ہوئی۔

''تمہیں کس نے کہا.....؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''معیز نے خود......'' اس کی آنکھیں بھر آئیں...... اور ناک بھی...... جسے اس نے زور سے سڑک لیا۔

''انہوں نے خود کہہ دیا ویری اسٹرینج...... اگر منع کرنا ہی تھا تو تم سے یہ بات کرنے کی ضرورت کیا تھی......'' رومی سنجیدگی سے کہنے لگی۔

''یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے۔''

''لیکن اس سے بھی عجیب بات ان کے انکار کی وجہ ہے...... جو ابھی میں نے بتائی نہیں تم کو......''

''وہ کیا؟'' اس نے دریچے سے جھانکتے تنہا ادھورے چاند سے نظریں ہٹالیں۔

''انہوں نے کہا ہے وہ مجھ پر مسلط نہیں ہونا چاہتے......''

''کیا......؟'' رومی تقریباً اچھل ہی پڑی۔

روما کے لیے اس کا ردِعمل غیر متوقع نہیں تھا...... اس نے چپ چاپ بستر پر پھیلی کتابیں اٹھا کر سائڈ ٹیبل پر ڈال دیں۔

''اب جتنے بھی سوال تمہارے ذہن میں اٹھ رہے ہیں مجھ سے مت کرنا...... کیونکہ میرے پاس ان میں سے ایک کا بھی جواب نہیں ہے۔''

رومی ایک بار پھر بستر پر پیچھے کی طرف گری ہی تھی کہ ایک چیخ مار کر اٹھ بیٹھی......

''ڈرنے کی ضرورت نہیں...... وہ پینٹنگ میں نے خود بنائی ہے، صرف کلر اور شیپ کی وجہ سے چھپکلی جیسی لگ رہی ہے...... ورنہ غور سے دیکھو تو وہ صرف ایک کلی ہے۔'' روما نے پلٹے بغیر اس کے خوف کی وجہ بھانپ کر اس کا سدِباب کیا...... رومی نے ہونقوں کی طرح منہ اٹھا کر دیوار کو دیکھا...... جہاں اس کی پینٹنگ آویزاں تھی۔

''اوہ مائی گاڈ......!'' وہ دوسری بار بھی چیخنے سے گریز نہیں کرسکی۔

''کیا ہے رومی...... کبھی تو میری کسی کری ایشن کو سیریس لیا کرو۔'' روما بھنّا کر پلٹی۔

''یہ گلاب کی کلی ایسی ہوتی ہے، معاف کرنا...... یہ نہ صرف ایک چھپکلی ہے بلکہ اس نے منہ میں کاکروچ بھی دبایا ہوا ہے...... اور چھپکلی بھی سیاہ والی جس میں جنات کی روحیں ہوتی ہیں۔'' اس نے جھرجھری سی لی۔

''کالا گلاب نہیں دیکھا کبھی...... ربش...... بھنورا بیٹھا ہے اس پر......'' اس نے خفگی سے وضاحت دی۔

''جو بھی ہو...... اسے کمرے میں لگانے اور اس وقت رات کو دیکھنے کی جرأت صرف تم ہی کرسکتی ہو۔''

وہ اب دیوار سے قدرے دور ہو کر یوں بیٹھی گویا پینٹنگ میں سے چھپکلی نکل کر اس پر گرنے والی ہو۔

''اینی ہاؤ...... میں نے تمہاری پینٹنگ دیکھ کر چیخ

یادِ ماضی

''پیری میں پرانی ضرب المثل کے مطابق صد عیب ہوں یا نہ ہوں ایک عیب ضرور ہے جو سو عیبوں پر بھاری ہے اور وہ ہے ناسٹلجیا۔ بڑھاپے میں آدمی آگے یعنی اپنی منزلِ نامقصود ناگزیر کی جانب بڑھنے کے بجائے الٹے پیروں اُدھر جاتا ہے جہاں سے سفر کا آغاز کیا تھا۔ پیری میں ماضی اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جاگ اٹھتا ہے۔ بوڑھا اور تنہا آدمی ایک ایسے کھنڈر میں رہتا ہے جہاں بھری دوپہر میں چراغاں ہوتا ہے اور جب روشنیاں بجھا کر سونے کا وقت آتا ہے تو یادوں کے فانوس جگمگ، جگمگ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جیسے، جیسے ان کی روشنی تیز ہوتی ہے کھنڈر کی دراڑیں جالے اور ڈھنڈار پن اتنے ہی زیادہ اجاگر ہوتے جاتے ہیں۔ سو ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔''

اقتباس از آبِ گم
تحریر: مشتاق یوسفی
پسند: نرگس نسیم، صابہ موہڑہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں ماری تھی۔ وہ ایک سرپرائز تھا جو یاد آ گیا۔"

"پلیز یہ مت کہنا کہ رمیز اس سال تیسری بار تمہاری برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے کے لیے سرپرائز پارٹی دینے جا رہا ہے....." دل پہلے ہی جلا ہوا تھا۔ وہ بھی جی بھر کر بیزار ہوئی۔

"فضول مت بولو..... میں ابھی آئی۔" وہ برا مانے بغیر تیزی سے اٹھ کر باہر نکلی اور ہاتھ میں خوب صورت جارجٹ کا سفید سوٹ لے کر واپس پلٹی.....

"پتا ہے یہ کس نے دیا ہے.....معیز نے....."

"ہاہ....." روما کے غم و غصے کی انتہا نہیں رہی۔

"چائے میرے کپڑوں پر گرائی اور سوٹ تمہیں دے دیا۔" وہ جل کر بے ساختہ بول اٹھی۔

چند لمحے دونوں ایک دوسرے کو دیکھتی رہیں پھر ان کے چہرے کے تاثرات بدلتے چلے گئے۔

"اچھا.....!" رومی ہنستے ہوئے اس کے نزدیک آئی۔

"تو یہ بات ہے....." روما نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اگلے ہی لمحے وہ ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر قہقہے لگا رہی تھیں۔

☆☆☆

منگنی کا دن آ پہنچا تھا۔ وہ ماما اور پاپا کے بے حد اصرار کے باوجود رمیز کے رشتے کا سلسلہ شروع ہونے سے لے کر اب تک اُن کے گھر نہیں گیا۔

کبھی تھکن کا بہانہ تو کبھی مصروفیت اور کبھی یونہی بنا بتائے غائب..... سلطان مرزا اور بیگم سلطان اس کی روش کو بیٹے کی منگنی کی مصروفیات میں گم ہو کر بھانپ نہیں سکے۔

اور ایک وہ تھا۔

دن، رات، صبح، شام خود کو مصروف تر رکھنے کی کوشش میں خواہ مخواہ ہلکان پھر بالآخر منگنی کے دن اس نے تمام معاملے سے قطع نظر بہت دل سے تیاری کی..... ایک بیش قیمت ڈائمنڈ رنگ بھی اس نے، اس کی منگیتر کو تحفے میں دینے کے لیے خریدی..... وہ اور رمیز منگنی والے دن دونوں ہی بہت جاذبِ نظر لگ رہے تھے۔ ماما نے دیکھا تو بے ساختہ دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری.....

وہ بڑا بھاری دل لے کر اُن کے گھر تک پہنچا تھا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ رمیز اور رومی کے قریب تک نہیں جائے گا..... اس کے لیے خریدی ہوئی رنگ بھی وہ ماما کو دینے کا ارادہ کر چکا تھا.....

لان میں تقریب کا اہتمام تھا۔ مہمانوں کی تعداد بھی قلیل تھی۔ صرف قریبی لوگ مدعو تھے۔

دلہن کے آنے کا شور سا ہوا اس نے مضطرب دل کو سنبھالتے ہوئے نگاہ اٹھائی اور سامنے دکھائی دیتے منظر کو دیکھ کر زمین آسمان گول، گول گھومنے لگے۔

دھڑکنوں نے وہ شور مچایا کہ الامان..... اس کے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش اتر آئی۔

کھلے منہ اور اڑے حواس لیے وہ منہ اٹھائے دلہن اور اس کی ڈولی کیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

روما نے اسے دور سے جو یوں بنا بریک لگائے اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو مہمانوں کے درمیان سے نکل کر خود ہی اس کی طرف بڑھ گئی..... ورنہ گمان غالب تھا کہ جیسے وہ اندھوں کی طرح راستے میں آنے والی ہر چیز کو پرے کرتا ہوا ناک کی سیدھ میں چلا آ رہا تھا..... دولہا اور دلہن کو بھی بدمست ہاتھی کی طرح پیروں تلے روندتا ہوا گزر جائے گا۔

وہ دانتوں کی نمائش کرتی سیدھی اس کے سامنے پہنچ چکی تھی۔ معیز نے بہ مشکل خود کو اس سے ٹکرانے سے روکا۔

"کیا حال ہیں آپ کے؟"

"یا اللہ، میں جاگ رہا ہوں یا سو رہا ہوں۔"

اس نے بے خیالی میں اپنے بجائے روما کے ہاتھ پر چٹکی کاٹی..... اور نسوانی چیخ کے ساتھ ہی واپس حواسوں میں آ گیا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے.....؟" وہ چلبلا کر پوچھ رہی تھی۔

"نہیں، میں..... وہ..... وہ اور تم.....؟" وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بدحواسی سے محض ہکلا کر رہ گیا۔

''وہ میری بہن ہے، جڑواں بہن..... اُمِّ رومان اور میں اُمِّ رومیصہ ہوں، رمیز کی سالی.....''

جو بات امریکا سے اس کی واپسی کے دوسرے دن ہی واضح ہو جانی چاہیے تھی، وہ آج کھل رہی تھی۔ کتنی دیر میں، کتنے blunders بلنڈرز کے بعد..... اور کتنے بے تکے موقع پر..... اس کی بدحواسی بجا تھی۔

''کمال ہے میں تو.....''

''جی آپ تو..... ہیرو بنے چلے تھے..... ہے ناں.....'' معیز کا دل چاہا مہمانوں کی پروا کیے بغیر اسے بازوؤں سے پکڑ کر گول، گول گھما ڈالے..... اور کچھ نہیں تو اپنی کج فہمی پر کم از کم سر ہی پیٹ لے۔

اطمینان اور سرخوشی کے بے پایاں احساس نے دھیرے، دھیرے اسے اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا تھا۔ اس نے ہنس کر کچھ کہنا چاہا..... مگر روما کے تاثرات دیکھ کر الفاظ منہ میں رہ گئے۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے اسے گھور رہی تھی۔ سفید رنگت میں گھلی گلابیاں غصے کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔

''ہونہہ.....!'' وہ گردن کو ایک جھٹکا دے کر اس کے کچھ بولنے سے قبل وہاں سے جا چکی تھی۔

☆☆☆

رمیز شاید زندگی میں پہلی بار اس قدر سنجیدہ ہوا تھا۔ ایک پل کو تو اسے ڈر سا لگا۔

''کیا بات ہے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو۔'' وہ لب بھینچے اسے گھور رہا تھا۔

''پہلی بار انسان کے روپ میں گدھے کو دیکھا ہے ناں اس لیے۔''

''یہ کیا بکواس ہے.....'' اسے اپنے آپ کو اتنے بیکار جانور سے تشبیہہ دینا ہضم نہیں ہوا۔

''یہ جو بھی بکواس ہے، کم سے کم اس بکواس سے کم بکواس ہے جو ابھی تم میرے سامنے کر چکے ہو۔'' اس نے بکواس کی گردان سنائی۔

''اب تم بھی بک چکو ناں..کیا کروں میں اب.....'' وہ بہت بیچارہ سا بنا بیٹھا تھا۔

ابھی ابھی روما اور رومی کو ٹیرس پر ماما کے پاس چھوڑ کر آیا تھا۔ اور آتے ہی رمیز کو الف سے یے تک ساری کتھا سنا ڈالی تھی۔

جواباً رمیز نے اسے یوں گھورا تھا جیسے کچا ہی چبا ڈالے گا..... اور دل ہی دل میں مخصوص لفظ.....

''سالا پیدائشی کنفیوزڈ ہے۔''

''اب تم میرے پاس کیا کرنے آئے ہو؟'' اس نے لاتعلقی کے ریکارڈ توڑے اور دوسری طرف رخ موڑتے ہوئے بولا۔

''بکواس کے جیسے سیکھنے۔'' معیز کا اپنا دل بھی کچھ کم جلا ہوا نہیں تھا۔

''تو اب تک تو سیکھ چکے ہو گے.....'' وہ بھی اس کا بھائی تھا۔

''تم سکھاؤ گے تو سیکھوں گا ناں.....'' اس نے تڑپ کر رخ موڑا.....

''مجھ سے کسی مدد کی امید مت رکھنا..... میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ ماما اور رومی کو وہاں سے ہٹا دوں اور روما کو تنہا چھوڑ دوں..... پھر تم جانو اور تمہارا کام.....''

اس نے چند لمحے رمیز کو دیکھا۔

''یعنی اب جو کرنا ہے مجھ ہی کو کرنا ہے۔'' دل میں تھوڑی کھد بد ہوئی۔

''ٹھیک ہے.....'' اس نے رضامندی دے کر اِدھر اُدھر یونہی نگاہ دوڑائی پھر سامنے رکھے بوکے میں سے گلاب کی سرخ ادھ کھلی کلی نکال لی۔ یہ بوکے رمیز کے لیے رومی لے کر آئی تھی۔

رمیز موبائل پر مصروف ہو چکا تھا۔

☆☆☆

ٹیرس پر ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے شام کا رنگ گہرا اور خوشبودار کر دیا تھا۔ اس نے معیز کو ٹیرس پر نمودار ہوتے دیکھا اور پشت پر بندھے اس کے ہاتھوں کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی..... جیسے ہی وہ نزدیک آیا روما اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے۔'' وہ ابھی تک ماش کے آٹے کے مانند اینٹھی ہوئی تھی۔

''نہیں، نہیں، تم بیٹھو..... میں جاتا ہوں۔''

وہ ترنت غصے سے بولا۔

''جی.....''

''جی کی بچی..... اِک ذرا سی مس انڈر اسٹینڈنگ کیا ہوگئی..... تم ہو کے اترائے چلی جارہی ہو..... اور اس معیز کے بچے کے مزاج نہیں مل رہے ہیں۔''

''میں اترا رہی ہوں..... اور اس دن ستر کی دہائی کے ناکام ہیرو کی طرح منہ پھیر کر کیا فرمایا تھا آپ نے.....''

''تو ٹھیک ہی تو کہا تھا..... کسی ایک کو بھی توفیق نہ ہوئی کہ مجھے اتنا ہی بتا دیتا کہ روما اور رومی ایک نہیں دو الگ، الگ لڑکیاں ہیں۔'' اس نے غصے میں گلاب کے پھول والا ہاتھ فضا میں نچا، نچا کر غصہ نکالا..... اور بات کے آخر میں زمین پر دے مارا.....

''اور آپ کو خود اتنا سینس نہیں ہے کہ دو لڑکیوں میں فرق کرسکیں..... نظریں تو کمزور نہیں ہیں آپ کی؟''

اس نے بھی ماہر طنزیات ہونے کا ثبوت پیش کیا.....

''میری نظر تو بالکل ٹھیک ہے..... اور تم دونوں کو دیکھ کر تو کوئی بھی دھوکا کھا سکتا ہے۔ فرق کیا ہے تم دونوں میں سوائے بالوں کے..... میں تو سوچ رہا ہوں شادی کے بعد کیا ہوگا.....'' بے ساختگی میں اس کے منہ سے نکلا۔

''شادی تو تب ہوگی ناں..... جب آپ مجھے پروپوز کریں گے..... اپنے پاپا کو تو آپ نے منع کردیا.....'' روما کو آج جتنا بھی غصہ آتا کم ہی تھا۔

اس کی بات سن کر معیز کو کچھ یاد آیا۔

''ارے ہاں.....'' اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔

گلاب کا پھول ہوا سے اڑ کر دور رکھے پھولوں کے اسٹینڈ کے نیچے چلا گیا تھا۔ وہ ایک کشمکش میں مبتلا ہو کر وہاں تک پہنچا..... اور گھٹنوں کے بل جھک کر نیچے جھانکا..... اسٹینڈ سے لٹکتی مکڑی نے موقع غنیمت جان کر اس کے عینک کی کمانی پر چھلانگ لگادی..... اس نے ہڑ بڑا کر ہاتھ مارا..... تو عینک اچھل کر دور جا گری.....

''اُف میرے خدا.....'' روما جو اسے دیکھ رہی تھی۔ مایوسی سے دوسری طرف منہ کرگئی۔ بہ مشکل عینک جما کر گملوں کے اسٹینڈ کے نیچے سے پھول نکالا..... جو پہلے ہی ادھ کھلا تھا۔ اب مرجھا کر ٹنڈ منڈ ہو چلا تھا۔

رومیصہ ترچھی نظروں سے کارروائی دیکھتی رہی۔ باہر نکال کر معیز نے ڈنڈی سے پکڑ کر پھول کو دو تین جھٹکے دیے کہ شاید وہ الرٹ ہوجائے..... مگر وہ... بدنصیب پھول سرنگوں ہی رہا.....

اس کے سامنے آکر اس نے پھر گلا کھنکھارا اور پھول روما کی طرف بڑھا دیا۔

''ول یو میری می..... روما..... آئی مین.....

اُمِ رومیصہ.....'' دل میں چاہے کتنے ہی لڈو پھوٹے ہوں..... مگر جس طرح گلاب کی کلی اس کے آگے اپنی جان دے چکی تھی..... اس کا پارہ پہلے ہی ہائی تھا..... اور آسمان کو چڑھ گیا..... گلاب اس کے ہاتھ سے جھپٹا اور پھاڑ کر کھانے والے انداز میں بولی۔

''یس.....!'' ٹیرس پر آتے رمیز نے روما کو پیر پٹخ کر جاتے دیکھا اور معیز کو مسکراتے ہوئے۔

''ابے سالا ہمیشہ سے کنفیوز ڈ ہے، بٹ لگتا ہے سیٹنگ ہوگئی ہے۔'' اس نے جھک کر رومی کے کان میں سرگوشی کی۔

رومی اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس دی۔

اور سیڑھیاں اترتے ہوئے روما سوچ رہی تھی۔

''کنفیوز ڈ تو ہے پر چلے گا۔'' وہ اکیلی ہی کھلکھلا رہی تھی۔ اوپر رمیز اس کی ہنسی سن کر اُمِ رومان سے کہہ رہا تھا۔

''لو.....! تمہاری بہن بھی گئی کام سے.....''

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

عشقِ ممنوع

شنا عمران

''ہائے اللہ..... وہ آرہے ہیں۔'' ثمین نے دوپٹے کے پلو کو دانتوں میں داب کر شرمانے کی ناکام ایکٹنگ کی۔ نگاہیں ٹی وی پر چلتے ترکی ڈرامے ''عشقِ ممنوع'' کے ہیرو ''بہلول'' پر جمی ہوئی تھیں۔ دماغ میں سرخ رنگ کی بہار چھائی ہوئی تھی۔ سرخ پھول، سرخ غبارے، سرخ ربنوں سے سجا گفٹ، سرخ ڈریس.....

''اچھا.....'' ماہم نے اپنی پھسلتی عینک کو ناک پر جمایا۔ ایک نظر اسے دیکھا..... اور پھر اس کی نظروں کی سمت..... جو ٹی وی پر جمی ہوئی تھیں۔

''مجھے نہیں پتا تھا..... کہ یہ بھورا بندر پاکستان آرہا ہے۔'' پھر کمالِ بے توجہی سے پاکیزہ رسالے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

کے ہیرو، ہیروئن کے مکالموں میں غرق ہوگئی۔

''بھورا بندر.....؟'' ثمین کا صدمے سے منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''اتنا اسمارٹ.....ڈیشنگ، ہینڈسم، ایجوکیٹڈ، ویل مینرڈ.....میں تو ان کے عشق میں گوڈے، گوڈے ڈوب چکی ہوں۔'' ثمین آنکھیں بند کیے مسکرا رہی تھی.....

''لالی'' دل و دماغ، حواسوں پر چھائی ہوئی تھی.....دل کو گدگدا رہی تھی، جذبات کو مہکا رہی تھی.....

''اس دفعہ وہ آئیں گے تو میں اپنی محبت ان پر ثابت کر کے رہوں گی۔'' دروازے سے اندر داخل ہوتی پڑوسن شہلا نے اس کے جملے سنے اور بے ہوش ہونے کی اداکاری کرتی صوفے پر گر گئی۔

''یہ محترمہ کس سے عشق و محبت کی پینگیں بڑھا رہی ہیں؟'' ماہم سے پوچھا.....جس کی عینک شہلا کے دھپ سے صوفے پر گرنے سے ناک سے پھسل کر گود میں آگری تھی۔

''اس بھورے بندر سے!'' عینک سنبھالتے ہوئے ماہم نے ٹی وی کی طرف اشارہ کیا.....ترکی ڈراما پیٹ ٹیلی کاسٹ ہو رہا تھا۔

''چہ چہ.....''بھتر'' اور ''نہال'' کیا کم تھیں جو یہ محترمہ بھی ان کے متاثرین میں شامل ہوگئی ہیں.....بہت افسوس ہوا۔'' اس نے تاسف سے ثمین کو گھورا۔

ثمین جو محبت کے مراقبے میں کہیں دور نیلے امبر تلے، سرخ لباس میں جھوم رہی تھی، پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

''واٹ.....تمہیں کس نے کہا.....کہ؟ بھتر اور نہال (ترکش ڈرامے کی ایکٹرز) میرے منگیتر سے عشق فرما رہی ہیں؟'' ثمین نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔

دونوں نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا.....جیسے اس کی حالت پر پاگل پن کا شبہ ہو.....

پھر شہلا نے ریموٹ لے کر ٹی وی آف کر دیا.....اور رقت آمیز لہجے میں بولی۔

''یار صبر کر.....تیرا اس سے ملنا بے حد مشکل ہے.....دو حسین و جمیل لڑکیاں پہلے ہی اس کے پیار میں پاگل ہو چکی ہیں.....وہ ان میں سے کسی ایک سے شادی کرے گا.....تو چاہے خواب و خیال میں اسے اپنا منگیتر بنا لے مگر تیرا عشق ممنوع ہی ہے.....'' شہلا نے انتہائی افسوس سے آہ بھری۔

''فٹے منہ.....دفع دور.....بدر صرف میرا ہے.....صرف اور صرف میرا.....خون نہ ہی پی جاؤں ان چڑیلوں کا.....'' وہ غضبناک ہوئی۔

''ہائیں.....'' ماہم کے ہاتھ سے رسالہ پھسل کر گر پڑا۔ ''تو اپنے منگیتر بدر کی بات کر رہی ہے.....میں سمجھی بہلول کی۔''

''بہلول.....تو یہ.....کہاں وہ بھورا بندر.....کہاں میرا کالے بالوں، کالی آنکھوں والا، اسمارٹ، ہینڈسم منگیتر.....'' اس نے فوراً موبائل آن کر کے اس کی تصویر کو محبت سے دیکھا۔

''ہمایوں سعید سے کتنا ملتا ہے ناں.....جب منگنی کے بعد دو، تین دفعہ خالہ جان کے ساتھ ہمارے گھر آئے تو کتنی شاندار ڈریسنگ تھی ان کی، ڈیزائنر سوٹ، جوتے.....گھڑی.....''

اس کا منگیتر نامہ جاری و ساری تھا.....تعریف کے پل باندھے جا رہے تھے۔

''میرے بدر کا اسٹینڈرڈ اور اسٹیٹس ہائی فائی ہے اور پسند تو لاجواب.....اب تو یورپ کی خوب صورت فضاؤں اور اعلیٰ تعلیم نے کیا خوب نکھارا ہوگا ان کے رنگ و روپ اور شخصیت کو.....یعنی اور زیادہ ٹپ ٹاپ میں آچکے ہوں گے۔''

شہلا اور ماہم نے اس کے میرے بدر کہنے پر منہ ہی منہ میں ''بے شرم'' کہا۔

''کیا.....کیا تم نے ڈراما بے شرم کے بارے میں کچھ کہا.....؟'' ثمین فوراً بولی۔

''چھچھورے پنے کا کوئی علاج نہیں.....'' شہلا نے بہ آواز بلند کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''یار یہ تو اپنے منگیتر کے عشق میں پاگل ہو چکی ہے..... اور اسے پاگل کرنے میں ان ٹی وی والوں کا بڑا ہاتھ ہے..... یہ جو ہر وقت ٹی وی کے ساتھ چپکی رہتی ہے، ترکی ڈراموں کی دیوانی ہے اور پاکستانی مارننگ شوز کی فضول اودھم بازیوں کو شوق سے دیکھتی ہے..... اس کا یہی حال ہونا ہے۔'' شہلا نے ماہم سے اظہارِ افسوس کیا..... ثمین نے اس کی گل افشانیوں پر قریب پڑا ریموٹ اسے دے مارا.....

''خبیث..... تو آستین کا سانپ ہے..... دوست کے نام پر دھبا ہے..... جلتی ہے مجھ سے۔''

شہلا نے آرام سے ریموٹ کیچ کیا..... ٹیبل پر باسکٹ میں موجود کینو اٹھایا، چھیلا اور مزے سے کھانے لگی۔ ثمین مسلسل اسے گھور رہی تھی۔

''نظروں کے تیر نہ چلاؤ..... یہ بتاؤ قصہ کیا ہے؟ یہ بخار کیوں چڑھا ہوا ہے؟ وہ بھی بخارِ عشق.....''

''عید الحب بھی گزر گئی..... نہ کوئی فون نہ میسج.....'' منہ لٹکا ہوا تھا..... بے حد افسوس سے اطلاع دی۔

''عید الحب.....؟'' ماہم اور شہلا نے الجھن بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''یار دو مہینے ہو چکے ہیں انہوں نے مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا..... پہلے مہینے میں کئی دفعہ خیریت کے فون یا میسج آجاتے تھے، اب وہ بھی نہیں.....'' ثمین کے چہرے پر حد درجہ مسکینیت تھی۔

''یہ کون سی عید ہے بھئی؟'' شہلا نے سوال کیا..... ''جس پر انہوں نے تم سے رابطہ نہیں کیا۔''

''یار عید الحب ناں..... ویلنٹائن ڈے..... محبت کا عالمی دن..... یومِ اظہارِ محبت.....'' ثمین نے وضاحت کی۔

''تو تم نے اسے عید بنالیا.....؟'' ماہم اور شہلا کا صدمے سے برا حال تھا۔

''میں نے نہیں..... وہ جو صبح مارننگ شو آتا ہے ناں..... وہ اس کی میزبان نے کہا تھا۔'' اس نے گھبرا کر وضاحت کی۔

''اس کی ایسی کی تیسی.....'' شہلا نے غصے سے دانت کچکچائے۔

''یار ان کو پیسہ کمانا ہوتا ہے..... اشتہاری کمپنیوں نے ان کو خریدا ہوا ہوتا ہے..... اپنی مصنوعات بیچنی ہوتی ہیں۔ تمہیں خود تو شعور ہے ناں..... یا آنکھیں بند کیے ان میڈیا والوں کی لن ترانیوں کے پیچھے چل پڑی ہو۔'' شہلا نے اسے اچھا خاصا جھاڑا۔

''اب سمجھ آیا..... یہ جو ویلنٹائن گزرا ہے۔ پورا دن تم ٹی وی سے چپکی رہی..... دماغ پر اثر ہو گیا ہے..... اس دن کی محبت، محبت کی گردانِ لامتناہی سے جو تمہیں بخار چڑھا ہے ناں عشق کا..... یہ اترے گا کیسے.....'' اُف.....'' ماہم بولی..... اس سے ایک سال چھوٹی تھی پر مزاجوں میں بہت فرق تھا۔

''اور تم ہی کیا..... لگتا ہے پوری قوم کو لومینیا (love mania) ہو گیا ہے..... ٹی وی دیکھ کر تو یہی لگتا ہے کہ اس قوم سے خوش حال اور محبت کرنے

غرقِ محبت

''کب تک مجھ کو بھولو گے!''

چاہتوں کا بھیدوں بھرا یہ سوال اسے حال سے بے حال کیے ہوئے تھا۔ اس نے محبوب کی آہٹوں پر کان اور راہوں میں پلکیں بچھائے زندگی تمام کر دی مگر..... فاصلوں میں کمی نہ آئی۔ ابھی تو زندگی کی تلاش جاری تھی کہ اچانک اس انداز میں رقصِ اجل شروع ہوا کہ وہ چاہتوں کے مدفن پر حسرتوں کے پھول چڑھانے پر مجبور ہو گیا۔

جون 2017ء کے شمارے میں سسپنس

کے آخری صفحات پر جادوئی انداز لیے.....

محبوب قلمکار **طاہر جاوید مغل** کی چونکا

دینے والی سحر انگیز طویل داستان آپ کی توجہ کی منتظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

والی نوجوان نسل شاید ہی کہیں اور ہو۔'' شہلا نے طنز کیا۔

''بہت پیسہ ہے ان کے پاس، محبت کرنے کے لیے۔''

''ہاں تو اچھی بات ہے ناں..... پیغامِ محبت جتنا ہو پھیلنا چاہیے..... محبتوں کے پھول کھلانے چاہئیں..... تاکہ نفرتوں کے اندھیرے کم ہوں.....'' ثمین مسکرا کر بولی۔

''یہ بھی تمہاری کسی ہوتی سوتی نے کہا ہوگا..... ہے ناں.....'' شہلا نے پوچھا۔ ''وہی .....تمہاری مارننگ شو کی شوباز میزبان.....؟'' ثمین کے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے پر اس نے کہا۔

''خبردار..... حدِ ادب..... گستاخی کی کوئی حد ہوتی ہے، تم مسلسل اس پیاری لڑکی کی بے عزتی کرنے کی کوشش کررہی ہو۔''

''لڑکی.....'' شہلا نے بے ہوشی کی اداکاری کی۔ ''یار وہ عورت ہے عورت..... تمہارے جیسی۔'' آخری جملہ سراسر ثمین کو جلانے کے لیے کہا تھا..... اور وہ تپ گئی۔

''چلو نکلو یہاں سے..... گھر جا کر ٹھنڈے پانی سے نہاؤ..... تاکہ دماغ پر چڑھی گرمی کم ہو.....'' اس نے شہلا کو باہر کا راستہ دکھایا۔

''یار یہ گرمی تمہارے دماغ پر چڑھی ہوئی ہے..... محبت کی گرمی.....'' شہلا نے مذاق اڑایا۔

''ہاں، ہاں..... اڑالو مذاق..... میرے جیسا مگیتر ہو تو کوئی بات بھی ہے۔''

''ہزاروں پڑے ہیں راہوں میں..... لیکن مابدولت اتنی بے قیمت نہیں کہ ان راہ چلتے لوگوں کو لفٹ کرائیں۔ کسی بھی شرعی رشتے کے بغیر لڑکی اور لڑکے کا کسی بھی قسم کا تعلق، دوستی، بات چیت سوائے لڑکی کی عزت وحیا کو بے قیمت اور بے مول کرنے کے اور کچھ نہیں.....'' شہلا نے اپنا نقطۂ نظر بتایا۔

''بس کرو ملانی جی..... انگور کھٹے ہیں.....'' ثمین آرام سے بولی۔

''یار ماہم..... میں انتظار ہی کرتی رہی..... نہ کوئی پھولوں کا گلدستہ نہ محبتوں سے سجا کارڈ..... نہ کوئی چاکلیٹ۔'' اس نے ماہم کا کندھا ہلایا جو برے طریقے سے رسالے میں غرق تھی۔

''ہوں..... ہاں..... تمہاری سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی ہے۔'' ماہم نے افسوس سے سر ہلایا۔

''یہ رسالے پڑھ لیا کرو..... شاید کوئی عقل آجائے..... ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی سبق کوئی مثبت پیغام ہوتا ہے۔'' اس نے ثمین سے کہا۔

''تم سیکھو سارے سبق..... سارے پیغام..... کیسی بہن ہو کوئی ایک کام کا مشورہ ہی دے دو..... میں ''ان'' پر اپنی محبت ثابت کرنا چاہتی ہوں۔''

''کوئی شرم ہوتی ہے، کوئی حیا ہوتی ہے۔'' شہلا نے پھر ثمین کو غیرت دلانی چاہی۔

''یار کیا کہتے ہیں اسے.....'' اس نے ماہم سے پوچھا۔

''چکنا گھڑا.....''

''بھینس کے آگے بین بجانا.....''

''کان پر جوں تک نہ رینگنا.....'' ماہم نے فوراً جواب دیا۔

''تم دو اس بے وقوف کو نادر مشورے..... میں چلی.....'' شہلا نے افسوس وطیش سے کہا اور... واک آؤٹ کرگئی۔

''شکر ہے..... ملانی جی چلی گئیں..... مدرسہ کیا جوائن کرلیا ہر وقت کا لیکچر.....'' ثمین نے سکون کی سانس لی۔

''سنو ماہم..... کل ہی امی کے پاس میری ہونے والی ساس کا فون آیا ہے کہ بدر 25 تاریخ کو پاکستان آرہا ہے۔''

''میں جانتی ہوں۔'' ماہم نے جواب دیا۔

''تو بتاؤ ناں..... کوئی آئیڈیا..... وہ مارننگ شو کی ہوسٹ نے یہی سوال رکھا تھا کہ آپ کے خیال میں پیار کے اظہار کا سب سے بہترین انداز کون سا ہے؟'' ثمین نے رٹو طوطے کی طرح سوال دُہرایا۔

''اُف..... ف..... ف..... وہی مرغے کی ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ٹانگ.....'' ماہم نے سر پکڑ لیا۔

''ارے.....واؤ.....آئیڈیا.....میں تو بھول ہی گئی..... 28 کو ان کی برتھ ڈے ہوتی ہے ناں..... بس میں اس دن سر پرائز پارٹی ارینج کروں گی اور ویلنٹائن بھی وش کردوں گی..... بدر برا ڈ مائنڈڈ اور ماڈرن ہیں، محبت کے اظہار کا یہ انداز انہیں یقیناً پسند آئے گا۔'' وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

''یار ماہم..... بتاؤ ناں کیا پہنوں اس دن..... یورپ میں تو ایک سے بڑھ کر ایک حسین لڑکی ہوتی ہے..... میں کچھ ایسا ڈریس پہنوں کہ وہ یورپ کی تمام لڑکیوں کو بھول جائیں..... بس میں ہی میں نظر آؤں۔'' وہ خوابوں میں کھونے لگی۔

''اپنے آپ کو ان غیر مسلم لڑکیوں سے مت کمپیئر کرو..... یو آر اے مسلم گرل سمجھیں.....'' ماہم فوراً بولی۔ ''اور یہ آئیڈیا بھی ٹی وی پروگرام سے لے لو..... ڈریسنگ کا..... یقیناً بوتیک چلانے والی خواتین نے اپنے ڈیزائنر ریڈ سوٹ ٹی وی پر دکھائے ہوں گے..... مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو..... میں تو سراسر ان فضولیات کے خلاف ہوں۔'' اس نے صاف جواب دیا۔

ثمین نے خفگی سے منہ پھلا لیا لیکن نگاہوں میں ایک بے حد حسین ریڈ سلیولیس میکسی گھوم رہی تھی۔ جس کو ٹی وی پر ایک بوتیک والی سیلز گرل نے متعارف کروایا تھا اور اسے خریدنے کے لیے آن لائن آرڈر بھی دے سکتے تھے.....

''بس ڈن ہو گیا.....'' وہ پُرجوش سی ہو گئی۔

☆☆☆

بدر ثمین کا خالہ زاد تھا..... منگنی سے پہلے بھی اس کا گھر میں آنا جانا تھا۔ ثمین کو وہ اس لیے پسند تھا کہ وہ شاندار پرسنالٹی رکھتا ہے..... اس کی ڈریسنگ لاجواب ہوتی ہے..... وہ ڈیزائنر اور برانڈڈ چیزیں استعمال کرتا اور آزاد خیال بھی ہے..... ثمین کا خود بھی ایسا ہی مزاج تھا۔ سو دونوں کی رضامندی سے یہ رشتہ طے ہو گیا..... منگنی کے بعد بدر ہائر اسٹڈیز کے لیے فارن چلا گیا۔ بات چیت بھی ہوتی رہی..... اب بدر اپنی اسٹڈیز مکمل کر کے پاکستان آ رہا تھا..... اور کچھ عرصے میں ثمین کی خالہ کا بیٹے کی شادی کا ارادہ تھا..... خالہ جان کے مطابق وہ مصروف رہتا ہے اس لیے اب بات چیت کم ہوتی ہے۔ ثمین نے کافی دفعہ میسج کیے..... مگر نمبر بند تھا۔ وجہ کیا تھی وہ لاعلم تھی۔

☆☆☆

بدر آ چکا تھا اور اس کی سالگرہ کا دن بھی..... ماہم کی امی لنچ میں بدر اور اپنی بہن کو انوائٹ کر چکی تھیں..... ابا اور بھائی آفس جا چکے تھے۔ ان کی ابھی تک بدر سے ملاقات نہیں ہو پائی تھی۔ اور ان کا ارادہ تھا کہ رات کا کھانا وہ سب کسی مشہور ریسٹورنٹ میں کھائیں گے۔ یوں بدر سے ملاقات و بات چیت بھی ہو جائے گی۔

دونوں بہنوں نے امی کے ساتھ مل کر کافی ڈشز تیار کر لی تھیں۔ ایک بھرپور دعوت کا اہتمام تھا۔

ثمین نے اپنے کمرے کو خوب صورت دل کی شکل کے سرخ غباروں، ربنوں، سرخ گلاب کی کلیوں سے آراستہ کر لیا تھا۔

ایک انتہائی خوب صورت محبت بھرے لفظوں سے لکھے کارڈ اور کیک کو میز پر سجا کر نہایت ہی فلمی و رومینٹک ماحول بنا چکی تھی۔ ماہم نے اس کے کسی کام میں مداخلت نہیں کی۔

پاکستان آ کر بھی بدر نے ثمین سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ ثمین نے مغربی طرز کی اسٹائلش سی ریڈ میکسی جو سلیولیس تھی، زیب تن کی ہوئی تھی..... لائٹ سا میک اپ کیا۔

''ہم.....م،م،م.....'' آئینے میں اس نے خود کو ستائشی و توصیفی نگاہوں سے دیکھا۔ ''پرفیکٹ!''

اس نے تصور کی آنکھ سے بدر کو دیکھا۔ بلیک پینٹ کوٹ یا ڈیزائنر ٹراؤزر شرٹ میں اس کو مخمور نگاہوں سے تک رہا ہے۔

''ہائے اللہ.....'' وہ خیالوں میں ہی شرمائی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''سالگرہ کی سرپرائز پارٹی یقیناً اسے بے حد پسند آئے گی۔'' اس نے سوچا۔

''ڈراموں کا اثر.....'' ماہم بڑبڑائی جو کافی دیر سے اس کی تیاری دیکھ رہی تھی۔

''تھا جس کا انتظار وہ شاہکار آگیا۔'' تھوڑی دیر بعد ماہم نے آکر اطلاع دی۔

''اوہ..... اچھا..... کیسے لگ رہے ہیں؟'' ثمین نے بے حد اشتیاق سے سوال کیا۔

''نائس..... گڈ لکنگ، سوبر، ڈیسنٹ.....'' ماہم نے معنی خیز مسکراہٹ سے جواب دیا۔

''ہاں، خیر اُن کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں کرسکتا۔'' وہ اترائی..... ماہم کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

ارادہ یہ تھا کہ کھانے کے بعد ماہم پہلے بدر کو ثمین کے کمرے میں لے کر آئے گی اور پھر سب مل کر پارٹی انجوائے کریں گے، کیک کاٹیں گے..... بدر کو وش کریں گے۔

ماہم اور امی کھانا سرو کررہی تھیں..... ثمین فی الحال ان کے سامنے نہیں آئی تھی۔ وہ خالہ جان اور بدر کو سالگرہ پارٹی کا اچانک سے سرپرائز دینا چاہتی تھی۔

کھانے کے بعد ماہم، بدر کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئی۔

ثمین کی نظریں اٹھیں اور حق دق رہ گئی۔ ''یہ کون؟'' جملہ منہ میں ہی رہ گیا۔ صدمے سے منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

سامنے سفید شلوار قمیص میں پائنچے اونچے کیے، نگاہیں جھکائے، خوب صورت داڑھی کے ساتھ جو موصوف کھڑے تھے وہ اس کے منگیتر بدر ہی تھے۔

ماہم مسلسل مسکرا رہی تھی۔

''السلام علیکم.....'' بدر نے نرم آواز میں سلام کیا۔ نگاہیں اٹھیں تو کمرے کا جائزہ لیا جارہا تھا۔

''یہ اہتمام کس لیے؟'' وہ حیرانی سے بولا۔ وہ اپنی سالگرہ کے دن کو بھول چکا تھا۔ ثمین گم صم کھڑی تھی۔ اس نے ایک نظر بھی اس کے سراپے پر غور سے نہیں ڈالی تھی۔

''آپ پلیز بیٹھیں.....'' اسے آداب میزبانی یاد آہی گئے تھے۔

''نہیں، میں چلتا ہوں..... آپ امی سے سلام دعا کر لیجیے..... وہیں بات ہوگی.....'' اس نے نرمی سے کہا۔

''اس نے بہروپ تو نہیں بھرا تھا؟ داڑھی اصلی ہے اس کی؟'' وہ بے یقین سی ماہم کے کان میں گھس کر دھیمے سے بولی۔

''کیسی ہیں آپ؟ کیا آج کسی کی سالگرہ ہے؟'' کیک، کینڈلز دیکھ کر اس نے پوچھا۔

''جج..... جی.....'' ثمین بوکھلائی ہوئی تھی۔

''ٹھیک ہوں.....''

''ویسے برتھ ڈے منانا مجھے وقت اور پیسے کا زیاں لگتا ہے.....'' وہ پھر گویا ہوا۔ ''ویسے کس کی برتھ ڈے ہے؟''

''ہائیں.....'' ثمین کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

''وہ..... میں سالگرہ منا رہی ہوں بلکہ ہم دونوں.....'' وہ چپ ہوگئی..... ''اپنے ماہنامہ پاکیزہ کی.....'' اس کی نظر میز پر رکھے رسالے پر پڑی تو فوراً بات بنائی..... ماہم نے دانت کچکچائے۔

''اوہ..... اچھا.....'' بدر کے لہجے میں شدید حیرانی تھی۔

''بس ماہم دیوانی ہے اس رسالے کی.....'' ماہم اسے یوں گھور رہی تھی جیسے کچا ہی چبا جائے گی۔

ثمین کے سارے خواب چکنا چور ہوگئے تھے۔

ہائے برتھ ڈے، ہائے ویلنٹائن ڈے.....

''یہ یورپ گیا تھا یا افغانستان.....'' وہ ماہم کے کان میں گھس کر منمنائی۔

''ماہم.....'' امی نے آواز دی تو وہ اسے گھورتے ہوئے باہر چلی گئی۔

''جی میں یورپ ہی گیا تھا.....'' جواب بدر کی طرف آیا۔ اس نے کھسر پھسر کرتی ثمین کی بات سن لی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''وہاں جا کر نان مسلمز کے ساتھ رہ کر اندازہ ہوا کہ ہم لوگ اپنی اسلامی تہذیب و تشخص سے کس قدر دور ہیں، غیروں کی تہذیب و طور طریقے اپنا کر ہم فخر محسوس کرتے ہیں، دراصل ہم ذہنی طور پر ان سے مرعوب ہیں۔ پھر میں نے قرآن کی کلاسز مع ترجمہ و تفسیر کے لینا اسٹارٹ کیں، ایک اسلامک سینٹر میں روز جاتا تھا۔ میری لائف میں بہت چینج آ گیا ہے اور یقیناً آپ کو محسوس بھی ہو رہا ہوگا۔ میں عملی طور پر ایک باعمل مسلمان اور انسان بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

اس نے نرم لہجے میں مسکرا کر کہا۔ ایک نظر ثمین پر ڈالی۔

''آپ اپنے نام کا مطلب جانتی ہیں، precious (قیمتی) بیش بہا..... ایک مسلمان لڑکی کو اپنے لباس، سوچ، طور طریقوں سے خود کو انمول دکھنا چاہیے، باوقار نظر آنا چاہیے.....''

''اُف.....'' ثمین نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں، کہیں تو چلو بھر پانی نظر آ جائے اس کا اشارہ کس طرف تھا۔ بخوبی سمجھ گئی تھی۔ بدر نے آگے بڑھ کر ٹیبل سے کارڈ اٹھا لیا۔ اور ثمین نے سر پکڑ لیا..... کارڈ پر نظریں دوڑاتے ہوئے بدر، زیرِ لب مسکرا رہا تھا۔

''بہت خوب صورت الفاظ میں اظہار و اقرار ہے۔ یہ سارے اظہار و اقرار شادی کے بعد کے لیے سنبھال کر رکھیے۔ شادی کے بعد ایک مضبوط، مقدس رشتے میں بندھ کر یہ اچھے بھی لگتے ہیں۔ شادی سے پہلے ان کی حقیقت محض سراب سے زیادہ کچھ نہیں۔''

''ثمین، خالہ جان تمہیں یاد کر رہی ہیں۔'' ماہم نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''شکر ہے خلاصی ہوئی۔'' اس نے سوچا..... بدر جیسے ہی کمرے سے باہر گیا جھٹ سے الماری کھول کر شلوار قمیص، دوپٹا نکالا..... واش روم کی طرف دوڑ لگائی۔ تھوڑی دیر بعد نکلی تو سلیقے سے دوپٹا سر پر جمایا ہوا تھا۔

''یورپ نے واقعی بدر بھائی کا کیا رنگ و روپ نکالا ہے۔ کیا ہوا ثمین تمہیں تو بدر بھائی سے عشق تھا ناں.....؟'' ماہم نے اس کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں عشق تو رہے گا..... کیونکہ یہ دل کا معاملہ ہے مگر وہ کہہ گئے ہیں شادی سے پہلے یہ عشق، ممنوع ہے..... نہ وہ مجھ سے بات کریں گے نہ ملاقات.....'' وہ صدمے سے بولی۔

ماہم کھلکھلا کر ہنستی چلی گئی۔

''حسرت مجھے ان غنچوں پر ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔'' شہلا نے کمرے میں جھانک کر کہا۔ اس نے ثمین کے آخری جملے سن لیے تھے۔

''یار..... تمہارے گھر سے اشتہا انگیز کھانے کی خوشبوئیں آ رہی تھیں بس مجھ سے رہا نہیں گیا۔ یہاں آ کر پتا چلا کہ بدر بھائی کی دعوت ہے۔'' اس نے وضاحت کی۔ مسکراہٹ لبوں سے چپکی ہوئی تھی۔

''مان نہ مان میں تیرا مہمان.....'' ماہم، شہلا کو دیکھ کر بولی۔

''یار مجھے تو اب یہ فکر ہو رہی ہے کہ لڑکی شادی کے لیے مانے گی یا بھی نہیں.....'' اس نے ثمین کی طرف دیکھ کر کہا۔ جس کا صدمے سے برا حال تھا۔

''کیونکہ اب وہ ڈراموں کے ہیرو نہیں بلکہ ''نسیم حجازی'' کے ناول کے ہیرو بن چکے ہیں.....'' بدر بن مغیرہ..... کیسے نبھے گی؟''

''اے خبردار! جو میرے عشق پر غلط نظر ڈالی.....'' ثمین کا عشق چھلانگ مار کر بیدار ہو گیا۔

''مجھے تو تمہارے مستقبل کا سوچ کر ہنسی آ رہی ہے..... اب پتا چلے گا کہ تمہارا دعویٰ عشق کتنے پانی میں ہے؟'' ماہم بولی۔

''تم دونوں.....'' ثمین نے دانت کچکچائے۔

''ہاں ہم دونوں..... یہ کیک کاٹ کر مزے سے کھا رہے ہیں..... تم باہر اپنی ساس سے دعا سلام کرو.....'' شہلا نے آرام سے کہا اور ثمین اپنے مستقبل کا سوچتی ہوئی انہیں گھورتی باہر نکل گئی..... یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ اس کا دعویٰ عشق کتنا سچا ہے؟ کچرا ابھی باقی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

www.paksociety.com

امربیل

شیریں حیدر

قسط 4

تخلیقِ کائنات سے لے کر اب تک . . . کئی ادوار بدلے مگر عورت کی کہانی ہر دور میں لگ بھگ وہی رہی ہے ۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ہمیں رشتوں کی ڈور میں باندھا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی تخلیق کے مقصد کو اور بھی خوب صورت بنائیں مگر اس کے پیدا کردہ دل میں جذبے بھی اسی کے پیدا کردہ تھے۔ محبت ، نفرت، رشک، حسد، رنج، غصہ اور خوشی . . . اب ہم پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم کس جذبے کو خود پر حاوی کرلیتے ہیں ، یہ ہماری خصلت بن جاتا ہے اور ہماری کل شخصیت کا خلاصہ . . . یہی ہمارے کردار کی تعمیر کرتا ہے اور ہم اسی کا تاثر دوسروں پر عمر بھر کے لیے چھوڑتے ہیں ۔ ہماری عادات صرف ہم پر ہی نہیں بلکہ دوسروں کی زندگیوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ کسی کی زندگی کا سفر کس طرح سہل یا کٹھن ہوتا ہے اس کا انحصار ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اُن کی زندگی کے اہم کردار ہوتے ہیں اور جن کا ہونا یا نہ ہونا اہمیت رکھتا ہے۔ پیدائش سے لے کر اپنی موت تک رشتوں کی ڈور سے بندھے ہوئے کردار زندگی کو ہنس کر گزارتے ہیں یا رو کر، مشقت سے سانس لیتے ہیں یا خوشیوں کے ہنڈولوں میں جھولتے ہوئے اس کا سارا دارومدار ان سے وابستہ رشتوں پر ہوتا ہے ۔ وقت بدل جاتے ہیں مگر کہانی وہی رہتی ہے اور اپنی باری سے اس میں مختلف کردار شامل ہوتے رہتے ہیں۔

زندگی کے انہی پیچ وخم اور نشیب وفراز سے نبرد آزما ہوتی ایک چشم کشا تحریر.....

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

تیرا جمال نگاہوں میں لے کے

''یہ کس طرح کا پھسلواں سا راستہ ہے اور ہم اس راستے پر کرنے کیا آئے ہیں؟'' میں نے اس سے سوال کیا جو میرے ساتھ چل رہا تھا مگر اس کی طرف سے خاموشی تھی۔ ''میرا ہاتھ تھام لو تم، میرے پاؤں بار بار پھسل رہے ہیں، کہیں گر ہی نہ جاؤں!'' میں نے مڑ کر پیچھے دیکھا مگر اس کے اور میرے بیچ اندھیرے کی چادر تنی تھی۔ میں گھبرا گئی۔ ''تم میرے ساتھ ہو ناں؟'' کوئی جواب نہ آیا۔ ''مجھے چھوڑ کر تو نہیں چلے گئے ہو تم؟'' خاموشی..... پُراسراری خاموشی کہ میں لرزنے لگی۔ یہ احساس کہ میں اس انجانی راہ پر تنہا تھی، وہ جو چند لمحے قبل تک میرے ساتھ میرے سائے کی طرح چل رہا تھا، نہ وہ نظر آ رہا تھا نہ بول رہا تھا۔

میں نے اسے چیخ کر پکارنا چاہا..... مگر اس کا نام کیا تھا؟ میں تو اس کا نام تک نہ جانتی تھی۔ میں بے بسی سے رونے لگی اور اگلا قدم اٹھایا ہی تھا کہ بری طرح رپٹ گئی۔ جانے کتنی دیر تک میں نیچے ہی نیچے گرتی رہی تھی، میرے قدم کہیں ٹک ہی نہیں رہے تھے، پورا وجود ہوا میں معلق تھا۔ پاتال بھی شاید اتنا گہرا نہ تھا، میری ہتھیلیوں اور تلوؤں تک سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ ''یا اللہ!! تو ہی مجھے بچا سکتا ہے.....'' یہ بھی سوچ ہی سکی تھی کہ منہ سے کوئی لفظ ادا نہیں ہو پایا تھا۔

اچانک میرا ہاتھ کسی چیز سے ٹکرایا، یہ کسی کا ہاتھ تھا، میں نے اسے تھاما اور میرا وجود کمر کے بل گرا۔ ایک گہری سانس جس میں شکر نہ تھا کہ ہوا میں معلق رہنے سے نجات ملی تھی۔

''تم ٹھیک تو ہو ناں؟'' یہ آواز کس کی تھی؟ ''ڈر گئی تھی ہو کیا خواب میں؟''

''میں.....'' میں نے آنکھیں کھولی۔ ''ہاں میں ڈر گئی تھی مگر اب ٹھیک ہوں!'' میں نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔ اس خواب کا کیا مطلب ہوگا، کوئی خواب بے بنیاد نہیں ہوتا۔ اگر یہ میرے لاشعور میں چھپی ہوئی کسی سوچ کا نتیجہ ہے تو بھی اس کا کوئی مفہوم تو ہوگا ناں..... مگر کیا ہے میرے لاشعور میں؟

☆☆☆

آڈیٹوریم تک شفاف نے ساتھ چل کر اُن کی راہنمائی کی، ہال اس وقت تک کھچا کھچ بھر چکا تھا، لگتا تھا کہ ساری یونیورسٹی کے طالب علم اس وقت اسی چھت کے نیچے تھے۔ انہیں اگلی رو میں اکٹھی تین چار خالی نشستیں نظر آئیں تو انہوں نے پہلی دو سیٹیں سنبھالیں۔

''پلیز آخر تک چلی جائیں تاکہ قریبی سیٹیں بعد میں آنے والوں کے لیے خالی ہوں.....'' انہیں ہدایات دینے والا یا تو کوئی سینئر تھا یا پھر انہی کا کلاس فیلو کہ جس نے خود کو مانیٹر سمجھ لیا تھا مگر انہوں نے بحث کیے بغیر چپ چاپ سیٹیں تبدیل کر لیں کہ اس کی بات میں منطق تھی۔ واقعی بعد میں آنے والی یا والا ان سے ٹکرا ٹکرا کر آگے جاتا جبکہ نشستوں کے درمیان اتنی جگہ بھی نہ تھی۔

ہال میں کسی لیکچرر کے داخل ہوتے ہی قہقہے اور آوازیں سرگوشیوں میں ڈھل گئیں، سب متوجہ اور ہمہ تن گوش ہو گئے پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔ آنے والے نے ہاتھ میں پکڑا ہوا فولڈر سامنے ڈائس پر رکھا اور ان سب سے مخاطب ہو کر انگریزی میں انہیں سلام کیا۔ سب کی طرف سے بلند جواب پا کر وہ مسکرائے۔

''آج کی کلاس جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہوگا کہ یونیورسٹی کی روایت کے مطابق تعارفی کلاس ہے، میں سب سے پہلے اپنا تعارف کروا دوں، میرا نام بدر کامل ہے۔ معلوم نہیں کہ میرے ماں باپ نے مجھے بدر کامل کے نام سے کیوں پکارا شاید میں اس وقت بہت خوب صورت تھا یا اُن کی آنکھیں مجھے اب بھی ویسا ہی دیکھتی ہیں۔ بیرونِ ملک پیدا ہونے اور وہاں کے تعلیمی اداروں میں حصولِ تعلیم کے دوران نام کا دوسرا حصہ پکارا جانے لگا اور تب سے اب تک ''کامل'' بن گیا ہوں، میں نہیں جانتا کہ میں کتنا کامل ہوں مگر میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے نام کا پرتو بنوں! نام بہت اہم ہوتے ہیں، آپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لوگوں کو علم نہیں مگر جب آپ خود باپ اور ماں بنیں گے تو جان جائیں گے کہ بچوں کے نام رکھتے وقت ماں، باپ کے دلوں میں کیا کیفیات ہوتی ہیں.....'' ایک بھرپور قہقہہ پڑا اور وہ بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔ ''غریب سے غریب آدمی بھی اپنے بچوں کا نام امیر علی، وزیر علی، بادشاہ، ملکہ اور شہزادی رکھتے ہوئے سوچتا ہے کہ شاید اس بچے کا نام اس کی قسمت بدل دے گا! بدصورت.....معاف کیجیے گا، بچوں کے نام جمیلہ، حسینہ، جمیل، شکیلہ اور شکیل رکھتے ہیں کہ شاید.....''

''ایکسکیوزمی سر.....'' ایک بلند مردانہ آواز پچھلی نشستوں سے آئی تھی۔ ''مجھے آپ کے اس بیان پر اعتراض کرنے کا پورا حق حاصل ہے!''

''سوری یار.....'' انہوں نے غالباً نزدیک کا چشمہ لگا رکھا تھا جو اتار کر انہوں نے ڈائس پر رکھا اور تھوڑا اونچا ہو کر پیچھے دیکھا، فوراً معذرت کی۔ ''کیا نام ہے تمہارا یار، حسینہ، شکیلہ یا جمیلہ؟'' اس پر اتنا بھرپور قہقہہ پڑا کہ وہ بھی مسکرانے کے بجائے کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ سر کامل نے عینک ناک پر دوبارہ جمائی۔ ''مذاق کے لیے معذرت خواہ ہوں، اصل میں آپ سب لوگ اس طرح دکھائی دے رہے ہیں جیسے کہیں پر سادیئے آئے ہیں یا پھر آپ کو قربان گاہ میں بٹھا دیا گیا ہے کہ چلو بھائی اب باری، باری تم سب کی قربانی ہوگی۔'' ایک اور بھرپور قہقہوں کا طوفان۔ ''بھئی پڑھنا تو آپ سب نے کاروبار کے بارے میں ہے مگر اس خشک سے مضمون کے ساتھ، ساتھ اگر ہم زندگی کے کچھ اور معاملات کے بارے میں جان لیں تو کیا حرج ہے؟ جیسا کہ میں نے آج ناموں ہی کے بارے میں کہا ہے تو چلیں آپ سب بھی اپنا تعارف کروائیں، اپنا نام اور اس کے ساتھ مختصراً یہ کہ آپ کے خیال میں آپ کے نام کا آپ پر کیا اثر ہے یا آپ کے اپنے نام کے بارے میں کیا خیالات ہیں.....چلو یار آپ سے ہی شروع کر لیتے ہیں۔'' انہوں نے عقبی نشستوں میں سے اسی لڑکے سے کہا جس نے اعتراض کیا تھا۔

''شکیل احمد سر.....'' اس نے تعارف کروایا۔ ''ناموں میں کیا رکھا ہے سر، ویسے اگر آپ کو بھی شک ہو تو مزید بتیاں جلا کر دیکھ لیجیے کہ میرا نام.....'' انتہائی شکیل ہونا چاہیے تھا!'' بھرپور تالیاں! سب مڑ مڑ کر اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

''ارے ارے زحمت نہ کریں، میں ہی آگے آجاتا ہوں۔'' اس نے اپنی نشست سے چھلانگ لگائی اور سر کامل کے پاس بھاگ کر پہنچا، تالیاں بج رہی تھیں، اس نے کورنش بجا کر سب کا شکریہ ادا کیا، وہ واقعی بہت اسمارٹ لڑکا تھا۔

''بھئی شکیل.....'' سر کامل نے ہنس کر کہا۔ ''میں آپ کے اعتماد سے بہت متاثر ہوا ہوں، مجھے اچھا لگا آپ سے اتنا تفصیلی تعارف مگر سوچ رہا ہوں کہ اس طریقے سے تعارف ہوتے رہے تو ہمارا پہلا سمسٹر صرف ناموں کے تعارف میں ہی ختم ہو جائے گا، اس لیے کوشش کریں کہ آج کا تعارف مختصر الفاظ پر مشتمل ہو اور اگر ممکن ہو تو تعارف کا یہ سلسلہ کئی دن تک جاری رکھنا پڑے گا۔''

''اسجد سر!'' ایک آواز پچھلی نشستوں سے ابھری۔ ''اور میں عید کی نماز باقاعدگی سے پڑھتا ہوں!'' ہنسی کا ایک اور فوارہ۔

''شکریہ اسجد سر.....'' سر کامل نے کہا۔ ''ویسے آپ کے ابا کا نام ''سر'' تھا یا آپ نے تخلص ''سر'' رکھا ہے اپنا یا پھر آپ کا سر معمول سے بڑا ہے تو؟'' ہنس، ہنس کر سب کی پسلیوں میں درد ہو رہا تھا۔

''نو سر.....'' اس نے تصحیح کی۔ ''ملک اسجد نام ہے میرا!''

''یوں کرتے ہیں کہ ایک تعارف عقبی نشستوں سے اور ایک سامنے کی رو سے شروع کرتے ہیں۔'' سر کامل نے کہا۔ ''میں جسے اشارہ کروں گا وہ اٹھ کر اپنا تعارف کروائے!''

''سر زیادہ اشارے بازی نہ کیجیے گا.....کہیں!'' پچھلی نشستوں سے اٹھنے والی آواز سے قہقہوں کا طوفان اٹھا تھا۔

''نہیں یار، کم ہی کروں گا۔'' انہوں نے اعتماد سے کہہ کر اگلی رو میں بیٹھی ہوئی پہلی لڑکی کو اشارہ کیا۔ ''جی مس، آپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تعارف کروائیں اپنا!''

''نورالعین عتیق!'' اس نے کھڑے ہو کر اعتماد سے کہا۔ ''میں واقعی اپنے ماں باپ کی آنکھوں کی روشنی ہوں کیونکہ میں ان کی اکلوتی اولاد ہوں۔'' اس کے تعارف پر تالیاں بجائی گئیں۔

''جی بیٹا!'' سر کامل نے پچھلی نشستوں میں سے کسی کو اشارہ کیا۔ ''ہاں، ہاں لال قمیص والا!'' عقبی نشستوں پر زیادہ تر لڑکے تھے اور لڑکیاں تعداد میں کم تھیں اور اگلی چار پانچ رو میں لڑکیاں زیادہ بیٹھی تھیں۔

''تمیزالدین، ولد چراغ دین ولد الف دین...... ولد بے دین!'' ایک اور قہقہے پھیلا دینے والا تعارف۔...'' میں چیچو کی ملیاں سے آیا ہوں سر......''

''جھوٹ بولتا ہے سر...... پکا لاہوریا ہے، یہیں پیدا ہوا ہے اور یہیں مرے گا!'' ایک اور آواز۔

''تمیز سے بات کر تمیزالدین کے ساتھ، مرنے کے لیے تو مجھے......!'' قہقہے ہی قہقہے تھے، لگتا تھا کہ مسخروں کا اجتماع ہے۔ ''سر اپنے نام کے علاوہ سب مذاق کر رہا تھا، بابا کا اپنا نام تو اچھا خاصا ہے مگر مجھے ایسا باتمیز نام دے دیا ہے۔''

''آپ بیٹا!'' سر کامل نے اس کی بات کو کاٹا۔

''شفاف......'' اس نے کھڑے ہو کر انگریزی میں کہا۔ ''آپ سب لوگوں کو اس کا مطلب آتا ہو گا اور میں ایسی ہی ہوں، امریکا سے آئی ہوں۔ والدین غریب نہیں، پاپا کا اپنا گروسری اسٹور اور پاکستانی کھانوں کا ریسٹورنٹ ہے مگر امریکا میں یونیورسٹیوں میں وہ لوگ اپنے بچوں کو پڑھا سکتے ہیں جو پاکستان میں کاروبار کرتے ہیں کیونکہ وہ ٹیکس نہیں دیتے یا پھر سیاستدان جو کہ اس ملک کو لوٹ کر کھا رہے ہیں...... سو میں پڑھائی کے لیے یہاں ہوں کیونکہ میرے پاپا نہ کرپٹ سیاستدان ہیں نہ کرپٹ کاروباری!'' انتہائی شفافیت سے اس نے سچ بولا، اس کے تعارف پر تالیاں بجیں اور ہوٹنگ ہوئی مگر وہ پُراعتماد رہی۔

''تم بھی مت گھبرانا!'' اس نے بیٹھ کر اپنی دونوں ساتھیوں سے کہا۔

''جعفر صادق!'' پچھلی نشستوں سے تعارف ہوا۔ ''سر میں ہرگز غدار نہیں ہوں مگر شاید میرے ماں، باپ نے کبھی ہسٹری نہیں پڑھی اس لیے......'' پھر ایک قہقہہ گونجا۔

''آپ بیٹا...... کالے اسکارف میں!'' سر کامل کے کہنے پر بوکھلاہٹ میں دونوں اکٹھی کھڑی ہوگئیں۔ ''اوہو، مجھے نہیں علم تھا کہ آپ دونوں صرف جڑواں ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے سے منسلک بھی ہیں۔'' سر کامل کا انداز اسے تضحیک آمیز لگا مگر وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

''تمنا احمد!'' اس نے اپنا نام بتایا۔ ''اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا مجھے......'' کہہ کر وہ واپس بیٹھ گئی۔

''سوری...... آپ نے برا منایا!'' سر کامل بڑی سہولت سے دوسروں کا دل دکھا کر سوری کہنے کے عادی لگ رہے تھے۔

''عائشہ انوار...... میں نے بی اے میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی اور اب یہاں بھی اسی ارادے کے ساتھ آئی ہوں سر!'' اس کے تعارف پر دیر تک تالیاں بجتی رہیں۔

''گریٹ!'' سر کامل نے کہا۔ ''آپ؟'' اسی کی طرف اشارہ تھا۔

''امرت گل!'' اس نے اپنا نام بتایا۔ ''میرے نام کا مطلب آپ سب کو آتا ہو گا، اس کے اسباب مجھے بتانے کی ضرورت نہیں، اس کے علاوہ جو کچھ آپ کو پوچھنا ہے پوچھیں سر...... میں فالتو بات نہیں کرتی اور اتنا ہی جواب دیتی ہوں جتنا سوال کیا جائے۔'' تالیوں کی گونج تھمنے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔

''ویری نائس......'' سر کامل نے کہا۔ ''کہاں سے پڑھا آپ نے اس سے پہلے؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''گوجرانوالہ سے سر!'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''تو آپ لاہور سے نہیں بلکہ گوجرانوالہ سے تعلق رکھتی ہیں۔'' سوال کیا گیا۔

''میرے خیال میں یہ سوال غیر ضروری ہے سر!'' اس نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

''چلیں اب..... کام ہوگیا ہے تمہارا!'' ایک آواز آئی۔ ''سرعدنان آنے والے ہیں۔''

''بکواس نہ کرو!'' سر کامل کے الفاظ سے وہ حیران رہ گئی۔ اُن کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا۔ ''سوری!'' انہوں نے کہا۔

''چل بھاگ اب! اس کا نام پوچھنے کو تم نے اتنے پاپڑ بیلے تھے، سرعدنان آرہے ہیں۔'' اس کے الفاظ کو کوئی اور کیا سمجھتا، امرت نے مڑ کر دیکھا، وہی گروپ پیچھے بیٹھا تھا۔ لمحوں میں سب کلاس کے مختلف کونوں سے نکل کر رفو چکر ہو گئے تھے..... سرعدنان کلاس میں داخل ہو رہے تھے، کلاس میں موجود سب لوگوں نے کھڑے ہو کر انہیں تعظیم دی۔

''آپ بھی اصلی استاد ہیں سر یا سر کامل جیسے؟'' ایک آواز آئی تھی۔

''اوہو..... معذرت خواہ ہوں بھئی اس کی اس حرکت پر!'' سرعدنان نے کہا تھا۔ ''وہ ایک انتہائی ذہین مگر شرارتی بچہ ہے اور ایسی حرکتیں ہر سمسٹر میں کرنے کا سرغنہ ہے۔''

''انہیں اس سے روکا کیوں نہیں جاتا سر..... ایسی حرکتیں کرنے کا اختیار کیسے دیا جاتا ہے؟'' ایک اور غصیلی آواز۔

''ارے بھئی بے ضرر سا مذاق کیا جاتا ہے، وہ ایک بہت اچھا طالب علم ہے، ہر میدان کا کھلاڑی اور تم لوگوں کو وقت بتائے گا کہ وہ اس ادارے کے لیے کس، کس طرح باعث فخر ہے..... اپنے ساتھیوں اور اپنے جونیئرز میں وہ بہت مقبول ہے، سب کی مدد کرتا ہے اور اس کی قابلیت اس ادارے کا نام روشن کرتی ہے اور یوں بھی جیسا وہ ہے اسے اس ادارے نے کہیں اور جانے نہیں دینا، کل کلاں کو وہ اسی ادارے میں استاد کی حیثیت سے بھی کام کرے گا انشاء اللہ..... اچھا ہے کہ اس کی پریکٹس ہو رہی ہے، میں سب سے معذرت کرتا ہوں اس کی شرارت پر!'' سرعدنان نے کہا تو سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے، انہوں نے اپنے تعارف کے بعد اپنے مضمون کا تعارف کروایا تھا اور انہیں بتایا تھا کہ انہیں کس، کس سمسٹر میں کیا کیا مضامین پڑھائے جائیں گے۔

''جو لوگ اپنی گاڑیوں میں یونیورسٹی آئیں گے وہ اپنے شناختی کارڈ کے ہمراہ جا کر دفتر سے اپنی گاڑیوں کے لیے کارسٹکرز لے لیں، جن بچوں کو ہاسٹل میں قیام کرنا ہے اور ادارے کی ٹرانسپورٹ استعمال کرنی ہے وہ بھی اپنی رجسٹریشن کروالیں اور اپنے ہاسٹل کے کمروں کی چابیاں بھی لے لیں، کل کا دن سب کے لیے آف ہے اور پرسوں سے ہم اپنی باقاعدہ کلاسز کا آغاز کریں گے، کتابوں کی فہرست آپ سب لوگ مجھ سے لے لیں اور کوشش کریں کہ کل کا دن تھوڑا وقت نکال کر ان کتابوں کو ضرور دیکھیں جن پر ہم پرسوں سے گفتگو کریں گے۔'' ساری گفتگو انگریزی میں ہو رہی تھی اور سرعدنان کی زبان میں روانی کے باعث بہت سے الفاظ بہت سے طالب علموں کے سر کے اوپر سے گزر رہے تھے، ان میں سے تمنا اور امرت بھی تھیں جن کا انگریزی بول چال کا عملی تجربہ کم تھا اور انہیں اپنی اس کمزوری پر جلد از جلد قابو پانا تھا۔

''آپ لوگ اب جا سکتے ہیں۔'' سرعدنان کہہ کر ہال سے نکلے تو وہ تینوں بھی باہر نکلیں، وہی گروپ باہر سامنے ہی کھڑا تھا، امرت نے فوراً راستہ بدل لیا، تمنا اور شفاف اس کے ہمراہ تھیں۔

''چلو تمنا، نصیر چاچا کب سے انتظار کر رہے ہوں گے۔'' دونوں شفاف سے ہاتھ ملا کر گیٹ کی طرف لپکیں۔ کامل نے انہیں باہر نکلتے بھی دیکھا تھا، راستہ بدلتے بھی اور گیٹ کی طرف جاتے بھی مگر وہ اپنے گروپ سے نکل کر ان کے پاس جاتا تو کوئی اور بے وقوفی نہ کر بیٹھتا..... اسی نے اس کے گیٹ میں سے اندر داخل ہوتے وقت سیٹی کے انداز میں منہ سکیڑ کر ''واؤ'' کہا تھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اسے اس کا نام جاننا تھا۔ اس کے چہرے میں کچھ ایسا تھا کہ اسے جاننے کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اشتیاق ہوا، اسی کے تجسس کی خاطر اس کی دوست کلثوم طارق عرف 'کے ٹی' نے وہ ڈراما کیا تھا کہ اسے ان کا بائیو ڈیٹا چاہیے جس پر انہیں منہ کی کھانا پڑی تھی تو کامل کے زرخیز ذہن نے ایک طویل ڈرامے کی شرارت سوچی اور ان کا استاد بن کر وہ سارا ڈراما کیا تھا۔ مگر جس انداز سے اس نے تعارف کروایا تھا اس نے کامل کے دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل کر دی تھیں! ''امرت گل.....'' اس کی دھڑکن نے تال دی۔

☆☆☆

''کیا ہو گیا ہے امرت تمہیں.....'' تمنا نے اسے پیچھے سے کھینچا جو اپنی جھونک میں یونیورسٹی کے گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔

''مجھے نہیں لگتا تمنا کہ ہم یہاں دو سال گزار سکیں گے۔'' اس نے غصے سے کہا۔ ''اگر یہاں اس نوعیت کے بدتمیز لوگ ہیں اور ان کی بدتمیزیوں میں اساتذہ بھی ان کے حامی ہیں۔''

''ہمیں ان سے کیا لینا دینا گل..... تم خواہ مخواہ پاگل ہو رہی ہو، کسی بات سے لطف اندوز بھی ہو جایا کرو، مجھے تو دل ہی دل میں اتنی ہنسی آ رہی تھی، سب لوگ اس کو انجوائے کر رہے تھے اور دماغ تو دیکھو اس کا کہ کس طرح اس نے اتنا لمبا تعارفی لیکچر پلان کیا.....''

''ہونہہ..... اگر اس کے پاس دماغ ہوتا ناں تمنا..... تو وہ سیدھا میرے پاس آتا اور آ کر پوچھتا کہ میرا نام کیا ہے۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''اور تم اتنی سیدھی ہو کہ فوراً کہہ دیتیں..... بھائی جان میرا نام ہے، امرت گل!'' تمنا نے طنز سے کہا۔

''اسے اس قدر تکلیف کیوں ہو رہی تھی میرا نام جاننے کی؟'' اس نے پھر غصے سے کہا۔ ''اور بھائی جان ہو گا وہ تمہارا..... مجھے ایسے گھٹیا بھائیوں کی ضرورت نہیں ہے میرے اپنے بھائی کافی ہیں۔'' تمنا مسکرا کر رہ گئی۔

''اگلی بار ملیں گے تو پوچھ لینا اس سے.....'' تمنا نے تجویز دی۔

''کوئی اگلی بار نہیں آنے والی..... اگر میں یہاں رک گئی تو میں اسے ایسا سبق سکھاؤں گی کہ اس کے بعد اپنی سگی بہن کا نام بھی نہیں پوچھے گا۔'' امرت نے دانت پیس کر کہا۔

''اچھا بہن بھی ہے اس کی؟'' تمنا ہنسی۔ ''اور یوں بھی سگی سوتیلی بہنوں کا نام تو سب کو معلوم ہی ہوتا ہے اسے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟''

''پٹو گی تم مجھ سے تمنا.....'' اس نے کتاب اٹھا کر تمنا کو دھمکی دی۔

''کوئی پہلی بار تو نہیں پٹوں گی ناں۔'' تمنا بھاگ کر اس کے وار سے بچی۔

☆☆☆

''کبیر بھائی کہاں ہیں آپ؟'' اس نے موبائل فون سے کال کر کے رابطہ قائم ہونے پر سلام دعا کے بعد پوچھا۔

''آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں جلد از جلد کمپیوٹر کی ضرورت ہے.....''

''میں واپسی کے لیے روانہ ہو چکا ہوں گل بیٹا، بابا کی کال آ گئی تھی، کوئی ضروری کام تھا، میں نے میثاق سے بات کر لی ہے، وہ تم لوگوں کو رابطہ کر کے کہیں مل لیتا ہے اور ساری خریداری بھی کروا دے گا.....'' کبیر نے اسے مہر پھپھو کے بیٹے کے بارے میں بتایا۔

''ٹھیک ہے مجھے اُن کا نمبر بھیج دیں تاکہ میں اسے اپنے فون میں محفوظ کر لوں..... نامعلوم نمبر سے کال نہیں اٹھاتی میں!'' اس نے کہہ کر فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر میں کبیر کے نمبر سے اسے میثاق کا نمبر بھیج دیا گیا تھا، اس نے اس نمبر کو اپنے فون میں محفوظ کیا اور کال ملائی..... جگہ طے کی گئی۔ اسے لاہور کے بارے میں بہت زیادہ علم نہ تھا، میثاق کی بتائی ہوئی جگہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے بارے میں اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو سمجھایا اور وہ روانہ ہوئیں۔ جسے یقیناً لاہور کے چپے، چپے کا علم تھا کیونکہ سڑکوں کی مرمت اور از سرِ نو تعمیر کے باعث جگہ، جگہ رکاوٹیں تھیں اور وہ جانے کہاں، کہاں سے گھوم پھر کر انہیں ان کی مطلوبہ جگہ پر پہنچا گیا تھا۔

حفیظ سینٹر جانا تھا مگر لبرٹی چوک کے قریب وہ لوگ ملے اور میثاق نے انہیں ضروری خریداری کروائی..... سب سے اہم انہیں اپنے لیے لیپ ٹاپ لینا تھے جس کے لیے انہیں مدد کی ضرورت تھی، میثاق بہت مددگار ثابت ہوا تھا..... اس کے بعد انہیں کچھ کپڑوں وغیرہ کی خریداری کرنا تھی، میثاق کو اس کا تجربہ تھا نہ دلچسپی، اس نے معذرت کی مگر اس سے پہلے اس نے انہیں ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں لنچ کی دعوت دی۔

''میں بہت متاثر ہوا ہوں گل کہ تم نے اتنی ہمت کی اور ماموں جان کو اس بات پر راضی کیا کہ ان کی بیٹیوں کو بھی اسی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے جس طرح اس خاندان کے باقی گھروں کی لڑکیوں کو جو کہ شہروں میں رہ رہی ہیں۔'' تمنا واش روم تک گئی تھی۔

''ہمارے خاندان میں پڑھی لکھی لڑکیوں کا تناسب تو ماضی میں بھی بہتر رہا ہے میثاق!''

''میرا مطلب ہے کہ اپنے گاؤں کے گھر سے باہر نکل کر شہر تک ہر روز جانا اور واپس لوٹنا اور اتنی بہتر تعلیمی کارکردگی دکھانا کہ اب ماموں جان نے تم لوگوں کو دوسرے شہر میں اور وہ بھی ہاسٹل میں رہنے کے لیے بھیج دیا ہے، میں جانتا ہوں کہ تمہاری ذہانت اور بہترین نتائج کا اس میں بڑا عمل دخل ہے.....'' میثاق نے دل سے اس کی تعریف کی۔ ''ساتھ ہی تمنا کی بھی لاٹری نکل آئی ہے.....'' تمنا نے ناراضی سے اسے دیکھا اور منہ پھیر لیا۔

''کسی نہ کسی کو تو پہلا قطرہ بننا ہوتا ہے میثاق!'' دونوں میں عمروں کا کافی تفاوت سہی مگر پھر بھی اس نے بھائی جان جیسے الفاظ استعمال نہیں کیے تھے۔ ''میں نے بھی بڑی کوشش کر کے اپنے لیے بابا سے اجازت لی ہے اور اُن سے وعدہ بھی کیا ہے کہ ان کے اعتماد کو کسی طرح ٹھیس نہیں پہنچائیں گے..... ہمارے خاندان میں بیٹیوں پر اعتبار کم ہی کیا جاتا رہا ہے شاید اس کے پس منظر میں بھی کچھ وجوہات ہیں..... ان کی پیدائش اور پرورش کا مقصد صرف یہی سمجھا جاتا رہا ہے کہ وہ بڑی ہو کر شادی کے بعد کسی گھر کی بہو بن جائیں، گھروں میں رہیں، بچے پیدا کریں اور خاندان کی نسل میں اضافہ کرتی رہیں۔''

''یہ سب کچھ تو اب صرف تمہارے گھر میں اور گاؤں کے چند اور گھروں میں ہی رہ گیا ہے ہمارے خاندان میں سے.....'' میثاق نے ہنس کر کہا۔

''اس لیے کہ گاؤں کی روایات کے امین صرف ہم ہی تو رہ گئے ہیں، نمبردار خاندان کی عزت کا ٹھیکا صرف ہمارے پاس ہی تو ہے.....'' اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ ''آپ سنائیں..... مہر پھوپو کیسی ہیں؟''

''ٹھیک ہیں ماما..... مگر انہیں بالکل اچھا نہیں لگے گا کہ تم لوگ ہاسٹل میں رہو۔'' اس نے اس سے شکوہ کناں انداز میں کہا۔

''آئیں گے ہم کسی وقت ان سے ملنے کے لیے..... ذرا سیٹل ہو جائیں، انہیں سمجھا لوں گی میں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ ''ہاسٹل میں رہیں گے تو اس کام پر توجہ دے سکیں گے جس کے لیے آئے ہیں..... یعنی پڑھائی!''

''گھر پر ہم تمہیں ویسا ہی ماحول میسر کر دیں گے.....'' اس نے اصرار کیا۔

''پلیز میثاق!'' اس نے معذرتی انداز میں کہا۔ ''ارے ہاں یاد آیا، کچھ کتابیں یا سی ڈی مل جاتیں اگر انگریزی بول چال سیکھنے کے لیے..... ہم ذرا اپنے انگریزی لہجے کو بہتر بنا سکیں۔''

''ارے تم تو بہت اچھے لہجے میں بات کرتی ہو اور پُر اعتماد ہو، جھجکنا یا ڈرنا نہیں، نئی زبان پر عبور حاصل کرنے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کوشش ضرور کرو مگر اس کی وجہ سے احساسِ کمتری کا شکار نہ ہونا، میں کل ہی کچھ چیزیں تمہارے ہاسٹل میں ڈراپ کردوں گا۔'' وہ دونوں سے اجازت لے کر چل دیا تھا۔

''یہ میثاق ہے ناں!'' تمنا نے اس کے جانے کے بعد کہا۔ ''مہر پھپھو کا بیٹا!''

''کیا ہوا اس کو؟'' امرت نے کہا۔

''بھینگا نہیں لگا تمہیں؟'' اس نے سوال کیا۔

''اچھا؟ بھینگا ہے؟ اوہو!'' اس نے تاسف سے کہا۔ ''اصل میں، میں نے اسے بلکہ کبھی کسی بھی لڑکے کو یوں غور سے دیکھا ہی نہیں پیاری لیکن سن کر افسوس ہوا.....''

''ارے پاگل.....'' وہ ہنسی۔ ''سمجھی نہیں تم میری بات کو!''

''کیا؟'' وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگی۔ ''میں واقعی نہیں سمجھی۔''

''یار بات وہ تم سے کر رہا تھا اور نظریں میرا طواف کر رہی تھیں۔'' وہ ہنسی۔

''شرم کرو.....'' امرت نے اپنا والٹ اسے کھینچ کر مارا۔ ''بہنیں ہیں ہم اس کی۔''

''تم ہوگی۔'' تمنا نے اپنا آپ اس سے بچاتے ہوئے ہنس کر کہا۔

☆☆☆

''کتابیں اور سی ڈیز مل گئیں تمہیں؟'' میثاق کا پیغام تھا۔

''ہاں، بہت شکریہ.....'' جواب دیا گیا۔ ''اس وقت بھی ہم سی ڈیز کو لگا کر منہ کو گول، گول گھما کر کچھ انگریز نما بننے کی فضول میں کوشش کر رہے ہیں۔''

''ہم کون؟'' سوال آیا۔

''میں اور تمنا.....اور کون بھلا؟''

''اچھا.....اکٹھے؟''

''ہاں ظاہر ہے کہ ایک کمرے میں ہیں تو اکٹھے ہی ہوں گے!''

''ایک ہی کمرے میں رہتی ہو تم دونوں؟''

''تو اور کیا ہوتا.....ظاہر ہے کہ ہم اکٹھے آئے ہیں تو ایک ہی کمرے میں رہیں گے ناں۔''

''کال کروں میں؟'' میثاق کی طرف سے سوال آیا۔

''کیوں؟'' جواب میں سوال ٹائپ کر کے اس نے بھیجا۔

''تم دونوں کی انگریزی سننے کے لیے.....''

''آج نہیں.....ہمیں اچھی طرح انگریز بن لینے دو۔'' جواب پڑھ کر وہ مسکرایا۔

''تم دونوں کمرا شیئر کرتی ہو تو.....''

''تو کیا؟''

''باقی چیزیں تو شیئر نہیں کرتیں؟'' پیغام کے ساتھ مسکراتا ہوا سوالیہ چہرہ آیا تھا۔

''مثلاً؟'' حیرت کا چہرہ ساتھ لگا کر اس نے پیغام بھیجا۔

''مثلاً.....کپڑے، جوتے، میک اپ.....اور فون!''

''ہوں.....'' وہ مسکرائی۔

''سمجھ گئی ہو ناں؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہمارے پاس ایک ہی فون ہے اور میں بڑی ہوں تو اس کا چارج میرے پاس ہے.....'' اس نے جواب لکھا۔

''ویسے بھی ہم یہاں پڑھائی کرنے کے لیے آئے ہیں۔''

''پلیز.....''

''اللہ حافظ!'' آخری پیغام بھیج کر اس نے کوئی اور پیغام نہ بھیجا، اس نے دو تین بار پلیز کا پیغام بھیجا، اس نے بند اسکرین سے ہی اس کا پیغام دیکھا اور پھر فون ایک طرف ڈال دیا، وہ کافی دیر تک اپنے پیغام کا جواب نہ پا کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

''ارے گل سے پوچھا ہی نہیں کہ تمنا اس سے کتنی چھوٹی ہے اور اگر اس سے چھوٹی ہے تو دونوں پڑھائی میں ایک ساتھ کیسے ہیں؟''

☆☆☆

''ثنا.....ہنی، تتلی! آجاؤ کھانا کھالو تم لوگ بھی!'' رانیہ نے خود سے چھوٹی بہنوں کے کمرے میں جا کر آواز لگائی..... ''رات کافی بیت چکی ہے۔''

''کھالیتے ہیں آپا، ابو نے کھالیا ہے کیا؟'' ثنا نے کہا۔

''انہوں نے کھالیا تھا کھانا، ابو جی کا تو تمہیں علم ہے کہ کام سے لوٹتے ہیں تو اپنا کھانا کھالیتے ہیں، انہیں بھوک لگی ہوتی ہے کیونکہ وہ دن کا کھانا نہیں کھاتے.....'' رانیہ بولی۔

''امی جی کے ہوتے ہوئے تو ہم سب کم از کم رات کا کھانا اکٹھے کھالیتے تھے، اب ہمارے گھر اور ہماری زندگیوں میں سب کچھ بدل گیا ہے۔'' ہنی نے منہ بسور کر کہا، سال بھر ہو گیا تھا مگر دل سے صدمہ کم ہونے میں نہیں آتا تھا۔

''ایسا ہی ہوتا ہے پیاری.....'' اس نے اپنی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بہن کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ ''ایک شخص کے دنیا سے چلے جانے سے سب کچھ بدل جاتا ہے.....''

''ہاں آپی، مجھے بھی لگتا ہے کہ کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا.....'' ہنی اداسی سے بولی تھی۔

''دنیا کا سارا نظام وہی رہتا ہے مگر زندگیوں کا رنگ ان لوگوں کا بدلتا ہے کہ جن کی دنیا لٹ جائے، ہمارے لیے وہی سب کچھ تھیں، انہوں نے ہمیں کسی رشتے کی کمی محسوس ہونے دی نہ کسی دوست کی۔''

''ایک بات اچھی ہوئی اس سارے قصے میں آپی کہ وہ بھی چلی گئیں.....'' ہنی نے مسکرا کر کہا۔

''ہش شش شش!'' اس نے فوراً لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروایا۔ ''سوچنا بھی نہیں ایسا.....بہت بری بات ہے، آج کہہ دیا اس کے بعد نہ ایسا کہنا نہ دل میں سوچنا۔''

''ہاں، ابو جی سن لیں گے تو انہیں برا لگے گا۔'' ثنا بولی۔

''بات کسی کے سننے کی نہیں.....ایسا کہنا ہی برا ہے، ایسا سوچنا اور کسی کے مرنے پر خوش ہونا گناہ ہے۔''

''مگر ہمارے ساتھ تو اتنا برا ہوا ناں۔'' ہنی نے دکھ سے کہا۔

''تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ امی جی نے ان کو بچانے کی کوشش کی تھی، ان میں کچھ تو اچھا ہو گا ناں یا شاید یہ کہ وہ ابو جی کی ماں تھیں، ہمیں معلوم نہیں مگر ممکن ہے کہ انہوں نے امی جی کے ساتھ کوئی اچھائی کی ہو.....''

''اچھائی اور دادی جان.....؟'' ہنی نے ہنکارا بھرا۔ ''کر ہی نہیں سکتی تھیں.....چلیں اللہ معاف کرے ان کو، اب تو وہ چلی گئی ہیں اس لیے کوئی بات کہنا اچھا نہیں ہے۔''

''ان کی مغفرت کے لیے بھی دعا کیا کرو میری جان!'' رانیہ نے ہنی کو تھپکا۔ ''کوئی اچھا کرے تو ہم اس کے ساتھ اچھا کرتے ہی ہیں مگر اصل صبر اور برداشت تو یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ بھی اچھا کریں جو ہمارے ساتھ برا کرے۔''

''ایسا کرنے سے تو سامنے والا ہمیں کمزور سمجھے گا ناں آپی اور اسے مزید برائی کرنے کی شہ ملے گی؟'' اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بحث کی۔

''کسی کی طرف سے ایک سے زائد بار دل دکھے تو اس سے ممکن حد تک کنارہ کر لینا بہتر ہے مگر اس کے لیے نہ برا سوچیں نہ بد دعا کریں..... برے عمل اور بد دعائیں بسا اوقات غلط انداز سے چل جانے والے تیر کی طرح لوٹ کر ہم سے ہی ٹکراتی ہیں۔''

''فلسفہ پڑھنا شروع کر دیا ہے کیا آپ نے آپی؟''

''ثنا!'' اس نے اداسی سے کہا۔ ''میں نے ایسی باتیں امی جان سے سیکھی ہیں، انہوں نے مجھے صبر اور برداشت کے وہ سبق سکھائے ہیں کہ مجھے کسی کی بڑی سے بڑی بات بھی بری نہیں لگتی۔''

یہ چاروں عباس اور الفت کی بیٹیاں تھیں..... رانیہ عرف رانی، اسے ساری بہنیں اور گھر کے ملازمین آپی کہتے تھے، اس میں وہ سارے اوصاف پائے جاتے تھے جو اس کی ماں میں تھے، وہ پڑھائی سے فارغ ہو کر ایک نجی اسکول میں ملازمت کرتی تھی۔ حالانکہ اس کی ضرورت اسے نہیں تھی مگر فارغ وقت کو گزارنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہوتا۔ ماں اور دادی کی اچانک حادثاتی اموات کے بعد گھر کی وہ ساری ذمے داریاں اس پر آن پڑیں جو گھر کی سربراہ عورت کو نبھانا ہوتی ہیں، اسے جب بھی کسی مسئلے کا سامنا ہوا، اس نے ہمیشہ اپنے باپ کو ہی ماں کی طرح راہنمائی کے لیے پکارا۔

اس سے چھوٹی دوسرے نمبر پر ثانیہ عرف ثنا تھی، ثنا بھی اسی ماں کی بیٹی ہے..... مگر اس میں آپی جیسی برداشت ہے، صبر نہ فہم... ماں کی وفات کا سب سے زیادہ اسی کو دکھ ہوا اور وہی ماں کی کمی سے زیادہ متاثر ہوئی کیونکہ دادی کے لیے تو وہ ہمیشہ دعائیں کرتی تھی کہ انہیں کچھ ہو جائے کہ ان کی زبان کے آگے وہ بہنیں اور ان کی ماں بھی بے بس تھی۔ مگر اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ اس کی دعا کو یوں قبولیت ملے گی۔ وہ بھی فارغ التحصیل ہو چکی تھی اور گاؤں کی ڈسپنسری میں ہی نرس کا کام کر رہی تھی، اس نے ماں کی خواہش پر ہی نرسنگ کا کورس کیا تھا اور ان کی وفات کے بعد ہی اس نے ملازمت شروع کی تھی، اس کی ملازمت بھی ماں کی خواہش پر تھی نہ کہ ضرورت کے لیے..... الفت نے عباس سے کہا تھا کہ وہ اپنی سب بیٹیوں کو اس قابل بنانا چاہتی ہے کہ جن سے معاشرہ مستفید ہو اور وہ خود بھی اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکیں۔

تیسرے نمبر پر ہانیہ عرف ہنی جسے آرٹ کا شوق تھا، اسے اپنی نانی کی طرف سے وراثت میں ایسے جراثیم ملے کہ کم از کم... اس گاؤں میں ان کی کوئی پزیرائی نہیں کر سکتا تھا، اس کا ارادہ تھا کہ انٹر کے بعد وہ شہر چلی جائے گی جہاں اپنی نانی کے پاس رہ کر وہ کسی اچھے آرٹ کالج میں داخلہ لے کر آرٹ کی تربیت حاصل کرے گی..... ہنی کو اس کے تایا موسیٰ نے اپنے بڑے بیٹے حاتم کے لیے مانگ رکھا تھا، ان کی باقاعدہ منگنی الفت کی زندگی میں ہی ہوئی تھی مگر طے ہوا تھا کہ بڑی دو کی شادیوں کے بعد اس کی شادی ہوگی۔

چوتھے نمبر پر تانیہ عرف تتلی تھی جو کہ ابھی پڑھ رہی ہے اور گھر بھر کی لاڈلی۔ وہ اپنی ماں کی موت کے حادثے سے بہت زیادہ متاثر ہوئی تھی کیونکہ اس کی اپنی ماں کے ساتھ بہت وابستگی تھی، باقی سب کو بھی ماں کا ایسا ہی پیار ملا تھا مگر چھوٹے ہونے کے باعث وہ الفت کی بہت لاڈلی تھی اور ابھی تک ماں کے ساتھ لپٹ کر سوتی تھی۔ الفت رات دیر تک اس کے پاس لیٹتی، اسے چھوٹے، چھوٹے واقعات اور کہانیاں سناتی اور اس وقت تک اس کے بالوں میں انگلیاں سہلاتی رہتی جب تک کہ وہ گہری نیند میں نہ چلی جاتی۔

''میرا تو جی چاہتا ہے کہ تمہاری چاروں کی چاروں بیٹیوں کو اپنے گھر لے جاؤں..... اپنے چاروں بیٹوں کی دلہنیں بنا کر!'' تسنیم نے ہنس کر الفت سے کہا تھا۔ ''مگر دو بڑی تو کافی بڑی ہو گئی ہیں ہنی کے بعد میں وقت آنے پر تم سے تانیہ کو قاسم کے لیے مانگ لوں گی، ابھی بات کروں گی تو بڑی دونوں کا دل میلا ہوگا..... جانتی ہو کہ ہمارا سسرالی خاندان بہت بڑا سہی مگر اس میں کسی کے دل میں حوصلہ نہیں کہ عباس کے بچوں کے ساتھ رشتے طے کرے، ہم ان کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سوچ کو کبھی بدل نہیں سکتے.....''

یوں یہ بات بھی طے تھی مگر اس بات کو ان کے گھر میں اب صرف عباس جانتا تھا، اس بات کی دوسری گواہ اب اس دنیا میں نہیں تھی، اسے اپنے سارے فرائض ابھی پورے کرنا تھے، بیٹیوں کے حوالے سے اس کے خواب تھے جن کی تعبیریں اسے کھوجنا تھیں، انہیں اس مقام تک پہنچانا تھا کہ ان کے ساتھ لگے ہوئے، ان کی دادی کے دیے ہوئے القاب دھل جائیں، وہ سب حویلی کے اس حصے میں رہتی تھی جس میں کبھی سکندر اور عصمت رہا کرتے تھے۔

لگ بھگ دو ایکڑ پر بنی ہوئی یہ حویلی، جسے اس کی تعمیر کے وقت اس انداز سے بنایا گیا تھا کہ اس میں تین خاندانوں کے لیے علیٰحدہ علیٰحدہ حصے تھے، ہر حصے کے درمیان ایک چوڑی پٹی گھاس کے سبز قطعات کی تھی۔ غالباً ان گھروں کے مکینوں کی پرائیویسی کو مدِنظر رکھ کر اتنا فاصلہ رکھا گیا تھا مگر پھر بھی بلند آواز میں کی جانے والی باتیں ہر حصے میں اس وقت سنی جاسکتی تھیں جب ہر طرف خاموشی ہوتی تھی..... دو حصوں میں اپنے بیٹوں سکندر اور منور کو علیٰحدہ کر کے ان کے والدین اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ تیسرے حصے میں رہ گئے جو باقی دو حصوں کی نسبت بڑا تھا..... بیرونی دیوار چوڑی اور بلند تھی، اس لیے باہر سے دیکھنے والوں کو یہ ایک ہی حویلی لگتی تھی۔

عباس اور ہاجرہ کے درمیان رشتہ ختم ہوا تو دو حصوں کے مابین دیوار اٹھ گئی، وہ حصے جو نسبتاً ایک دوسرے کے قریب تھے اور ان دو حصوں میں رہنے والے بھی یک جان دو قالب ہوا کرتے تھے..... زمین پر اٹھنے والی دیوار سے زیادہ مضبوط دلوں میں اٹھ جانے والی دیوار تھی، اس کے بعد پیش آنے والا کوئی بھی واقعہ ان دلوں کو قریب نہ لا سکا، ان کے بچوں کے آپس میں رابطے تھے نہ واقفیت، اس سے اگلی نسل بھی آپس میں اتنی ہی اجنبی تھی جیسا کہ گاؤں میں رہنے والے کسی بھی اور گھرانے کے لوگ۔

ہاجرہ کے والدین تو اپنی مظلومیت کے باعث اور کچھ عصمت کو جلانے کی خاطر باقی خاندان سے اور بھی مضبوط رابطے میں رہے، اپنے نصیب کی زندگی جی کر ہاجرہ دنیا سے چلی گئی مگر اس کی ایک نشانی اس دنیا میں باقی تھی اور وہ پوری اہمیت کے ساتھ اس حویلی میں رہتی تھی، ان دو حصوں میں جہاں چاہتی چلی جاتی جن حصوں کے بیچ میں کوئی دیوار نہ تھی۔ جو وہ نہ ہوتی تو ہاجرہ کے والدین کو اپنی زندگی ہی بے مقصد لگتی، ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک، اس کی آمد سے ان کے دلوں میں بھڑکتی ہوئی آگ پر کچھ پانی پڑا تھا۔

عصمت اپنی زبان کی تیزی اور اپنی اولاد کی تربیت میں بے پروائی کے باعث بڑھاپے میں تنہا رہ گئی تھیں کہ ان کا بیٹا سلطان اپنی بیوی کو قتل کرنے کے الزام میں اس وقت تک کال کوٹھڑی میں پڑا پھانسی کے پھندے کا انتظار کر رہا تھا، اس کے مقدمے پر انہوں نے پیسہ پانی کی طرح بہایا مگر اس کے خلاف ثبوت اور شہادتیں ٹھوس تھیں۔ انہوں نے عباس کو الفت اور بچیوں سمیت گھر سے نکال دیا تھا، موسیٰ اور تسنیم کو تو انہوں نے اس وقت اسی گھر کی اوپری منزل میں الگ کر دیا تھا جب عباس الفت کو بیاہ کر لایا تھا۔ وہاں وہ سکون سے رہ رہے تھے۔ الفت نے اس دور میں بہت تنگ حالات میں بھی عباس کے ساتھ گزارہ کیا، کبھی کبھار تو دو وقت کے کھانے کے لالے پڑ جاتے مگر ایک معمول جو عباس نے ہمیشہ جاری رکھا کہ وہ ہر روز ماں کو سلام کرنے کو جاتا، چند منٹ ان کے پاس بیٹھتا اور ان کی ضروریات کا پوچھ کر لوٹ آتا، ان کے پاس ملازموں کی فوج تھی مگر عباس پھر بھی بے کہے اُن کے کئی کام کر دیتا۔

الفت اور اس کی بچیوں کا داخلہ تو اس گھر میں ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے بند تھا، جب اس کا داخلہ اپنی سسرال میں بند تھا تو وہ اور کسی کے گھر بھی نہیں جاتی کہ بلا مقصد لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع مل جاتا ہے۔ اب جب وہ بستر پر پڑیں تو عباس کا دل بے چین رہنے لگا، الفت اپنے خاوند کی رضا جان کر ان کے قدموں میں جا بیٹھی، جی جان سے ان کی خدمت کرنے لگی، عباس کی رضا اور خوشی کی خاطر..... وہ اس وقت تک کافی کمزور اور نحیف ہو چکی تھیں مگر زبان کا دم خم باقی تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

الفت اپنی حد تک تو اُن کو بہت برداشت کرتی رہی مگر انہوں نے اس کی بیٹیوں سے بھی گویا بیر باندھ لیا تھا، انہیں چھوٹی عمر سے ہی بات بے بات ٹوکتیں، اس سے بچیاں ان سے متنفر رہنے لگیں اور صرف باپ کی موجودگی میں ان سے مارے باندھے بات کرلیتیں وہ بھی انتہائی مجبوری کے عالم میں۔ الفت نے ان کو یہی تربیت دی تھی کہ جیسی بھی ہیں ان کی عزت کریں اور ان کی بڑی سے بڑی بات کو بھی سہہ جائیں اور پلٹ کر جواب نہ دیں۔

عصمت اب عمر کے اس حصے میں تھیں کہ اُن کا جی چاہتا کہ کوئی ان سے بات کرے، کوئی ان کے دکھ، درد اور تنہائی کو بٹائے مگر انہوں نے کسی کو ایسا کب اپنایا تھا، سب اپنی، اپنی زندگیوں میں مصروف تھے۔ خاندان بھر سے وہ کٹ گئی تھیں، بڑی سے بڑی بات بھی ہو جاتی تو وہ مہمانوں کے مانند جاتیں اور تھوڑی دیر میں لوٹ آتیں، اپنی ماں جائی سے جو رشتے اس خاندان میں ان کے مضبوط ہوتا تھے وہ ان کی اپنی اولادوں کی نااہلی اور ہٹ دھرمی کے باعث کمزور پڑ گئے تھے۔ خاندان کا نام اگر کوئی لے کر چل رہا تھا تو وہ حوابی بی اور ان کی اولادیں ہی تھیں، کبھی کبھار وہ اپنی ساس کی دور اندیشی کی داد دیتیں، انہوں نے حوامیں جس خوبی کو پہچانا تھا وہ وقت نے بار ہا ثابت کی تھی۔

ان کی ساس کے بعد حوابی بی اور سسر کے بعد نور احمد نے سب سے چھوٹے ہونے کے باوجود خود کو اس مرتبے کا اہل ثابت کیا تھا، ان کی اولادیں بھی ان کے کہے میں تھیں اور قابل اور لائق فائق بھی نکلیں۔ انہوں نے اس وقت جس چیز کی اہمیت کو محسوس کیا تھا وہ تعلیم تھی، اس لیے انہوں نے اپنے سب بچوں کو اس میدان میں اتارا جبکہ ان کے ہاں باپ کے آنکھیں موندتے ہی سلطان نے کھُل کھیلنا شروع کیا اور بدنامی کے جھنڈے گاڑنا شروع کردیے، اس وقت تک کہ جب اس کی شادی آرزو سے ہوئی۔ گاؤں کے لوگ ہاتھ اٹھا، اٹھا کر اس کے مرنے کی دعائیں کرتے تھے، گزرتے وقت کے ساتھ سب کچھ بدلا تھا، گھروں کے حالات اور گھروں میں سہولیات بھی، اس حویلی میں رہنے والے نفوس کی تعداد بھی، اگر کچھ نہیں بدلا تھا تو وہ عصمت بیگم کی ایذا دیتی زبان تھی۔

☆☆☆

الفت نے شہر سے گیس کے سلنڈر پر چلنے والا چولھا منگوایا تھا کیونکہ اس سے قبل ان کے ہاں گاؤں کے باقی گھروں کی طرح لکڑیوں، کوئلوں اور اپلوں پر ہی کھانا پکتا تھا، اگرچہ اب گاؤں میں کافی گھروں میں گیس کے سلنڈر والے چولھے استعمال ہوتے تھے۔ وہ تو کبھی ان سہولیات کے بغیر رہنے کی عادی نہ تھی پھر بھی اس نے شادی کے اتنے سال بعد تک اتنے سال اُف بھی نہ کی تھی۔ اب وقت تھا کہ اسے بچیوں کو کھانا پکانا سکھانا تھا تو اس نے عباس سے کہہ کر چولھا اور سلنڈر منگوالیا۔ گاؤں سے سلنڈر بہ آسانی مل جاتا تھا، ملازمائیں چونکہ گیس کے چولھے کا استعمال نہیں جانتی تھیں تو الفت نے اس چولھے کے استعمال کو ان کے لیے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ صرف اس وقت گیس کا چولھا استعمال ہوتا تھا جب الفت خود رانی اور ثنا کو کچھ پکانا سکھا رہی ہوتی تھی۔ اس روز اسے باورچی خانے میں گیس کی ہلکی سی بُو محسوس ہوئی تو اس نے ملازم سے کہا کہ وہ دکان سے کسی کو بلا کر لائے تاکہ سلنڈر اور چولھا چیک کریں اور سوچا کہ تب تک اس چولھے کو استعمال نہ کیا جائے جب تک کہ اس کو چیک نہ کروالیا جاتا۔

ملازمہ باورچی خانے کے فرش کو کود ھو رہی تھی تو وہ سبزی لے کر کاٹنے کے لیے برآمدے میں بیٹھ گئی۔ اس نے عصمت بیگم کو دیکھا، وہ اپنے کمرے سے نکلیں، صحن میں بان کی کھری چارپائی پر برتن دھلے پڑے تھے، انہوں نے وہاں سے سٹیل کا بڑا گلاس اٹھایا، اسے نظر کے سامنے کر کے چیک کیا کہ وہ صاف تھا۔ الفت خاموشی سے اپنا کام کر رہی تھی۔ پھر اس نے انہیں ہاتھ میں گلاس لیے باورچی خانے کی طرف جاتے دیکھا، وہ سمجھی کہ وہ فریج سے دودھ نکال کر پینے گئی ہوں گی..... مگر اگلے ہی لمحے دھماکے کی آواز سے وہ بوکھلا کر اٹھی اور اس طرف بھاگی جہاں آگ کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں، شاید دودھ فریج سے نکال کر ملازمہ سے گرم کرنے کو کہا ہوگا انہوں نے، سلنڈر میں سے لیک

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوتی ہوئی گیس نے شعلہ پیدا ہوتے ہی آگ پکڑ لی اور دھماکے سے سلنڈر بھی پھٹ گیا ہوگا، چند لمحوں میں آگ پورے باورچی خانے میں بھڑک اٹھی تھی۔

اس نے ہاتھ میں پکڑی چھری اور سبزی کو پھینکا اور کسی چیز کی پروانہ کرتے ہوئے اس سمت کو بھاگی جہاں سے عصمت بیگم اور ملازمہ کی ہولناک چیخوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ عباس اور بچیاں کوئی گھر پر نہ تھا، باقی ملازموں نے صورت حال کو نہ سمجھتے ہوئے باہر کے نلکے سے بھر، بھر کر پانی پھینکنا شروع کیا، کسی نے پانی کے گھڑے لاکر پانی پھینکا تو کسی نے صحن میں پڑے ریت کے ڈھیر میں سے ریت لاکر پھینکنا شروع کردی مگر وہ تو خود اماں کو بچانے کے لیے اس آگ میں کود گئی تھی۔ انہیں بچا سکی نہ خود جانبر ہو سکی اور ملازمہ کا وجود بھی بھُن کر کباب ہوگیا تھا۔

عباس کی تو دنیا ہی لٹ گئی...... بچیوں کو سکتہ ہوگیا، ان کے غم کو بیان کرنے کو الفاظ نہ تھے۔ اب ان کی تائی تسنیم کافی وقت ان بچیوں کے پاس گزارتی، ان کی دلجوئی کرتی، حوصلہ دیتی، انہیں سمجھاتی، زبردستی کھانا کھلاتی اور صبر کی تلقین کرتی...... انہیں زندگی کی طرف لوٹانے میں اس نے بہت خلوص سے کوشش کی حالانکہ خود بھی دیورانی کی یوں اچانک اور حادثاتی موت سے ٹوٹ کر بکھر گئی تھی مگر خود کو نہ سنبھالتی تو کیا ان سب کو بھی تڑپنے دیتی۔

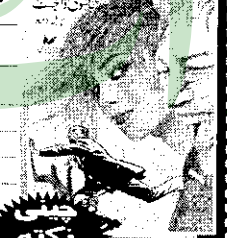

اس حادثے کے نتیجے میں یہ اچھا ہوگیا کہ ٹوٹے ہوئے خاندان کے رابطے بحال ہوگئے...... سب لوگوں نے آگے بڑھ کر ان بچیوں کے سر پر ہاتھ رکھا جو اچانک بے آسرا ہوگئی تھیں۔ انہیں اپنی عمر کے کئی سال گزار کر علم ہوا کہ وہ کتنے پیارے، پیارے رشتوں سے اب تک محروم تھیں اگرچہ اس کے اسباب انہیں تو کیا خاندان میں اس نسل کے کسی بھی بچے کو معلوم نہ تھے۔ اپنی ماں اور دادی کو کھو کر انہوں نے کئی اور رشتے پالیے تھے۔ عباس کو تو اب بھی سب سے ملتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی مگر بچیاں آہستہ، آہستہ مختلف مواقع پر خاندان کے باقی گھروں میں باپ کی اجازت سے جانے لگیں، اسی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طرح ان کے پاس بھی کوئی نہ کوئی آجاتا، پھوپیاں، چچا اور ان کے بچے۔ اس سے ان کے غم کی شدت کو کم ہونے میں بھی مدد ملی اور وہ اپنی سی کوشش کرتیں کہ ان کی حیثیت اس خاندان میں مستحکم ہو، جو نقصان ان کے باپ اور دادی کی وجہ سے رشتوں میں ہو چکے تھے۔ ان بچیوں کی محبت اور خلوص سے اس کا احساس کم ہونے لگا اور خاندان میں ہر جگہ ان کی اہمیت محسوس کی جانے لگی۔

☆☆☆

وقت کی چال بھی کیا ہوتی ہے، عصمت بیگم تو خود ہی ان پیارے، پیارے رشتوں سے منہ موڑ بیٹھی تھیں، انہوں نے اپنے شوہر کی موت کو مشیتِ ایزدی نہ سمجھا اور خود ہی قصوروار مان کر اپنی نند کے خاندان سے کنارہ کر لیا، اس گھر سے ایک بیٹی ان کی بہو تھی تو اسے بھی انہوں نے اہمیت نہ دی، اسی وجہ سے وہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ علیحدہ ہو کر اپنی دنیا میں مگن ہو گئی اور انہیں پلٹ کر نہ پوچھا کہ وہ کس حال میں تھیں۔

بہن اور دیور کو اس لیے چھوڑا کہ ان کی بیٹی کو ان کا بیٹا اپنے دل میں جگہ نہ دے سکا تھا۔ جو وہ دل سے معافی مانگتیں اور ہاجرہ سے اس کی شادی ختم ہوتے ہی عباس کو دوسری شادی کی اجازت نہ دے دیتیں تو شاید ان کے مابین سلام دعا کی حد تک بات رہ جاتی۔ مگر ان کے رویے نے ان کی بہن کے دل کو اتنا دکھایا اور وہ بھی انتقام میں اس حد تک چلی گئیں کہ ہاجرہ کو ان کی بیٹی پر سوتن بنانے کا اچھوتا خیال دل میں پال لیا۔

الفت تو بڑی بہو ہونے اور عباس سے شدید محبت ہونے کے باعث ان کے در پر پڑی آخر وقت تک ان کی صلواتیں سنتی رہی اور انہی کی جان بچانے کی خاطر اپنی جان بھی گنوا بیٹھی۔ آرزو نے تو مجبوری کا سودا کیا تھا وہ بھی اس کی اپنی شرطوں پر۔ مگر اس کی زندگی اتنی ہی تھی جو اپنے شوہر ہی کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ صرف الفت پر منحصر ہوتا تو... شاید کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اسے، عباس کا بھائی ہونے کی وجہ سے معاف کر دیتی مگر آرزو کی ماں زندہ تھی جس کی زندگی کا مقصد ہی اپنی بیٹیوں کو بہترین زندگی دینا تھا، جس نے ان کی بے قصور بیٹی کی زندگی چھین لی تھی اسے وہ کیونکر معاف کرتی؟ ایک مقام پر قاتل اور مقتولہ کی مائیں اپنے، اپنے مقاصد کے لیے روپیہ پانی کی طرح بہا رہی تھیں، زرقا کا وکیل تگڑا تھا اور وہ حق پر بھی تھی، جیت اسی کی ہوئی اور اس کی بیٹی کا قاتل اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔ اس انجام نے عصمت بیگم کی کمر توڑ دی تھی، وہ گھر سے باہر بھی بلا ضرورت نہ نکلتیں کہ ان کے بیٹے نے انہیں اس قابل کہاں چھوڑا تھا کہ وہ فخر سے سر اونچا کر کے چلیں۔

حوا بی بی اور نور احمد سے بھی اختلافات کے کئی ملے جلے اسباب تھے، سب سے بڑا سبب تو یہی تھا کہ ان کی بڑی بیٹی شہر بانو ان کی نند حلیمہ کی بہو تھی جن کے گھر..... سے ان کے شوہر کا بے جان وجود نکلا تھا اور اسی حلیمہ کا وہ اپنے گھر میں آنا جانا بند نہیں کرتے تھے..... پھر ان کی ایک بیٹی گل بانو جو کہ ان کے بیٹے سلطان کی منگ تھی، اس کے ساتھ شادی سے پہلے انکاری ہوئی اور اس کے بعد وہ گھر سے جانے کس کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ ان کے بیٹے عباس کو طلاق کے لیے زینت کی بیٹی ہاجرہ نے کورٹ کچہریوں میں گھسیٹنا چاہا تھا پھر بھی انہوں نے ان کی بہن زینت سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کیے تھے بلکہ ان کی نہ صرف حمایت کرتے تھے اور اس حمایت میں اس حد تک چلے گئے کہ انہوں نے وہ کیا جسے عصمت سوچ بھی نہ سکتی تھیں۔ انہوں نے ان کے گھر میں آنا بھی محدود کر دیا تھا حالانکہ اس گھر میں ان کی اپنی بیٹی بھی ایک بہو تھی..... اپنی ساس کی وفات پر بھی وہ اجنبیوں کی طرح گئیں اور اسی طرح لوٹ آئیں، ان کے بیٹے اپنی دادی کا جنازہ، جنازہ گاہ سے پڑھ کر لوٹ آئے اور اپنی دونوں بہوؤں کو انہوں نے وہاں جانے کی اجازت ہی نہ دی تھی۔

☆☆☆

شہر بانو کے ہاں دوسرے بچے کی ولادت ہوئی تھی اور اسے دیکھنے کو حوا بی بی وہاں گئیں، یوں تو کم، کم ہی وہاں جانا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوتا تھا مگر بیٹی کے ہاں بچے کی ولادت پر تو انہیں جانا ہی تھا.....

''کچھ خبر ہے تمہیں کہ گل کہاں ہے؟'' انہوں نے تنہائی ملتے ہی بیٹی سے پوچھا۔

''نہیں اماں جان..... میں سمجھی کہ آپ سے رابطہ ہوگا!''

''اسے خود ہی منع کیا تھا کہ رابطہ نہ کرے تاکہ لوگوں کو ہماری سنائی ہوئی کہانی پر یقین آجائے اور تمہارے ابا جان کا کہنا کہ سمجھو وہ ہمارے لیے مرگئی..... مگر ایسا بھی کیا کہ.....'' وہ رکیں۔

''جمال کو کچھ علم ہو شاید، اس سے پوچھیں۔'' شہر بانو نے تجویز دی تھی۔

''انہیں لاہور بھجوانے کے بعد سے ان کا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے..... تم باتوں، باتوں میں اعظم سے پوچھنا، اس کا تو رابطہ ہوگا ناں اپنے بھائی سے؟''

''بات کروں گی اماں جان!'' اس نے وعدہ کیا مگر چند دن کے بعد وہ میکے آئی تو اس نے بتایا کہ ہاشم نے کسی سے پہلے ہی بات کر رکھی تھی اور کسی دوسرے ملک چلا گیا تھا کیونکہ پاکستان کے کسی بھی شہر میں ان کی موجودگی کا پتا چل سکتا تھا۔

سن کر اُن کے کلیجے پر دھمک پڑی تھی، ان کی بیٹی ان سے جانے کتنے کالے کوس دور چلی گئی تھی اور انہیں علم تک نہ تھا، اپنی لاڈلی کے یوں دور چلے جانے سے اب ان کے دل میں جو خلا پیدا ہوا تھا اس کا کوئی ازالہ نہ تھا۔ انہوں نے خود ہی تو کوشش کر کے اسے اس کے دل کی خوشی دی تھی، اس خوشی کے حصول کے بعد اس کی زندگی کو خطرات لاحق تھے تو ہاشم اسے لے کر ملک سے ہی چلا گیا تھا۔ وہ کھوکھلی ہوگئیں، خوشیاں انہیں ڈسنے لگیں۔ کچھ کھاتیں تو سوچتیں کہ یہ ان کی گل کو کتنا پسند تھا، جانے کہاں ہوگی، کیا کر رہی ہوگی، کچھ کھایا بھی ہوگا کہ نہیں، مجھے یاد کرتی ہوگی..... عید یا کسی اور موقع پر ان کے سب بچے اکٹھے ہوتے تو اس کی کمی محسوس ہوتی۔ ان کے دل پر آریاں چلتیں، اس کی یاد کے دیے اور بھی شدت سے جلنے لگتے۔

ان زمانوں میں ذرائع ابلاغ ایسے ترقی یافتہ تھے نہ آج کے دور جیسی نت نئی ایجادات کہ جنہوں نے فاصلوں کو کم کر دیا ہے، اب تو دنیا ایک گاؤں جیسی ہوگئی ہے۔ تب تو مرنے کی اطلاع ٹیلی گرام کے ذریعے دی جاتی تھی اور دور سے رشتے داروں کے پہنچتے تک دسواں بھی ہو چکا ہوتا تھا۔ ملک سے دور چلے جانے والوں سے تو رابطے کا ذریعہ خطوط ہی رہ جاتے تھے یا ان کے پاس سے کوئی آنے والا۔

بہت عرصے کے بعد شہر بانو نے ہی بتایا کہ گل بانو کے دو بچے تھے..... وہ غائبانہ اپنی بیٹی اور اس کے بچوں کو پیار کے نذرانے بھیجتیں..... اس سے پوچھا کہ وہ خوش تو ہے؟'' شہر بانو سے کہا تھا انہوں نے۔ ''بہت خوش ہے اماں!'' ان کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل ہی سالوں کے بعد ہاشم اور گل بانو چند گھنٹوں کے لیے گاؤں آئے تھے، ان کی ترسی ہوئی آنکھوں کی پیاس بھی نہ بجھی تھی کہ وہ لوٹ گئے۔ وہ مستقل واپس آنا چاہتے تھے اور اسی سلسلے میں وہ کچھ کاموں کے لیے پہلے تنہا آئے تھے، اگلی بار ان کا ارادہ بچوں کے ساتھ آنے کا تھا..... مگر ان کی زندگی میں وہ وقت کبھی نہیں آیا، کہانی ایک دلچسپ موڑ پر پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہوگئی۔

☆☆☆

''گل..... گل'' آواز قریب آرہی تھی۔ ''کیا کر رہی ہو بیٹا؟''

''کچھ نہیں امی..... یونہی ذرا کھلی ہوا میں سانس لینے کو باہر نکل آئی تھی۔''

''بیٹا اندر آکر مہمانوں کو دیکھو، ملازماؤں کو ساتھ لگاؤ اور صحن سے بستر وغیرہ سمٹوالو، تھوڑی دیر میں وہ سب پہنچا ہی چاہتے ہیں۔''

''امو! میں بہت تھک گئی ہوں پلیز!'' اس نے ماں کے گرد بازو حمائل کیے۔

''تھکن تو ابھی آگے ہوگی بیٹا، مہمانداری ایک دو نہیں بلکہ کئی دن تک رہے گی، اچھی بیٹیاں ذمے داریوں سے گھبراتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں ہیں۔'' انہوں نے بیٹی کو ساتھ لگایا، اس کے گھنے بھورے بالوں والے سر پر بوسہ دیا۔ ''میری جان!''

''جاتی ہوں امو! آپ بے فکر ہو جائیں.....''

''ارے ہاں، تمہارے امتحان ہو رہے ہیں تو کیا کرو گی، کوئی عرضی وغیرہ بھجوا دی تم نے؟''

''امتحانوں میں کوئی عرضی نہیں ہوتی امی، کل کا دن تو چھٹی ہے، پرسوں مجھے جانا ہوگا، کچھ اہم کلاسیں ہیں جو مس نہیں کر سکتی..... تیاری کا وقت تو نہیں ملے گا مگر سمسٹر کا امتحان ہے اسے بالکل نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ کئی مہینوں کی ساری محنت اکارت جائے گی، ہر امتحان ضروری ہے امو!''

''تمہارے ابو کیا سوچیں گے بیٹا؟''

''آپ فکر نہ کریں امی، ان سے بات کر لوں گی میں، میں سمجھ سکتی ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں۔''

''صرف تمہی کو جانا ہے یا تمنا بھی؟''

''ظاہر ہے امو کہ میں اور وہ ساتھ، ساتھ پڑھتے ہیں تو دونوں کا امتحان ہے اور اسے بھی جانا ہوگا۔''

''تم اور تمنا دونوں چلی جاؤ گی تو کام کس طرح چلے گا بیٹا؟''

''امو میں نے کچھ چیزیں پہلے سے ہی رانی اور ثنا کو سمجھا دی ہیں، وہ ساری بہنیں بہت سمجھدار ہیں اور گاؤں میں ہی ہیں اس لیے سنبھال لیں گی، یوں بھی ہم وہاں رکیں گے نہیں..... جا کر ہر روز واپس آ جایا کریں گے۔''

''یوں ہر روز جانا آنا..... نصیر کو بتا دیا ہے ناں تم نے؟'' انہوں نے تشویش سے پوچھا۔ ''یہاں بھی سو کام ہوں گے تو ڈرائیور تو یہاں بھی چاہیے ہوگا۔''

''آپ فکر نہ کریں امو..... میں نے کبیر بھائی سے کہا ہے، آگے ان کا انتظام ہے کہ وہ ہمیں کس طرح بھجوائیں گے۔''

''میری بہت پیاری اور سمجھدار بیٹی ہے.....''

''بیٹی کس کی ہے آخر.....'' اس کی ہلکی سی ہنسی کی آواز نے دکھ کے اس موسم میں بھی ماں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی، مرنے والا صرف ان کا سسر ہی نہیں بلکہ سگا چچا بھی تھا۔

''تمہیں کچھ پڑھنے کا وقت بھی ملا کہ نہیں؟'' انہوں نے تشویش سے پوچھا۔

''آپ فکر نہ کریں امو.....''

''تمنا تو رات کو ہی اقبال بھائی کی طرف چلی گئی تھی، سیانی ہے ناں اسے علم تھا کہ یہاں پڑھائی کا موقع نہیں ملے گا۔''

''ارے نہیں امو..... تائی جان اصرار کر کے اسے لے گئیں، آپ کو علم ہے کہ اس کے ساتھ انہیں کتنا پیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کی کمی کو ہاجرہ پھپھو کی وفات کے بعد تمنا کو ان کی گود میں ڈال کر پورا کیا ہے، ان کی تو جان ہے تمنا میں..... ہاں، اس نے بھی اتنا ہی پڑھا ہوگا جتنا میں پڑھ پائی۔ فکر اور دکھ سے تو کتاب پر کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا امو!'' ان کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزرا اور ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

''ہاں وہ دونوں بہت پیار کرتے ہیں تمنا سے..... ہاجرہ کی وفات کے بعد سے تمنا کو انہوں نے ہی سنبھالا ہے اور اسے قانونی طور پر اپنی بیٹی بھی بنا لیا ہے، اس میں تو ان دونوں کی جان ہے۔'' امو نے کہا۔

☆☆☆

دادا جان کا جنازہ اٹھا، آہوں، سسکیوں اور آنسوؤں کے بیچ سارا گاؤں اور ارد گرد کے درجنوں دیہات سے لوگ امڈے پڑے تھے..... کبیر کے انتظامات کی ہر کوئی داد دے رہا تھا۔ مطلع ابر آلود تو تھا مگر تدفین تک ماسوائے ہلکی سی پھوار

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے خیریت رہی۔ جنازے کا انتظام لڑکوں کے کالج کے میدان میں کروایا گیا تھا اور حویلی کے وسیع دالانوں میں کھانے کے انتظامات تھے۔ گاؤں کے لوگ تو حسبِ روایت کھانا نہیں کھا رہے تھے مگر باہر کے مہمانوں کی بھی کثیر تعداد تھی۔ ان سب کے لیے بٹھانے اور کھانا کھلانے کے عمدہ انتظامات تھے۔ گرمی کے اس شدید موسم میں بھی کسی کو بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا احساس نہ ہوا تھا کیونکہ گھر کے معمول کے جنریٹر کے علاوہ بھی کرائے پر دو بڑے جنریٹرز کا بندوبست کیا گیا تھا۔

جمال احمد کی طبیعت ناساز تھی اس لیے وہ ہر تھوڑی دیر کے بعد اپنے کمرے میں آرام کے لیے چلے جاتے تھے جہاں ان کے بچے اور زیبا پہلے سے ہی موجود تھیں..... ''توبہ کیسی قیامت کی گرمی ہے!'' پھونکیں مار، مار کر زیبا کہہ رہی تھیں، انہوں نے اپنے ہیروں کے کنگن اور آویزے بھی اتار دیے تھے کہ یہاں کون جانتا تھا کہ ان کی قدر کیا تھی۔ یوں بھی جمال کے مسلسل ہائی بلڈ پریشر نے انہیں تشویش میں مبتلا کر دیا تھا اور اس پر ان کا اصرار کہ انہیں دس دن تک وہاں رکنا تھا، ایک جمال کی بیماری ہی تو واحد وجہ تھی کہ جس کا بہانہ لے کر وہ بچوں سمیت واپس لوٹ جاتیں اور پھر دسویں دن آ جاتیں مگر جمال کے سامنے یہ بات کہنے کی ہمت کس کی تھی بھلا۔

''زین اور یوسف کہاں ہیں؟'' انہوں نے بیٹوں کو موجود نہ پا کر سوال کیا۔

''زین تو باہر گاڑی میں اے سی آن کر کے سو رہا ہے پاپا اور یوسف.....'' عارب کہتے، کہتے رکا۔ ''میں سمجھا کہ آپ کو بتا کر گیا ہے۔''

''کہاں گیا ہے وہ؟'' انہوں نے حیرت سے سوال کیا۔

''وہ لاہور گیا ہے سویرے، سویرے!'' اس نے جھجک کر بتایا۔

''کیا.....'' انہوں نے چیخ کر پوچھا۔ ''کس لیے گیا ہے وہ لاہور؟''

''وہ گل اور تمنا کے ساتھ گیا ہے پاپا!''

''کیا.....؟ کس لیے..... دماغ درست ہے اس کا، کیوں گیا ہے اور کس سے پوچھ کر گیا ہے؟''

''ان دونوں کا امتحان ہے، کبیر بھائی نے اسے ذمے داری دی ان دونوں کو لے کر جانے اور واپس لانے کی، وہ انہیں لے کر گیا ہے، شامیر اور میثاق بھی ساتھ ہیں۔'' اس نے جواب دیا تو انہوں نے گہری سانس لی۔ امرت کا صرف گھر میں بلایا جانے والا نام ہی نہیں بلکہ اس کی شکل صورت بھی انہیں اپنی بہن گل کی یاد دلا دیتی تھی، ابا جان کی وفات اتنی اچانک ہوئی کہ اسے اطلاع بھی نہ کر سکے تھے۔ گل اور ہاشم اپنے بچوں کو لے کر ملک سے باہر گئے ہوئے تھے، جانے کہاں، کہاں کی سیر کا پروگرام تھا۔ جب وہ خود فون کرتی تو اس سے بات ہو جاتی تھی۔ ان کی طرف سے اس سے رابطے کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ ان کے پاس اس کا کوئی ایسا نمبر نہ تھا جو ہر جگہ پر کام کرتا ہو۔ جب سے وہ واپس پاکستان آ کر سیٹ ہوئے تھے کوئی موقع ایسا ملا ہی نہ تھا کہ اسے اپنے گھر بلاتے یا اس کی طرف جاتے۔

وقت اور مسائل اپنے قریبی رشتوں میں بھی کیسے، کیسے فاصلے پیدا کر دیتے ہیں..... کبھی اس بہن میں ان کی جان تھی، اب اپنی، اپنی زندگیاں اور اپنی مصروفیات تھیں۔ کاروبار جو کہ ہاشم نے کئی ملکوں تک پھیلا رکھا تھا اس سلسلے میں وہ اکثر ملک سے باہر ہی ہوتے تھے۔ ''کسی بچے سے کہتا ہوں کہ کسی طرح ان کے بچوں سے رابطہ کرے، بچوں کے پاس تو کئی چیزیں ہیں۔'' انہیں کمپیوٹر کی سمجھ بوجھ نہ تھی مگر جانتے تھے کہ بچے آپس میں کسی نہ کسی طرح رابطے میں ہوں گے۔

☆☆☆

دو دن تک فلو کی وجہ سے وہ یونیورسٹی نہ آ سکی تھی، نوٹس تو تمنا کے پاس تھے مگر کچھ نکات کی سمجھ نہ آئی تھی اسے۔ ''ایک تو تمہاری لکھائی تمنا..... اوپر سے جانے کیا الا بلا بناتی رہتی ہو تم نوٹس کے بیچوں بیچ!''

''کیا ہے، کیا بنایا ہے میں نے؟'' اس نے اپنے ہاتھ سے مونگ پھلیوں کی پلیٹ مجبوراً میز پر رکھی اور اٹھ کر اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاس آ بیٹھی۔

''یہ کیا شکلیں ہیں سب؟'' اس نے نوٹ بک اس کے سامنے رکھی، جس پر نوٹس کے بیچوں بیچ تتلیاں، پرندے، پھول اور پتے، آنکھیں اور ہاتھ اسکیچ کیے گئے تھے۔

''یار یہ سب کچھ مجھے بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس لیے ایسے ہی.....''

''تم کلاس میں تھیں تمنا، سر سے پوچھ لیتیں۔'' اس نے چڑ کر کہا۔

''مجھے اپنا مذاق نہیں بنوانا تھا خواہ مخواہ!'' کلاس میں اساتذہ سے سوال پوچھنے یا ان کے سوالات کا جواب دینے سے تمنا کی جان جاتی تھی، امرت ساتھ ہوتی تو اسے حوصلہ رہتا تھا مگر تنہا ہوتی تو مشکل میں پڑ جاتی۔

''شفاف تھی کلاس میں؟'' اس نے فون اٹھایا کہ شفاف سے پوچھ لے۔

''وہ بھی آج نہیں آئی تھی۔'' اس نے ہولے سے کہا۔ ''میں نے کال کی تھا اسے، اس کے والدین آئے ہوئے ہیں، دو دن تک نہیں آئے گی وہ۔''

''اوہ.....اب کس سے پوچھوں؟'' اس کے لہجے میں کوفت تھی۔

''اس وقت تم آرام کرو، سوپ ٹھنڈا ہو گیا ہے تمہارا، تم بیمار ہو گل.....ایک دن انتظار کر لو، کل یا پرسوں جا کر سر سے پوچھ لینا۔''

''میری اسائنمنٹ تیار ہو جاتی اگر تم نے نوٹس ڈھنگ سے بنائے ہوتے۔'' اس نے غصے میں لیٹ کر کمبل منہ تک کھینچ لیا۔

''سوپ تو پی لو گل!''

''مجھے سونے دو، تنگ مت کرو.....'' جانے دل کس بات پر اتنا اداس تھا۔

''تمنا نے بتایا کہ تم بیمار ہو.....مما کہہ رہی ہیں کہ گھر آ جاؤ!'' فون کی ہلکی سی آواز سے اس نے اپنا فون سرہانے کے نیچے سے نکالا اور اس پر میثاق کا پیغام پڑھا مگر جواب دیے بنا واپس سرہانے کے نیچے رکھ دیا۔

''گل!'' تھوڑی دیر کے بعد تمنا نے پکارا، غالباً اس کے فون پر بھی میثاق کا پیغام آیا ہوگا۔ ''پھپھو گھر آنے کو کہہ رہی ہیں۔'' وہ سوتی بن گئی، اس کا قطعی موڈ نہ تھا کہ بستر سے نکلے اور تیار ہو کر کہیں جائے۔

☆☆☆

''آپ کو سمجھ میں آ گیا سارا لیکچر؟'' اس نے اس کی طرف دیکھ کر سوال کیا تھا، وہ جانے کس دھیان میں تھی.....

''مس امرت!''

''ہوں.....'' وہ چونکی۔ ''سوری!''

''لگتا ہے کہ آپ ٹھیک نہیں محسوس کر رہیں.....اور نہ ہی آپ کو کچھ سمجھ میں آیا ہے۔''

''نہیں، میں ٹھیک ہوں اور سمجھ میں آ گیا ہے مجھے سب.....شکریہ!'' اس نے آہستگی سے کہا۔

''اچھا چلیں ذرا بتائیں پھر.....'' اس نے اس سے اسی باب میں سے سوال کیا جو اس نے اسے ابھی سمجھایا تھا، وہ سٹپٹا گئی، اس کی بوکھلاہٹ دیکھ کر وہ مسکرایا۔

''سب ٹھیک تو ہے ناں امرت؟'' اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

''شاید کچھ غلط ہے کہیں۔'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

''کیا مطلب؟'' اس نے پوچھا۔ ''کیا طبیعت زیادہ خراب ہے آپ کی؟''

''نہیں.....میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے اپنی کتابیں سمیٹیں اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں پھر سمجھا دیتا ہوں آپ کو۔''
''اس وقت میرا دماغ کچھ سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں ہے......''
''میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا ہوا؟''
''کوئی ایسی بات نہیں کامل......'' اس نے بیزار سے لہجے میں کہا۔ ''کوئی ایسی بات نہیں جو آپ کے ساتھ شیئر کر سکوں۔''
''ٹھیک ہے......'' اس نے کندھے اچکائے۔ ''میں ہوں بھی کون آپ سے فالتو سوال کرنے والا، اگر آپ مناسب نہیں سمجھتیں شیئر کرنا تو میں بھی اصرار نہیں کروں گا۔''
''پلیز کامل......'' اس نے اس کی طرف ملتجی نظروں سے دیکھا۔ وہ خاموشی سے بنا اصرار کیے اٹھ کر اس سے پہلے چلا گیا، وہ کیفے ٹیریا کی بینچ پر واپس بیٹھ گئی۔
تمنا اور شفاف نے ہی کامل سے درخواست کی تھی کہ امرت کا وہ اہم لیکچر مس ہو گیا تھا اور نوٹس سے اسے سمجھ نہیں آئی تھی اس لیے اگر کامل اسے سمجھا دے تو، امرت کو قائل کرنا بھی ایک اور مرحلہ تھا۔ مجبوری نہ ہوتی تو وہ کامل کی مدد لینے کو کبھی تیار نہ ہوتی، کامل سے اسے پہلے دن سے جو چڑ تھی جو، وقت گزرنے کے ساتھ کم ہو گئی تھی مگر اب بھی وہ اس سے بات کرتے ہوئے کتراتی تھی۔ اس نے خود دیکھا تھا کہ پہلے دن کے مذاق کے بعد کامل ہر معاملے میں اپنے ساتھیوں اور جونیئرز کی مدد کرتا تھا۔ وہ دوسروں کی مدد کرنے کے معاملے میں اتنا بے لوث تھا کہ اسے کسی بات کی پروانہ ہوتی تھی، یونیورسٹی کے اندر اور باہر وہ دوسروں کے مسائل میں الجھا ہوا، اپنی ضروریات، وقت، دیر سویر اور بھوک، پیاس کو بھی بھولا ہوا ہوتا تھا۔
یونیورسٹی کے آسمان کا وہ درخشاں ستارہ تھا تو یونیورسٹی کی زمین پر کتنے ہی دلوں کی دھڑکن کا مرکز...... مگر اس کا اپنا دل تو اتنے سالوں میں کسی کو دیکھ کر اس انداز میں نہ دھڑکا تھا جیسے اب ہو رہا تھا۔ اپنی ان حماقتوں پر ہنستا جو اس پر پہلی نظر پڑنے پر اس سے سرزد ہوئی تھیں مگر اب وہ اس کی پسندیدگی کو ایک ایسے راز کی طرح دل میں چھپائے ہوئے تھا جو وہ خود پر بھی آشکار نہ کرنا چاہتا تھا۔ آئینے کے سامنے خود کھڑا ہو کر اپنی نظروں سے نظریں نہ ملا پاتا تھا، کتنی ہی لڑکیاں اپنے دلوں کے اندر بستی اس کی محبت کا بھید اس پر کھول کر اس سے مایوس ہوئیں۔ اس نے کسی کی حوصلہ افزائی ہی نہ کی تھی مگر اب ایسا ہوا تھا کہ وہ خود سے لڑنے لگا تھا، اپنی نگاہوں کے اس ارتکاز سے ڈرنے لگا تھا، جو وہ بھید پا جاتی تو...... اسے معلوم تھا کہ وہ ان درجنوں لڑکیوں سے مختلف تھی جو اب تک ملک میں اور بیرون ملک اس سے ٹکرائی تھیں، کیوں اور کس طرح مختلف تھی، اسے علم نہ تھا۔
اسے تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اسے پہلی نظر میں اس میں کیا اچھا لگا تھا، کیوں اس کا دل اس کی طرف کھنچتا تھا، جوں، جوں وہ اسے جانتا گیا، اس کی شخصیت کے بھید اس پر کھلتے گئے اور اسے اپنے سوال کا جواب ملتا گیا۔ اس کی ذہانت، اس کی معصومیت اور سادگی...... اس کا حسن، جس سے وہ غافل نظر آتی تھی کیونکہ اسے اس نے باقی لڑکیوں کی طرح کبھی بنے سنورے ہوئے نہیں دیکھا تھا، کبھی کاجل کی دھار تک اس کی صاف اور بے ریا آنکھوں میں نظر نہ آتی تھی۔ لیے دیے انداز میں وہ سب سے بات کرتی مختصر سا حلقۂ دوستی، شفاف اور تمنا تینوں کی مشہور تکون...... کسی لڑکے سے وہ فالتو بات نہ کرتی تھی۔
وہ سمجھ سکتا تھا کہ جس پس منظر سے اس کا تعلق تھا، وہاں لڑکیوں کو یوں اعلیٰ تعلیم کی اجازت ملنا ہی محال تھا اور اسی لیے وہ اتنی محتاط رہتی تھی کہ اس سے کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جو کہ اس کی یا اس کے خاندان کی بدنامی کا باعث بنے۔ ایسا ماحول جہاں لڑکے اور لڑکیاں نہ صرف اکٹھے پڑھتے تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کے ایسے گہرے دوست بن جاتے تھے کہ ان

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں لڑکے یا لڑکی ہونے کی تمیز ختم ہو جاتی تھی۔ امرت اور تمنا کے لیے ایسی کسی دوستی کا تصور بھی محال تھا، اسی لیے وہ شفاف کے ساتھ اپنی تکون میں مطمئن تھیں۔ کامل بھی ان سے بات کرتے ہوئے خیال رکھتا کہ اس سے کچھ ایسا سرزد نہ ہو کہ یونیورسٹی میں اس کے کردار کے بارے میں کوئی غلط بات کرے۔

کامل اور امرت کے درمیان سے اجنبیت کی دیوار اس روز گری تھی جب کامل سخت مقابلے کے بعد اسٹوڈنٹ یونین کے انتخابات میں صدر اور امرت بلا مقابلہ بلکہ بنا الیکشن لڑے، اساتذہ اور اپنے ساتھیوں کے مشترکہ ووٹ سے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئی تھی۔ وہ تو ایسی ذمے داری ہرگز نہیں لینا چاہتی تھی نہ ہی اس کی تعلیمی سرگرمیاں ایسے کسی بوجھ کو اٹھانے کی اجازت دیتی تھیں..... مگر اس کا کوئی بس نہ چلا اور اسے یہ ذمے داری سنبھالنا ہی پڑی۔ اس کا سادہ ذہن تو یہ بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس سارے میں کامل نے اپنے ترپ کے پتے کس طرح کھیلے تھے۔ اس کے مقابلے پر کوئی کھڑا نہ ہوتا، کیسے ممکن تھا مگر جہاں کامل ہوتا وہاں ناممکن کو ممکن میں بدلنا کچھ مشکل نہ ہوتا تھا۔ اس میں چھچھورا پن نہ تھا اور نہ ہی وہ عام لڑکوں کی طرح فلرٹ کر رہا تھا، دل امرت کے ساتھ کی خواہش کرتا تھا تو اس نے دل کو بہلانے کو یہ سارا جھنجٹ پال لیا۔ وہ تو یوں ہی ہر وقت خدمتِ خلق میں مصروف رہتا تھا، اب اس پر بوجھ اور بھی بڑھ گیا تھا۔ مگر خوشی یہ تھی کہ اب اسے امرت سے ملنے اور اس سے قریب ہونے کے لیے اور کسی بہانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

امرت کو اپنے مسائل کسی سے کہنے کی عادت تھی نہ اپنی پریشانی میں کسی کو شریک کرنے کی، یونیورسٹی کے تیسرے سال تک بھی اس کا پہننے اوڑھنے کا وہی انداز تھا جو کہ یونیورسٹی کے پہلے دن تھا۔ تمنا نے کچھ رنگ بڑے شہر کا پکڑا تھا تو کچھ میثاق کی نظرِ کرم تھی کہ اس کے انداز بدل گئے تھے..... گھر جاتیں تو امو اس فرق کو محسوس کرتیں مگر زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتی تھیں، شاید انہیں اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ دونوں بہنوں میں اتنا فرق کیوں نظر آنے لگا تھا۔

☆☆☆

دادی جان کے اس دنیا سے چلے جانے سے جو نقصان میرا ہوا تھا اس کا ازالہ کوئی نہیں کر سکتا تھا، کوئی ان سوالوں کے جوابات نہیں دے سکتا تھا جو کہ بے جواب رہ گئے تھے، امو جان سے پوچھتی کہ ہاجرہ پھپھو کو کیا ہوا تھا تو یہی جان پاتی کہ بچے کی ولادت کے دوران ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا، اس سے زیادہ سوال کرتی تو ڈانٹ کھاتی۔ صرف یہ بتاتیں کہ تمنا کو بھی انہوں نے دودھ پلایا تھا، گویا ہم دونوں دودھ شریک بہنیں تھیں۔ میں جو تمنا سے بڑی بنتی تھی، کوئی پوچھتا تو ہنستا کہ میں اس سے فقط ایک دن بلکہ چند گھنٹے بڑی تھی، ہم دونوں جڑواں بچیوں کی طرح پلیں۔ تمنا کو تائی اماں اپنے پاس لے جاتیں اور زیادہ تر وہیں رکھتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی گود بھرنے کا سامان بھی کر دیا تھا۔

مجھے بھی تمنا سے ازحد پیار تھا کیونکہ ہوش سنبھالنے تک ہم یہی سمجھتے تھے کہ ہم سگی بہنیں ہیں مگر وقت انسان کے سارے سوالوں کے جوابات دے دیتا ہے۔ مجھے بھی اچانک ہی یہ معلوم ہونا تھا، اس وقت جب عصمت تائی کا جل کر انتقال ہوا اور ساتھ الفت آنٹی کا، ان دنوں دو ٹوٹے ہوئے خاندان ملے تو میری نامکمل رہ جانے والی کہانی کوئی سرے جوڑنے کو مل گئے۔ پھپھو شہر بانو کا ہمارے ہاں آنا جانا شروع ہو گیا۔ ہمارا گھر ان کا میکا تھا جو تائی عصمت ہی کی وجہ سے چھوٹا ہوا تھا۔ ان کی دل آزاری کے خیال سے کوئی کھلے عام نہ ملتا تھا، جہاں کہیں کسی کو چوری چھپے ملنے کا موقع ملتا تو وہ ملتے تھے۔

''تمنا صرف تمہاری دودھ شریک ہی نہیں بلکہ..... تمہارے باپ کی بیٹی بھی ہے۔''

''ہاہ!'' میری سانس رکی۔ ''تو کیا؟''

''ہاں! تمہارے باپ کو ہاجرہ سے شادی کرنا پڑی تھی کیونکہ یہی زینت بیگم کی ضد تھی اور اسی طور وہ اپنی بہن کو نیچا دکھا سکتی تھیں.....''

''مگر پھپھو..... میری امو جان تو اب بھی۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہاں، عائشہ بھابی کا ہی اصرار تھا، کمال احمد تو کبھی نہ مانتے، بال بچے دار تھے اور ایسی بچگانہ ضد کو مان کر نہ وہ اپنے گھر میں آگ لگا سکتے تھے نہ خاندان کے باقی گھروں میں مگر کیا غضب کی سمجھداری تھی تمہاری ماں میں کہ اس نے انہیں منا کر ہی دم لیا۔ کم از کم ہاجرہ نے اس کے بعد اپنی عمر کے جو دو سال جیے اس میں اسے کچھ نہ کچھ خوشی تو ملی۔''

''مگر ایسا کیسے ممکن ہے پھپھو کہ اتنی بڑی بات خاندان کے کسی شخص کو معلوم ہی نہ ہو، میں نے جس سے بھی پوچھا اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔''

''ہوں.....'' انہوں نے ہنکارا بھرا۔ ''اس معاملے کو انتہائی خفیہ رکھا گیا تھا، نکاح بہت خاموشی سے ہوا اور ہاجرہ رخصت ہو کر اس گھر میں بھی نہیں آئی کہ یہی عائشہ کی شرط تھی۔ وہ اپنے بچوں کے ذہنوں میں کوئی سوالات نہیں اٹھنے دینا چاہتی تھی، جو ہاجرہ زندہ رہتی تو وقت انہیں بہت کچھ یونہی سمجھا دیتا اور تمہیں معلوم بھی کیسے ہوتا کہ تم تو تھیں ہی ایک دن کی جب ہاجرہ کا انتقال ہوا تھا بلکہ ایک دن بھی کیا..... مغرب کے وقت تم پیدا ہوئیں اور اگلی تاریخ کو سویرے، سویرے تمنا..... ساتھ ہی ہاجرہ چل بسی، دونوں بچیاں ایک گود اور ایک دودھ پر پلیں، جوں، جوں تم لوگ بڑی ہوئیں اور سمجھدار ہوئیں تو دونوں خاندانوں کا آپسیں شیرازہ ہی بکھرا ہوا تھا۔''

''میری امو جان کتنی عظیم ہیں۔'' میں نے دل سے اعتراف کیا۔

''تمہیں بتا تو دیا ہے مگر اب تم ان کے سامنے بات کر کے انہیں شرمندہ مت کرنا۔'' پھپھو نے مجھ سے وعدہ لیا تھا۔

''پھپھو، عباس چاچو کے بھائی سلطان کا کیا ہوا؟'' میں نے اگلا سوال کیا۔

''اس کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل ہو گئی تھی مگر..... اس کا دماغ چل گیا تھا اور اب وہ لاہور میں کسی پاگل خانے میں ہے..... اب تو بوڑھا ہو چکا ہے، کوئی اسے دیکھنے بھی نہیں جاتا۔''

''چہ چہ..... کاش ان کی اماں نے شروع میں ہی ان پر توجہ دی ہوتی۔'' میں نے تاسف سے کہا۔ ''کیسے پورے گھر تباہ ہو جاتے ہیں پھپھو!'' میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ خاندان میں اس حادثے کے موقع پر میری ادھوری کہانی مکمل ہو جائے گی۔

''ایک اور بات پوچھوں پھپھو؟'' میں نے ڈرتے، ڈرتے پوچھا۔

''میں جانتی ہوں کہ اب تمہارے ذہن میں کیا سوال مچل رہا ہے.....'' وہ مسکرائیں۔ ''یہ بھی جانتی ہوں کہ اماں جان تمہیں کہانیاں سناتی ہوں گی، ایسے ہی انہیں شوق تھا کہانیاں سنانے کا، مجھے بھی سناتی تھیں۔''

''چلیں مان جاؤں آپ کو اگر آپ بوجھ لیں میرے دل کا سوال۔'' میں نے ہنس کر انہیں چیلنج کیا۔

''اس خاندان کی ایک پُراسرار کہانی..... گل بانو ہی کی تو ہے۔'' ان کے کہنے پر میں چونکی تھی۔

☆☆☆

ان کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی تو کوئی پیچیدگی پیدا ہو گئی تھی..... مجبوراً انہیں شہر لے کر جانا پڑا اور بڑے اسپتال میں ان کا ایک آپریشن ہوا تھا۔ اس دوران انہیں اور بچے کو سنبھالنے کے لیے اگرچہ ان کی ساس اور ساتھ ان کی ملازمہ بھی موجود تھیں مگر ان کی ساس اپنی عمر اور جوڑوں کے درد کے باعث کہاں اتنی ہمت کرتیں کہ بچے کو سنبھالتیں۔ ملازماؤں پر اعتماد کرنا بھی مشکل تھا اور ساس کہاں دن بھر اسپتال میں گزارتیں، اسی لیے انہوں نے ماں سے کہہ کر اپنی بہن کو شہر بلوایا تھا..... ہاشم اس روز اپنی گاڑی میں اس کی اماں کے ساتھ اس کی بہن کو بھی لے کر آیا تھا۔ اماں تو اس کے دیور کی تعریف میں رطب اللسان تھیں مگر چند دنوں میں ہی انہیں اپنی بہن اور دیور کے بیچ..... ''کچھ ہے!'' کا اندازہ ہو گیا تھا، اس کی موجودگی میں گل کا چہرہ گلال بن جاتا، ان کی نظروں کی چوری انہوں نے کئی بار پکڑی اور ہاشم کیوں ان کا اتنا خیال رکھنے لگا تھا کہ ان کی خاطر ہر روز اسپتال آتا، گھنٹوں وہاں گزارتا، اعظم کی مصروفیت کا بہانہ بنا لیتا اور جتنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وقت ممکن ہوتا وہ وہاں گزارتا۔

''گل گھر چلی جائے گی اب؟'' جس روز وہ اسپتال سے گھر آئیں، اس روز ان کے کمرے میں وہ یہ بات پوچھنے آیا تھا۔

''ظاہر ہے ہاشم.....'' انہوں نے بے نیازی سے کہا۔

''تو میں اسے دیکھوں گا کیسے؟'' اس نے سوال کیا۔

''کسی طرح بھی نہیں.....'' انہیں علم تھا کہ خاندان کے ان دو گھروں کے بیچ کھڑی بلند فصیل کے پار موجودہ حالات کے علاوہ پائی نہ جاسکتی تھی۔

''تو پھر میں جیوں گا کیسے؟'' انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، جہاں ملال کے کتنے ہی رنگ اس کے چہرے پر سجے تھے۔

''جیسے پہلے جی رہے تھے.....'' انہوں نے جواب دیا۔ ''اور اس کے علاوہ کچھ سوچنا بھی نہیں ہاشم..... وہ تائی عصمت کے بیٹے سلطان کی منگ ہے۔''

''میرے اختیار میں کچھ کہاں ہے بھابی!'' اس نے بے بسی سے کہا۔

''جہاں تک ہو، وہیں پر اپنے قدم روک لو، جو راستہ تباہی کی طرف جاتا ہو اس پر جانے کی اجازت میں ہرگز تمہیں نہیں دے سکتی۔''

''بات صرف میری نہیں ہے بھابی!'' اس نے انہیں مزید حیران کر دیا۔ ''وہ بھی مجھے اتنا ہی چاہتی ہے۔''

''اچھا..... دس دنوں میں تمہیں یہ بھی علم ہو گیا؟'' اپنے دل کی تیز ہوتی ہوئی دھڑکن پر انہوں نے بہ مشکل قابو پایا، انہیں اس کے منہ سے نکلنے والی بات نے خوفزدہ کر دیا تھا۔ حلیمہ پھپھو کی بیٹی عصمت تائی کی بہو تھی اور اس گھر کی دیواروں سے باہر نکلنے والی کوئی بات بہ آسانی وہاں تک پہنچ سکتی تھی۔

''اس بات کے جاننے کے لیے دس دن تو بہت کافی ہوتے ہیں بھابی، مجھے تو اس پر پڑنے والی پہلی نظر نے بتا دیا تھا.....''

''ہاشم.....'' انہوں نے تقریباً چیخ کر کہا تھا۔ ''اس کے بعد یہ بات دوبارہ خود سے بھی نہ کہنا! تم نہیں جانتے کہ تم اس خاندان کے لیے کتنی بڑی تباہی کا بیج بو رہے ہو۔''

''بات صرف میری نہیں ہے بھابی!'' اس نے فریاد کی۔ ''آپ اس سے پوچھ لیں، وہ بھی سلطان سے شادی نہیں کرنا چاہتی، وہ بھی مجھے.....''

''بس ہاشم.....'' انہوں نے اس کے سامنے ہاتھ باندھے۔ ''میرے بھائی، جہاں پر ہو، یہیں رک جاؤ، مجھے اتنا مجبور نہ کر دو، اسے میں سمجھا لوں گی۔ تم نے اس کے ذہن میں بغاوت کا جو بیج بویا ہے، ابھی اس نے اپنی جڑیں مضبوطی سے نہیں پکڑی ہوں گی، تم دونوں یہیں رک جاؤ..... اس سے ایک قدم اور آگے نہیں بڑھانا، چند ماہ میں اس کی شادی ہو جائے گی تو وہ یہ سب کچھ بھول بھال جائے گی۔''

''بغاوت کا بیج انسان کے اپنے وجود کے اندر ہوتا ہے بھابی..... اسے کسی اور کو بونے یا آبیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ گل بانو خود ایک سمجھدار، پڑھی لکھی اور سوچ سمجھ رکھنے والی لڑکی ہے، وہ جس چیز کو اپنے لیے پسند نہیں کرتی اسے ٹھکرانے کا پورا حق رکھتی ہے۔''

''خدا کے واسطے ہاشم خاموش ہو جاؤ۔'' اس نے اسے چپ کروانے کو کہا، جتنا وہ چاہ رہی تھی کہ اس کمرے سے آواز باہر نہ نکلے اتنا ہی ہاشم جذباتی ہو رہا تھا جبکہ آواز بلند انہی کی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''یہ دو زندگیوں کا سوال ہے بھابی، مجھے آپ سے تو بہت توقع تھی۔'' اس نے مایوسی سے کہا۔

حلیمہ پھپھو، اعظم کے ساتھ مٹھائی کے ہمراہ جا کر خود گل بانو کو واپس چھوڑ کر آئیں، ساتھ ہی انہوں نے گل کے لیے بہت سے تحائف دیے تھے۔ عام حالات میں ان دو گھرانوں کے بیچ تعلقات سرد تھے تاکہ عصمت بیگم کی دل آزاری نہ ہو۔ شہر بانو نے اپنے شوہر اعظم سے بات کی تو اسے علم ہوا کہ اعظم سے ہاشم پہلے ہی بات کر چکا تھا اور یہ کہ بات حلیمہ پھپھو تک بھی پہنچ چکی تھی اور ہاشم کا اصرار تھا کہ وہ اس کے رشتے کی بات گل بانو کے ساتھ چلائیں۔ وہ سب جانتے تھے کہ ایسی بات کرنا آگ بھڑکانے کے مترادف ہوتا مگر ہاشم کا اصرار بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

تبھی انہیں علم ہوا کہ جانے کس طرح اور کہاں مگر دونوں کا آپس میں ملنا جلنا تھا..... وہ تو دہل گئی یہ سوچ کر کہ جانے کیا ہونے والا تھا۔ حلیمہ پھپھو تو قطعی اس بات پر تیار نہ تھیں کہ ان کا اٹھایا ہوا کوئی اقدام اس خاندان کو مزید دور کر دے مگر جوان اولاد پر بند کس طرح باندھتیں۔ اعظم بھی ہاشم کا ہم خیال تھا اور دونوں بھائیوں نے ہی مل کر منصوبہ بنایا تھا کہ گل بانو کو ہاشم اس گھر میں لے آئے گا اور اعظم ان دونوں کا نکاح کروا دیتے اور یوں خاندان کے لوگ چار دن شور مچا کر خاموش ہو جاتے۔ مگر قسمت کہ جس روز ہاشم نے گل کو اپنے گھر لانا تھا اور خفیہ نکاح کے سارے انتظامات کر رکھے تھے، اسی رات شہر بانو کو ایمرجنسی میں شہر لے جانا پڑا اور اس کی پریشانی میں وہ بھول گئے کہ وہ جو رات گھر سے باہر گزار کر واپس لوٹی ہوگی تو اس کے ساتھ کیا ہوا ہوگا۔

اپنے والدین کے گھر میں ہونے والے ہنگاموں سے بے خبر شہر بانو بعد ازاں اپنے گھر میں تیار کیے گئے منصوبے کو جان کر اللہ کی شکر گزار ہوئی کہ اس روز ویسا نہ ہوا تھا جیسا کہ ان دونوں بھائیوں نے منصوبہ بنا رکھا تھا مگر اسے کیا علم تھا کہ اس کے آگے حالات اور بھی خراب ہونے جا رہے تھے..... انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ اماں بھی اپنی بیٹی کے حق میں راہ ہموار کر رہی تھیں، انہیں تبھی علم ہوا جب جمال ان کے ہاں آیا اور اس کے ساتھ گل بانو تھی۔ ساتھ ہی ایک باریش شخص، انہی کے گھر میں سادگی سے نکاح کی رسم ہوئی اور گھر میں عام پہنے ہوئے کپڑوں میں ملبوس گل بانو، ہاشم کی منکوحہ بن کر ان کے گھر سے جمال کی گاڑی میں رخصت ہوئی تھی۔ ان کے ہمراہ صرف نوٹوں کی وہ موٹی سی گڈی تھی جو اعظم نے ہاشم کو دی تھی اور ایک چھوٹا سا سوٹ کیس تھا جو جمال اپنے ساتھ لایا تھا..... یوں گل بانو، ہاشم کی ہو کر اس گاؤں سے ہی نہیں بلکہ ان سب کی زندگیوں سے بھی نکل گئی۔ ابا جان نے کہا کہ وہ ان کے لیے مر گئی تو ان سب نے ان کے الفاظ کا مان رکھا۔ گاؤں کے لوگوں کو اگرچہ یہی بتایا گیا تھا کہ وہ جانے کس کے ساتھ چلی گئی مگر لوگوں کو اندازہ تھا کہ وہ ہاشم کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔

''مگر پھپھو..... اگر دادی جان، گل پھپھو کے ساتھ تھیں تو وہ انہیں ملنے تو چوری چھپے آ سکتی تھیں ناں؟'' اس نے سوال کیا۔

''گل اور ہاشم اسی ہفتے ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے جس ہفتے ان کا نکاح ہوا تھا اور پھر لوٹ کر نہیں آئے.....''

''ایسا کیوں کیا انہوں نے، دادی جان تو ان کے لیے اتنا تڑپتی تھیں؟''

''خاندان کی مجبوریاں بیٹا!'' انہوں نے ایک سرد آہ بھری۔ ''وہ واپس آتی تو جانے خاندان میں کس، کس طرح کے جھگڑے شروع ہو جاتے..... ابا اور اماں کو کس، کس طرح لوگوں کے سوالوں کے جوابات دینا پڑتے اور یوں بھی کسی لڑکی کا گھر سے بھاگ جانا، ایک خاندان کے لیے کلنک کا ٹیکا ہوتا ہے، اس ٹیکے کو عمر بھر ماتھے پر سجا کر جینا پڑتا ہے..... وہ لوٹ کر آتی تو ابا کس منہ سے لوگوں کا سامنا کرتے پیاری؟''

''انہیں تو معلوم تھا ناں کہ اس شادی میں خفیہ طور پر ہی سہی مگر ان کے ماں باپ کی رضا شامل تھی، وہ ان سے ملنے گاؤں میں نہ سہی، کہیں اور آ جاتیں۔ جمال چاچو کے گھر..... مہر پھپھو کے ہاں!'' اس کے کہنے پر انہوں نے چونک کر اسے دیکھا، اس پیاری سی لڑکی کے ذہن میں جو سوچ آئی تھی وہ کئی بار ان کے اپنے ذہن میں بھی آئی تھی کیونکہ وہ اپنی ماں کی...

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded From Paksociety.com

تڑپ کو جانتی تھیں اور اب جان گئی تھیں کہ اماں نے اپنے دل کے سارے بھید اس لڑکی کو منتقل کر دیے تھے جو اُن کی گل جیسی ہی دکھتی تھی۔

''شاید ہم لڑکیاں اپنی زندگیوں کی خوشیوں میں محو ہو کر سب کچھ بھلا دیتی ہیں، ماں باپ کی محبتیں بھی، ان کی تڑپ ہمیں کہاں تڑپاتی ہے..... محبت کے دریا کا بہاؤ تو نیچے کی طرف ہے پیاری! اپنی اولاد کی طرف بہتا ہے۔ اپنے ماں باپ اور اولاد میں سے انتخاب کرنا پڑے تو ہمارا جھکاؤ اپنی اولاد کی طرف ہوتا ہے..... یوں بھی وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اتنے مکمل تھے کہ انہیں کسی اور کی ضرورت ہی نہ تھی..... پندرہ برس کے دوران صرف ہاشم دو دفعہ آیا اور دونوں دفعہ اپنے والدین کی وفات پر..... گل چند برس پہلے آئی تھی، صرف ایک دن کے لیے گاؤں آئی تھی اور اماں سے چند گھنٹوں کے لیے ملی تھی، ہاں البتہ جمال کے ہاں دونوں چند دن رہے تھے مگر اس بات کو کوئی اور نہیں جانتا اس لیے تم کسی سے کہنا نہیں۔''

''آپ فکر نہ کریں پھپو!'' اس کے ذہن میں اٹھنے والے اس اہم سوال کو جواب مل گیا تھا کہ دونوں گھرانوں کے بیچ تو رابطہ ہی نہ تھا تو ہاشم اور گل پھپو کے بیچ محبت کیسے پروان چڑھی ہوگی۔

☆☆☆

خاندان کے لوگوں کو اس وقت پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ جمال احمد نے ترقی کی راہ پر کتنا سفر کر لیا تھا جب ہم سب لوگ زائنہ کی شادی میں شرکت کے لیے اسلام آباد گئے تھے۔ جمال چاچو بالخصوص خود سب کو مدعو کرنے کے لیے گاؤں آئے تھے اور بہت اصرار کیا تھا کہ ہم سب لوگ اس میں شرکت کریں اور یہ کہ وہاں ہمیں کئی دن پہلے جانا ہوگا اور ان کے ہاں قیام بھی کرنا ہوگا..... جتنے دن کا انہوں نے کہا تھا، اتنے دن کا تو ممکن نہ تھا مگر پھر بھی ان کی خوشی کی خاطر ہم سب لوگ مہندی سے ایک دن پہلے چلے گئے تھے۔ جس شدت سے اصرار سے جمال چاچو ہمیں مدعو کر کے آئے تھے اور جس تپاک سے استقبال کی ہم توقع کر رہے تھے..... وہ ناپید تھا۔

گھر کی چار دیواری میں ہی گھر سے ذرا ہٹ کر ایک انیکسی بنی ہوئی تھی، جس میں چار کمروں کا مہمان خانہ تھا، ان چار بیڈ روم کے علاوہ وہاں ایک بڑا سا لاؤنج تھا جس میں ایک طرف کو کھانے کی گول میز رکھی تھی اور اسی کے قریب باورچی خانہ بھی تھا۔ ہم سب نے ایک، ایک کمرے پر اپنے والدین سمیت قبضہ کیا اور اپنا سامان سیٹ کیا، سب لڑکوں نے لاؤنج میں ہی ملازموں سے کہہ کر اپنے لیے گدے منگوا لیے کہ وہ ان دو تین دنوں میں رات دیر تک جاگ کر ہلا گلا کرنا چاہتے تھے۔

چاچو کو جب بھی فرصت ملتی وہ ہمارے والے حصے میں چکر لگاتے..... چچی جان صرف ایک بار اس وقت آئیں جب انہوں نے ابتدا میں ہمیں وہاں بھجوایا تھا..... دن ہم اسی پورشن میں گزارتے مگر رات کو کھانے پر مین ڈائننگ روم میں جمع ہوتے کہ یہی دادا جان کا حکم تھا۔ پہلی شام کو ہم سب گھر کے مین ڈائننگ روم میں جمع ہوئے تو چچی نے معذرت کی کہ ان کی مصروفیات ایسی ہیں کہ وہ دن بھر ہماری طرف چکر ہی نہ لگا سکیں..... اور وہ اس کے بعد کبھی چکر نہ لگا سکیں نہ ہی ان سے ہر روز رات کے کھانے پر ملاقات ہوتی۔ یوسف رات کو انیکسی میں ہی لڑکوں کے ساتھ دیر تک جاگتا، چونکہ سارے فنکشن رات کے تھے اس لیے دن کو وہ یا عارب ہمیں گھمانے پھرانے بھی لے جاتے تھے۔ زائنہ کے پاس تو جواز تھا کہ وہ دلہن تھی اس لیے ہماری طرف بالکل نہ آ سکی، حسنہ بھی کبھی نہیں آئی، وہ شاید بہن کے ساتھ مصروف تھی۔

زین بالخصوص اپنی بہن کی شادی میں شرکت کے لیے لندن سے آیا تھا مگر وہ ہم میں سے کسی کو تقریبات کے علاوہ نظر بھی نہ آیا، غالباً وہ دن بھر سوتا رہتا تھا اور جب جاگتا تو معلوم ہوتا کہ دوستوں سے ملنے گیا ہوا ہے۔ تقریب کے دوران اس کی جھلک ضرور نظر آتی اور تقریب کے اختتام تک سب لوگ اس قدر تھک چکے ہوتے کہ اپنے، اپنے ٹھکانوں پر پہنچ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فوراً بستر سنبھالتے۔

یہ شادی ہمارے گاؤں والے خاندان کے لوگوں کی زندگی کا انوکھا تجربہ تو تھا ہی مگر شہر کے لوگوں کے لیے بھی یہ ایک انوکھی شادی تھی۔ دو بڑے کاروباری گھرانوں کا جوڑ ہو رہا تھا، جتنا بھی دھوم دھڑ کا کیا جاتا..... کم تھا۔ ہمارے بزرگ تو اپنے انداز میں لیے دیے رہے مگر نوجوان نسل کے لڑکے اور لڑکیوں کے لیے عجیب سی صورتِ حال تھی، ہم خود کو اس قدر کم مایہ محسوس کر رہے تھے کہ سب ہال میں ایک طرف گروپ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ یوسف اور عارب یار، بار ہماری طرف آتے اور ہمیں لوگوں میں مل جل کر آزادی سے گھومنے پھرنے کو کہتے۔ ہمارے لباس کم قیمت تو نہ تھے مگر ویسے بھی نہ تھے جیسے کہ تقریب کے زیادہ تر شرکا نے پہن رکھے تھے شہر کے لوگوں کے لباس بیش قیمت اور اسٹائلش تو تھے ہی مگر ان میں بے لباسی بھی جھلکتی تھی، ہمیں تو وہ سب کسی دوسرے سیارے کی مخلوق لگ رہے تھے۔

ہمارا خیال تھا کہ شادی کی تقریب میں ہم سب سے زیادہ اہم ہوں گے کہ یوں سب اکٹھے جمال چاچو کی خصوصی دعوت پر اور پہلی بار ان کے ہاں کی کسی تقریب میں شامل ہونے کو آئے تھے..... تمام تقریبات ایک بڑے ہوٹل کے ہال میں تھیں، مہندی پر انہوں نے گاؤں سے قریبی خاندان کے علاوہ کسی کو بھی مدعو نہیں کیا تھا اور ولیمے پر بھی انہوں نے چند لوگوں کو ہی ساتھ لے جانے کو کہا تھا، اس لیے سبھی لوگ زائنہ کی رخصتی کے بعد واپس جانے کا تہیہ کیے ہوئے تھے۔ ہمیں وہاں رہ کر مزید احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے کا کوئی شوق نہ تھا، دو ایک لوگوں نے سوچا کہ رک جائیں تاکہ جمال چاچو محسوس نہ کریں مگر ان کا لیا دیا انداز، وہ جو سب سوچے بیٹھے تھے کہ وہ ان کا تعارف اپنے حلقے میں فخر سے کروائیں گے، ان کی خام خیالی ہی رہی۔ زیبا چچی کے میکے والے ہی چھائے ہوئے تھے، اگر کوئی ان میں گھل مل رہا تھا تو وہ مہربانو پھوپھی مگر میثاق اور فاطمہ ہمارے ساتھ بیٹھے ہمیں کمپنی دے رہے تھے۔

''اِدھر دیکھو.....'' تمنا نے مجھے ٹہوکا دیا۔ ''فوراً نہ مڑنا، تمہاری دائیں طرف، جس طرف وہ کالے سلیولیس لباس میں وہ خاتون کھڑی ہے، جس نے لہورنگ کی لپ اسٹک لگا رکھی ہے۔''

''کیا چیز ہے، یونہی بتا دو۔'' میں بیزار بیٹھی تھی۔

''بتانے کی نہیں، دکھانے کی چیز ہے۔'' تمنا نے آنکھ کا گوشہ دبایا۔

''اچھا دیکھتی ہوں، ایک تو تمہیں پہیلیوں میں باتیں کرنے کا بہت شوق ہے۔'' میں نے نیچے جھک کر اپنے جوتے کا اسٹریپ ٹھیک کرنے کی اداکاری کی اور سر گھما کر اسی طرف دیکھا جس طرف تمنا نے کہا تھا مگر اس زاویے سے مجھے لوگوں کے چہرے نہیں بلکہ ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔ واپس سیدھی ہو کر بیٹھی۔ ''مجھے تو کچھ ایسا خاص نظر نہیں آیا، کیا دکھانا چاہتی ہو تم؟''

''پاگل ہو تم.....'' تمنا نے میرا ہاتھ دبایا۔ ''تمہیں اس زاویے سے اس کا چہرہ کیونکر نظر آتا۔''

''کس کا چہرہ؟'' میں چڑ گئی۔

''کامل کا.....'' تمنا نے انکشاف کیا۔ ''کامل نظر آیا تھا مجھے اور اب وہ وہاں نہیں ہے! ٹھہرو میں دیکھتی ہوں اسے دوبارہ.....''

''چھوڑو، رہنے دو، پاگل ہوئی ہو کیا!'' میرا دل عجیب انداز سے دھڑکنے لگا تھا۔ اگر تمنا اسے متوجہ کرتی تو وہ وہاں آتا، جانے کس انداز میں یہاں آ کر ہم سے واقفیت کا اظہار کرتا۔ ہوگا چاچو کے کسی بڑے کاروباری رابطے کا بیٹا، میں نے دل میں سوچا، اس کے پاپا کے بارے میں صرف اتنا جانتی تھی کہ وہ کوئی کاروبار کرتے تھے، اس سے زیادہ ہم ایک دوسرے کی ذاتیات پر بات نہ کرتے تھے۔

''ارے..... کامل نظر آیا ہے مجھے!'' عارب کی آواز آئی۔ ''بیٹھو تم لوگ، میں اسے لے کر آتا ہوں۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تمنا.....'' میں نے تمنا کا ہاتھ پکڑ کر اسے جلدی سے گھسیٹا۔ ''مجھے واش روم جانا ہے۔''

''تو جاؤ ناں، اس طرف۔'' تمنا کب وہاں سے اٹھنا چاہتی تھی، میثاق کے ساتھ والی سیٹ پر براجمان، اس کے چہرے کا رنگ ہی کچھ اور تھا۔

''تم پلیز میرے ساتھ چلو۔'' میں نے زور لگا کر اسے کھینچ کر اٹھایا، وہ بادلِ ناخواستہ اٹھی اور میرے ساتھ چل دی۔

''کیا ہوگیا ہے تمہیں اچانک..... پیٹ میں درد ہے کیا؟'' واش روم کے سامنے پہنچ کر وہ غصے سے بولی۔

''تم نے سنا نہیں کہ عارب، کامل کو لینے کے لیے گیا ہے۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''تو..... کیا ہوا، اچھا ہے ناں کہ یہ لوگ بھی کامل کو جانتے ہیں تو انہیں علم ہو جائے گا کہ کامل ہمارا استاد ہے۔'' تمنا کے کہنے پر میں نے سر پکڑ لیا۔

''تمنا..... دماغ چل گیا ہے تمہارا، ابھی ہماری پڑھائی کا ایک سال باقی ہے اور تم چاہتی ہو کہ ہمیں یونیورسٹی سے اٹھا کر گھر بٹھا دیا جائے؟''

''وہ کیوں بھلا؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''کسی کو ہماری کامل سے دوستی..... میرا مطلب ہے واقفیت پر کوئی خوشی نہیں ہوگی، ہم جس خاندان سے ہیں وہاں پر ایسی باتوں پر بیٹیوں کا گھروں سے باہر نکلنا بند ہو جاتا ہے پیاری۔''

''تم ابھی تک پتھر کے زمانے میں رہ رہی ہو۔'' تمنا نے میرا بازو پکڑ کر واپسی کے لیے گھسیٹا۔ ''اب سب کی سوچ مختلف ہوگئی ہے۔''

''ہاں..... میثاق کے کہنے پر تمہاری اس سے منگنی طے ہوگئی ہے تو تمہیں لگتا ہے کہ خاندان سے باہر کا کوئی لڑکا بھی ان کے لیے اسی طرح قابلِ قبول ہوگا؟''

''کون سا لڑکا؟'' اس نے شرارت سے پوچھا۔

''کامل.....'' میں نے بلا جھجک کہہ دیا۔

''اچھا.....!'' اس نے اچھا کو معنی خیز انداز میں لمبا سا کھینچ کر کہا۔ ''تو گویا دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی.....''

واپس لوٹے تو علم ہوا کہ عارب، کامل کو لے کر واپس لوٹا ہی نہ تھا اور جب دیر بعد وہ اکیلا لوٹا بھی تو معذرت کی کہ کامل کو جلد واپس جانا تھا، اس کے والدین اسی روز بیرون ملک سے لوٹ رہے تھے۔ چند دن قبل ہی تو کامل نے بتایا تھا مجھے کہ اس کے والدین اس کی بہن کے ساتھ بیرون ملک گئے ہوئے تھے۔

چاچو نے ہم سب کو بے شمار تحائف سے لاد کر رخصت کیا تھا، ہم سب دل میں اس شاندار شادی کی تلخ و شیریں یادیں لیے واپس اپنے اپنے معمول میں لوٹ آئے۔

☆☆☆

''میرے والدین آئیں گے امرت تو میں ان سے بات کرنے والا ہوں۔'' کامل نے کہا، کیفے ٹیریا میں میز پر نوٹس پھیلائے ہوئے، وہ بظاہر اسے کچھ پڑھا رہا تھا، کوئی لیکچر سمجھ میں نہ آیا تھا تو اس نے اس سے مدد مانگی تھی۔

''اچھا! اس سے پہلے کیا تم ان سے بات نہیں کرتے تھے؟'' اس نے دل میں شرارت اور چہرے پر سنجیدگی سجا کر کہا۔

''کرتا ہوں.....'' اس نے نثار ہونے والی نظر سے دیکھا۔ ''مگر اب ایک خاص بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''اچھا!'' اس نے لہجہ بے تاثر رکھا مگر چہرے کو لال ہونے سے کیسے روکتی۔

''تمہیں معلوم ہے کہ میرے ماں باپ نے میرا نام بدر کامل کیوں رکھا تھا؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ظاہر ہے کہ انہیں پسند ہوگا اور پھر یہ کہ تم بچپن میں بہت خوب صورت ہوگے.....'' اس نے ہنس کر کہا۔

''وہ تو خیر میں اب بھی ہوں۔'' اس نے جواباً ہنس کر کہا۔ ''میری طرف دیکھ کر کہو کیا نہیں ہوں؟''

''چلتی ہوں.....'' اس نے کتابیں سمیٹتے ہوئے کہا۔

''اتنی جلدی کیا ہے، تمہاری ساری کلاسیں تو ختم ہو چکی ہیں۔''

''کامل..... میں یوں اس طرح ہر روز تمہیں کسی نہ کسی بہانے نہیں مل سکتی!''

''ہم تنہائی میں نہیں ملتے امرت اور ہر روز کہاں ملتے ہیں، پورا کیفے ٹیریا بھرا پڑا ہے، کتنے لوگ ہیں اور آج چھ دن کے بعد تم آئی ہو یہاں.....''

''پلیز..... سمجھنے کی کوشش کرو، جس دن کوئی غلط بات میرے گھر والوں تک پہنچی، وہ دن میرا یونیورسٹی کا آخری دن ہوگا۔'' اس نے التجا کی۔

''تو پھر ٹھیک ہے، کرتا ہوں ابھی مما سے بات، ان کے آنے کا انتظار بھی نہیں کرتا۔'' اس نے اپنی جیب سے فون نکالا۔

''باز آؤ تم اس طرح کی حرکتوں سے.....'' اس نے اس کے ہاتھ سے فون چھینا۔ ''میری پڑھائی مکمل ہونے دو، اس کے بعد جب میں گھر چلی جاؤں گی تو تم ڈھونڈ لینا مجھے..... یونیورسٹی کے کسی حوالے کے بغیر کہ جس سے میرے ابو کو علم نہ ہو کہ ان کی بیٹی.....'' وہ کچھ کہتے، کہتے رک گئی۔

''یونیورسٹی میں..... ایک حسین و جمیل لڑکے..... پر کامل کی محبت میں گرفتار ہوگئی، اس کے تیرِ نظر کا شکار ہوگئی اور اسے دل دے بیٹھی۔'' اسے یوں فضول بولتا ہوا چھوڑ کر وہ بھاگ گی۔

ہوا تو ایسا ہی تھا، وہ جو دل میں جانے کس قسم کے عہد و پیماں کر کے آئی تھی، کسی کی طرف نظر بھر کر دیکھنے کا سوچا بھی نہ تھا، جب عمل کا وقت آیا تو وہی ہوا تھا جو کامل کہہ رہا تھا۔ یونیورسٹی کے اندر لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستیاں عام تھیں، کوئی بات کرتا نہ کوئی برا محسوس کرتا تھا۔ اب کچھ عرصے سے اس کا اور کامل کا ملنا ان کے ساتھیوں میں محسوس تو کیا جاتا تھا مگر جانتے تھے کہ وہ ایک ہی وقت میں اسٹوڈنٹ یونین کے صدر اور جنرل سیکرٹری ہیں اسی وجہ سے ان کے بیچ تھوڑی دوستی تھی ورنہ امرت تو کسی کو گھاس بھی نہیں ڈالتی۔

اس کا شمار بھی یونیورسٹی کے ان شاگردوں میں ہوتا تھا جنہیں استاد بھی اپنا سرمایہ سمجھتے تھے، اس لیے کوئی اس کی طرف انگلی اٹھا کر بات نہ کرتا تھا۔ بظاہر تو اس نے بھی کبھی کامل کی اتنی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی اور ہمیشہ اس کی بات کو مذاق میں اڑا دیتی مگر جانتی تھی کہ اس کے اصول یہاں آ کر ختم ہو گئے تھے۔ بس یہ مشک چھپی رہے..... یہی کوشش کرتی تھی، تبھی اس کی واحد رازدار تھی، ہوتی بھی کیوں نہیں کہ ان دونوں کا ہر وقت کا ساتھ تھا۔ شفاف تک سے یہ چھپا رکھا تھا انہوں نے کہ وہ اپنی رو میں بسا اوقات غیر محتاط انداز میں بات کر دینے کی عادی تھی۔

☆☆☆

کبیر بھائی اور (ہم پھپھو کی بیٹی) فاطمہ کی منگنی تھی۔ کبیر بھائی کی خواہش پر ہی یہ رشتہ طے پایا تھا، ہمارے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سادہ سی تقریب میں امو جان نے فاطمہ کو اور پھپھو نے کبیر بھائی کو انگوٹھی پہنا دی، ساتھ ہی مہر پھپھو نے اپنی انگلی سے ہیرے کی ایک انگوٹھی اتار کر تمنا کو بھی پہنا دی۔ امو تو اس اچانک اور اتنے بڑے ''حادثے'' کے لیے تیار ہی نہ تھیں اس لیے انہوں نے میثاق کو نقد رقم دے دی کہ وہ اپنی مرضی سے انگوٹھی بنوا لے۔ دونوں گھرانوں میں خوشیوں کے شادیانے بج رہے تھے، تمنا تو خوشی سے پھولی نہ سماتی تھی اور اس کا بس نہ چلتا تھا کہ سب کو چیخ، چیخ کر میرے اور کامل کے بارے میں بتائے مگر میری طرف سے اسے پکی قسم دی گئی تھی، میں اپنے والدین کی نظر میں کبھی گرنا نہیں چاہتی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہمارے گھر کی اس سادہ سی تقریب میں اسلام آباد سے صرف جمال چاچو اور خلافِ توقع ان کے بڑے صاحبزادے زین آئے تھے۔ وہ جو خاندان کی کسی تقریب میں جانا اہم سمجھتے تھے نہ پسند کرتے تھے، غالباً جمال چاچو کے مجبور کرنے پر آئے ہوں گے..... مگر اتنا ہی نہیں، وہ سب کزنز کے ساتھ بیٹھ کر رات دیر تک ہنسی مذاق بھی کرتے رہے اور فرمائش کر کے مجھ سے کافی بنوائی۔ میری پڑھائی اور مصروفیات کی بابت سوالات کیے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں کئی چٹکلے بھی سنائے، پہلی بار جمال چاچو کے گھر کے کسی فرد نے یوں گھل مل کر ہم سے باتیں کی تھیں اور ہمیں اس رشتے کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔

''کون میرے ساتھ چھت پر چلے گا؟'' زین بھائی نے سوال کیا تو سب نے سنی ان سنی کر دی، سب اپنے، اپنے کھیلوں میں مصروف تھے اس لیے کسی نے ہامی نہ بھری۔

''تم چلو گی میرے ساتھ چھت پر؟'' میں صوفے پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ میں نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا، باقی سب لوگ بے نیازی سے بیٹھے تھے، میں نے کتاب الٹا کر صوفے پر رکھی، چپل پیروں میں پھنسائی، میں کتاب کے اس قدر اہم موڑ پر تھی مگر مہمان داری کے آداب بھی تو نبھانا تھے۔

اسے سگریٹ پینا تھی، مجھے سگریٹ کی بُو اور دھویں سے نفرت تھی مگر میں خاموشی سے ذرا فاصلے پر بیٹھی اسے تک رہی تھی، کیسا یونانی دیوتاؤں جیسا حسن دیا تھا اللہ نے اسے پورے چاند کی چاندنی میں اس کے گھنگرالے بالوں میں روشنی سی محسوس ہو رہی تھی۔

''آپ سگریٹ کیوں پیتے ہیں زین بھائی؟'' میں رہ نہ سکی۔

''بس یونہی..... دوستوں کے ساتھ رہتے، رہتے عادت پڑ گئی۔''

''ہمارے خاندان میں کوئی بھی سگریٹ نہیں پیتا۔'' میں نے کہا۔ ''آپ کو بھی آج پہلی دفعہ دیکھ رہی ہوں، اچھی بات یہ ہے کہ آپ دوسروں کے سامنے سگریٹ نہیں پیتے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو سگریٹ کے بری چیز ہونے کا احساس ہے۔''

''سب دوسروں کے سامنے نہیں، صرف اپنے خاندان کے لوگوں کے سامنے سگریٹ نہیں پیتا میں..... دوستوں میں تو اسے برا نہیں سمجھا جاتا..... اس لیے ان کے ساتھ مل کر پیتا ہوں۔'' میں تاسف سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔ ''ایک اور بری عادت ہے کہ مجھے سگریٹ پیتے ہوئے تنہا ہونا بہت برا لگتا ہے، اسی لیے چاہ رہا تھا کہ کوئی میرے ساتھ اوپر آئے۔''

''مجھے علم ہوتا کہ آپ اس مقصد کے لیے اوپر جا رہے ہیں تو کبھی آپ کے ساتھ نہ آتی، میں تو میزبانی کے تقاضے نبھانے کو آ گئی اور مجھے بھی چاند کی چاندنی اور کھلی ہوا میں چھت پر آنا اچھا لگتا ہے.....'' کہہ کر میں اٹھ بیٹھی۔ ''چلتی ہوں، آپ سگریٹ سے لطف اندوز ہوں۔''

''تھینک یو گرل!'' جاتے سے انہوں نے کہا تھا۔

''کس بات کے لیے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''کافی پلانے کا شکریہ کہہ رہے ہیں اور توقع کر رہے ہیں کہ میں کہوں ''وہ سب تو میرا فرض تھا؟'' میں نے پہلی بار ان سے ہنس کر بات کی۔

''مجھے اپنا وقت دینے کا!'' انہوں نے میرے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ ''اس دفعہ کے ہمارے قیام کا ایک، ایک لمحہ میرے دل میں یاد بن کر چمکے گا، میں پرسوں لندن جا رہا ہوں، واپس آؤں گا تو پھر ملیں گے۔'' وہ چلے گئے اور میں سوچ کر رہ گئی، انہیں کوئی شدید غلط فہمی ہو گئی ہے میرے بارے میں..... میری چھٹی حس مجھے کسی انجانے خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

جشنِ بہاراں

منشا محسن علی

باف محل کے باہر شاہ بلوط کے ٹھگنے درخت فروری کی برف سے اٹ گئے تھے۔ سرسراتی ہوا دیوار اور چیڑ کے درختوں میں شریر سرگوشیاں چھوڑتی گزر گئی..... باف محل کے ہال کمرے کا آتشدان جل رہا تھا۔ گیلی لکڑیاں سلگ رہی تھیں۔ چنگ، مٹک، چٹاخ، ہال کمرے کی ساری قد آدم کھڑکیاں بند تھیں.....

ریان کرسی پر آگے پیچھے کسی گھڑیال کے پنڈولم کی طرح جھول رہا تھا..... گرے ساحر آنکھیں سامنے کھڑے یاسر پر جمی تھیں جس کی ننھی منی سی ناک سردی سے سرخ ہو رہی تھی۔

''یاسر نکمے لڑکے..... کیا، تمہیں نہیں لگتا کہ کچھ لوگ مروت میں مرجاتے ہیں.....؟'' یاسر نے منہ پھلا کر آتشدان

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

کی آگ کی طرف دیکھنا شروع کردیا تھا..... ''اور مجھ جیسے معصوم فروری کے سرد موسم کی سردی سے مرجاتے ہیں.....'' فل سائز اپر پہنے کنٹوپ چڑھائے، دستانے، موزے پہنے اب بھی وہ ڈر رہا تھا..... واقعی وہ ایسا ہی تھا۔ ونٹر فوبیا کا مارا..... ''اُفس.....'' (افس ہمدردی کا ہنکارا.....)

''وہ..... وہ بھی مروت میں ماری جائے گی..... اس کی سوتیلی ماں اسے استعمال کررہی ہے..... اور وہ اپنی دانست میں اپنے مرحوم باپ کا عہد پورا کررہی ہے کہ اپنی سوتیلی ماں اور بہن کا خیال رکھے گی، اسٹوپڈ لڑکی.....'' ریان تاسف سے سر ہلاتا کہہ رہا تھا..... ونٹر فوبیا کا مارا نکما لڑکا ٹیبل پر چڑھا بیٹھا تھا اور چلغوزے ٹونگ رہا تھا..... ریان نے بے نیازی کے اس مظاہرے پر غور سے اسے دیکھا۔

''اس طرح بیٹھے ہوئے چلغوزے کھاتے تم مجھے کچھ یاد دلا رہے ہو؟''

وہ اب بھی اپنے سابقہ مشغلے میں مصروف رہا..... اپر کی ٹوپی کے خرگوش دائیں، بائیں جھول رہے تھے۔

"you are looking as smart evil" آدمی مسکراہٹ ریان نے لبوں میں قید کرلی تھی، ننھا شیطان شاک کے عالم میں ٹیبل سے اترا..... ہاتھ میں پکڑے چلغوزے بند مٹھیاں کھول کر فرش پر پڑے دبیز غالیچے کی طرف لڑھکادیے..... ٹانک جاری تھا..... وہ مصری ممی کی طرح سلو موشن میں چلنے لگا تھا..... اپر کی جیبوں سے زمانہ قدیم کا فون نکالا..... نظر اٹھائی، ریان کو دیکھا..... جو آتشدان کی بھڑکتی آگ دیکھ رہا تھا..... نیلے، پیلے..... سرخ شعلے..... اب وہ فون پر کسی سے کچھ کہہ رہا تھا۔

''اس نے مجھے شیطان کہا ہے..... اس سے بڑی گالی اور کیا ہوگی..... میں نے بہت برداشت کرلیا..... ابا کے مرنے کے بعد اپنے جینے کی وجہ نظر نہ آتی تھی مگر آپ نے مجھے بیٹا بنا کر رکھا..... مگر آپ کا بیٹا ایک نمبر کا سائیکو بندہ ہے..... میں آج ہی یہ گھر چھوڑ کر جارہا ہوں..... بس..... بس مجھے مت روکیں..... میں جارہا ہوں..... مجھے ہرگز نہ روکا جائے.....'' ایموشنل بلیک میلنگ کا اثر خاک نہ ہوا تھا..... ریان نے اطمینان سے کتاب اٹھالی تھی۔ محبت مردہ پھولوں کی سمفنی..... وہ اس کے سامنے آیا تھا۔

''میں جارہا ہوں۔'' ٹوپی کے خرگوش ساکت تھے..... ننھی منی ناک اب سرخ تھی..... ریان نے کتاب سے سر اٹھا کر اک نظر اسے دیکھا تھا۔

''باہر فروری کی کڑکڑاتی، اعصاب چٹخاتی سردی ہے..... برف میں گرے تو بہت پیارے اسنومین بنو گے تم.....'' مقابل کی آنکھ سے آنسو ٹپک گیا۔

"I hate you"

"same to you" وہ مسکراہٹ دباتا کتاب پر جھک گیا تھا۔ دیوار پر ٹنگے جاپانی وال کلاک کی ٹک، ٹک سے کمرا گونجنے لگا تھا..... جبھی باہر دستک ہوئی..... زور سے..... اور زور سے..... ریان بے نیاز بنا کتاب پر ہی جھکا سلطان آدم کی داستان پڑھتا رہا..... ونٹر فوبیا کا مارا ناراض لڑکا ہال کمرے سے باہر چلا گیا تھا..... ایک سیکنڈ..... دو، تین، آٹھ، اٹھاون..... منٹ..... تھوڑی دیر بعد وہ ہال کمرے میں واپس آیا تھا..... سانس پھول رہی تھی۔

''وہ آئی ہے.....'' آتشدان کی لکڑیاں اور بھڑکنے لگیں..... باف محل جیسے برف میں دبنے لگا ہے۔

''کون؟'' ایک ہاتھ میں کتاب اور دوسرے ہاتھ میں چھڑی تھامے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''وہ..... وہی..... زویا.....'' وہ ساکت کھڑا اسے دروازے میں کھڑا دیکھ رہا تھا..... ہاتھوں کی پشت سے آنسو پونچھتی وہ قدم، قدم چلتی اس تک آئی تھی..... سفید گاؤن فراک پہنے ایک مقدس دلہن..... وہ سفید مقدس دلہن کے لباس میں زویا تھی..... جو کانپتی ہوئی بے تحاشا رو رہی تھی..... اس کے آنسو دبیز غالیچوں میں جذب ہورہے تھے..... وہ وہی تھی جو ''مروت'' میں مرنے والی تھی۔

''ریان سکندر..... کیا تمہیں پچھلے فروری کی وہ شام یاد ہے؟'' یا سر واقعی سردی سے مرنے والا ہوگیا تھا۔ کیسی خبطی لڑکی ہے جو دلہن بنی صرف یہ سوال پوچھنے آئی ہے؟ ''اُفس.....

''مجھے سب یاد ہے زویا..... اِک، اِک لفظ.....'' چھڑی تھامے وہ مسکرایا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم نے کہا تھا کہ اگر تمہیں ساری دنیا، سارے لوگ دھتکار دیں تو تم ریان سکندر کے دروازے پر چلی آنا..... یہ وہ دروازہ ہے جو تمہیں ہمیشہ کھلا ملے گا۔'' وہ سامنے کھڑی تھی۔

''ہاں..... میں نے کہا تھا.....'' آتشدان کی روشنی سے در و دیوار دمکنے لگے تھے..... باہر شاہ بلوط پر ٹھہری برف پگھلنے لگی تھی..... دیودار اور چیڑ کی چوٹیاں لہرائی تھیں۔

''زیبی نے..... مجھے کہا ہے کہ مجھے فروری کی اس سردی میں کوئی دروازہ کھلا نہیں ملے گا..... اور میں برف میں دب کر مر جاؤں گی..... اور اگلے روز لوگ ''مردہ اسنو مین'' سمجھ کر مجھے روندتے ہوئے گزر جائیں گے..... دیکھو..... دیکھو تو.....'' اداس مسکراہٹ۔ ''زیبی نے اس بار بھی غلط اندازہ لگایا..... وہ ایک اچھے اندازے لگانے والی نہیں ہے.....'' اب وہ روتے ہوئے ہنس رہی تھی۔

مین آف ونٹر فوبیا کو لگا باف محل کے ہال کمرے کی چھت سے بارش ٹپکنے لگی ہو..... ٹپ..... ٹپ..... ٹپ مقدس دلہن نے اس کے کوٹ کے بٹن کو تھام کر پوچھا تھا۔

''پتا ہے اور اس نے کیا کہا.....؟''

''کیا کہا.....؟'' ریان اب بھی مسکرا رہا تھا..... یاسر گواہ تھا ایسی ہنسی وہ کبھی نہیں ہنسا تھا۔

"magical smile...yes"

''اس نے کہا کہ زویا تم ہمیشہ کرسمس چرچ کی کنواریوں کی طرح اِک کنواری رہو گی..... تمہاری زندگی میں کوئی مصور رنگ بھرنے نہیں آئے گا..... اس نے ایک اور غلط اندازہ لگایا..... بیچاری..... میری سوتیلی بہن.....'' وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی..... آنکھیں اب بھی رو رہی تھیں..... غالیچے آنسوؤں کے بوجھ سے بھاری ہونے لگے تھے۔ یاسر گرے ہوئے چلغوزے ڈھونڈ رہا تھا۔

سر اٹھا کر زویا کی بات سنی..... ''پورلعل سول زیبی.....'' یاسر بڑبڑایا۔ زویا نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں پونچھی تھیں..... اب آنکھوں میں آنسو نہیں تھے..... آس، امید، یقین، مان ہلکورے لے رہا تھا.....

''ریان سکندر..... تم میری زندگی کے مصور ہو سکتے ہو؟ شادی کرو گے مجھ سے؟'' چلغوزوں کی تلاش میں... سرگرداں ننھا شیطان اکٹھے کیے گئے چلغوزے پھر سے گرا بیٹھا تھا۔

باف محل کے ستونوں پر مقدس فرشتے پر پھڑپھڑاتے رقص کرنے لگے ہیں۔

ریان سکندر کے ہاتھ سے داستانِ سلطان آدم چھوٹ کر گر پڑی..... اور وہ باب کھلا جہاں پھولوں کی بارش ہوتی ہے..... اور باف محل بھی پھولوں سے اٹ گیا..... گلاب، ڈیزی، لائیزیا..... ٹیولپ..... باف محل کی بند کھڑکیاں کھلی تھیں اور محبت کی دُھنیں چکرانے لگیں..... م..... ح..... ب..... ت..... محبت۔

☆☆☆

وہ تھر تھر کانپ رہی تھی..... زیبی ہنستی ہوئی سامنے کھڑی تھی..... حلیمہ نے گرج کر پوچھا تھا۔

''باقی کے پانچ سو کدھر گئے..... بتاؤ..... جواب دو.....'' اسے ہمیشہ اونچی آوازوں سے خوف آتا تھا..... اب بھی آیا تھا.....

''میں نے..... میں نے شوز لے لیے.....'' تنخواہ میں سے پہلی بار اس نے اپنے لیے کچھ خریدا تھا..... وہیں اسے علم ہوا تھا کہ یہ پہلی اور آخری بار تھا..... ٹھنڈ میں بھی ہاتھ میں تھامے شاپر کی گرفت مضبوط رکھی ہوئی تھی۔

''ارے..... بڑی ہو تم اور تم میں ذمے داری نام کو نہیں..... زیبی کا اگلے ماہ داخلہ جانا ہے اور تم ہو کہ تمہارے چونچلے ختم نہیں ہوتے..... خود مر گیا یہ عذاب میرے سر ڈال گیا.....'' زویا کو لگا جیسے وادی کی ساری برف اکٹھی کر کے اسے اس کے نیچے دفن کر دیا گیا ہو..... وہ واپسی کے راستے کی طرف مڑی تھی..... دکان والے کو جوتے واپس کر کے پیسے کوٹ کی جیبوں میں دبائے وہ سڑک پر چلتی جا رہی تھی..... سڑک کنارے روشنیاں تھیں، جل بجھ رہی تھیں۔ ٹوٹے جوتوں میں سردی گھس رہی تھی..... وہ بے نیاز تھی یا خود کو ظاہر کر رہی تھی۔

تبھی احساس ہوا تو پلٹ کر دیکھا وہ اس کے ساتھ، ساتھ چل رہا تھا..... ہاتھوں میں ڈھیر سارے شاپرز

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھے.....وہ بہ مشکل چھڑی کے سہارے چل رہا تھا۔

''زویا..... پلیز.....تم مجھے گھر تک چھوڑو گی.....؟'' زویا نے چپ چاپ شاپر اس کے ہاتھوں سے لے لیے تھے۔

''یاسر کہاں ہے.....؟'' زویا نے پوچھا تھا..... وہ سڑک پر ساتھ، ساتھ چل رہے تھے۔ روشنیاں بھی ساتھ سفر میں تھیں..... ہلکی، ہلکی برف گر رہی تھی..... سفید سی.....روئی کے نرم گالوں سی.....

''اپنے گاؤں گیا ہے جلد لوٹ آئے گا.....شاید میں اسے کبھی نہیں بتا سکوں کہ میں اسے کتنا عزیز رکھتا ہوں.....اب اس کی کمی محسوس کر رہا ہوں.....'' وہ اداسی سے مسکرایا.....کبھی، کبھی ہم جذبوں پر پردے ڈال دیتے ہیں۔

''تمہارے پاس ہنسنے کی، مسکرانے کی، قہقہے لگانے کی کتنی وجوہات ہیں ناں.....'' حسرت کی کھلی کھڑکیوں سے اداسی اُڑ کر وادی کے پہاڑوں پر جم گئی تھی۔

''ہر کسی کے پاس ایسی سو وجوہات ہوتی ہیں..... بس انہیں ڈھونڈنا پڑتا ہے۔'' وہ ہنسی تھی.....

''ریان سکندر..... میں ابھی تک وہی وجوہات ڈھونڈ رہی ہوں۔''

''پھر کچھ ہاتھ آیا.....؟''

"nothing" درختوں پر برفی قمقمے لٹک رہے تھے.....کیسی روشنیاں تھیں ہر طرف.....ست رنگی.....

''زویا..... ایسی تلاش کا سفر بہت مشکل ہوتا ہے.....مگر ناممکن نہیں ہوتا.....میرا حال تم جانتی ہو کہ حادثے میں میرا کیا حال ہوا.....میری جینے کی امنگ، بابا کی محبت اور ڈاکٹروں کی محنت سے اب میں بہتر ہو رہا ہوں۔ اگر میں ہمت ہار جاتا تو زندگی ایسی کبھی نہیں ہوتی.....اپنا سہارا خود ہی بننا پڑتا ہے.....'' زویا نے سر ہلایا تھا۔ خاموش وادی کے برف پوش پہاڑوں سے اتر کر ان کے ساتھ، ساتھ ٹہلنے لگی تھی۔ تبھی وہ چونکا تھا۔

''تم اس وقت یہاں کیا کر رہی تھیں.....ہوٹل سے تو تم جلد فارغ ہو جاتی ہو ناں.....؟'' وہ زویا سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

''وہ آج کسی کمپنی کی میٹنگ تھی تو انہیں سرو کرنا تھا۔'' وہ ایک ہوٹل میں ویٹر تھی اب بھی اس کے جسم پر ہوٹل کی وردی تھی، وہ باف محل کے پاس پہنچ چکے تھے، زویا نے شاپر زاسے تھما دیے۔

''سنو..... اندر نہیں آؤ گی.....؟'' وہ نفی میں سر ہلاتی آگے بڑھ رہی تھی جب اس نے پیچھے سے پکارا۔

''بے شک ہم اسکول لائف میں اچھے دوست نہیں تھے مگر اب تو ہیں ناں.....!'' باف محل کی روشنی کے نیچے وہ شخص زویا سے پوچھ رہا تھا..... واقعی انہوں نے اسکول لائف میں بہت جھگڑے کیے تھے.....مگر اب..... بہت کچھ بدل گیا تھا.....ہاں، بہت کچھ بدل جاتا ہے۔

"yes, we are friends" وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

حلیمہ کافی کا مگ تھامے بیٹھی کوئی گھٹیا قسم کا رومانوی ناول پڑھ رہی تھیں..... جبکہ زیبی ریموٹ تھامے ٹی وی دیکھ رہی تھی.....وہ ایک سفید نقوش اور اکھڑ مزاج کی لڑکی تھی.....اس کے بال گھنگرالے اور بھورے سے تھے۔

''ماما..... میں آپ کو پہلے خبردار کر رہی ہوں کہ مجھے پارٹی کے لیے الگ سے تین ہزار چاہیے ہوں گے۔'' لاؤنج کی کھڑکیاں کھلی تھیں اور ٹھنڈی ہوا اندر داخل ہو رہی تھی.....حلیمہ نے کافی کا مگ سائڈ پر رکھا۔

''اے ہے.....تم چار ہزار لے لینا..... پہلے یہ کھڑکیاں تو بند کرو.....کیسی سرد ہوا آ رہی ہے.....'' وہ جیسے ٹھٹھر رہی تھیں۔ زیبی نے ذرا بھر بھی پروا نہیں کی تھی۔

''اف.....آپ خود بند کر لیں ناں.....'' تبھی وہ اندر داخل ہوئی پانچ سو کا نوٹ حلیمہ کے آگے کر دیا۔

''زیبی.....کچھ سیکھو بڑی بہن سے..... کتنی سمجھدار ہے اور ایک تم ہو نکمی.....'' نوٹ جھپٹ لیا گیا تھا.....زیبی برے، برے منہ بناتی کوئی انگلش مووی دیکھ رہی تھی.....ساتھ، ساتھ ہاتھ پاؤں بھی چلا رہی تھی۔ زویا خاموش سی کھڑی رہی.....حلیمہ نے ناول اٹھایا اور اسے پچکارا.....

''زویا..... یہ کھڑکیاں تو بند کر دو..... بیٹا..... دیکھو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تو کیسی ٹھنڈی ہوا آرہی ہے....." یہ کہہ کر ناول میں گم ہوگئیں..... تبھی کھلکھلا کر زیبی کو مخاطب کیا تھا۔ "ارے بھئی..... ہیرو، ہیروئن کی ملاقاتیں تو رات کے پہر ہی اچھی لگتی ہیں..... تنہائی، خاموشی .....اور..... رومینس....." زویا کھڑکیاں بند کرنے لگی تھی۔ باہر ہر طرف برف جیسا سفید اندھیرا تھا..... چند ثانیے دیکھتی رہی..... اس کا دل چاہا صدیوں وہاں کھڑی دیکھتی رہے..... کوئی بھولی بھٹکی مسکراہٹ ہونٹوں پر آٹھہری تھی۔

"کس کو دیکھ کر ہنس رہی تھیں؟" زیبی نے پوچھا۔

حلیمہ بولی۔ "ارے ہوگا کوئی فی الحال تو کھڑکیاں بند کرو..... سردی سے مرواؤ گی کیا....." زویا گہری سانس لے کر پلٹی اور کچن کی طرف جانے لگی..... جب زیبی نے پکارا۔

"کہاں جارہی ہو.....؟"

"کچن..... کھانا لینے....."

"کھانا ختم ہوگیا ہے..... تمہیں تو پتا ہے ناں، سردیوں کی لمبی راتوں میں مجھے کتنی بھوک لگتی ہے، میں نے دو دفعہ کھالیا۔" زیبی یہ کہہ کر ٹی وی کی طرف متوجہ ہوگئی تھی..... جہاں کوئی فضول سا سین چل رہا تھا۔

"دو آلو رکھے ہیں..... چپس بنا کر کھالے....."

حلیمہ نے بیزار ہو کر سر اٹھایا۔ بھوک سے نڈھال وہ مرے، مرے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ کمرے کا پینٹ اکھڑا ہوا تھا۔ بلب کی ملگجی روشنی پھیلی ہوئی تھی..... وہ رضائی میں لپٹی ہولے، ہولے رو رہی تھی۔ اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔

"میرے اللہ..... کیا میری زندگی میں کوئی خوشی نہیں کوئی ایسا پہر نہیں جب میں بغیر کسی ڈر اور خوف کے ہنس سکوں..... میرے جیسے لوگ زندگی میں کبھی کچھ نہیں کر پاتے..... میں بھی کبھی کچھ نہیں کر پاؤں گی..... یونہی روتے، روتے مر جاؤں گی..... اور مجھ جیسوں کو تو موت بھی جلدی نہیں آتی....." اس نے روتے ہوئے رضائی دور پھینک دی تھی۔

"ہاں میں مرنا چاہتی ہوں..... صرف مرنا....."

وہ دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی..... ٹھنڈی دیوار برف جیسی تھی..... ٹھنڈی، مردہ..... لاؤنج سے حلیمہ اور زیبی کے قہقہے یہاں تک سنائی دیتے تھے..... وہ دیوار کے ساتھ بیٹھے، بیٹھے بھوکی سوگئی تھی۔ آنسو چہرے پر جم سے گئے تھے۔

☆☆☆

ٹیچر ہاجرہ نے جیسے سر پیٹ لیا تھا۔ ہفتے میں ایسا کون سا دن تھا جس دن ان کی لڑائی نہیں ہوتی تھی۔

"پچھلے ہفتے گملا اس نے ہی توڑا تھا اور آج یہ میرا لنچ کھا گیا ہے۔" زویا اپنا خالی لنچ باکس ہاجرہ کو دکھا رہی تھی۔

"نومیم..... وہ گملا پہلے سے ہی ٹوٹا ہوا تھا..... سچی..... اور اس کا لنچ میں نے نہیں کھایا..... ہر کسی کا لنچ چوری کرنے اور مزے اڑا، اڑا کر کھانے کی عادت عبدل کی ہے..... وہ دیکھیں....." ریان نے عبدل کی طرف اشارہ کیا تھا..... جو بہت مزے سے برگر کے ساتھ، ساتھ کولڈ ڈرنک اڑاتا گلاس ونڈو سے باہر دیکھ رہا تھا۔ چوری اوپر سے سینہ زوری..... ہاجرہ نے پونیاں اِدھر اُدھر ہلاتی زویا کو دیکھا جو روہانسی ہو رہی تھی۔

"زویا..... آپ آج ریان کے ساتھ لنچ کرلیں۔" ریان نے لنچ باکس جھٹ پیچھے کرلیا.....

"میم..... میرے پاس تو خود تھوڑے بہت چائنیز رائس ہیں۔"

"تو آپ زویا کے ساتھ شیئر کرلیں..... برکت ہوتی ہے۔"

"وہ برے، برے منہ بناتا ڈیسک کی طرف جانے لگا۔ پلٹ کر زویا کو دیکھا تھا۔

"com with me" وہ مشکور سی ہاجرہ کو دیکھتی اس کے ساتھ جا بیٹھی تھی۔ یہ پہلی بار تھا کہ وہ اکٹھے تھے..... ریان نے لنچ باکس اوپن کیا تھا..... چائنیز رائس کی اشتہا انگیز خوشبو پھیل گئی تھی..... عبدل نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور ان کی طرف دیکھنے لگا..... زویا پاؤں پٹختے ہوئے اس تک پہنچی تھی۔

"موٹے گینڈے..... تم سے اللہ پوچھے گا..... قیامت والے دن..... چور کہیں کے..... خبردار جواب

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اِدھر دیکھا تو.....'' شہادت کی انگلی اٹھا کر وارن کیا گیا..... مگر موٹا گینڈا بالکل وارن نہیں ہوا۔

''زویا..... آج ریان کے لنچ میں کیا ہے؟'' ندیدے انداز میں پوچھا گیا تھا۔

''مینڈک کے کباب.....'' تن فن کرتی وہ پلٹ آئی تھی۔

☆☆☆

''تم اپنی ان دو گناہ گار آنکھوں سے آسمانوں پر بادلوں کو جمع ہوتا دیکھ سکتے ہو..... ابھی بارش ہوگئی تو مجھے خطرہ ہے تم بھی اس پانی میں بہہ جاؤ گے..... کیا تم تیرا کی جانتے ہو.....؟'' کافی تشویش سے پوچھا گیا تھا..... ریان نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تھا..... آسمان بادلوں سے گھرتا جا رہا تھا..... ڈرائیور ابھی تک لینے نہیں آیا تھا..... شاہ بلوط کے درختوں کی چوٹیاں بیرن ہوا سے ہل رہی تھیں..... زویا اپنی سائیکل لیے اسے منتظر نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ''گناہ گار آنکھیں.....'' ریان کو جی بھر کے تاؤ آیا تھا۔ کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی۔

''انسان اکثر گناہ گار ہوتا ہے۔'' زویا کا فلسفہ رد کیے جانے کے قابل تو نہیں تھا..... خیر.....

''میں تمہارا خون پی جاؤں گا.....'' وہ غصے سے بولا، زویا سائیکل تھامے گرتے، گرتے بچی تھی۔

''تم ڈریکولا بنتے جا رہے ہو..... اُفس.....'' سر دائیں بائیں ہلایا گیا تھا۔

ہوا تھمی، ٹپ ٹپ چپ بارش کی بوچھاڑ آئی تھی..... زویا چلائی.....

''تمہیں تیرا کی نہیں آتی..... بارش کے پانی میں لاپتا ہو جاؤ گے..... میری لفٹ قبول کرلو.....''

بارش شاہ بلوط کے پیڑوں پر برس گئی..... فضا جنگلی پھولوں سے مہک اٹھی تھی۔

وہ کھڑا سوچتا رہا..... سوچتا رہا..... پھر بولا..... ''لیکن سائیکل میں چلا جاؤں گا.....''

زویا بھی سوچتی رہی..... سوچتی رہی..... پھر بولی۔ ''تمہیں سائیکل چلانی آتی ہے؟''

''نہیں.....''

''پھر میں یہ رسک نہیں لے سکتی..... مجھے اپنی جان بہت پیاری ہے.....'' انکار کر دیا گیا۔

''وادی میں مجھ سے اچھی سائیکل کوئی نہیں چلا سکتا.....'' جتا دیا گیا۔ ہلکی، ہلکی بارش میں وہ ''ڈرائیو'' کرتا رہا..... وہ پیچھے بیٹھی اپنا اور اس کا بیگ سنبھالے ہوئی تھی۔

''تمہیں برف کیسی لگتی ہے؟''

''ٹھنڈی.....''

''مجھے برف، بہت، بہت اچھی لگتی ہے..... یوں لگتا ہے ہر شے پر سفیدی پھر گئی ہو..... درخت، پہاڑ سب سفید.....''

''اچھا.....''

''ہاں..... تم نے کبھی اسنو مین بنائے ہیں.....؟'' اشتیاق سے پوچھا گیا۔

''مجھے اسنو مین بنانے نہیں آتے.....'' بیزار سا لہجہ تھا۔

''میں تمہیں اسنو مین بنانا سکھا سکتی ہوں۔'' وہ شاہ بلوط کی قطاروں کو دیکھتی کہہ رہی تھی۔ وادی کی سڑک پر اسٹوڈنٹ سائیکلز بہار میں جیسے تتلیوں کی طرح اُمڈ آئی تھیں۔

''مجھے اسنو مین اچھے نہیں لگتے.....'' وہ وادی کی شفاف سڑک پر سائیکل دوڑائے جا رہا تھا۔

بارش برس رہی ہے..... آسماں پر پھیلے دودھیا بادل ہنس رہے ہیں۔ باف محل کے قدیم دروازے پر بریک لگائی گئی..... وہ بیگ تھامے جانے لگا تھا۔

''کیا تم مجھے ایک کپ کافی آفر نہیں کر سکتے.....'' وہ پیچھے سے بولی تھی۔

''بالکل نہیں..... تم پہلے ہی میرا سارا لنچ ٹھونس چکی ہو.....''

باف محل کے در و دیوار سے لپٹی بوگن ویلیا کے پھول بارش میں کھل اٹھے تھے۔

''تم بہت برے ہو.....'' جلا کٹا سا لہجہ تھا۔

''تم بھی بہت سے بھی..... بہت بری ہو.....''

سود سمیت واپسی ہوئی تھی۔ وہ پیڈل اور چین ٹھیک

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرنے لگی تھی۔

''تمہاری امی بہت مزے کے رائس بناتی ہیں، کیا تم اگلے سنڈے مجھے لنچ پر انوائٹ کرسکتے ہو؟''

چین اتر گئی..... زویا اسے ٹھیک کرنے لگی.....

وہ آیا، خاموشی سے اسے پرے ہٹا کر چین ٹھیک کی..... اور جاتے، جاتے زویا کو پتھر کا کر گیا..... اُف۔

''دو سال پہلے مجھے بھی برف کے آدمی بنانا پسند تھے..... سفید..... اور پھر میں نے اپنی ماں کو تابوت میں اسنو مین جیسا سفید پڑے دیکھا..... اس دن سے مجھے برف کے آدمی اچھے نہیں لگتے۔'' زویا کو لگا وہ خود برف کا آدمی ہوگئی ہے..... ہر طرف برف گر رہی ہے..... اس کی سائیکل اور باف محل کی بوگن ویلیا بھی برف سے اَٹ گئی..... اُف..... (افسوس کا کلمہ)

☆☆☆

آتش دان میں گیلی لکڑیاں چیخ رہی تھیں..... آگ کی روشنی اور حدت نے عجب سماں باندھا ہوا تھا۔

''تمہاری ماں سے میری پہلی ملاقات یہیں وادی میں ہوئی تھی جب وہ اپنے کالج ٹرپ کے ساتھ آئی تھی۔ وہ فوٹو گرافی کے شوق میں کافی آگے نکل گئی تھی..... اور راستہ بھٹک گئی تھی۔'' سکندر عثمان ہاتھ میں پکڑے آگ کو دیکھ رہے تھے..... ریان ہمہ تن گوش تھا ہمیشہ کی طرح اور شرفو بابا کیتلی سے قہوہ کانچ کی پیالیوں میں ڈال رہے تھے..... وال کلاک کی مدھم سی آواز تھی، ٹک، ٹک، ٹک.....

''وہ بہت زندہ دل اور زندگی سے پُرجوش لڑکی تھی..... میں نے آج تک اس جیسی لڑکی نہیں دیکھی..... وہ وادی کے مقامی لوگوں کے ساتھ گھل مل گئی تھی..... یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے یہیں رہتی آرہی ہو..... انجان لگتی ہی نہیں تھی.....'' وہ مسکرا رہے تھے..... ایسی مسکراہٹ جو صرف محبوب کے ذکر پر لبوں پر دستک دیتی ہے۔

''ان کی آنکھیں کیسی تھیں.....؟'' یہ ریان کا پہلا سوال ہوتا تھا۔

''جگنوؤں جیسی تھیں.....'' یہ اُن کا پہلا جواب ہوتا تھا۔

''میرے جیسی.....؟''

''ہاں..... تمہارے جیسی.....''

''امی کو کیا پسند تھا.....؟''

''اسے برف کے آدمی بنانا پسند تھا..... اور سچ کہوں تو وہ بہت برے برف کے آدمی بناتی تھی۔''

''آپ نے سکھایا نہیں.....؟''

''نہیں..... میں اپنے برف کے آدمی اس کے نام کردیتا تب وہ ہنستی..... خوش ہوتی.....'' کانچ کی بلوریں پیالیوں میں قہوے سے ہلکی، ہلکی بھاپ اور خوشبو اٹھ رہی ہے۔

''ان کی ہنسی کیسی تھی؟''

''مونا لیزا کی مسکراہٹ سے بھی حسین.....'' وہ دھیمے سے قہوہ پیتے مسکرائے۔

''وہ اتنی جلدی کیوں مجھے چھوڑ کر چلی گئیں.....؟'' آخری سوال تھا۔ انہوں نے ریان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا.....

''یہی ہوتا ہے..... یہی ہوتا آیا ہے..... زندگی اللہ کی امانت ہوتی ہے وہ کسی بھی وقت واپس لے سکتا ہے..... یہ دنیا تو عارضی ٹھکانا ہے..... اصل زندگی تو آگے ہے..... دعا کیا کرو..... اصل زندگی میں دعائیں کام آتی ہیں.....'' وہ تھکتے رہے..... وہ وہیں سوگیا..... آخری جواب تھا۔ آتش دان میں لکڑیاں سلگتی رہیں..... وال کلاک اپنا سفر طے کرتا رہا..... رات بھیگتی رہی..... دونوں باپ، بیٹا ایک دوسرے سے لپٹ کے سوگئے تھے۔

☆☆☆

کریتھ چرچ کی کنواریوں کے ساتھ وہ وادی کے پہاڑوں پر پھول چننے آتی تھی..... ہر طرف پھول اگے ہوتے تھے..... نارنجی، گہرے زرد، کاسنی..... تتلیوں سے بنی ٹوکریاں پھولوں سے بھر دی جاتیں..... وہ ان کی خوب مدد کرواتی..... کریتھ چرچ کی کنواریاں اس کے بالوں میں جنگلی پھول ٹانک دیتی تھیں۔

''زویا، تم اچھی لڑکیوں میں سے ہو..... یسوع مسیح تمہارے نصیب اچھے کرے.....'' سر سے سر ٹکرا کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہہ دیا جاتا..... ''آمین، آمین۔''

''آپ اکیلی رہتی ہیں..... آپ کو خوف نہیں آتا؟'' مقدس کنواریاں ہنستیں۔

''کائنات کا خدا ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔''

وہ پھولوں سے ٹوکری بھرے گھر آتی تو سارے پھول ابا کے سامنے الٹ دیتی۔

''دیکھیں ابا، میں مقدس کنواریوں کے ساتھ پھول چن کر لائی ہوں۔ وہ کتنی اچھی ہیں ناں ابا.....؟''

وہ ان سے تصدیق چاہتی۔

''وہ اللہ کو ناراض کر رہی ہیں..... سارے جہان سے کٹ کے راہبانیت اختیار کرنا اچھی بات نہیں، اللہ کو یہ پسند نہیں.....''

''مگر وہ تو اللہ کی دوست ہیں۔''

''جو اللہ کے بندوں کا دوست ہوتا ہے ناں..... وہی اللہ کا دوست ہوتا ہے۔''

''مقدس کنواریاں پھر اللہ کی دوست نہیں ہیں؟'' اس نے اداسی سے پوچھا تھا۔

''زویا، بچے..... عبادت بھی دین و دنیا کے توازن کا نام ہے اور یہ قائم رکھنا اشد ضروری ہے..... مخلوق کے رستے رب ملتا ہے۔''

''میں کریتھ چرچ کی مقدس کنواریوں کو سمجھاؤں گی.....'' زویا نے پکا ارادہ کیا تھا مگر ابا نے منع کر دیا۔

''مگر کیوں ابا؟'' وہ مایوس ہوئی تھی۔

''دین میں جبر نہیں ہوتا..... جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے اسے اللہ ہدایت دے دیتا ہے۔''

''بیچاری مریم، نتاشا..... عالیہ.....'' وہ گھنٹوں افسوس میں مبتلا رہی تھی۔

''تم بس دعا کرو کہ اللہ انہیں ہدایت دے.....''

وہ سر ہلا گئی تھی۔ کریتھ چرچ میں عبادات شروع ہوئیں..... گھنٹے بجنے لگے۔ مقدس کنواریاں سینے پر کراس بناتی دعائیں کرتی رہیں۔

زویا ان کی ہدایت کی دعا مانگتی رہی..... شاہ بلوط کی ٹہنیاں بوجھ سے جھکی جا رہی تھیں.....

☆☆☆

اور جب ابا نے کیسل مقدس کنواری کا تعارف اس کی دوسری ممی کے طور پر کرایا تو وہ انہیں دیکھتی رہی..... دیکھتی رہی شاید وہ اپنی مرحومہ ماں کی جھلک دیکھنا چاہ رہی تھی۔

''دیکھو زویا بیٹا..... یہ تمہاری نئی امی ہیں۔''

''بابا یہ تو کریتھ چرچ کی کیسل کنواری ہیں۔'' وہ حیران تھی یا پریشان کچھ خبر نہیں تھی۔

''بس بیٹا..... اب یہ تمہاری امی ہیں کیسل نہ کہا کرو..... حلیمہ امی کہو..... یہ اب مسلم ہوگئی ہیں۔''

سرخ کامدانی فراک اور گلابی لپ اسٹک میں جاذب نظر آتی حلیمہ نے زویا کو گلے لگایا تھا۔ تیز عطر کی خوشبو سے جیسے زویا کا جی الٹنے لگا..... وہ بہ مشکل مسکراتی پیچھے ہٹی..... جانے کیوں اس دن وہ زویا کو اچھی نہیں لگی تھیں..... شام کے پر اداسی سے بھیگ رہے تھے..... وہ رات آنے سے خوف کھا رہی تھی..... رات آئی اور وادی پر ٹھہر گئی..... سرد رات میں جگنو بیچارے بھی ٹھٹھر کے رہ گئے تھے..... وہ اس رات اکیلی الگ کمرے میں سوئی تھی۔ دیواروں پر سائے گھٹتے، بڑھتے رہے..... اور وہ خوف سے کمبل اوڑھے مرحومہ امی کی تصویر سینے سے لگائے ہچکیاں لیتی ہوئی روتی رہی، روتی رہی..... ''امی آپ کیوں مجھے چھوڑ گئیں..... دیکھیں تو میں کتنی اکیلی ہوگئی..... وادی کی برف مجھ پر ہنستی ہے، دیواروں کے سائے مجھے ڈراتے ہیں آپ واپس آجائیں..... آپ آئیں گی ناں امی آپ آئیں گی ناں.....؟'' اور رات بھی گزر گئی۔

ٹیچر نے اسے اپنے پاس بلایا تھا..... ''آپ کے ابو نے دوسری شادی کر لی ہے؟'' سوال پلکوں سے لڑھکتے آنسوؤں کی طرح جم گئے تھے..... اسٹاف روم کی ہر آنکھ زویا کو چبھنے لگی تھی..... اسے لگا تھا وہ کھڑے، کھڑے گر جائے گی..... مگر..... وہ کھڑی رہی.....

''جی میم.....'' آنسو گال پر گر رہے تھے۔

''اوہ..... سو سیڈ.....'' ٹیچر ہاجرہ نے سر ہلاتے ہوئے اسٹاف روم کی کرسیوں پر براجمان دوسری ٹیچرز کو متوجہ کیا تھا۔ ''آئے ہائے..... کیسی پھول سی بچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے..... باپ نے سوتیلی ماں لا کر بٹھا دی..... جانے کیا سلوک کرے..... وہ جو مسز شوکت تھیں ان کی ڈیڑھ کے بعد ان کے میاں نے سیکنڈ میرج کی تھی..... اور اس دوسری عورت نے ان کی معصوم سی بچی پر کیسے ظلم توڑے تھے..... زنجیر سے جکڑ دیتیں..... بھوکا رکھتی تھیں..... ہائے، ہائے.....''

زویا نے سر اٹھا کر دیکھا..... ہر آنکھ میں ترحم، ہمدردی تھی۔ وہ الٹی ہتھیلیوں سے آنسو پونچھتی کاریڈور میں چلتی جا رہی تھی۔ اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔

''تم رو رہی ہو.....؟'' وہ سامنے راستہ روکے کھڑا تھا..... زویا نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''نہیں، نہیں..... تو.....''

''پلکیں بھیگی ہوئی ہیں۔''

''پلکوں کے بھیگنے کو آنسو نہیں کہتے.....''

''تو کیا کہتے ہیں؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

''ہر بات تمہیں بتانا ضروری ہے کیا.....؟'' وہ آگے بڑھی..... وہ پیچھے آیا۔

''مجھے بہت افسوس ہوا.....'' واقعی افسوس کرتا ہی لہجہ تھا۔

''کس بات کا.....؟'' زویا کو مڑنا پڑا تھا۔

''تمہاری سوتیلی امی کے آنے کا.....''

''کیسل آنٹی اچھی ہیں.....'' زویا نے دل کو مضبوط کیا۔

''میرے بابا نے تو میری امی کے اللہ کے پاس جانے کے بعد دوسری شادی نہیں کی..... وہ کہتے ہیں سکندر رحمان اور ریان سکندر کے درمیان کسی تیسرے وجود کی ضرورت نہیں۔''

''میرے بابا کو ایسا نہیں لگتا تھا.....'' آنسو چھپاتی وہ آگے بڑھی.....

وہ کھڑا دیکھتا رہا۔

☆☆☆

بابا اکثر اسے اپنے پاس بٹھا کر سرگوشیوں میں پوچھتے تھے۔

''زوئی، تم خوش ہو..... ہو ناں.....؟'' یہ تسلی کس کے لیے ہوتی تھی، وہ یہ بات آج تک نہ سمجھ پائی..... وہ دکھی ہو جاتی..... مگر اپنے سارے دکھ، درد وادی کی برف تلے چھپا دیتی تاکہ وہ چاہ کر بھی نہ دیکھ پائیں۔

''ہاں، میں خوش ہوں، بہت خوش.....'' وہ خوش ہو کر دکھاتی اور بابا خوش ہو جاتے۔

''پتا ہے زوئی..... اب ایک مقدس کنواری سے اللہ خوش ہوگا..... وہ رہبانیت چھوڑ آئی ہے..... عیسائیت چھوڑ آئی ہے..... اب تو اللہ خوش ہوگا.....'' وہ بس انہیں دیکھتی رہی تھی..... وہ ان کی ہاں میں ہاں نہ ملا سکی تھی۔

☆☆☆

اس دن بہت برف پڑی تھی..... گھروں کی چھتیں سفیدی سے ڈھک گئیں..... شاہ بلوط برف میں دب گئے..... وہ مقدس کنواریوں کی طرح پھولوں سے خالی ٹوکری لیے چٹان پر بیٹھی تھی..... برفانی پرندے برف پر ٹہل رہے تھے۔ ہر طرف برف ہی برف نظر آتی تھی۔

مونا کنواری نے خالی ٹوکری پرے رکھی.....

''کیسل کو خدا کبھی نہیں چاہیے تھا..... وہ ٹھکانا چاہتی تھی..... پناہ گاہ..... اسے معلوم نہیں وہ خداوند کو ناراض کر بیٹھی ہے..... اب کبھی نہیں منا پائے گی.....'' مونا نے سینے پر کراس بنایا تھا۔

''ہاں، وہ عبادتوں میں چور تھی..... فجر کی دعا میں بھی اونگھتی نظر آتی تھی۔'' ایک اور آواز آئی۔

''پرئیر ہال میں بھی اسے میں نے خود اکثر سوتے دیکھا تھا۔''

تانی نے دور، دور تک پھیلی برف دیکھی اور برفیلے لہجے میں گویا ہوئی..... ''ہر ایک کا عمل خاص اس کے اپنے لیے ہے..... ہر کوئی اپنے عمل کا جواب دہ ہوگا..... چھوڑو کیسل کو..... دل کو خدا کے لیے روشن کرو.....'' وہ سب کراس بناتی دعا پڑھنے لگیں..... جبکہ زویا برف میں ڈھکے شاہ بلوط کی چوٹیاں ڈھونڈتی رہی..... وہ سب اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

''اچھی لڑکی..... اداس مت ہونا..... خدا نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تمہارے لیے سچے موتی رکھے ہیں.....''

''سچے موتی کیا ہوتے ہیں؟'' اچھی لڑکی حیران ہوئی۔

''سچے موتی دعائیں ہوتی ہیں..... اور دعائیں بہت کم لوگوں کو ملتی ہیں۔''

''میرے لیے کون دعا کرتا ہے؟'' اچھی لڑکی اس پر اور زیادہ حیران ہوئی تھی۔ وہ سب خالی ٹوکریاں اٹھاتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''کریتھ چرچ کی مقدس کنواریاں تمہارے لیے دعائیں کرتی ہیں۔'' وہ خالی ٹوکری کو برف سے بھرتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی.....

''میں آپ سب کی شکر گزار ہوں۔'' وہ واقعی ممنون ہوئی تھی۔

''اور ہم ہمیشہ تمہاری مرحومہ امی کی شکر گزار رہیں گی..... جو اکثر ہمیں قہوے کی دعوت پر بلاتی تھیں۔'' اس دن وہ سب اپنی، اپنی ٹوکریوں کو برف سے بھرتی واپس لوٹی تھیں۔

وہ گھر کی طرف آئی تو حلیمہ بنی سنوری دروازے میں کھڑی تھی..... ''کہاں سے آرہی ہو؟''

''وہ..... میں..... وہ.....'' وہ گڑبڑائی تھی۔

''آئندہ میں تمہیں ان خبطی لڑکیوں کے ساتھ نہ دیکھوں.....'' کڑے تیوروں سے گھورا گیا۔

''وہ اچھی ہیں.....''

''میں تم سے اچھی طرح جانتی ہوں انہیں سمجھیں.....'' تنتنے پھلائے وہ تیزی سے واپس مڑی تھیں..... باریک پنسل ہیل لڑکھڑا گئی تھی..... زویا نے بہ مشکل ہنسی دبائی تھی.....

☆☆☆

زویا نے اپنے آپ کو سمجھا لیا تھا..... وہ اپنا ہر کام خود کرتی..... حلیمہ نے دھیرے، دھیرے ساری ذمے داریاں اس ننھی سی جان پر ڈال دی تھیں..... وہ بہت بے پروا سی تھیں..... سارا سارا وقت رومانوی ناول پڑھتیں اور ٹی وی دیکھتی تھیں..... زیبی کی پیدائش پر بھی وہ ایسی ہی رہیں..... زیبی کے سارے کام زویا ہی کرتی تھی..... اور پھر وقت نے زویا کو ایک اور امتحان میں ڈال دیا..... ابا کو اٹیک ہوا تھا..... وہ اسپتال میں ان کے پاس بیٹھی تھی۔

''زوئی وعدہ کرو.....'' وہ رو رہے تھے، وہ انہیں چپ کرانے لگی۔

''جی بابا..... بولیں.....''

''مجھے لگتا ہے میرا آخری وقت قریب آن لگا ہے..... میرے پاس اب اور مہلت نہیں..... میرے جانے کے بعد حلیمہ اور اپنی چھوٹی بہن کا خیال رکھنا..... وہ تمہاری ذمے داری ہیں..... تم وعدہ کرتی ہو ناں.....؟''

''ہاں..... میں وعدہ کرتی ہوں۔'' اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔

''شکریہ..... زوئی..... شکریہ.....'' وہ غنودگی میں جا رہے تھے۔

زویا کو لگا اس نے موت کے فرشتے کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنی ہو..... وہ دیوار کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی..... اور تب سے آج تک زویا وہ وعدہ نبھاتی چلی آرہی ہے۔

☆☆☆

باف محل کی روشنیاں جل اٹھی تھیں..... ہر طرف سکون سے لبریز خاموشی تھی..... وہ پڑھنے کے لیے باہر گیا ہوا تھا اور اب واپس دو ہفتوں کی چھٹیاں گزارنے آیا تھا..... وہ اوپر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے باہر سڑک پر آیا..... موسم میں ہلکی سی خنکی تھی اور پورے چاند کی رات تھی..... ہر طرف چاندنی بچھی ہوئی تھی..... روشن پتنگے اڑتے پھر رہے تھے..... ریان کی نظر اس کے وجود پر پڑی..... وہ جو کوئی بھی تھا..... لانگ کوٹ پہنے سڑک پر سکون اور احتیاط سے ٹہل رہا تھا..... وہ چند ثانیے سوچتا رہا..... پھر اس کے ساتھ، ساتھ چل پڑا..... ساتھ والا وجود اپنے مشغلے میں مگن سکون سے چہل قدمی کرتا رہا.....

''ہیلو ہینڈسم، کیسے ہو.....؟'' ریان نے اسے مخاطب کیا تھا۔

''لوٹھا کے لوٹھا ہو گئے ہو اور تمہیں لڑکیوں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بات کرنے کی تمیز نہیں آئی....." مخاطب نے جھاڑ پلادی تھی۔

"ایں..... یہ تم ہو.....؟" ریان ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا.....

"ہاں..... میں ہوں....." زویا نے دانت پیسے تھے۔

"آدھی رات کو کہاں مٹرگشت کرتی پھر رہی ہو؟"

"تم نے سڑک خرید رکھی ہے۔" وہ دہاڑی وہ بس مسکرایا۔ وہ دونوں خاموشی، خاموشی سے خاموشی کی چاپ سنتے رہے تھے۔

"کیسی ہو.....؟" ریان نے ہی پہل کی تھی۔

"تمہیں کیسی لگ رہی ہوں؟"

"اداس اور تنہا....." زویا نے سر اٹھایا۔

"اتنا جانتے ہو مجھے....."

"بہت زیادہ..... ہم آخر بچپن میں دوست ہوا کرتے تھے....." جتایا گیا تھا..... اب کے وہ ہنسی تھی۔

"تم نہیں بدلے....."

"تم بدل گئی ہو....." وہ ٹھہر گئی تھی، وہ کیا کہہ رہا تھا۔

"کیسے کہہ سکتے ہو؟" ریان نے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہاری آنکھیں بولتی ہیں۔"

"واقعی؟" وہ خوب ہنسی تھی..... آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا حلیمہ وہاں آ پہنچی تھیں..... وہ کسی کی مہندی کی تقریب سی آرہی تھیں۔

"اے لڑکی..... کوئی شرم و حیا ہے یا نہیں..... مرے ہوئے باپ کی عزت کا کچھ تو خیال کرلو بی بی....."

زویا نے شرمندگی سے ریان کو دیکھا..... اور آگے بڑھ گئی..... ریان گیلی سڑک پر خاموشیوں کے پہر میں اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

☆☆☆

پھر ریان نے اسے تب دیکھا جب وہ ہوٹل کافی پینے آیا تھا..... وہ وہیں ویٹرس کی وردی میں ملبوس نظر آرہی تھی..... اردگرد سے بے نیاز اپنے کام میں مگن سی..... وہ کافی پیتا چپ چاپ اسے دیکھتا رہا..... تبھی اس نے ایک شخص کو زویا کے قریب جاتے بات کرتے دیکھا..... وہ غصے میں نظر آرہی تھی۔

"کس بات کا غرور ہے تمہیں؟" باقر خان نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے..... تماشا مت بناؤ....." زویا نے غصے سے کہا تھا۔

"تم مجبور کرتی ہو..... راضی کیوں نہیں ہو جاتیں تم..... کیا کمی ہے مجھ میں..... دولت، گھر..... سب کچھ ہے۔" وہ اب کے مسکرایا تھا اور زویا کو وہ مسکراہٹ زہر لگی۔

"میں تھوکتی ہوں تم پر....."

"اچھا..... یہی بات ذرا اپنی ماں سے بھی کہنا....." وہ عیاری سے مسکرایا۔

"کیا مطلب.....؟"

"مطلب حلیمہ تمہیں خود سمجھا دے گی....." وہ اس پر نظریں گاڑے ہوئے تھا..... وہ سلگ اٹھی تھی۔

"میں نفرت کرتی ہوں تم سے....." وہ اونچی آواز میں بولی تھی..... میزوں پر بیٹھے لوگ متوجہ ہونے لگے تھے۔

"اور میں محبت کرتا ہوں..... شاید عشق کرتا ہوں تم سے..... اور تمہیں حاصل کر کے ہی رہوں گا۔" مونچھوں کو تاؤ دیتا وہ حتمی لہجے میں گویا ہوا۔

"get lost" وہ ٹیبل سے ٹرے اور کپ اٹھاتی آگے بڑھی تھی..... چونکی پھر ٹھٹک گئی..... کافی کا کپ تھامے ریان سامنے کھڑا تھا..... بغور اسے دیکھتا ہوا..... وہ ہولے سے بولی تھی۔

"please get aside" لہجہ بھیگ رہا تھا یا ریان کو لگا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔ وہ رستے سے نہ ہٹا..... کھڑا رہا.....

"لوگ دیکھ رہے ہیں....." وہ رونے لگی تھی۔

"تم یہ سب کیوں کر رہی ہو.....؟" وہ استفسار کر رہا تھا..... بھیگی آنکھیں اٹھی تھیں۔

"میں کسی لینڈ لارڈ کی بیٹی نہیں ہوں....." وہ اس کے سوا کیا جواب دیتی..... کہہ ہی دیا.....

"جہاں عزت نہ ملے وہاں جاب کیوں کر رہی ہو؟"

"مجبوریوں کی فہرست سامنے ہو تو سب کرنا پڑتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے..... کرنا ہی پڑتا ہے.....'' وہ کہہ کر ایک سائڈ سے نکل گئی تھی..... اور وہ کچھ سوچتا رہ گیا۔

شام کو وہ باف محل پلٹا تو شرفو بابا کی موت کی خبر ملی..... وہ اپنے گاؤں سے واپس آرہے تھے کہ حادثہ ہوگیا، وہ ہمیشہ گھر کے فرد کی طرح ہی تھے..... یہ بہت بڑا صدمہ تھا..... رشتے داروں کی بے اعتنائیوں کا شکار ننھا یاسر بہت تکلیف دہ زندگی گزار رہا تھا۔ ریان کے ابا اسے یہیں لے آئے تھے۔

☆☆☆

ریان سکندر چھٹیاں گزار کر جارہا تھا کہ واپسی کے سفر میں حادثے کا شکار ہوگیا..... اپنے شیشے کے آفس میں فارن آفیسرز سے بات کرتے ہوئے سکندر صاحب نے اسپتال سے کال ریسیو کی تھی..... ریسیور ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا..... وہ افراتفری کے عالم میں بھاگتے، دوڑتے اسپتال پہنچے..... وہ پٹیوں میں جکڑا کہیں سے بھی ان کا خوبرو بیٹا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح ایک، ایک کو پکڑ کر اپنے بیٹے کی صحت کے لیے دعا کا کہتے رہے تھے..... خود وہ خاصے ٹوٹے بکھرے ہوئے لگ رہے تھے..... ڈاکٹر نے باہر آکر ان سے کچھ کہا تھا..... وہ انتہائی نگہداشت کے شعبے میں تھا۔

''مسٹر سکندر..... آپ کا بیٹا اب خطرے سے باہر ہے مگر حادثے کی وجہ سے اس کی دائیں ٹانگ کام کرنے میں ناکام رہے گی۔'' وہ سیاہ پڑ گئے تھے..... سرد کاریڈور جیسے مزید سرد ہوگیا..... وہ ڈاکٹر کا چہرہ دیکھنے لگے۔

''دیکھیں..... سب ٹھیک ہوجائے گا مگر آپ کو پراپر کیئر کرنا ہوگی..... آل دا بیسٹ.....'' ڈاکٹر تسلی دیتا ان کا کندھا تھپتھپاتا آگے بڑھ گیا تھا..... اس دن باف محل میں قرآن خوانی کرائی گئی اور صدقے کیے گئے..... یاسر اس وقت سب انتظام دیکھتا رہا تھا..... وہ کم عمر تھا مگر کافی ہوشیار اور اپنی عمر سے کہیں بڑا نظر آتا تھا..... وہ سکندر صاحب کو ریان کی طرح بابا ہی کہتا تھا۔

☆☆☆

وہ بستر پر لیٹا کمرے کے در و دیوار کو گھور رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے ہنسی تو جیسے رخصت ہی ہوچکی تھی..... سکندر سامنے صوفے پر بیٹھے تھے..... وہ انہیں دیکھتا رہا..... پھر پوچھنے لگا..... ''بابا ایک بات کا سچ سچ جواب دیں گے؟'' وہ اٹھ کر قریب آبیٹھے.....

''جی بابا کی جان..... پوچھو.....''

''میں اب کبھی نہیں چل پاؤں گا.....؟'' ریان سکندر کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے تھے..... ان کے دل پر جیسے گھونسا سا پڑا تھا..... انہوں نے اس کے ہاتھ تھام لیے..... اور آگے بڑھ کر پیشانی چوم لی۔

''اللہ نہ کرے بیٹا..... تم ٹھیک ہوجاؤ گے..... یہ مشکل وقت ہے بیٹا..... تمہیں صبر اور ہمت سے کام لینا ہوگا..... تمہیں پتا ہے ناں تمہارے بابا کتنے اکیلے ہیں.....'' وہ کتنے اداس لگ رہے تھے..... تبھی ٹرے اٹھائے یاسر اندر آیا تھا..... ٹرے ٹیبل پر پٹخ دی گئی تھی۔

''ہاں..... ہاں جیسے میں تو آپ کا کچھ لگتا ہی نہیں..... بوجھ ہوں جو آپ کے سر پر لا دیا گیا ہوں.....''

''یار تم کبھی، کبھی بیوی لگنے لگتے ہو.....'' سکندر ہنسے تھے۔

''آپ فرق کرتے ہیں..... ریان ہے..... میں ہوں..... آپ کہاں اکیلے ہیں بھلا.....؟'' وہ منہ پھلائے کھڑا تھا..... ایسی فنکاریاں اب باف محل کا حصہ تھیں..... جو اکثر ہوتی رہتی تھیں۔

''یار اب چائے ٹھنڈی ہوجانی ہے تمہیں مناتے، مناتے.....'' وہ شوخ ہوئے تھے..... وہ چائے کی پیالیاں انہیں دینے لگا..... وال کلاک شام کے پانچ بجا رہا تھا۔

''آج ڈنر میں کیا بنے گا.....؟'' یاسر نے سوال کیا۔

''جو ریان کو پسند ہو اس کی پسند کا کچھ بنوالو.....'' انہوں نے ریان کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جو چائے کی پیالی پکڑے جانے کن سوچوں میں گم تھا۔

دن آہستہ، آہستہ گزر رہے تھے..... وہ آہستہ، آہستہ بہتر ہو رہا تھا۔ اچھے اور مہنگے اسپتالوں سے علاج نے اسے جلد بہتر کر دیا تھا۔ وہ خود بھی کافی پُرامید ہوچکا تھا..... اسٹک کے سہارے آہستہ، آہستہ چلنے لگا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کبھی کبھی یاسر کے ساتھ باہر بھی چکر لگا لیتا..... وادی کا موسم بھی یکساں نہیں رہا تھا..... پل، پل بدلتا رہتا۔ ''موسموں کے بدلنے، آنے جانے میں خدا کی مصلحتیں ہوتی ہیں۔'' باف محل کے در و دیوار اب جاگ کر دوبارہ قہقہوں سے گونجنے لگے تھے۔

☆☆☆

زویا باف محل کے قدیم دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے ہاتھ میں گلدستہ تھام رکھا تھا..... آسمان سفید روئی سے جیسے ڈھکا ہوا تھا..... سڑکیں ویسی ہی گیلی دم سادھے لیٹی تھیں..... زویا نے بیل بجائی..... دو منٹ بعد جا کر کہیں آہٹ ہوئی تھی۔

''جی..... کس سے ملنا ہے آپ کو.....؟'' یاسر نے سر باہر نکالا تھا.....

''جی مجھے ریان سے ملنا ہے.....'' زویا مسکرائی۔ وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتا رہا.....

''کس سلسلے میں ملنا ہے.....؟''

''میں ان کی عیادت کرنے آئی ہوں.....'' زویا نے وضاحت پیش کی..... وہ بدستور دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

''مگر انہیں تو سرخ گلاب پسند ہیں.....'' یاسر نے اس کے گلدستے پر اعتراض اٹھایا۔

''آئی ایم سوری..... سرخ گلاب نہیں تھے..... تو میں ٹیولپ ہی لے آئی.....'' وہ شرمندہ ہوئی.....

''آپ کے گارڈن میں بھی نہیں تھے؟''

''نہیں.....'' زویا کا دل چاہا واپس پلٹ جائے..... وہ ایسا کر بھی ڈالتی اگر اسے ریان کی آواز نہ سنائی دے رہی ہوتی.....

''یاسر..... کون ہے باہر.....؟''

''مس ٹیولپ آئی ہیں.....'' یاسر نے ذرا بھی شائستگی کا مظاہرہ نہیں کیا اور منہ پھاڑ کر جواب دے دیا تھا۔ ریان گیٹ پر آ گیا تھا..... وہ چھڑی کے سہارے چل رہا تھا..... زویا کو دیکھا تو چونکا.....

''ارے زویا..... آپ آؤ ناں.....'' اس نے راستہ دیا تو وہ جھجکتی ہوئی اندر داخل ہوئی..... سامنے نظر اٹھی اور وہ مبہوت ہو گئی۔ باف محل کے اونچے ستون چمک رہے تھے..... سرخ اینٹوں اور ٹائلوں کی طویل روش پورچ میں جا کر ختم ہوئی تھی..... لان رنگ برنگے پھولوں سے اٹا ہوا تھا..... ہلکی سی ہوا چلی تو چاروں طرف خوشبو بکھر گئی..... وہ دونوں لان میں ہی بیٹھ گئے..... زویا نے پھول اس کی طرف بڑھائے..... "its for you"

"thanks a lot" ریان مسکرایا۔ وہ خوش تھا کہ وہ اسے بھولی نہیں تھی۔

''اب کیسے ہو تم.....؟ سوری مجھے کافی بعد میں تمہارا پتا چلا ورنہ میں ضرور آتی.....'' وہ شرمندہ ہو رہی تھی۔

''کوئی بات نہیں..... تم اب آئیں مجھے اچھا لگا..... میں اب کافی بہتر ہو رہا ہوں.....'' زویا نے چوری سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ اسے کافی کمزور لگا تھا..... روشن پیشانی پر بال گرے ہوئے تھے۔

''کیا دیکھ رہی ہو زویا.....؟'' وہ کتنا زیرک تھا اس کی نظروں کے اشارے پل بھر میں سمجھ گیا تھا۔

''نہیں..... کچھ بھی تو نہیں..... تم کافی کمزور لگ رہے ہو.....'' آخر کہہ ہی دیا گیا۔

''بیماری کمزور کر ہی دیتی ہے.....'' وہ مسکرانے لگا..... وہ باف محل کے چمکتے ستون دیکھ رہی تھی .....

''اور زندگی.....؟'' وہ کیا پوچھنا چاہ رہی تھی وہ بالکل نہ سمجھ پایا..... آسمان پر بادل چھٹنے لگے تھے۔

''زندگی تو تھکا دیتی ہے..... اور یہ تھکن کبھی کبھی پورے وجود کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔'' اس کی آواز میں اداسیاں تھیں..... شاہ بلوط کے پیڑوں پر پرندے بیٹھنے لگے..... قطاریں بج گئیں.....

''قنوطی ہو رہی ہو.....؟'' ریان نے پوچھا۔

''نہیں..... شاید حقیقت پسند ہو رہی ہوں۔'' زویا اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی تھی..... وہ جب بھی اکٹھے ہوتے تھے..... خاموشی ان کی تیسری مہمان ضرور ہوتی تھی..... اب بھی ہوئی تھی۔

دھیرے دھیرے ہوا چلی تو پھولوں کی مہک اِدھر اُدھر بکھر گئی..... تبھی ریان ہنسا..... وہ چونکی۔

''سوری میں پوچھنا بھول گیا تھا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''کیا.....؟'' وہ حیران ہوئی تھی۔

''تم چائے لوگی یا کافی.....؟'' اس نے اس سے اس کی پسند پوچھی تھی۔

''نہیں ریان..... میں کچھ نہیں لوں گی.....'' اس نے نرمی سے منع کردیا..... تبھی یاسر اُدھر آتا دکھائی دیا تھا..... اس نے ٹرے تھامی ہوئی تھی جس میں بھاپ اڑاتے قہوے کی دو پیالیاں تھیں۔

ریان نے قہوے کی پیالی اس کی طرف بڑھائی..... خوش رنگ قہوے کی مدھم خوشبو فضا میں پھیلنے لگی..... وہ دھیرے، دھیرے چسکیاں لے رہی تھی۔

''تمہاری جاب کیسی جارہی ہے؟'' زویا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''طنز کررہے ہو.....؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''ہرگز نہیں..... اوہ مجھے لگا یہ سوال مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا.....'' وہ اب شرمندہ سا نظر آرہا تھا۔

زویا نے پیالی کے کناروں پر شہادت کی انگلی پھیر کر حدت کو محسوس کیا۔

''پتا ہے ریان..... کبھی، کبھی ہمیں کچھ چیزیں مجبوری میں کرنا پڑتی ہیں..... یہ جاب بھی میری مجبوری ہے..... میری ماں اور چھوٹی بہن..... میری ذمے داری ہیں، میں کبھی خودغرض نہیں رہی..... شاید مجھے خود غرض ہونا آتا ہی نہیں.....'' وہ جانے کیوں ریان کو کچھ اداس سی لگی تھی۔ بے نیاز سی..... پہیلی سی.....

''زویا..... شاید تم یہ سب مروت میں کررہی ہو..... انسان کو اپنی ذات کے معاملے میں کبھی، کبھی سیلفش ضرور ہونا چاہیے..... ورنہ یہ دنیا آپ کو روند کر گزر جاتی ہے.....'' وہ اسے سمجھا رہا تھا..... اور وہ سب سمجھ بھی رہی تھی..... وہ چونکی تھی..... آسمان برسنے کو تیار کھڑا تھا..... کچھ بوندیں اس کے سر کے بالوں میں گم ہوئی تھیں۔

''اچھا ریان..... بارش ہورہی ہے، مجھے جانا ہوگا.....'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں چھوڑ آؤں تمہیں..... راستہ کافی لمبا ہے۔'' وہ بھی چھتری تھامے اٹھا۔

''نہیں پلیز..... میں چلی جاؤں گی۔''

''بارش تیز ہوگئی تو.....؟'' وہ آسمان کی طرف دیکھتا تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

''مجھے برف اور بارش کبھی بری نہیں لگتی.....'' وہ مسکرائی..... شاہ بلوط پر بیٹھے پرندوں کی مخملیں تمام ہوئیں۔

''تم اب بھی برف کے آدمی بناتی ہو.....؟'' زویا کو جانے کیوں لگا کہ وہ سوال کتنا ضروری تھا۔

''مجھے ہمیشہ سے برف کے آدمی بنانا اچھا لگتا ہے..... مگر جب میں نے ابا کو تابوت میں برف کے آدمی جیسا پڑے دیکھا..... اس دن سے میں یہ فن بھول گئی ہوں۔'' وہ اب روتی ہوئی بھیگتی ہوئی باف محل کے دروازے کی طرف جارہی تھی۔ یاسر سامنے آیا.....

''مس ٹیولپ..... باف محل کے گارڈن میں سرخ گلاب کبھی ختم نہیں ہوتے.....'' وہ اسے سرخ گلابوں کا گلدستہ تھمارہا تھا وہ ہولے سے مسکرائی تھی۔

''تھینکس.....'' لمبا دوپٹا سر پر ڈالے وہ آہستہ، آہستہ چلتی جارہی تھی..... جب پیچھے سے یاسر کی آواز آئی.....

''مس ٹیولپ..... میں نے ریان سکندر کو پہلی بار دل سے مسکراتے دیکھا ہے..... کیا آپ مسکراہٹیں بانٹنے کا ہنر جانتی ہیں؟''

''نہیں یاسر..... یہ ہنر مجھے نہیں آتا.....'' وہ اپنے آنسو چھپاتی آگے بڑھ گئی..... گلاب کے پھولوں پر بارش گر رہی تھی..... اور گرتی جارہی تھی.....

☆☆☆

''میں..... میں جانتی ہوں زویا کہ تم نے مجھے اور زہبی کو سوتیلا ہی سمجھا..... یہ تو دلوں کی باتیں ہوتی ہیں..... تمہارا دل اگر ایسا ہے تو میں کیا کرسکتی ہوں؟ اللہ تمہیں ہدایت دے..... میری بچی..... تمہارا باپ تمہاری ذمے داری میرے ناتواں کندھوں پر ڈال گیا ہے..... تم سمجھ رہی ہو ناں جو کچھ میں کہہ رہی ہوں.....؟'' آخر میں حلیمہ نے جیسے زویا سے تصدیق چاہی تھی..... وہ گم صم سی سر ہلا گئی تھی..... حلیمہ نے ٹوٹے سلسلے کو جوڑا تھا..... زہبی اس سب سے بے نیاز

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سیب کی قاشیں کھا رہی تھی..... اسے کبھی کسی بات سے فرق نہیں پڑتا تھا..... اب بھی نہیں پڑا تھا.....

''مرتے وقت تمہارے باپ نے کہا تھا کہ تمہاری اچھے گھرانے میں شادی کردوں..... میں تو بھول بھال گئی اس بات کو مگر پچھلے ایک ہفتے سے مرحوم نے خوابوں میں آکر مجھے یاد دلانا شروع کردیا ہے۔ بھئی..... میں تو سچ بات کہتی ہوں تم جیسی معمولی شکل کی لور، لور پھرنے والی لڑکیوں کے رشتے کہاں آتے ہیں..... اوپر سے وہ بری، بری لڑکیاں تمہاری دوست ہیں..... یہ تو شکر کرو ایک اچھا رشتہ آگیا.....'' رومانوی ناول کا صفحہ موڑ کر دوبارہ زویا کا چہرہ دیکھا گیا تھا جو چپ چاپ بیٹھی سب سن رہی تھی۔

''ارے اسی لڑکے کا جس کی اپنی ایک مل ہے..... پتا چلا ہے ہوٹل پر تم اس سے کافی گھل مل چکی ہو..... خیر اب ہر کوئی میری زیبی جیسی تھوڑی ہوتی ہیں..... بہر حال اس رشتے سے انکار کی وجہ نہیں بنتی..... اور اگر تم اس باف محل کے خوبرو لنگڑے کے چکر میں ہو تو بھول جاؤ اسے میری جان..... یہ امیر زادے ذرا دیر کو نین مٹکا کر کے رفو چکر ہوجاتے ہیں..... تم سمجھ رہی ہو ناں.....؟'' دوبارہ پوچھا گیا..... زویا کو پلکوں پر بوجھ پڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

''ارے ممی..... سب سمجھ رہی ہے گھنی بنی بیٹھی ہے..... میسنی.....'' زیبی نے مڑ کر نخوت سے کہا۔ حلیمہ نے ناگواری سے زیبی کو دیکھا.....

''ارے تم تو چپ ہی رہو..... ہاں..... تو زویا تم راضی ہوناں.....؟''

''لڑکے کا تعارف تو کروادیں۔'' زیبی بولی تھی۔ طنزیہ لہجہ تھا۔

حلیمہ نے اس کے ٹھنڈے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھنے چاہے مگر جلد ہی واپس اٹھالیے۔

''ارے تم جانتی ہو ناں..... باقر خان..... جو پہلے سے شادی شدہ ہے مگر بیچارے کی اولاد نہیں ہے..... روپے پیسے کی بھی کمی نہیں..... جہیز کی بھی کوئی ڈیمانڈ نہیں..... سب خرچہ وہ خود کرے گا..... تو پھر میں کب کی تاریخ رکھوں.....؟'' زویا سن سی بیٹھی ہوئی سب سن رہی تھی۔

''باقر خان.....؟ وہ تو.....'' وہ ہکلا گئی تھی..... اس پل اس نے خود کو بالکل لاوارث محسوس کیا تھا۔

''ارے چھوڑو بھی..... مرتا ہے تم پر..... عشق وشق ہوگیا ہے تم سے..... قدر کرے گا..... میں اگلے ہفتے کی تاریخ دے رہی ہوں بس..... تم ذہنی طور پر تیار رہو..... سمجھیں.....''

''مگر.....؟''

''اے لڑکی..... اگر مگر چھوڑو..... ورنہ لنگڑے عاشق کو کہو کہ بھگا لے جائے تجھے..... بڑی آئی فطین..... ادھر میں ہیروں میں بھیجوں اُدھر یہ کوئلے کی کان کو پیٹے.....'' اسے ریان کا ذکر ان لفظوں میں پسند نہیں آیا تھا..... وہ ریان سے یہ کبھی نہیں کہہ سکتی تھی..... اس نے بھیگی آنکھیں رگڑ ڈالیں.....

''میں راضی ہوں.....''

''اری جا..... منہ میٹھا کروا..... فریج سے مٹھائی کا ڈبا لے آجو باقر دے گیا تھا۔'' حلیمہ نے زیبی کو دھموکا جڑا تھا.....

اس رات پھر زبردست برفباری ہوئی تھی..... اجالوں میں بنائے گئے برف کے آدمی اندھیروں کی برف میں لاپتا ہوگئے..... شاہ بلوط اداس کھڑے تھے..... خاموش محبت کہیں سوگئی تھی۔

☆☆☆

وہ ایک سرد سی شام تھی..... ہر طرف خنکی تھی..... ہوٹل میں دھیمے سُروں میں آرکسٹرا بجایا جارہا تھا..... وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے..... سامنے پڑے کافی کے کپ کے ٹھنڈے ہوچکے تھے اور اب ان پر موٹی سی تہ جمی ہوئی تھی۔

''زویا..... کیا میں یہ یقین رکھوں کہ ہم ہمیشہ سے اچھے دوست رہے ہیں؟'' تصدیق چاہی جارہی تھی۔

''ہاں، ریان تم سمجھ سکتے ہو.....'' تصدیق تھمادی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گئی تھی۔

''کیا ہم صرف دوست ہی رہے ہیں؟'' بوجھ بڑھتا جارہا تھا اور وہ مزید دبی جارہی تھی۔

''ہاں..... ہم صرف دوست ہی رہے ہیں۔''

''تمہیں ایک بات کہوں.....؟'' جلتی بجھتی روشنیوں کے عکس میں ریان سکندر نے سوال کیا۔

''تم سو باتیں بھی کہہ سکتے ہو.....'' زویا نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

''وہ یاسر ہے ناں..... وہ کہتا ہے ریان سکندر کو محبت ہوگئی ہے..... میں ہنسنے لگا ہوں..... میری مسکراہٹ اب مصنوعی نہیں ہوتی..... مسکراتا ہوں تو میری آنکھیں بھی ساتھ مسکراتی رہیں..... پہلے میں زندگی گزار رہا تھا اور اب زندگی جی رہا ہوں..... کیسی عجیب بات ہے..... ہے ناں.....؟ اور پتا ہے مجھے محبت کس سے ہوئی ہے؟'' آرکسٹرا کی دُھن بڑھنے گھٹنے لگی ہے..... زویا کو لگا وہ وہیں بیٹھے برف کا آدمی ہوجائے گی..... اُف.....

''کس سے.....؟'' برف چیخ گئی تھی۔

''تم سے..... زویا..... تم سے۔'' وہ قہقہہ لگا کر ہنسا..... زویا نے جیسے جگنوؤں کو قطاریں باندھے آتے دیکھا تھا۔ وہ کیسے ہاں کیسے اس کی تردید کرے..... وہ اسے کیوں برف کا آدمی بنادے.....؟

زویا کو وہیں بیٹھے، بیٹھے احساس ہوا تھا..... دوستی کے درمیان کیسے محبت کے پودے نے شاخیں نکالی تھیں وہ خود بھی انجان تھی..... اس نے شدت سے دعا کی کہ ساری روشنیاں بجھ جائیں اور وہ ریان کا تاریک ہوتا چہرہ نہ دیکھ سکے..... کاش..... اے کاش.....!

''یاسر نے غلط کہا تم سے..... میں تو تمہیں اچھا دوست ہی سمجھتی رہی ہوں۔'' آخر اس نے کہہ ہی دیا..... روشنیاں اور جل اٹھی تھیں..... آرکسٹرا کی دُھنیں بلند ہوئیں..... اور بلند.....

وہ خوبرو شخص ساکت بیٹھا تھا..... اس کی آواز بھیگ رہی تھی۔

''شاید..... ہاں..... شاید زویا مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی..... اکثر ہمیں زندگی میں غلط فہمیاں ہو ہی جاتی ہیں۔'' وہ کانچ کی طرح بکھرا تھا..... اقرار ہوا بھی تھا تو اب..... جب بہت کچھ ہوگزرا تھا۔

''پتا ہے ریان..... کبھی، کبھی بہت دیر ہوجاتی ہے..... بہت دیر.....'' زویا یہ کہہ کر وہاں سے روتی ہوئی بھاگ آئی تھی..... وہ وہیں اکیلا اور تنہا بیٹھا رہا..... اور اگلی دوپہر وہ اپنی شادی کا کارڈ دینے آئی تھی تو وہ خوبرو شخص اسے دیکھتا رہا..... دیکھتا رہا..... بولا بھی تو صرف اتنا.....

''زویا..... میں تمہارے قابل نہیں تھا۔''

''شاید میں ہی تمہارے قابل نہیں تھی۔'' وہ سر جھکائے کھڑی تھی..... وہ واپس مڑنے لگی تھی جب آواز آئی تھی۔

''تمہیں زندگی میں کبھی کسی بھی وقت مدد کی ضرورت پڑے تو اک پل کو بھی سوچے بغیر صدا دینا..... میرا در تمہیں کبھی بند نہیں ملے گا..... آخر میں اتنا تو کروں گا ہی..... آخر ہم اچھے دوست رہے ہیں..... صرف دوست.....''

شاہ بلوط کے پیڑوں پر ٹھہری برف پگھل رہی تھی..... گیلی سڑکوں کی نمی روشنی کھائی جارہی تھیں..... وہ مڑے بغیر بھیگی آواز میں بولی تھی۔

"Reyan thanks alot for this favour"

باف محل کے دربان نے ایک بار پھر اسے پیچھے سے آواز دی تھی..... وہ ٹھٹکی..... رک گئی۔

''زویا، واقعی آپ کو مسکراہٹیں بانٹنے کا ہنر نہیں آتا۔'' وہ روتے ہوئے باف محل کے دروازے سے گزرتی بھیگی سڑک پر بھاگتی جارہی تھی۔

ہاں..... تو یہ طے ہے کہ وہ پلٹ کر نہیں دیکھے گی..... کبھی مڑ کر نہیں دیکھے گی۔

''ہر کہانی کا "the end" وقت کرتا ہے..... اور سماں بہار کا تو محبتوں کے انجام خوشگوار ہو ہی جاتے ہیں..... ہاں..... ایسا ہوتا ہے..... ہوتا رہتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے..... آج بھی ہوگا.....''

☆☆☆

حلیمہ نے اس کے لیے شادی کا وائٹ فراک لیا تھا..... وہ وہی پہنے آئینے کے سامنے بیٹھی چوڑیاں پہن رہی تھی..... آئینہ بھی لاعلم تھا کہ وہ کس سے مخاطب ہے؟ خود سے..... دیواروں سے پینٹنگز سے؟

''ریان سکندر..... مجھے کبھی خبر ہی نہیں ہوسکی کب، کیسے، کس طرح مجھے تم سے محبت ہوگئی..... کتنی حیرت کی بات ہے ناں..... ہاں..... میں بھی حیران ہوں..... ہمارے درمیان زمین، آسمان کا فرق ہے اور میں نے ہمیشہ زمین پر ہی رہنے کے خواب دیکھے ہیں..... شاید..... میں تمہارے قابل ہوں ہی نہیں..... یا پھر تم نے ہی دیر کردی..... مجھے ساری زندگی افسوس رہے گا۔''

وہ ننگے پاؤں چلتی کاریڈور میں سے گزرتی لاؤنج سے آتی آوازوں کی طرف آرہی تھی..... یہ کیسی کالی اور خوفناک سی شام ہے..... وہ آگے بڑھتی رہی..... ٹھٹکی، رکی تھی..... وہ شاید نہیں یقیناً حلیمہ بیگم اور باقر خان کی آوازیں تھیں..... وہ ساکت کھڑی تھی۔

''ارے حلیمہ بیگم..... اب تو صبر نہیں ہوتا۔''

''چھوڑو میاں..... کچھ دیر میں نکاح ہونے والا ہے۔''

''کیسے چھوڑ دوں..... دس لاکھ بھرے ہیں۔''

وہ ہنسا تھا۔

''باقر خان، میں بھی ہیرا دے رہی ہوں، ہیرا..... قدر کرنا۔'' وہ لٹ سلجھا رہی تھیں۔

''ارے سر آنکھوں پر رکھیں گے..... ویسے آپ نے قیمت بہت کم لگائی ہے..... آپ بیس لاکھ کہتیں تو باقر خان بیس بھی ہنسی خوشی دے دیتا.....'' وہ سینہ چوڑا کرکے بولا تھا..... حلیمہ کو افسوس ہوا تھا انہوں نے باقر خان کو کیوں ہلکا لیا تھا۔

''اچھا..... اب جاؤ..... کچھ ہی وقت کی بات ہے..... مگر خیال رہے زویا کو کبھی اس سودے بازی کی خبر نہ ہو، بچی ہے ناں خواہ مخواہ اس کا دل برا ہوگا۔'' وہ عیاری سے مسکرائی تھیں۔

وہ قہقہہ لگاتا باہر نکل گیا تھا..... زویا دیوار سے ٹیک لگائے نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

وہ بے تحاشا رو رہی تھی..... دور پہاڑوں پر جیسے برف کے تودے گرنے لگے تھے۔

تبھی حلیمہ اور زہی اُدھر آئی تھیں۔ حلیمہ آگے بڑھی تھیں۔

''ارے زویا، کیا ہوا؟'' وہ تشویش سے پوچھ رہی تھیں۔

''دور رہیں مجھ سے..... ہاتھ مت لگائیں.....'' زویا نے ان کا ہاتھ پرے جھٹکا تھا.....

''مگر ہوا کیا ہے؟''

زویا مشکل سے اٹھی..... ''آپ پوچھتی ہیں کیا ہوا ہے؟ سب کچھ کرکے۔'' وہ روتے ہوئے چلائی تھی۔

''ارے بی بی..... کچھ منہ سے پھوٹو گی تو پتا چلے گا ناں۔'' حلیمہ سینہ زوری سے بولی تھیں۔

''آپ ماں نہیں ڈائن ہیں..... آپ نے مجھے بیچ دیا..... ذرا بھی دل نہ کانپا آپ کا..... میرے کیے کو ہی دیکھ لیتیں..... آپ کی وجہ سے میں نے خود کو مٹی میں رول دیا اور آپ نے یہ صلہ دیا مجھے..... شاید آپ کبھی نہ سدھریں..... میں بھول گئی تھی جو خدا کی عبادت میں خیانت کرسکتی ہیں وہ کچھ بھی کرسکتی ہیں.....'' زویا حلق کے بل چلائی..... حلیمہ کا چہرہ سیاہ پڑ گیا تھا..... وہ آگے بڑھتی زویا کے پیچھے لپکی تھیں.....

''رکو..... زویا، ارے زہی، روکو اسے..... باقر میری جان لے، لے گا.....'' زویا جاتے، جاتے مڑی تھی۔

''تھوکتی ہوں میں آپ پر..... جارہی ہوں..... آپ ڈائن ہیں..... اللہ کرے آپ کو کبھی سکون کا لمحہ نہ ملے اور آپ خون تھوکتی مریں۔''

''جانے دیں..... امی..... اس نے اِدھر ہی واپس آنا ہے..... اسے کوئی دروازہ کھلا نہیں ملے گا..... دستکیں دیتی، دیتی تھک جائے گی..... کریتھ چرچ کی کنواریوں کی طرح بے رنگ رہے گی..... بڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آئی..... ہونہہ.....'' زیبی نے حلیمہ کا بازو پکڑ لیا تھا.....
اور آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا.....
ننگے پاؤں وہ روتی ہوئی ہاتھوں کی پشت سے آنسو پونچھتی باف محل کی طرف جا رہی تھی۔
اسے کچھ بھیگے لہجے میں کہے گئے الفاظ یاد آ رہے تھے۔
''تمہیں زندگی میں کبھی، کسی بھی وقت اگر مدد کی ضرورت پڑے تو اِک پل کو سوچے بغیر مجھے صدا دینا..... میرا در تمہیں کبھی بند نہیں ملے گا۔''
وہ بھاگتی ہوئے باف محل کی طرف جا رہی تھی..... ہاں..... اسے برف کا آدمی نہیں بننا تھا۔

☆☆☆

وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے سڑک پر چلتے جا رہے تھے..... شاہ بلوط کے پیڑوں پر نئے شگوفے پھوٹ رہے ہیں..... ہر طرف بہار ہی بہار تھی..... وہ دونوں ایک ساتھ یونہی شام سے ذرا پہلے چہل قدمی کو نکلتے اور ڈھیر ساری باتیں کرتے..... یاسر کہتا ان کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی.....
ہاں، شاید محبتوں کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں.....
''میں اللہ کا شکر ادا کرتے نہیں تھکتی..... تم میرے لیے اللہ کا انعام ہو.....'' وہ رک کر اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔
''ہم ایک دوسرے کے لیے خاص انعام ہیں۔'' وہ ہنسا تھا۔
ان کے اردگرد جیسے ماضی سج گیا تھا..... وہ دلہن بنی ریان سکندر سے اقرار چاہ رہی تھی۔
''مجھے زیبی نے کہا ہے رات کے اس پہر کوئی دروازہ نہیں کھلے گا میرے لیے..... اور میں برف میں دب کر مر جاؤں گی اور اگلے روز لوگ مجھے..... ''مردہ اسنو مین'' سمجھ کر روندتے ہوئے گزر جائیں گے..... وہ کہتی ہے میں ہمیشہ کریتھ چرچ کی کنواریوں کی طرح اِک کنواری رہوں گی..... کوئی مصور میری زندگی میں رنگ بھرنے نہیں آئے گا..... تم..... ریان سکندر میرے مصور بنو گے ناں.....؟'' زویا کے لہجے کی امید ڈولنے لگی..... باف محل کی آتش دان کی لکڑیاں چیخ رہی تھیں۔ عطر کی شیشیاں الٹ گئیں..... خوشبو ہر طرف بکھر گئی تھی۔
ریان سکندر کے ہاتھ سے سلطان آدم کی داستان محبت کی کتاب چھوٹ کر گر پڑی..... باف محل کی کھڑکیاں ایک، ایک کر کے کھلتی گئیں..... اور محبت کی دُھنیں چکرانے لگیں.....

م..... ح..... ب..... ت

محبت، محبت، محبت، سماں بہار کی پیداوار محبت ہے۔
''زویا..... تو ہم صرف اچھے دوست نہیں تھے؟''
ریان قدم، قدم چلتا اس تک آیا.....
''ہم دوست کے علاوہ بہت کچھ ہیں۔'' زویا ہنسی۔
''بابا..... آپ کل ہی کام کر کے لوٹ آیئے گا۔'' یاسر، بابا کا نمبر ملائے جوش سے بولے جا رہا تھا.....
''ارے خیریت تو ہے ناں.....؟''
''مس ٹیولپ مسٹر روز کے لیے لوٹ آئیں.....'' ساز بلند ہوئے..... اور بلند..... اُدھر خوشی کے مارے بابا کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔
''مس ٹیولپ..... آپ کو مسکراہٹیں بانٹنے کا ہنر مبارک ہو.....'' یاسر، زویا کی طرف آیا تھا۔ زویا نے ریان کو دیکھا جو اس کے سامنے بیٹھا اسے سن رہا تھا۔
''زندگی میں ہم دوسروں کی خوشی کے لیے اپنی خوشیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں..... دوسروں کے لیے قربانیاں دیتے ہیں..... اپنے ہی ہاتھ سے اپنے خواب، اپنی خواہشوں کا قتل کر دیتے ہیں..... اور بدلے میں دوسرے ہمارا ہی سودا طے کر دیتے ہیں۔''
وہ اب رو رہی تھی..... ریان نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
''پتا ہے زویا..... جب ہم دوسروں کے لیے کچھ اچھا کرتے ہیں تو اس کا بدلہ کبھی، کبھی دوسرے نہیں دیتے بلکہ اس کا بدلہ ہمیں ہمارا اللہ دیتا ہے..... اور اللہ بہترین عطا کرنے والا ہے۔'' اور آج وہ اللہ کی عطا پر راضی ہے..... وہ شکر ادا کرتے نہیں تھکتی.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

کمی

قانتہ رابعہ

"رانا صاحب اپنے لڑکے کی شرافت، خوب صورتی اور حسب نسب کے بارے میں تو آپ کسی سے بھی گواہی لے لیں، ایک ہی جواب ملے گا۔ بہترین..... اسی طرح لڑکی کا باپ بھی ہائی اسکول کا ہیڈ ماسٹر ہے، دو دفعہ حج کر چکا ہے۔ ڈیڑھ کنال کی حویلی بھی ہے گاؤں میں..... شہر بلکہ پورے ملک میں ان کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں اور ایک دو تو وزیر بھی رہ چکے ہیں، تین شاگرد ہاکی کے بین الاقوامی شہرت یافتہ اور دو کرکٹ اور فٹبال کے کھلاڑی رہ چکے ہیں۔ کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

Downloaded From Paksociety.com

پرنسپل اور ایم ایس بھی ہیں جس سے چاہو ان کی نیک نامی اور وضعداری کا پوچھ لو، ایک ہی جواب ملے گا..... بہترین.....''

محمد طفیل بوٹا، رانا مسرور علی صاحب کے بیٹے کا رشتہ طے کروانے کی ہنگامی مہم پر اُن کے روبرو تھا..... رانا صاحب کے دو ہی بیٹے تھے۔ رانا سعادت علی اور رانا صداقت علی..... رانا سعادت علی کی شادی گاؤں کے نمبر دار رانا محمود الحسن کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ رانا صداقت علی پچھلے نو دس سالوں سے امریکا میں مقیم تھا۔ درمیان میں ایک آدھ مرتبہ ہی آیا..... یار بیلیوں نے تو کیا رشتے داروں نے بھی نہ پہچانا..... لمبا دبلا، مریل سا رانا صداقت اب قدرے فربہی مائل وجود کا حامل تھا۔ گہرا سانولا رنگ اب سنہری مائل گندمی رنگ میں بدل گیا تھا۔ چندی مندی آنکھوں پر سنہری فریم والا چشمہ لگا ہوا تھا۔

اگر ظاہر بدلا تھا تو باطن اس سے بھی بدر جہا بہتر ہو گیا تھا۔ ہر وقت کی ٹھی ٹھی اور مخولیا صداقت، اب کسی مدبر اور معزز ہستی کے مانند سنجیدہ اور بردبار بن چکا تھا..... چار دن گھر میں رہا تو رانا مسرور کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا..... ان کا بیٹا شادی کرنے کے لیے آیا تھا..... اس نے وہاں کسی گوری یا کالی میم سے شادی تو درکنار کبھی کوئی چکر ہی نہیں چلایا تھا..... شراب، پینے پلانے سے دور..... پاک باز..... نمازی، صالح فطرت بچہ.....

اولاد کی جس تربیت کے لیے ماں، باپ دن رات تڑپتے ہیں دارالکفر میں اس کی پرورش کہیں بہتر ہوئی تھی..... پانچوں وقت نماز کے لیے مسجد جاتا تو رانا صاحب ہنستے..... ''ارے یہ تو وہی معاملہ ہو گیا کہ فرعون کے گھر میں موسیٰؑ جوان ہوئے..... یہ کیسے ممکن ہے کہ جہاں دن رات ایمان کا امتحان ہوتا ہو بندہ فیل ہی نہ ہو.....''

ان کے سعادت مند صاحبزادے کے متعلق پردیس سے آنے والا ہر بندہ بشر یہی گواہی دیتا تھا کہ بہت شریف ہے۔ اب اس شریف انسان نے شادی کی خواہش کا اظہار ان لفظوں میں کیا۔

''چاہے لولی ہو، لنگڑی ہو مگر شریف اور باحیا ہو..... گھر میں داخل ہوں تو اسے مسکراتا دیکھ کر ساری مشقت دور ہو جائے اور امی میں صرف دو ماہ کے لیے آیا ہوں..... جہیز وغیرہ سے آپ خود ہی سختی سے منع کر دیں۔'' مؤدب لہجے میں صداقت نے کہا۔

''جیو میرا شہزادہ.....'' ماں نے ماتھا چوم کر رشتہ ڈھونڈنے کی مہم کا آغاز کر دیا..... اللہ کی شان دیکھیں، خوب صورت ترین لڑکیاں، تعلیم یافتہ، ہنر مند لڑکیاں..... اوپر، نیچے، دائیں، بائیں چاروں جانب سے لڑکیاں ابلی پڑی تھیں۔ نوید صاحب کی تینوں بیٹیاں ماسٹرز تھیں..... زاہد صاحب کی دونوں ایم فل کر رہی تھیں..... انوار احمد صاحب کی چاروں پڑھ لکھ کر ٹیچنگ کر رہی تھیں۔ کوئی مقابلۂ حسن کا سا مقابلہ تھا..... رنگ، لب ولہجہ، ہیئر اسٹائل، چلنے پھرنے تک کا مظاہرہ ماؤں نے کروا دیا..... بیگم مسرور کے بس میں ہوتا تو سب کو ہی پاس کر دیتیں..... مگر معاملہ بیٹے کے ہاتھ میں تھا۔ جو واپسی پر ایک ہی سوال کرتا.....

''انداز میں بے باکی تو نہیں تھی؟ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تو بات نہیں کی.....؟'' دو چار دس کے بعد بیس لڑکیاں رد ہوئیں.....

''اب ایسی نیک پروین اور پردے کی بُو بُو تو تمہیں کس مدرسے سے بھی نہیں ملے گی.....'' تھک ہار کے مسرور صاحب سے بیوی نے دُکھڑا رویا.....

''بھئی آج کل کی لڑکیوں کے تو رنگ ڈھنگ ہی اور طرح کے ہیں یا شاید..... ''امریکا پلٹ'' کا نام سن کر مائیں بیٹیوں کو دیسی انگریز بنا کے سامنے لاتی ہیں۔''

''ہوں..... ں.....'' کچھ دیر تو رانا صاحب گہری سوچ میں گم رہے پھر سر اٹھا کر بولے۔

''تم فکر نہ کرو، میں گاؤں کے نائی طفیل بوٹا کو بلاتا ہوں، اس کے پاس بہت سے رشتوں کے کوائف ہوتے ہیں بلکہ تم مجھے یاد دلانا میں صبح ہی پیغام بھجواتا ہوں۔'' انہوں نے حقے کی نے پرے کرتے ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہا..... اگلی دوپہر میں طفیل بوٹا ان کے روبرو تھا۔ قریبی گاؤں کلیان داس کے ریٹائرڈ ماسٹر کی بیٹی کے کوائف بیان کررہا تھا۔

''خوب صورت اور خوب سیرت..... اسکول میں بھی استانی ہے اور گھر میں بھی۔''

''ہائیں گھر میں کیسے استانی ہوئی؟'' مسرور صاحب حیران ہوئے۔

''رانا صاحب گھر میں محلے کے بچوں کو سپارہ اور اسکول..دونوں کا مفت میں پڑھاتی ہے۔ رمضان میں سارا رمضان روزانہ غریبوں کے گھروں میں اپنے ہاتھوں سے افطاری بنا کے بھجواتی ہے۔ بینگن کے پکوڑے، آلو کے سموسے..... دس طرح کے پھل فروٹ ڈال کر چنے کی چاٹ، لال رنگ کا شربت..... اور..... اور.....''

رانا صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

کچھ کوائف ان کے دل کو پسند آئے تھے لیکن پاس بیٹھے رانا صداقت علی کے دل میں تو تیر کی طرح یا پستول کی گولی کی طرح ٹھا کر کے لگے.....

''اسکول میں علم بانٹتی ہے..... گھر میں بھی علم کے چراغ روشن کرتی ہے..... روزے رکھواتی اور کھلواتی ہے..... ضرور وہ کوئی سعیدہ روح ہے.....''

اس کے چہرے پر آپوں آپ دیے کی لو نظر آتی دیکھ کر بوٹے نائی کو شہ ملی..... وہ پھر پوری آب وتاب سے شروع ہوگیا۔ اس کی گفتگو میں دریا کی سی روانی تھی۔

''اور چھوٹے چوہدری صاحب.....'' اس نے صداقت علی کو مخاطب کیا..... ''میری پوتری اس سے سپارہ پڑھنے جاتی ہے۔ روزانہ نئے سے نیا قصیدہ بیان کرتی ہے۔ ایمان سے، ماں، باپ کی تو آنکھوں کا چانن ہے ہی اڑوس پڑوس میں بڑی صفت ہے جی..... مجال ہے کبھی کسی نے اس کی جھلک دیکھی ہو، منہ سر، وہ بڑی چادر سے لپیٹ کر اسکول جاتی ہے کہ پلکوں کا بال بھی نظر نہیں آئے.....'' اس نے دونوں ہاتھوں کے اشارے سے وہ بڑی چادر کو حتی الامکان حد تک پھیلایا۔

رانا صداقت کے چہرے پر چاندار سی مسکراہٹ آئی..... اس کی مسکراہٹ کا بوٹے نائی اور رانا مسرور کو مفہوم سمجھ میں آگیا تھا۔

''رشتہ دیکھنے کے لیے جائیں گے اور پسند آنے کی صورت میں ہاں کر کے ہی آئیں گے، اللہ کا بڑا فضل ہے چالیس، پچاس ہزار ہاتھ پر شگن کے رکھ آئیں گے۔ ہاں ان کو بتا دینا ہیڈ ماسٹر صاحب کو.....'' سو، سو کے چار پانچ کڑکڑاتے نوٹ بوٹے نائی کے سپرد کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

''او..... رانا صاحب، ناپسند آنے والی کوئی بات ہی نہیں ہوگی۔ آپ لڈو اور برفی من دو من ساتھ ہی لیے آیئے گا۔'' گلی میں جاتے، جاتے گردن موڑ کر بوٹے نائی نے کہا۔

''بھاگوان..... مبارک ہو..... سمجھو کام بن گیا.....'' مردانے سے گھر کی طرف داخل ہوتے ہوئے رانا صاحب نے کہا۔

''چلو اللہ کا شکر ہے..... کب چلیں گے ہم یا وہ آئیں گے؟'' بیوی نے رسمی سا سوال کیا۔

''ہے جھلی، پہلے ہم جائیں گے، بے عقل.....'' بیوی کی عقل کا ماتم کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

دو دن کے بعد رانا صاحب اپنی بیوی، بڑی بہو اور دونوں بیٹیوں کے ہمراہ ہیڈ ماسٹر صاحب کی حویلی میں موجود تھے۔ بڑی شاندار حویلی تھی..... در و دیوار پینٹ کیے ہوئے تھے، چنیوٹی فرنیچر، نفیس کراکری، عمدہ کھانے..... خود ہیڈ ماسٹر صاحب کی بارعب مگر حد درجہ عاجزانہ ہستی..... رانا صاحب تو بری طرح سے مرعوب ہوگئے..... اپنے حساب سے انہوں نے سو میں سے سو نمبر دے دیے تھے۔ ہاں گھر والیوں کی رائے کا انتظار تھا۔ اللہ، اللہ کر کے ان کو واپسی کی اجازت ملی..... جونہی گاڑی میں قدم رکھا پہلا سوال ہی یہی تھا۔

''ہاں بیٹا کیا بنا.....؟ کوئی تجسس سا تجسس تھا۔

''ابو..... قرۃ العین نام ہے..... کوئی پیاری سی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیاری ہے، اعلیٰ تعلیم یافتہ، خوب صورت، ہنرمند، سلیقہ شعار..... میں تو دنگ رہ گئی..... اللہ گڈری کا لعل ہے بھلا گاؤں میں ایسی لڑکیاں کہاں..... بس آپ جلدی کریں اور منگنی نہ نکاح دس بارہ دنوں میں شادی کی تاریخ لے لیں ویسے بھی بھائی کی آدھی چھٹی تو تقریباً گزر ہی چکی ہے.....'' فارعہ نے باپ سے پُرجوش انداز میں کہا۔

''میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ ہاتھ پہ پیسے رکھ آنا شگن کے.....'' رانا مسرور صاحب نے حیرانی سے کہا۔

''اُف میرے خدایا..... رانا صاحب آپ بھی کبھی کبھار عقل سے کوسوں میل دور کی بات کرتے ہیں بھلا جب تک لڑکی والے نہیں آکر لڑکے کو دیکھیں گے بات کیسے پکی ہوسکتی ہے؟'' بیوی نے خفگی سے کہا۔ رانا صاحب یک دم خاموش ہوگئے..... بات تو ٹھیک تھی..... نرم ہوکر بولے۔

''تو بھلی مانس ان کو کل آنے کی دعوت دے کر آنا تھا۔ تاکہ ہم دو ہفتوں تک شادی کا سلسلہ شروع کرتے.....''

''کہا تھا..... انکل.....'' قدرے بیزار لہجے میں رانا صاحب کی بہو شمشاد نے کہا۔

''پھر.....؟'' رانا صاحب کے کان کھڑے ہوئے۔

''انہوں نے کہا بندے کی سو مجبوریاں ہوتی ہیں، دو چار دن تو ہم آنہیں سکتے۔ ہاں، اگلے ہفتے کے آغاز ہی میں پروگرام بنائیں گے.....'' شمشاد بیگم نے منہ ٹیڑھا کرکے نقل اتارنے والے انداز میں کہا۔

''تو پتر تم نے بتانا تھا کہ ہمارا بیٹا بہت تھوڑی چھٹی پر آیا ہے۔'' تشویش بھرے لہجے میں رانا صاحب نے کہا۔

''کہا تھا..... بولیں..... اللہ نے مقدر میں لکھی ہے تو دو دونوں میں بھی شادی ہوسکتی ہے، نہیں لکھی تو دو سال رشتہ طے ہونے کے بعد بھی نہیں ہوسکتی۔'' شمشاد نے جواب دیا۔

اگلے چار دنوں میں رانا صاحب نے جتنی معلومات جمع کیں..... سب کی سب ''ہاں'' کی تائید کرتی تھیں..... جس سے پوچھا۔ جواب تعریف میں ہی ملا..... ایک آدھ مرتبہ دل میں کھٹک سی پیدا ہوئی بھلا آج کے دور میں کون کس کی بے جا یا جا مستحق تعریف قرار دیا جاتا ہے..... پھر یہ سوچ کر دل کو تسلی دے لی کہ دنیا ان چند اچھے لوگوں کی وجہ سے ہی تو قائم ہے اور اچھے لوگوں کی تو دشمنوں کے دل میں ... بھی قدر ہی ہوتی ہے بھلے زبان سے زہر ہی اگلیں..... گھر کے بچے، بچے کو بے تابی سے اس وقت کا انتظار تھا جب ہیڈ ماسٹر صاحب کے گھر سے لوگ آئیں اور ان کے بیٹے کے رشتے کو قبول فرمائیں..... جمعرات گزری جمعہ، ہفتہ، اتوار اور پیر اور یہاں تک کہ منگل بھی گزر گیا..... دل میں بے چینی سی تھی کہیں ٹالنے کا بہانہ تو نہیں مگر بدھ..... بدھ کم سدھ کا سنا بچپن کا محاورا سچ ثابت ہوا اور علی الصباح فون کال کے ذریعہ ہیڈ ماسٹر صاحب ان کی اہلیہ دو بیٹیوں کے آنے کی خبر مل گئی۔

رانا صاحب نے زمین آسمان ایک کیے ہوئے تھے۔

''ارے کھانے میں نمکین گوشت ضرور رکھنا..... اور بہو.....'' انہوں نے شمشاد کو مخاطب کیا۔

''تم میٹھے میں شاہی ٹکڑے بہت مزے کے بناتی ہو وہ جلدی سے بنالو..... اور بر خودار.....'' انہوں نے صداقت کے کان کھینچے..... ''تھوڑا سا حلیہ بہتر کرلو یہ... جو گیا رنگ کے کپڑے تبدیل کرو.....'' ایک آفت مچی ہوئی تھی..... اِدھر گھڑی نے بارہ بجائے اُدھر گلی میں گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔

''آگئے..... ہیڈ ماسٹر صاحب آگئے۔'' رانا صاحب کے چہرے پر بشاشت طاری ہوگئی۔

''السلام علیکم..... آئیں، آئیں بسم اللہ.....'' کی آوازوں میں ہیڈ ماسٹر صاحب کے پوتے کے رونے کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔

رانا مسرور کے دونوں بیٹے ہر کام میں پیش، پیش تھے..... آتے ہی جوسز سے تواضع کی گئی..... فوراً ہی میز پر کھانا چُن دیا گیا..... خوشبوئیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"ہیڈ ماسٹر صاحب بریانی لے لیں.....اور یہ فش فرائی..... یہ کباب.....'' ہیڈ ماسٹر صاحب نے کھانا بہت کم کھایا مگر انتہائی رغبت کے ساتھ..... دو چار سوالات صداقت سے بھی کیے۔

''کس.....اسلامک سینٹر میں نمازیں پڑھتے ہو۔''

''الگ سے رہتے ہو یا دوستوں کے ساتھ؟''

''کتنے عرصے سے امریکا میں مقیم ہو.....؟'' وغیرہ.....

دیکھنے والے دیکھ رہے تھے سوالات تو بس رسمی کارروائی ہیں، بھلا جس شخص نے تیس سال مسلسل ایک دنیا کو علم سے روشناس کروایا ہو..... وہ نگاہ چہرہ شناس نہ ہو.....؟

انہوں نے تو پہلی ہی نظر میں جانچ، پرکھ لیا تھا، دل نے گواہی دے دی تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں سے جھلکتے پسندیدگی کے اظہار نے ہاں کے فیصلے کی تائید کر دی تھی۔

کھانے کے بعد ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنی اہلیہ سے علیحدگی میں مشورہ کرنے کا عندیہ دیا.....رانا صاحب دونوں بیٹوں کے ہمراہ باہر آگئے۔

وہ گھڑیاں، چند لمحے بڑی بے قراری سے گزرے..... جونہی خواتین مردانے سے نکلیں تیزی سے رانا صاحب اندر داخل ہوئے۔

''جی ہیڈ ماسٹر صاحب کیا فیصلہ ہوا.....؟'' ہیڈ ماسٹر صاحب اس اتاؤلے پن پر مسکرائے۔

''وہی جو اوپر والے نے بہت پہلے سے طے کر رکھا ہے۔'' اُن کے چہرے پر مسکراہٹ نے رانا صاحب کے اندر بجلی سی بھر دی..... فوراً سے پیشتر کھڑے ہو کر جھپٹی ڈالنے والے انداز میں باپ بیٹے سے ملے..... مبارک سلامت کا شور ہوا.....ڈائننگ ٹیبل پر موجود مٹھائی منہ میں ڈالی گئی..... اس کے بعد خیر سگالی کے مظاہرے کے طور پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے بھی ہونے والے داماد کے ماتھے پر بوسہ دیا.....اسے گلے لگایا.....کچھ دعائیہ فقرے کہے.....اس سے فارغ ہوئے تو کچھ امور زیرِ غور آئے۔

بہترین تحریریں، لاجواب روداد اور اعلیٰ داستانیں پڑھنے والوں کے لیے سرگزشت کا مطالعہ ضروری ہے

ماہنامہ سرگزشت کراچی

شمارہ اپریل 2017ء کی جھلکیاں

سردار سخن
اس شاعر کی روداد جس نے غریبوں کی خاطر سب کچھ تج دیا

باغی
چیونٹی کو بھی مسلیں تو وہ کاٹ لیتی ہے، وہ تو پھر پنجاب کے گبرو تھے

قائد کا ڈان
معلومات کے شائقین کے لیے اس ماہ کا تحفۂ خاص

راندۂ درگاہ
ڈاکٹر اور لیبارٹری رپورٹ نے اس کی زندہ تباہ کر دی۔ دلچسپ سچ بیانی

ناسور
ایک انتہائی تیز رفتار روداد جس کی ہر قسط چونکا رہی ہے

اس کے علاوہ
بھی بہت سی سچ بیانیاں، سچے قصے، تاریخی واقعات

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''جہیز کے نام پر سوائے بچی کے کپڑوں زیور کے کچھ نہیں لیا جائے گا۔ کسی قسم کی رسم نہیں ہوگی مہندی، تیل، مایوں یہ سب خرافات ہیں، نکاح سادگی سے ہوگا..... ہاں ولیمے پر اپنے دل کے ارمان پورے کریں گے۔ چونکہ صداقت کی چھٹی میں چوبیس دن باقی ہیں لہٰذا اسی ہفتے میں نکاح ہوگا لیکن نکاح کے فوراً بعد رخصتی ہوجائے گی۔ ولیمے کے بعد بچی محض ایک آدھ دن کے لیے اپنے شوہر کے ہمراہ میکے جائے گی۔ صداقت کی امریکا روانگی کے بعد وہ اپنی مرضی کی پابند ہے چاہے تو سسرال میں رہے یا میکے میں..... ہاں امریکا روانگی تک دونوں میاں، بیوی اکٹھے رہیں گے۔'' کچھ ایسے ہی نکات خواتین میں بھی زیرِ بحث آئے اور ملتے جلتے فیصلے پر اختتام پزیر ہوئے۔

واپسی پر پھلوں اور مٹھائی کے ٹوکرے کے ہمراہ انہیں رخصت کیا گیا۔

''ناپ لینے کے لیے ہم انشاء اللہ کل آئیں گے، چوڑیاں، کپڑے وغیرہ ڈال کر رکھیے.....'' گاڑی میں بیٹھتے ہوئے رانا صاحب نے یاد دہانی کروائی۔

گاڑی نظروں سے اوجھل ہونے تک اہلِ خانہ انہیں الوداع کرتے رہے..... ہاتھ ہلاتے رہے..... مسکراتے رہے..... پھر اندر آئے..... بھاگوان کو ہدایات دینا شروع کیں..... کہ کم وقت میں زیادہ کام کیسے کیا جاتا ہے۔

''پہلے نمبر پر ان کی فہرست بناؤ جن کو مدعو کرنا ہے..... تاکہ مہمانوں کی تعداد کا اندازہ ہو.....'' رانا صاحب نے بڑے بیٹے کو مخاطب کیا۔ ''پھر کھانے کا مینیو..... اس کے بعد یہ فیصلہ کرنا ہے کیٹرنگ والوں سے یا.....'' ان کی بات ادھوری رہ گئی..... منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''آپ کو کھانے کی پڑی ہے، زیور کپڑے لتے، جوتے ہار سنگھار، کون کرے گا.....؟'' بیگم نے تیور چڑھائے۔

''اوہ..... یہ امور تو اوجھل ہی ہوگئے.....''

انہوں نے چیک بک بہو کے حوالے کی..... ''پتر سائن کردیے ہیں جتنی رقم کی ضرورت ہو ابھی جا کے آرڈر دے دو..... خالی چم، چم ڈیزائن نہ دیکھنا..... سونے پر بھی نظر رکھنا، نظر آتا بھی ہے یا نہیں.....'' زنانہ انداز میں انہوں نے بہو، بیٹی کو تلقین کی۔

بہو، بیٹی بازار روانہ ہوئیں..... بیوی، گھر کے پھیلاوے اور دعوت میں بچے کھانے کی سمیٹا سمائی میں مصروف ہوگئیں..... مسرور صاحب کیٹرنگ والوں سے ملنے کے لیے گھر نکلے۔

''افوہ..... آپ تھکے نہیں کل چلے جایئے گا..... کیا کسی نے آپ کی دم پر پاؤں رکھ دیا ہے۔'' زمانے بھر کی جگت باز بیوی بولیں۔

''بے وقوف کل ناپ لینے جانا ہے، شگن کی مٹھائی دینے..... سارا دن وہاں گزر جائے گا.....'' رانا صاحب نے بے وقوف بیوی کی عقل کا ماتم کیا..... اگلے دن سویرے بھی ناشتا کر کے ڈرائیور کے ہمراہ وہ سمدھیوں کے ہاں روانہ ہوگئے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے پُرتکلف چائے کا انتظام کیا ہوا تھا۔

ایک چھوٹا سا بیگ، سوٹ، چوڑی، جوتے کے ناپ والا قریب ہی پڑا تھا۔

اللہ جانے کہاں سے اور کیسے سیاست بیچ میں آگئی..... منحوس، اللہ ماری سیاست کا ذکر ہو اور سیاستدان پیچھے رہ جائیں..... کسی کی شرافت کا ذکر ہوا تو ایک دو سیاستدانوں کی خباثت کا بھی ذکر ہوا..... بڑے، بڑے نام بھی موضوعِ بحث بنے اور رانا صاحب کے لہجے میں جنونی پنجاب کے سیاستدانوں کے لیے تمسخر تھا..... تحقیر تھی..... انداز بھی استہزائیہ..... کچھ کے لیے تو نازیبا اور ناقابلِ اشاعت الفاظ بھی منہ پر آگئے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب سناٹے میں آگئے..... منہ سرخ ہوا..... مگر ایک گہری سانس لے کر خاموش ہی ہورہے۔

''آپ کو کیوں اتنی تپ چڑھی ہے ہیڈ ماسٹر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

صاحب.....؟'' انہوں نے ٹھٹھا لگا کے کہا۔

''معاف کیجیے میں سب انسانوں اور سیاستدانوں کو بھی ان کی ذات' برادری یا قبیلے سے نہیں ان کی شخصی خوبیوں کی بنا پر پہچانتا ہوں۔'' تحمل سے انہوں نے ٹھہر ٹھہر کے جواب دیا۔

''ذات' برادری سے کیوں نہیں.....؟ ذات' برادری ہی تو سب کچھ ہوتی ہے۔ میں رانا ہوں، میں راجپوتوں، راؤ اور رانوں کو بھی قابلِ فخر سمجھوں گا اور کیا..... موچیوں اور تیلیوں کو؟'' حقارت سے انہوں نے کہا..... ''میں تو ذات' برادری سے باہر جھانک کر بھی نہیں دیکھتا.....''

''آپ کو معلوم ہے میں آپ کی ذات' برادری سے نہیں' میرا تعلق حق حلال کی روزی کمانے والے قبیلے سے ہے جو لوگوں کے کپڑے اجلے کرتا ہے.....'' ٹھنڈے لہجے میں ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا۔

''دھو..... بی.....'' وحشت اور بے یقینی سے رانا صاحب کی آنکھیں پھٹنے لگیں۔ ساتوں آسمان ان کے سر پر آگرے..... زمین کانپنے لگی.....

غصہ..... حیرت..... صدمہ..... اتنا بڑا دھوکا.....

انہوں نے غصے سے موبائل فون اٹھایا..... کانپتے ہاتھوں..... بوٹے نائی کا نمبر ملایا۔

''اوئے..... ذلیل..... یہ کہاں بے جوڑ ٹانکا لگایا ہے تم نے۔ الو کے..... تمہیں نہیں علم کہ ہم کبھی برادری سے باہر نہیں رشتہ کرتے..... خبیث کہیں کا.....'' شدتِ جذبات سے آواز پھٹ کر کئی حصوں میں تقسیم ہو رہی تھی۔

''رانا صاحب پتا تو تھا مگر میں سمجھا آپ کا بیٹا باہر والے ملک سے آیا ہے۔ وہاں کے لوگ ذات' برادری تو کیا دین و مذہب کا بھی نہیں پوچھتے..... غلطی ہوگئی معاف کردو..... سرکار.....'' نائی ان کے غصے سے واقف تھا فوراً ہی تائب ہوگیا۔

''معاف کردو.....'' مسرور صاحب نے نقل اتاری اور موبائل آف کیا۔ کھڑے ہوئے، مٹھائی کے ساتھ آنے والے ٹوکرے کی طرف دیکھا اور کہا.....

''معاف کیجیے ہیڈ ماسٹر صاحب ہم راجوں کی اولاد ہیں دل کے کھلے ہی ہوتے ہیں مٹھائی آپ اسکول کے بچوں میں بانٹ دیں یا محلے میں..... جیسے مرضی کریں..... مگر رشتہ نہیں ہوسکتا معذرت ہے..... ہم ان ذاتوں کو.....'' فقرہ ادھورا چھوڑ کر وہ چپ ہوگئے..... جانے کے لیے اٹھے..... انداز میں وہ پہلے والی آن بان تو نہیں تھی۔ مگر کیا کرتے.....

''کوئی بات نہیں اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے..... مگر ایک بات کا جواب دیں گے آپ؟'' ہیڈ ماسٹر صاحب نے بڑے ٹھہراؤ سے کہا۔

''ہم دھوبی ہیں چار پانچ پشت پہلے آباؤ اجداد یہ کام کرتے تھے اور حلال کام کرتے تھے..... جن کو آپ کمی کہتے ہیں..... بس یہ بتائیں کہ امریکا میں آپ کا صاحبزادا کیا کرتا ہے۔''

''بتایا تو تھا ملازمت ہے اس کی وہاں.....'' فخر سے جواب دیا۔

''آپ کو بھی علم ہوگا، مجھے بھی ہے، میرا شاگرد اسی ریاست ورجینیا میں اسی ہوٹل میں ویٹر ہے جہاں آپ کا بیٹا دو شفٹوں میں برتن دھوتا ہے۔ جسے آپ ملازمت کہتے ہیں، فرق آپ کو علم ہوگا، نمبر آپ لگائیں گے، برتن دھونا زیادہ کمیوں والا کام ہے یا کپڑے دھونا.....؟ فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔'' فیصلہ واقعی رانا صاحب کے ہاتھ میں تھا جو سوچوں کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے تھے..... غوطہ لگا کے آئیں گے تو پتا چلے گا کون زیادہ معزز ہے سسر یا داماد.....؟

کون سا پیشہ زیادہ عزت والا ہے، برتن دھونا یا کپڑے..... عزت دیکھتے ہیں ذات' برادری کی ہوتی ہے یا پیشے کی.....؟ ہر دو صورت میں ہیڈ ماسٹر صاحب کا چہرہ مطمئن ہی تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

مکمل ناول

قصہ ایک کردار کی تلاش کا

نگہت سیما

مجھے اپنی کہانی کے لیے کسی جیتے جاگتے کردار کی ضرورت تھی۔ کوئی منفرد، انوکھا اور دلچسپ کردار..... ایسا کردار جو میری کہانی کو لافانی بنادے۔ ایک حقیقی کردار.....

تخیلاتی کرداروں پر تو میں نے بہت کہانیاں لکھی تھیں، ہر طرح کے کردار اچھے، برے، خوب صورت، بدصورت..... جسے دل چاہا عروج پر پہنچا دیا۔ جسے دل چاہا پستی میں گرا دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com
Downloaded From
paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

جب کہیں purple patch کی ضرورت پڑی تو جیسے جی چاہا کردار کو توڑا، موڑا، برے کو اچھا اور اچھے کو برا بنایا اور کہانی کو خوب صورت موڑ دینے کے لیے موقع تراش لیا، چاہے بیچارے کردار کی شخصیت کی دھجیاں اڑ جائیں..... پر وہ سب تو تخیلاتی کردار تھے اور اب مجھے حقیقی کردار کی تلاش تھی۔ میں جہاں جاتی ہر شخص کو آنکھیں پھاڑ، پھاڑ کر دیکھتی لڑکیاں تو خیر زیادہ محسوس نہ کرتیں لیکن لڑکے اکثر غلط فہمی کا شکار ہو جاتے چند ایک نے مسکراہٹیں پھینکیں، کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے قریب آ کر کوئی نہ کوئی فضول فقرہ کس دیا۔ کئی لوگوں نے سر کے قریب انگلی گھما کر اشارہ کیا جیسے کہہ رہے ہوں پاگل ہے لیکن مجھے ان لوگوں کی پروا نہیں تھی۔ مجھے تو بس ایک کردار کی تلاش تھی۔ میرا جی چاہتا تھا کہ ہما کو کب بخاری کی ''مانا'' کی طرح مجھے بھی کوئی زویا مل جائے۔ میں اس کی شخصیت کو سنواروں؛ بناؤں، بگاڑوں اور پھر اس پر ایک کہانی لکھوں بالکل منفرد سی مختلف سی۔

دراصل مجھے رائٹر بننے کا بہت شوق ہے رائٹر یعنی ادیب..... لیکن ادیب سے پتا نہیں کیوں میرے ذہن میں میرزا ادیب آ جاتے ہیں حالانکہ میں نے کبھی انہیں دیکھا نہیں اور نہ ہی کبھی ان کی کوئی تحریر پڑھی ہے۔ دیکھنے کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میری پیدائش سے پہلے ہی وہ اللہ میاں کو پیارے ہو چکے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ دیکھا تو اب تک میں نے ان ادیبوں کو بھی نہیں ہے جو اللہ کو پیارے نہیں ہوئے ابھی تک..... کیونکہ مجھے کوئی خاص شوق نہیں ہے ادیبوں سے ملنے کا..... خواہ مخواہ امیج خراب ہونے سے ڈر لگتا ہے مجھے..... میں نے جن کو دل میں اونچا مقام دے رکھا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ان کا مقام ہمیشہ اونچا رہے حالانکہ آج کل کے اس انٹرنیٹ دور میں کچھ مشکل نہیں ہے اپنے پسندیدہ ادیبوں سے ملنا۔

اس کے علاوہ ادیب کے تصور سے ہی میرے ذہن میں کوئی بھاری بھرکم سی شخصیت آ جاتی ہے، انٹیلکچوئیل قسم کی تو اس لیے میں خود کو ادیب کے بجائے رائٹر کہتی ہوں۔ لفظ رائٹر میں بہت نفاستگی اور نزاکت ہے۔ تو میں کہہ رہی تھی کہ مجھے رائٹر بننے کا بہت شوق ہے بلکہ میں ایک رائٹر ہی ہوں اور میرا نام ماہِ درخشاں ہے..... نہیں، نہیں یہ میرا قلمی نام نہیں ہے بلکہ اصلی نام ہے جو میری دادی نے رکھا تھا۔ میری پیدائش کے بعد دادی نے مجھے گود میں لیتے ہی کہا تھا کہ میری پوتی تو ماہِ درخشاں ہے اور یوں میری پیدائش کے دو گھنٹے بعد ہی میرا نام میری دادی نے ماہِ درخشاں رکھ دیا..... ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ مجھے رائٹر بننے کا بے حد شوق ہے۔ پرانے زمانے میں لوگ کہتے تھے کہ رائٹر تو پیدائشی ہوتا ہے، ادیب یا شاعر بنتے نہیں ہیں، پیدا ہوتے ہیں لیکن آج کل دوسری بہت ساری باتوں کی طرح یہ بات بھی غلط ہو گئی ہے، ہر دوسرا بندہ رائٹر بننے کی تگ و دو میں لگا ہوا ہے بالکل ایسے ہی جیسے انجینئر یا ڈاکٹر بننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے ہی اب رائٹر بننے کے لیے بھی کوشش کرنا پڑتی ہے۔ اس کوشش کی بھی کئی اقسام ہیں جن کا ذکر کر کے میں خواہ مخواہ بری نہیں بننا چاہتی۔ تاہم اس کوشش کے نتیجے میں ہر دوسرا نہ سہی تو تیسرا تو لازمی ہی رائٹر بن جاتا ہے۔

میں ایسے کئی رائٹرز کو جانتی ہوں جن کی اردو اور انگریزی بس گزارے لائق ہی تھی لیکن آج وہ دونوں زبانوں کے رائٹر بن چکے ہیں بلکہ ٹھیک ٹھاک شہرت بھی حاصل کر چکے ہیں، میرے دل میں ان کے لیے تھوڑا، تھوڑا حسد تھا کہ یہ اتنے مشہور کیسے ہو گئے جبکہ میرا خیال تھا کہ میں پیدائشی رائٹر ہوں اور مجھے وہ شہرت نہیں مل سکی جو یہ جھولیاں بھر، بھر کر وصول کر رہے ہیں۔ اگرچہ اب ادیب یا شاعر کوئی ماورائی مخلوق نہیں رہے۔ ہر گلی، محلے میں ایک دو ادیب اور تین چار شاعر مل ہی جاتے ہیں لیکن میں خود کو پیدائشی رائٹر سمجھتی تھی کیونکہ میں نے اسکول کے زمانے سے ہی لکھنا شروع کر دیا تھا جو بچوں کے رسالوں اور اخبارات کے بچوں کے اور خواتین کے صفحات پر چھپتی تھیں۔ میری ٹیچرز

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میری تعریف کرتیں اور سہیلیاں مرعوب ہوتیں اور اس مرعوبیت میں تھوڑا، تھوڑا حسد کا جذبہ بھی موجود تھا لیکن تب مجھے اس جذبے سے زیادہ آشنائی نہیں تھی۔ یہ تو بہت بعد میں مجھ پر کھلا تھا اچھا ایسا بھی ہوتا ہے۔ اماں، ابا خوش ہوتے تھے۔ گویا اس زمانے میں لڑکیوں کا اخباروں، رسالوں میں لکھنا کوئی اتنا قابلِ فخر بھی نہیں سمجھا جاتا جتنا آج کل سمجھا جاتا ہے بلکہ اکثر گھرانوں میں تو خدانخواستہ ایسی کوئی لڑکی نکل آتی شاعر یا ادیب قسم کی تو پوری برادری تھو، تھو کرتی لیکن میرے اماں، ابا تو دونوں ہی پڑھے لکھے تھے۔ اماں ایک اسکول میں ہیڈ مسٹریس تھیں تو ابا یونیورسٹی میں پروفیسر اور پھر ابا نے تو پوری دنیا کا ادب گھول کر پی رکھا تھا۔ میکسم گورکی ... کی ماں ہو یا چیخوف کی کہانیاں..... کرشن چندر، عصمت چغتائی، منٹو، ممتاز مفتی یہ تو اپنے ہی تھے۔ انہیں نہ پڑھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں اماں اے آر خاتون اور زبیدہ خاتون کے ناول بہت شوق سے پڑھتی تھیں اور ''حور'' اور ''زیب النسا'' کی پکی قاری۔ ایسے میں بھلا انہوں نے مجھے لکھنے سے کیوں منع کرنا تھا۔ ابا تو خوش ہو کر اپنے دوستوں سے تعارف کرواتے ہوئے بڑے فخر سے کہتے ''یہ میری بیٹی ہے، چھٹی جماعت میں پڑھتی ہے اور کہانیاں لکھتی ہے۔'' میں اترائی پھرتی تھی اور میری سہیلیاں مجھے بانس پر چڑھائے رکھتی تھیں۔

''اللہ..... ماہِ درخشاں، تمہیں اللہ نے کتنا ٹیلنٹ دیا ہے، ایک دو کہانیاں ہمیں بھی لکھ کر دے دو۔ سچی ہمارا نام بھی ایک بار اخباروں اور رسالوں میں آجائے تو کتنا مزہ آئے..... پلیز لکھ دو ناں.....''

اور ماہِ درخشاں تو تھی ہی سدا کی بے وقوف..... دوستوں پر جان قربان کرنے والی۔

اب پتا نہیں میں بے وقوف تھی، دیالو تھی، بھولی تھی یا پھر خوشامد پسند اور وہ چالاک لومڑیاں..... میں کوّے کی طرح جوش میں آکر کائیں، کائیں کرنے لگتی اور وہ لومڑی کی طرح پنیر کا ٹکڑا اٹھا کر بھاگ جاتیں..... باقی سب سہیلیوں نے تو بس ایک، ایک دو کہانیاں لکھوائیں لیکن زوبیہ نثار تو میری بیسٹ فرینڈ تھی۔

بیسٹ فرینڈ..... اب تو یہ لفظ زبان پر آتے ہی اندر تک کڑواہٹ گھل جاتی ہے کیونکہ بہت سارے تلخ تجربوں کے بعد میں نے جانا ہے کہ یہاں کوئی آپ کا فرینڈ نہیں ہوتا اور بیسٹ فرینڈ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... تو زوبیہ نثار کو میں نے بے شمار کہانیاں لکھ کر دیں کیونکہ میں اپنی بہترین دوست کو ناراض کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی اور یہ سلسلہ نہ جانے کب تک چلتا رہتا اگر جو میں نے اسے میم زبیری کو یہ کہتے نہ سنا ہوتا کہ ''ماہ درخشاں کو تو ایک لفظ تک لکھنا نہیں آتا اور اسے میں کہانیاں لکھ کر دیتی ہوں۔'' مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے اس لیے میں نے اسے اپنے دوستوں کی فہرست سے خارج کر دیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس کے بعد میں نے کسی کو دوست بنایا ہی نہیں۔ مجھے اماں کی بات سچ ہی لگی تھی جب میں زوبیہ کے ہاتھوں بے وقوف بننے پر روئی تھی..... اماں نے کہا تھا۔

''انسان، اپنا سب سے اچھا دوست خود ہوتا ہے۔'' تو میں نے خود کو ہی اپنا اچھا دوست بنالیا اور جب میں کالج میں آئی تو میں نے لڑکیوں کو خواتین کے رسالے پڑھتے دیکھا تو میرا جی چاہا کہ میں بھی بڑے، بڑے افسانے لکھوں اور کالج کی لڑکیاں میرے افسانے پڑھیں اور ان پر تبصرے کریں تو میں نے ایک طویل افسانہ لکھ ہی ڈالا اور جب وہ ایک ماہنامے میں چھپا تو میں نے بڑے فخر سے ابا کو دکھایا۔

''ابا اسے پڑھ کر بتائیں کیسا ہے؟'' اور ابا نے رسالہ ہاتھ میں لے کر دیکھا، الٹا پلٹا اور اماں کی طرف بڑھا دیا۔ گویا میری تحریر کی نفی کر دی۔

''یعنی ابا بھی بڑے ادیبوں اور انٹیلیکچوئل لوگوں کی طرح.....''

میرا دل سچ میں دکھا تھا۔

دراصل بہت زیادہ پڑھے لکھے بلکہ انٹیلیکچوئل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نظر آنے والے خود کو بڑا ادیب سمجھنے والے یا سچ مچ کے ہی بڑے ادیب ڈائجسٹوں میں چھپنے والی ان تحریروں کو ادب نہیں سمجھتے، جب کسی محفل میں بیٹھے ہوں یا کوئی انٹرویو دے رہے ہوں تو ڈائجسٹوں اور ابنِ صفی کے جاسوسی ناولوں کے ذکر پر یوں ناک بھوں چڑھاتے ہیں جیسے ''پالنے'' میں ہی ادب پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے اور کبھی زندگی میں ابنِ صفی کو اور دیگر ڈائجسٹوں کو نہ پڑھا ہو...... چاہے...... یہ سب میرے ابا سمیت ابنِ صفی کے ناولوں کو پڑھ پڑھ کر ہی جوان ہوئے ہوں۔

''ابنِ صفی کے ناول'' میرے منہ میں تو اب بھی اس نام پر پانی آجاتا ہے اب جبکہ میں دو بچوں کی ماں ہوں اور ابنِ صفی کیا میں نے تو مظہر کلیم اور ایچ اقبال کو بھی بڑے شوق سے پڑھا ہے۔ ایک وقت تھا جب ابا اتنے انٹیلیکچوئیل نہ تھے...... اور میں اسکول میں پڑھتی تھی تو انہوں نے کہا تھا۔ ''ابنِ صفی نے برصغیر کے لوگوں میں پڑھنے کا شوق پیدا کیا اور جاسوسی کہانیوں میں مقصدی ادب کو فروغ دیا اور نیکی و بدی کی جنگ میں ہمیشہ نیکی کو فتح دلوائی۔'' اور اب ابا مجھے سمجھا رہے تھے۔

''دیکھو، ماہِ درخشاں......! تم نے لکھنا ہے تو ادبی پرچوں میں لکھو...... اللہ نے تمہیں لکھنے کی صلاحیت دی ہے تو اسے ضائع نہ کرو، بڑا نام پیدا کرنے کے لیے ادب تخلیق کرو نہ کہ یہ جھوٹی سچی لو اسٹوریاں، فضول رومانوی داستانیں......'' حالانکہ ابا کے ذخیرۂ کتب میں انور شمیم اور رالہ جیسی لو اسٹوریاں بھی موجود تھیں۔

''زندگی کی سفاک حقیقتوں کا جائزہ لو، ان پر قلم اٹھاؤ۔'' خیر مجھے تو ادب میں نام پیدا کرنا تھا۔ سو ادب کھنگالنا شروع کر دیا کہ یہ بھی ابا کا ہی مشورہ تھا کہ پہلے ادب سے آشنائی پیدا کرو پھر قلم اٹھاؤ، ادب سے آشنائی تو خیر کیا ہوتی، میں نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ کیوں نہ تھیم، کسی بڑے ادیب کی بڑی کہانی سے لے لوں...... کوئی بڑی سفاک حقیقت۔ آخر مسائل اور پرابلمز تو ہر دور میں ہوتے ہیں بس ماحول اور واقعات مختلف ہوتے ہیں۔

عشق بھی ازل سے ہے...... طالب و مطلوب کی بے چینیاں بھی...... ہجر و فراق کے قصے بھی ہر زمانے میں ایک سے...... بھوک اور مفلسی بھی ہر دور کی حقیقت...... اور غمِ روزگار بھی ہر زمانے کا غم...... تو میں نے بڑے ادیبوں کے شاہکار افسانے کھنگالنے شروع کر دیے کہ میں اتنی زیادہ بھی پیدائشی ادیب نہیں تھی کہ کھٹا کھٹ کہانیاں میرے دماغ سے نکل کر صفحوں پر بکھرتی چلی جائیں...... تو سب سے پہلے میں نے ''میٹھے چاول'' کو منتخب کیا۔ اب اتنے سال گزرنے کے بعد مجھے مصنف کا نام یاد نہیں رہا شاید غلام عباس یا کوئی اور...... بہرحال بڑی سفاک حقیقت پر لکھی گئی کہانی تھی تو میں نے اپنے دور کے حساب سے اس ''تھیم'' پر لفظ بُننے شروع ہی کیے تھے کہ ابا نے یہ کہہ کر دل توڑ دیا کہ۔

''اس موضوع پر ایک دو نہیں دس بارہ کہانیاں پڑھ چکا ہوں۔ ہر کہانی اپنی جگہ خوب صورت تھی لیکن، ہر کہانی پڑھتے ہوئے میرے ذہن میں میٹھے چاول کے مصنف کا ہی خیال آیا اور اب اگر تم نے اس موضوع پر کہانی لکھی تو میں اپنا سر پھاڑ لوں گا۔''

''لیکن ابا میری کہانی تو بہت مختلف ہے۔'' میں منمنائی تھی۔

''ہوتی رہے کسی اور موضوع پر لکھو......''

میں نے مایوسی سے ایک اور کہانی کا ذکر کیا...... ''یہ ''ٹیڑھا گلدان'' یہ موضوع کیسا رہے گا، ایک ایسے مرد کی کہانی جسے عورتوں کی طرح......''

''ہرگز نہیں......'' ابا نے فوراً ہی نفی میں سر ہلاتے ہوئے مجھے بات بھی مکمل نہیں کرنے دی۔

''اول تو یہ کہانی پہلے ہی غالباً ترکی کی کسی کہانی کا ترجمہ تھی، دوم اس موضوع پر کئی کہانیاں میری نظر سے گزر چکی ہیں۔''

کاش ابا نے اتنا زیادہ ادب گھول کر نہ پیا ہوتا تو میں کم از کم ایک شاہکار کہانی تو تخلیق کر ہی لیتی۔ اب آج کل کے قارئین نے کہاں اتنے پرانے ادیبوں کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پڑھا ہوگا..... لوگ تو بڑی دیدہ دلیری سے دورِ حاضر کے ادب پر بھی ہاتھ صاف کر لیتے ہیں اور میں اگر کسی پرانے ادیب کی کہانی کا تھیم لے کر لکھ لیتی تو میری بھی واہ، واہ ہو جاتی، پڑھنے والے مجھے حقیقت پسند ادیب کا ٹائٹل دے دیتے پر ابا.....''

ایک آہ بھر کر میں نے درمیانے زمانے کے ادیبوں کی کہانیوں پر توجہ کی، ابا کے ذخیرۂ کتب میں کوئی کمی تو تھی نہیں..... پہلی کہانی ہی ٹھک کر کے دل پر لگی..... اچھائی اور برائی کی کشمکش، عشق اور فرض کی جنگ..... مولوی اور عاشق..... پہلے فرض نے مات کھائی، عشق جیت گیا پھر فرض نے عشق کو پچھاڑ دیا..... ہائے کیا کہانی تھی، میں نے ایک دو بار نہیں چار بار پڑھی اور ابا سے مشورہ کیا۔

''ابا یہ موضوع کیسا رہے گا؟''

''یہ.....؟'' ابا نے آنکھوں پر عینک چڑھا کر کہانی کا جائزہ لیا۔

''یہ کہانی تو دیہاتی پس منظر میں لکھی گئی ہے، مسجد، مولوی، عشق لیکن میری کہانی تو شہری ماحول میں اس کمپیوٹر کے دور کی ہوگی..... بس یہ عشق اور فرض کی کشمکش اتنا ہی خیال لوں گی۔'' میرا جوش دیدنی تھا۔

ابا نے عینک اتار کر رکھ دی۔

''عنایت اللہ مرحوم کی اس شاہکار کہانی کے تھیم پر تمہارے ڈائجسٹوں میں ایک محترم پہلے ہی طبع آزمائی کر چکے ہیں..... لہٰذا بہتر ہے کہ تم خود پر بھروسا کر کے اپنے دماغ پر زور دو اور اپنے ماحول کے مسائل کو سمجھو.....''

''ڈائجسٹ میں.....؟''

مجھے دھچکا اس پر نہیں لگا تھا کہ مجھ سے پہلے ہی کوئی یہ خیال لے اڑا تھا آخر پہلے بھی تو ابا دس، بارہ بار میرا دل توڑ چکے تھے۔ دھچکا تو مجھے ابا کے ڈائجسٹ پڑھنے پر لگا تھا۔ یعنی ابا اور ڈائجسٹ؟ بظاہر برائی کرتے ہیں اور چھپ چھپ کر پڑھتے ہیں۔''

''ابا بھی آخر انٹیلیکچوئل تھے میرے دھچکے کا پس منظر جان گئے۔ فوراً اچھلتے ہوئے وضاحت دی۔

''وہ اس روز ایسے ہی کچھ پڑھنے کو نہیں تھا تو تمہاری اماں کی ٹیبل سے اٹھا لیا تھا پڑھنے کو۔''

تو مایوس ہو کر میں نے خود پر بھروسا کرنے کا سوچ لیا تھا۔ آخر میں پیدائشی رائٹر تھی..... ایک، دو کہانیاں لکھیں اور ادبی پرچوں کو بھجوا دیں۔ اوکے..... کا خط بھی مل گیا لیکن یہ ادبی پرچے سال میں ایک ہی بار تو چھپتے ہیں تب تک قلم سے سیاہی سوکھ جاتی ہے اور لفظ اور کہانیاں دماغ کے اندر ہی اپنی موت آپ مر جاتی ہیں..... جب ایک سال کے طویل انتظار کے بعد ایک ادبی پرچے میں میری کہانی چھپی اور دوسری کے لیے ایک سال مزید انتظار کرنا پڑا تو میں نے خاموشی سے پھر ڈائجسٹوں کا رخ کیا..... اور یوں ادبی پرچوں میں میرا کیریئر شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا۔ دو سال میں تو ڈائجسٹوں کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔ نئے نام، نئے لوگ..... اور صوفیہ ثمرین جیسی لفظوں کی کھلاڑی کے سامنے اب میری دال گلنے والی نہیں تھی لیکن کہانی چھپ گئی، پسند بھی کی گئی..... لیکن صوفیہ ثمرین ہائے کاش میں بھی اس جیسا لکھ سکتی..... میں دن رات کڑھنے لگی اور پھر صوفیہ ثمرین ہی نہیں اور بھی لوگ دھڑا دھڑ لکھ رہے تھے۔ اور کمال یہ تھا کہ زیادہ تر زبردست لکھ رہے تھے۔ یہ الگ بات تھی کہ ان میں سے بھی ایک دو کی چوریاں میں نے پکڑیں، آخر ابا کی بیٹی تھی..... لیکن ایسی مہارت کہ کھرے کا نشان تک نہیں ملتا..... بس دل کی گواہی اور دل کی گواہی کب کسی عدالت میں تسلیم کی جاتی ہے..... تو میں دن رات جلتی کڑھتی تھی بقول اماں کے مجھے ''شاہکار کہانی.....'' لکھنے کا ''مراق'' ہو گیا تھا تو میں نے سوچا مجھے کسی حقیقی کردار پر لکھنا چاہیے۔

ایسا کردار جو انوکھا ہو، منفرد ہو اور جب میں اس کردار کو لے کر کہانی لکھوں تو تہلکہ مچ جائے اور میرا نام ہمیشہ کے لیے امر ہو جائے۔

وہ حقیقی کردار صرف مجھے ملا ہوگا..... اور اس پر نہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پہلے کسی نے لکھا ہوگا نہ کوئی بعد میں لکھے گا اگرچہ بعد والی بات قدرے مشکوک تھی کیونکہ لکھنے والوں کے ہاتھ کس نے روکنے ہیں..... میری دوسالہ ''ادبی گمشدگی'' کے دوران میری چند کہانیوں پر طبع آزمائی کی جا چکی تھی..... دست بستہ مدیران حضرات سے شکایت کی تو جواب ملا، آپ ہی درگزر کردیں..... پرچے کی ساکھ کا معاملہ ہے لو جی گل ہی ختم..... تو بعد کا معاملہ تو بعد کا تھا۔ ایک بار تو ادب کی دنیا میں میرا تہلکہ مچ جائے تو اسی لیے مجھے حقیقی کردار کی تلاش تھی۔ پر انوکھا، دلچسپ، دل میں اتر جانے والا کردار..... سو میں ہر ایک کو آنکھیں پھاڑ، پھاڑ کر دیکھتی تھی جیسے آنکھوں کے راستے اندر تک کھوج آؤں گی آخر کو پیدائشی رائٹر جو تھی..... زبردستی تو نہیں بنی تھی ناں..... لفظ تو خود بخود میرے قلم کی نوک پر آ کر صفحات پر بکھرنے کو بے تاب ہو جاتے تھے بس بات ایک کیریکٹر کی تلاش کی تھی..... اگرچہ لوگ مجھے اس تلاش کی وجہ سے کچھ، کچھ پاگل سمجھنے لگے تھے لیکن میں نے کردار کی تلاش جاری رکھی۔ لوگوں کا کیا ہے بھئی انہوں نے ہر بڑے آدمی کو پہلے پاگل ہی کہا..... خیرو بابا ہماری گلی کے نکڑ پر بیٹھا جوتیاں گانٹھتا تھا۔ ایک روز گھر آتے ہوئے میری نظر اس پر پڑ گئی اور مجھے خیال آیا کہ میری چپل بس اکھڑنے ہی والی ہے۔ میں نے چپل اس کی طرف بڑھائی اور خود اس خالی دکان کے چبوترے پر بیٹھ گئی جس کے سامنے خیرو بابا بیٹھا جوتیاں گانٹھتا تھا۔

''آپ کا گزارہ ہو جاتا ہے؟'' میں نے یونہی پوچھا تھا۔

''اللہ کا شکر ہے، گزارہ ہو جاتا ہے، دو ٹائم کی روٹی مل جاتی ہے۔''

ایسا صبر، ایسا شکر..... اور بھئی لڑکا بغل میں ڈھونڈورا شہر میں کردار تو میرے سامنے ہی تھا..... اور میں شہر بھر میں ڈھونڈتی پھرتی تھی۔

''خیرالدین بابا.....'' میں نے خود ہی فرض کرلیا تھا کہ اس کا نام خیرالدین ہوگا۔

''میرا نام خیرالدین نہیں ہے بی بی..... خرم ہے، خرم مراد.....''

''خرم.....'' میرا دل زور سے اچھلا تھا، کیا ماڈرن نام ہے اور کھنڈرات بھی بتا رہے ہیں کہ عمارت شاندار ہوگی یقیناً خرم سے خیرو بابا بننے تک کی کہانی دلچسپ ہوگی۔

''پہلے پہل کسی نے مجھے خرمو کہہ کر بلایا اور پھر خرمو سے خرو ہوا اور خرو سے خیرو ہو گیا پر نام تو میرا خرم مراد ہی ہے خیرالدین نہیں۔'' خیرو بابا کہہ رہا تھا لیکن میں تو خرم سے خیرو..... تک کی بھول بھلیوں میں الجھی ہوئی تھی۔ ضرور اس کے پیچھے کوئی زبردست سی کہانی ہوگی..... میں ذرا پھیل کر بیٹھ گئی اور دوسری چپل بھی اتار کر خیرو بابا کی طرف بڑھائی۔

''اس کی بھی سلائی کردیں بابا..... یہ بھی بس چند روز میں جواب دے جائے گی۔''

''دونوں کے بیس روپے ہوں گے۔'' خیرو بابا نے چپل لے کر اپنے پاس رکھ لی۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے سر ہلایا اور خیرو بابا کی کہانی کے لیے میرا ذہن لفظ بُننے لگا۔

"cobbler, cobbler mend my shoes" کہانی کا آغاز دماغ کے اندر ہو چکا تھا۔

''ہاں کہانی اس طرح شروع کروں گی۔ cobbler cobbler'' لیکن خیرو بابا سے سوال و جواب میں کچھ نیا نہ تھا۔ عام سا بندہ تھا، پہلے باپ جوتے گانٹھتا تھا اب وہ یہ کام کر رہا تھا تو اس اتنی سی بات پر تو کہانی نہیں لکھی جاسکتی تھی..... اگر خیرو بابا کا نام خرم تھا تو کیا ہوا، اب ناموں پر تو کسی کی اجارہ داری نہیں جس کا جو جی چاہے نام رکھے خیرو بابا کے بعد میں نے اپنی ماسی کو چنا ماسی کی زندگی میں بھی کچھ خاص نہیں تھا۔ وہی غربت، قرضہ، نکما شوہر اور ڈھیر بچے..... تین چار مزید بندوں کو کریدنے کے بعد میرے اندر مایوسی پھیل گئی..... میں یعنی ماہِ درخشاں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کوئی شاہکار کہانی تخلیق نہیں کر سکتی اور وہ جو میں اپنے تئیں خود کو پیدائشی رائٹر سمجھتی تھی اس میں بھی اب مجھے کچھ شک سا ہونے لگا تھا۔ اس پر ابا کا تبصرہ.....

''ڈائجسٹوں میں لکھنے سے بہتر ہے کہ نہ لکھو.....'' اور میں جو ایک بار پھر ڈائجسٹوں کی طرف متوجہ ہوگئی تھی آخر بے دلی سے قلم رکھ دیا۔ مجھے اس طرح کی بے دلی کے دورے پڑتے ہی رہتے تھے۔ کسی نے میری کہانی پوری کی پوری اپنے نام سے کسی غیر معروف پرچے میں چھپوا دی اور اس کے مدیر نے میری بات پر کان نہ دھرا تو میں نے قلم رکھ دیا۔

کسی سہیلی نے جھوٹ بولا، فریب دیا، خود غرضی دکھائی... تو لکھنا بند جو اکثر ہوتا تھا کیونکہ دوستوں کے انتخاب میں مجھ سے ہمیشہ ہی چوک ہو جاتی تھی۔

اماں نے نصیحت کی تو لکھنا بند..... کسی مدیر نے اپنے مدبرانہ ذوق کی تسکین کے لیے میری تحریر پر بلاوجہ قلم چلایا تو لکھنا بند کیونکہ میرا خیال تھا کہ مجھ جیسے پیدائشی رائٹر کا لکھا ہر لفظ سونے میں تولے جانے کے قابل ہوتا ہے اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹانا ظلم کے درجے میں آتا ہے۔

تو میری زندگی میں ایسی قلم چھوڑ ہڑتالیں سیکڑوں بار نہ سہی تو پچاسوں بار تو ضرور ہی آئی ہوں گی۔ دو چار مہینوں بعد خود ہی میرا غصہ، اتر جاتا اور میں قلم اٹھا لیتی تھی کہ یہ لکھنے کا ''چسکا'' بھی طاہر چوہدری کے پکانے کے چسکے سے کم نہیں ہوتا لیکن اس وقت مجھے علم نہیں تھا کہ یہ ہڑتال طویل عرصے پر محیط ہوگی اور شاید کبھی ختم نہ ہوگی ہوا یوں کہ ابھی میں نے یونیورسٹی کی فضاؤں میں قدم رکھا ہی تھا کہ وہ کیا کہتے ہیں کہ..... اُڑنے بھی نہ پائے تھے کہ گرفتار ہوئے ہم۔ والی بات ہوئی..... اماں تو اے آر خاتون، زبیدہ خاتون اور رضیہ بٹ کے ناول پڑھنے کے بعد بھی وہی 1950ء والی اماں رہیں کچھ پسندیدگی، دو چار ملاقاتیں..... تھوڑی سی محبت کچھ بھی نہیں..... کون ہے، کیا ہے، کیسا ہے، میں سوچتی ہی رہ گئی اور اماں نے میرے ماسٹر کرنے کی خواہش پر..

حرف بھیج کر مجھے رخصت کر دیا..... دولھا میاں کی شکل پہلی بار جملۂ عروسی میں ہی کانی آنکھ سے دیکھی تھی..... یوں میں ماہِ درخشاں جو خود کو پیدائشی رائٹر سمجھتی تھی مسز آفاق عمر بن کر لکھنا لکھانا سب بھول گئی۔

آفاق عمر اعلیٰ عہدے پر فائز ایک پُرکشش شخصیت کا مالک تھا۔

محبت، نرمی اور احترام سے بات کرتا ہوا، وہ مجھے کسی نامور افسانہ نگار کی کسی کہانی کا ہیرو لگتا۔ اس کے علاوہ بندے کو اور کیا چاہیے۔ کہانیاں اور کردار گئے بھاڑ میں..... کیسے، کیسے خواب دیکھے تھے کہ شاہکار کہانی تخلیق کروں گی..... اور کوئی بڑا ادبی انعام آدم جی ادبی انعام جیسا حاصل کروں گی اور پھر گردن ٹیڑھی کر کے اترا اترا کر انٹرویو دوں گی کہ بھئی میں نے تو کبھی اردو ادب اور برصغیر کے ادیبوں کو نہیں پڑھا..... بھلے نسیم حجازی سے لے کر ابن صفی تک سب کو رٹ ڈالا ہو..... خدا جھوٹ نہ بلوائے تو میں نے عمران سیریز کا ہر ناول دو، دو بار تو ضرور پڑھا تھا اور ڈائجسٹوں کے سارے افسانے بھی ازبر تھے مجھے لیکن کہنے میں کیا حرج تھا تو ان سارے خوابوں کو آگ لگا کر میں آفاق عمر کے گرد چکور کی طرح چکرانے لگی تھی۔ اس کے گھر میں صرف اس کے بڑے بھائی، بھابی اور والدہ تھے لیکن اس کی جاب لاہور میں تھی اس لیے شادی کے بعد وہ مجھے اپنے ساتھ لاہور لے آیا تھا۔

میں اس کا خوب صورت گھر سجاتی اور سنوارتی رہتی، اس کی پسند کے کھانے بناتی اور دل ہی دل میں اماں کو دعائیں دیتی رہتی تھی کہ انہوں نے میرے رونے کرلانے کی ذرا پروا نہیں کی تھی، ان کا مؤقف تھا کہ پڑھ لیا جتنا پڑھنا تھا، اچھا رشتہ مل گیا ہے تو پھر انتظار کاہے کا..... ماسٹر کر کے بھی تو یہی ہانڈی روٹی ہی کرنی ہے ناں تو پھر..... میری عقلمند ماں..... میں دل ہی دل میں ان پر نثار ہوتی..... اگر وہ میرے رونے دھونے کی پروا کرتیں تو مجھے آفاق عمر کہاں ملتا..... اماں نے تو سچ مچ میرے لیے اے آر خاتون اور زبیدہ خاتون

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے کسی ناول کا ہی ہیرو ڈھونڈ نکالا تھا۔ ابا کو میری اتنی جلدی شادی پر تھوڑا قلق تھا۔

''ماسٹر تو کمپلیٹ کرنے دیتیں اسے۔'' وہ ہر شریف شوہر کی طرح دبی زبان میں یہی کہہ سکتے تھے سو رخصتی تک کہتے رہے اور ہر بیوی کی طرح اماں نے ان کی بات پر کان نہ دھرا..... شادی کے بعد ابا کبھی کبھی مجھے شرم دلاتے تھے کہ ان کی مستقبل کی عظیم رائٹر بیٹی نے اپنا ٹیلنٹ چولھے میں جھونک دیا ہے لیکن میں ایک کان سے سن کر دوسرے سے اُڑا دیتی تھی کہ میرا دماغ تو اب صرف آفاق عمر کو سوچتا تھا..... وہ بہت کم گو تھا۔ سنجیدہ سا ضرورتاً ہی بات کرتا تھا لیکن ہر طرح سے میرا خیال رکھتا تھا۔ اس نے میرے حقوق ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی تھی۔ کسی چیز کی کوئی کمی نہیں تھی، گھر میں بس ذرا سنجیدہ سا تھا تو یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی اب پتا نہیں اتنا سنجیدہ اور کم گو سا ہیرو کس کا تھا..... عالیہ بخاری کا رفعت سراج کا یا ماہا ملک کا..... پر جس کا بھی تھا، تھا تو ہیرو جیسا ہی..... اور میں اپنی زندگی سے مطمئن اور خوش تھی۔

آفاق عمر نے کبھی میرے حسن و خوب صورتی اور سلیقے کی تعریف نہیں کی تھی، یہ بات کبھی کبھی مجھے ضرور pinch کرتی تھی لیکن میں نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی بلکہ اس کا یہ بے نیازانہ انداز تو سو فی صد کسی ہیرو کے معیار پر پورا اترتا تھا۔ میرے اندر چھپی کہانی نگار نے کبھی محسوس ہی نہیں کیا تھا کہ آفاق عمر کی اس بے نیازی کے پیچھے بھی کوئی کہانی ہو سکتی ہے، عشق و محبت کی کوئی دلگداز داستان..... یا ہجر و فراق کا کرب ان خوب صورت آنکھوں کی خاموشیوں میں چھپا ہے..... دراصل میں ماہِ درخشاں آفاق عمر کے عشق میں مبتلا تھی اور میرے اندر کی کہانی نگار کب کی اپنی موت آپ مر چکی تھی..... میری زندگی میں کہیں کوئی کمی نہیں تھی اور میں بہت خوب صورت زندگی گزار رہی تھی..... میرے دو بچوں کی آمد سے بھی آفاق عمر سے میرے عشق میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

پورے نو سال گیارہ مہینے میں آفاق عمر کے عشق میں مبتلا ہو کر بھولی رہی کہ میں کبھی خود کو پیدائشی رائٹر سمجھتی تھی اور مجھے بقول اماں کے شاہکار کہانیاں تخلیق کرنے کا مراق تھا لیکن پھر پورے نو سال گیارہ ماہ بعد میرے اندر کی کہانی نگار بیدار ہوگئی اور مجھے یاد آیا کہ شادی سے پہلے مجھے کسی انوکھے اور دلچسپ کردار کی تلاش تھی۔ دراصل وہ کردار اچانک ہی میرے سامنے آ گیا تھا اور مجھے بھولی ہوئی تلاش یاد آ گئی تھی۔ میری ایک دوست کی نند کی شادی تھی اگرچہ میں لفظ دوست سے خاصی خوفزدہ رہتی ہوں لیکن یہ فرینڈ شپ اس لیے قائم تھی کہ میری یہ فرینڈ آفاق کے ایک دوست کی بیوی تھی اور یوں گھریلو ٹرمز کی وجہ سے آنا جانا لگا رہتا تھا..... یہاں لاہور میں آفاق کے یہ واحد دوست تھے جن کے ساتھ گھریلو تعلقات تھے لیکن آفاق کو اپنی امی کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اچانک اسلام آباد جانا پڑ گیا تھا۔ بچوں کی پڑھائی کی وجہ سے میں نہیں جا سکی تھی۔ پھر شادی میں شرکت بھی ضروری تھی، آفاق نے کہا تھا کسی سنڈے کو وہ مجھے لے جائیں گے۔

سو میں دونوں بچوں کے ساتھ شادی ہال میں موجود تھی..... میری ٹیبل پر میرے بچوں اور نفیسی اور عالین کے علاوہ ایک اور خاتون بھی بیٹھی تھیں۔ جنہوں نے خود کو زیوروں سے اس قدر لاد رکھا تھا کہ اس شدید گرمی میں مجھے انہیں دیکھ، دیکھ کر الجھن ہو رہی تھی۔

اور میں ان سے نظریں ہٹا کر ہال میں دیکھ رہی تھی جب وہ ہال میں داخل ہوئی۔ عجیب اول جلول سے ڈریس میں تھی..... لمبا سا گاؤن نما ڈریس تھا..... تھا تو سلکی لیکن خاصا پرانا لگ رہا تھا۔ بال روکھے اور بکھرے ہوئے سے تھے۔ چہرہ میک اپ سے بے نیاز، دوپٹا ایک کندھے پر لٹکا ہوا سا..... وہ اندر داخل ہونے کے بعد داخلی دروازے کے نزدیک ہی کھڑی ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ غالباً سیٹ تلاش کر رہی تھی..... جب اس کی نظریں ہماری ٹیبل پر لمحہ بھر کو ٹھہر گئیں۔ میری نظریں اس سے ملیں تو میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بتایا کہ اِدھر سیٹ خالی ہے اور یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بالکل غیر ارادی تھا..... لمحہ بھر جیسے اس نے سوچا اور پھر ہماری ٹیبل پر آ گئی..... ایلین اور ارتضیٰ نے اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیتے ہوئے مسکرا کر انہیں دیکھا..... اور میں نے بغور اسے دیکھا' وہ عمر میں مجھ سے کچھ بڑی تھی پیشانی پر لکیریں پڑی تھیں اور اس گاؤن نما لبادے کے نیچے اس نے لان کا سوتی جوڑا پہن رکھا تھا جو قریب آنے پر مجھے پتا چلا تھا۔ اس کے نقوش تیکھے تھے، رنگت گلابی تھی اور ہونٹ باریک تھے لیکن اس کے نقوش کے ساتھ سجتے تھے۔ آنکھیں بڑی، بڑی اور سحر انگیز تھیں گرین کلر کی، یقیناً وہ بہت خوب صورت رہی ہوگی اور اگر اب بھی اس نے اپنا خیال رکھا ہوتا تو کسی سے کم نہیں لگتی، لگتا تھا ایسے ہی بیڈ سے اٹھ کر چلی آئی تھی اور شکنوں والے کپڑوں پر وہ گاؤن پہن لیا تھا۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر پورے ہال میں نظر دوڑانے کے بعد اس نے ایک سرسری سی نظر اس خاتون پر ڈالی جو مسلسل اپنی گولڈ کی چوڑیوں کو آگے پیچھے کر رہی تھیں اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

''یہ بچے آپ کے ہیں؟''

میں مسکرائی اور اپنے بچوں کی طرف دیکھا..... ہر ماں کی طرح مجھے بھی اپنے بچوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے فخر محسوس ہوتا تھا۔

''ماشاءاللہ بہت پیارے ہیں، کیا نام ہے آپ کا بیٹا؟''

''میرا نام عالین آفاق ہے۔'' عالین بڑی تھی اس لیے اس نے فوراً تعارف کروایا۔

''اور یہ ارتضیٰ آفاق ہے۔''

اس نے تھوڑا سا جھک کر عالین کے گال کو دو انگلیوں سے سہلایا۔

''بہت پیارے نام ہیں آپ کے لیکن.....'' پھر اس نے میری طرف دیکھا۔

''آفاق غالباً آپ کے شوہر کا نام ہے؟''

''جی ہاں.....'' میں مسکرائی۔

''مجھے یہ نام پسند نہیں ہے۔'' اس نے بے تکلفی سے اظہار کیا، میں ہکا بکا رہ گئی۔

''کیوں.....؟'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''یہ نام تو بہت پیارا ہے، آفاق عمر.....'' وہ چونکی اور اس نے پہلے سے زیادہ بیزاری سے کہا۔

''آفاق عمر'' یہ تو اور بھی..... میرا مطلب ہے یہ پورا نام آفاق عمر تو مجھے اور بھی برا لگتا ہے۔''

اس نے اس طرح منہ بنایا جیسے کوئی کڑوی گولی نگل رہی ہو۔ ''ہائے کتنا پیارا نام ہے آفاق..... بشریٰ رحمٰن کی لگن کے ہیرو کا نام آفاق تھا اور مجھے تب سے ہی اچھا لگتا تھا۔ اور عمر ہائے میں نے اپنی ہائے کو اندر ہی دبا دیا۔ میری فیورٹ رائٹر کی ایک کہانی کا ہیرو بلکہ میری کیا پورے پاکستان کی فیورٹ رائٹر اور عمر کیسا کردار تھا سیدھا دل میں کھب جاتا تھا۔ بھلے دو چار کمزوریاں ہی سہی لیکن ان دنوں تو سب لڑکیاں ''عمر'' جیسے ہیرو کے خواب دیکھا کرتی تھیں، بالکل ایسے ہی جیسے ہم سفر ڈرامے کے بعد لڑکیاں سانس بھی لیتی تھیں تو سانسوں سے بھی ''فواد خان'' کا نام نکلتا تھا۔ چلو وہ تو ایک جیتا جاگتا بندہ تھا لیکن یہ تو محض ایک تخیلاتی کردار تھا پھر بھی.....

اب یہ نہیں تھا کہ شادی کے بعد میں نے لکھنے کے ساتھ پڑھنا بھی چھوڑ دیا تھا بقول اماں کے چور چوری سے چلا جائے' ہیرا پھیری سے نہیں جاتا تو میں بھی ہیرا پھیری سے نہیں گئی تھی۔ آفاق کو بھی اعتراض نہیں ہوا تھا، نہ کتابیں پڑھنے پر نہ ڈائجسٹ پر سو میں کھلے عام ڈائجسٹ پڑھتی تھی کہ یہاں ابا کی طنزیہ نظروں کا خوف بھی نہیں ہوتا تھا جو مجھے ڈائجسٹ پڑھتے دیکھ کر طنزیہ نظروں کے تیر چلانے کے بعد کوئی نہ کوئی ادبی کتاب میرے ہاتھ میں پکڑا جاتے تھے۔ اور عمر نام مجھے ان دنوں بہت ہی اچھا لگنے لگا تھا کیونکہ عمر والی کہانی چھپ رہی تھی اور میں ایک بار کسی کام سے یونیورسٹی گئی تو لڑکیاں لان میں بیٹھی وہ کہانی پڑھ رہی تھیں بلکہ ایک بار میں عالین کے اسکول گئی تو اس کی ٹیچر ٹیبل پر کاپیوں کے ڈھیر رکھے اس ڈھیر کے پیچھے ڈائجسٹ کھولے بیٹھی تھی۔ میں نے جھک کر دیکھا تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میری باچھیں کھل گئیں.....

''ہائے عمر والی کہانی کی تو نئی قسط آ گئی۔ میں بھی اسے بہت شوق سے پڑھتی ہوں..... اور عمر کا کردار تو مجھے بہت پسند ہے۔'' اور مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ میں عالی کی ٹیچر سے کیوں ملنے آئی تھی۔ ہم دونوں کہانی پر کتنی ہی دیر تبصرہ کرتے رہے اور گھر آ کر مجھے یاد آیا کہ مجھے تو عالین کی ٹیچر سے شکایت کرنی تھی..... تو عمر بھی میرا پسندیدہ نام تھا..... اور آفاق بھی.....

اور اسے..... میرے سامنے بیٹھی اس خاتون کو یہ نام پسند نہیں تھا۔ یعنی اتنا خوب صورت نام ناپسند کرنے کی کوئی وجہ تو ہوگی یقیناً میرے اندر کی کہانی نگار نے میرے پہلو میں چٹکی بھری اور مجھے یاد آیا کہ دس سال پہلے میں ایک کردار کی تلاش میں ذلیل و خوار ہو رہی تھی اور اب ایک جیتا جاگتا کردار میرے سامنے بیٹھا تھا۔ اب پہاڑ سے چوہا بھی برآمد ہو سکتا تھا اور ہاتھی بھی۔ میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

''آپ کو یہ نام کیوں برا لگتا ہے؟''

''بس لگتا ہے۔'' اس نے کندھے اچکائے گویا کہہ رہی ہو میری مرضی شیر جنگل کا بادشاہ ہے اس کی مرضی انڈے دے یا بچے..... میں نے خود کو باور کرایا لیکن خود کو یہ کہنے سے نہ روک سکی۔

''ہوتا ہے کبھی کبھی ایسا کوئی بندہ، نام یا کوئی شے بلاوجہ ہی بری لگنے لگتی ہے۔''

''ہوتا ہوگا ایسا..... لیکن مجھے بلاوجہ کبھی کوئی برا نہیں لگا..... اس کے پیچھے کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے، کوئی ٹھوس ریزن.....'' اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جس نے مجھے چونکا دیا۔ اور میری دلچسپی بڑھی..... لیکن ایک اجنبی خاتون سے میں کیا کہتی کہ بی بی آفاق عمر کے نام کو ناپسند کرنے کے پیچھے جو بھی ٹھوس وجہ ہے مجھے بتائیں کہ مجھے ایک شاہکار کہانی لکھنا تھی جو نہیں لکھ سکی تھی تو کیا پتا اب لکھ سکوں..... تب ہی دلہن آ گئی..... دلہن آ گئی کا ہلکا سا شور بلند ہوا ٹیبل والی خاتون جو مسلسل اپنے زیورات کی نمائش کر رہی تھیں کبھی چوڑیاں آگے پیچھے کر کے کبھی کنگن چھنکا کر اور کبھی جھمکوں کے لاک درست کر کے غالباً اس نمائش سے تھک گئی تھیں کہ اٹھ کر اسٹیج کی طرف چلی گئیں۔

''ماشاء اللہ، دلہن بہت پیاری ہے۔'' میرے لبوں سے بے اختیار نکلا۔

''ہاں.....'' اس کے باریک لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ''بہت پیاری ہے لیکن تم بھی کچھ کم پیاری نہیں ہو دلہن بن کر تو غضب ڈھا رہی ہوگی۔''

میں شرما گئی۔

''دولھا میاں تو ہوش و حواس کھو بیٹھے ہوں گے۔'' وہ مسلسل ستائشی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور مجھے یاد آیا کہ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں تھی کہ دولھا میاں ہوش و حواس کھو بیٹھتے۔ آفاق نے تو بہت اطمینان سے اپنی رسٹ واچ اور عینک اتار کر ٹیبل پر رکھی تھی۔ پھر صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگے تھے اور.....

''ویسے کتنا عرصہ ہو گیا ہے تمہاری شادی کو؟''

اس نے پوچھا تو میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

''نو سال گیارہ مہینے..... اماں نے ماسٹر بھی کمپلیٹ نہیں کرنے دیا تھا۔'' پرانا درد جاگ اٹھا تھا۔ حالانکہ نو سال گیارہ ماہ تک تو میں نے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے ماسٹر کی ڈگری لینے کا کتنا شوق تھا اور آج.....

''ہاں، اچھا رشتہ ہو تو مائیں ایسا ہی کرتی ہیں۔'' وہ مسکرائی تو میں بھی مسکرا دی کہ رشتہ تو پرفیکٹ ہی تھا۔

''کیا آپ کی امی نے بھی ایسا ہی کیا تھا؟''

''میری ماں تو جب میں گیارہ سال کی تھی اللہ کو پیاری ہو گئی تھی۔''

مجھے لگا کہ اس کی سبز آنکھوں میں نمی سی ہو۔

''ویسے دلہن بن کر آپ بھی کم پیاری نہیں لگ رہی ہوں گی۔''

''میں.....؟'' اس نے اپنی طرف اشارہ کیا اور پھر عجیب طرح سے ہنسی۔

''میں تو کچن میں آٹا گوندھ رہی تھی جب میری

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سوتیلی ماں نے بازو سے پکڑ کر اٹھایا، ایک دُھلا ہوا جوڑا میرے ہاتھ میں پکڑایا کہ جلدی سے بدل کر ڈرائنگ روم میں آجا نکاح ہے تیرا..... یوں نہ میں دلہن بنی، نہ سجی سنوری اور رخصت ہوگئی۔''

''اوہ.....'' میرے لبوں سے نکلا تھا اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی ماریہ آگئی۔ میری وہی دوست جس کی نند کی شادی تھی..... ہال میں آتے ہی میری اس سے ملاقات ہوچکی تھی اب وہ اس کی طرف متوجہ تھی۔

''آپی آپ اکیلی آئی ہیں؟ بھابی اور بھائی نہیں آئے کیا؟''

''بھائی تو ہانگ کانگ گئے ہوئے ہیں اور بھابی کو بخار تھا۔'' اس نے بتایا۔

''یہ ماہِ درخشاں ہے میری دوست اور اس کے میاں میرے میاں کے دوست.....'' ماریہ نے تعارف کروایا۔

''اور یہ فروا آپی ہیں..... ہماری پڑوسی ہیں، یہ میری دوست اور محسن بھی ہیں..... بتایا تھا ناں میں نے عثمان کی پیدائش کے وقت انہوں نے ہی میرا خیال رکھا تھا۔'' اس سے پہلے کہ وہ مزید تفصیل بتاتی کسی نے اسے بلالیا تو وہ معذرت کرتی ہوئی چلی گئی اور میں سوچنے لگی کہ ماریہ شادی سے فارغ ہوجائے تو میں اس کی ان فروا آپی کے متعلق تفصیل پوچھوں گی..... آخر انہیں آفاق عمر وہ نام ناپسند تھا جو نام مجھے دنیا میں سب سے زیادہ پسند تھا اور اس نام کے بندے سے عشق تھا مجھے... تب ہی کھانا کھل گیا اور ایک ہڑبونگ مچ گئی۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ پہلے کھانے تک پہنچے۔

''آپ کھانا لینے نہیں جائیں گی؟'' میں نے پوچھا تو اس نے جو بہت اطمینان سے تھوڑا سا آگے جھکی میری بیٹی عالین سے باتیں کررہی تھی، میری طرف دیکھے بغیر کہا۔

''یہ دھکم پیل مجھے پسند نہیں ہے..... رش کم ہوا تو کچھ لے آؤں گی۔'' وہ جواب دے کر پھر بچوں کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔ اور میرے بچے تو تھے ہی باتونی ذرا انہیں چھیڑنے کی دیر ہوتی تھی پھر جو اُن کی کہانیاں شروع ہوتیں تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی تھیں۔ میں نے دیکھا کچھ خواتین تو اپنی، اپنی پلیٹوں میں چاولوں اور چکن کے پہاڑ کھڑے کیے اپنی، اپنی ٹیبلز کی طرف جارہی تھیں لیکن کچھ وہاں ہی ٹیبلز کے گرد براجمان تھیں حالانکہ پلیٹیں بھر چکی تھیں..... لیکن خوب سے خوب تر کی تلاش میں کھڑی تھیں یا پھر اس خوف سے ہل نہیں رہی تھیں کہ ہٹیں تو مزید کچھ نہیں ملے گا۔ میں جانتی تھی یہ رش کم نہیں ہونا..... میں اکیلی آئی تھی، آفاق بھی نہیں تھے اور ابھی تک مجھے اکیلے رات کے وقت ڈرائیو کرتے ہوئے خوف آتا تھا چنانچہ میں اٹھی اور پہلے بچوں کی پلیٹوں میں چکن کا ایک، ایک پیس اور ایک نان کا پیس رکھا ساتھ میں کولڈ ڈرنکس اور میرے بچوں کا ڈنر مکمل تھا۔ چاول انہیں کچھ خاص پسند نہیں تھے۔

''آپ کے لیے لادوں کچھ؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

لمحہ بھر کے تذبذب کے بعد اس نے کہا۔

''ذرا سا مٹن کا قورمہ اور ایک نان کا پیس.....''

میں اپنا اور ان کا کھانا لے آئی تھی۔ یوں تو مجھے پلاؤ اور بریانی بہت پسند ہے لیکن گھر کی..... شادیوں کا پلاؤ تو میرے حلق میں پھنس جاتا ہے سو میں اپنے لیے بھی تھوڑا سا مٹن کا شوربہ اور نان لے آئی تھی..... کھانا کھاتے ہوئے وہ خواتین کی بھری پلیٹوں اور ان کے کھانے کے انداز پر دلچسپ تبصرہ کررہی تھی گیا ڈھلے ڈھلائے اور برجستہ جملے اس کے لبوں سے نکل رہے تھے..... یعنی خاتون کافی دلچسپ شخصیت کی مالک تھی۔

''آنٹی آپ ہمارے گھر آیئے گا۔'' دونوں باتونی اپنا کھانا ختم کرکے شروع ہوچکے تھے۔

''میں آپ کو اپنی تصویروں والی البم دکھاؤں گی۔'' عالین کہہ رہی تھی۔

''اور میں اپنے ٹکٹوں کی.....'' ارتضیٰ کیوں پیچھے رہتا۔

''آنٹی کو تنگ مت کرو۔'' میں قلفہ ایک بڑی پلیٹ میں لے آئی تھی اور سب کی پلیٹوں میں ایک،

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ایک چیخ ڈال رہی تھی۔

''نہیں، میں بچوں سے تنگ نہیں ہوتی۔''

''آنٹی ہمارے گھر آئیں گی۔'' ارتضیٰ نے بتایا۔

''ضرور مجھے خوشی ہوگی آپ کے آنے پر۔'' میں نے بیٹھتے ہوئے کہا..... اور انہیں بہت خلوص سے گھر آنے کی دعوت دی۔

''عموماً لوگ مجھ سے مل کر زیادہ عرصہ خوش نہیں رہتے۔''

''اتنی حقیقت پسندی.....؟'' میرے اندر کھد بد ہو رہی تھی، ہلچل سی مچی تھی۔ ایک کردار میرے سامنے تھا بس مجھے اسے کریدنا تھا اور ایک شاہکار کہانی لکھ کر دس سال بعد ماہِ درخشاں پھر ادب کی دنیا میں قدم رکھنے والی تھی۔ دس سالوں میں قارئین تو ماہِ درخشاں کا نام تک بھول چکے ہوں گے اور پھر میں نے دس بارہ کہانیاں لکھ کر کون سا تیر مار لیا تھا جو یاد رکھی جاتی تیر تو مجھے اب مارنا تھا بس ٹھیک نشانے پر بیٹھ جائے۔

پتا نہیں میں نے دو تین دن کیسے صبر کیا تھا ورنہ دل تو یہی چاہتا تھا کہ اسی دن ماریہ کو پکڑ کر کسی کونے میں لے جاؤں اور ساری کہانی دریافت کرلوں..... آفاق واپس آگئے تھے..... ان کی والدہ ٹھیک تھیں اور حیرت کی بات تھی کہ مجھے دھیان سے نہ دیکھنے والے آفاق نے بھی میری بے چینی نوٹ کی۔

''کیا بات ہے رخشی؟'' وہ مجھے کچھ عرصے سے رخشی بلانے لگے تھے۔ بقول ان کے اتنا بڑا نام ماہِ درخشاں بلاتے ہوئے اصل بات ہی بھول جاتی ہے۔

''کچھ بے چین لگ رہی ہو؟''

''کچھ نہیں.....'' میرا دل بلیوں اچھلا.....

آفاق بظاہر بے نیاز پر درحقیقت پوری طرح متوجہ تھے۔

''ایسے ہی کچھ سوچ رہی تھی۔''

''کیا سوچ رہی تھیں؟''

''اماں، ابا سے ملے کافی دن ہوگئے ہیں۔ کیوں ناں کسی ویک اینڈ پہ اسلام آباد چلیں۔ ایک، دو چھٹیاں لے لیں گے۔''

''ہاں کیوں نہیں چلے چلیں گے۔'' وہ اپنی کتاب کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ اور میں ریلیے کے تین دن بعد ہی ماریہ کے پاس پہنچی ہوئی تھی۔ ماریہ مجھے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ میں بہت کم ماریہ کی طرف جاتی تھی کہ زیادہ روابط نے ہمیشہ مجھے اذیت ہی دی۔ ماریہ کا حیران ہونا فطری تھا۔ تاہم وہ خوش ہوئی تھی۔ اس کا میاں آفس جا چکا تھا اور وہ جلدی، جلدی پھیلاوا سمیٹ رہی تھی۔

''بچوں کو اسکول چھوڑا تو سوچا اس وقت تم سے گپ شپ لگالوں ورنہ بچے اسکول سے آجائیں تو پھر گھر سے نکلا ہی نہیں جاتا۔''

''یہ تم نے صحیح کیا کہ آگئیں ورنہ پھر بچوں کے آنے کے بعد تو وقت ہی نہیں ملتا..... میرا تو ایک ہی بیٹا ہے ابھی لیکن کیا بتاؤں، ایک ٹانگ پر کھڑا رکھتا ہے مجھے۔'' کچھ دیر تک بچوں کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر چائے پیتے ہوئے میں نے سرسری انداز میں فروا کے متعلق پوچھ لیا۔

''ارے ہاں، وہ فروا آپی..... تھوڑی سی منہ پھٹ ہیں، تم نے ان کی کسی بات کا برا تو نہیں مانا؟'' ماریہ کا انداز معذرت طلب تھا۔

''ارے نہیں، مجھے تو وہ بہت اچھی لگیں اور میرے بچے تو انہیں بہت یاد کررہے تھے کہ کسی روز فروا آنٹی کی طرف چلیں۔''

''ہاں بچوں سے بہت پیار کرتی ہیں۔'' ماریہ مسکرائی۔

''میرے عثمان سے بھی بہت پیار کرتی ہیں، میری تو محسن ہیں وہ، کوئی انہیں کچھ بھی کہے میں اُن کی بہت عزت کرتی ہوں..... شاید میں نے تمہیں بتایا تھا کہ عثمان کی پیدائش پر میری امی حج پر گئی ہوئی تھیں اور گڑیا ان دنوں میری بڑی نند کے پاس کراچی گئی ہوئی تھی..... میں گھر میں اکیلی تھی..... ڈاکٹر نے جو ڈیٹ دی تھی اس سے پہلے ہی امی نے آجانا تھا لیکن میری طبیعت پہلے ہی خراب ہوگئی..... فروا آپی کو ہمارے پڑوس میں آئے چند دن ہی ہوئے تھے، میری ملازمہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لڑکی نے ان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا..... سلیمان کے آفس سے آنے سے پہلے فروا آپی مجھے اسپتال لے گئیں..... بہت ساتھ دیا..... انہوں نے میرا کسی اپنے کی طرح خیال رکھا..... رات کو اسپتال میں رہیں..... گھر آکر بھی امی کے آنے تک انہوں نے ہی عثمان کو سنبھالا..... میں ان کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتی۔"

"اور ان کے اپنے بچے نہیں ہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں..... اپنے بھائی اور بھابی کے ساتھ رہتی ہیں..... ایک بار ان کی بھابی نے ذکر کیا تھا کہ شادی ہوئی تو تھی لیکن ڈائیورس ہوگئی۔"

"اوہ....." مجھے افسوس ہوا۔

ماریہ کو اس سے زیادہ علم نہیں تھا۔ یوں بھی چار سال ہی ہوئے تھے فروا کو ان کے پڑوس میں آئے..... ماریہ کی شادی میری شادی کے تین، چار سال بعد ہوئی تھی۔ اور اس کا بیٹا عثمان اب تقریباً چار سال کا تھا۔

"کسی دن فروا کو لے کر آؤ ناں ہمارے گھر..... عالین اور ارتضیٰ بہت یاد کرتے ہیں، تمہیں پتا تو ہے میرے بچوں کا..... پہلی نظر میں ہی کسی کو پسند ناپسند کر دیتے ہیں اور ایک ہی ملاقات میں تمہاری فروا آپی نے انہیں اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔" میں نے فروا سے ملاقات کا کوئی راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔

"ضرور..... ذرا فرصت ملتی ہے تو....." ماریہ نے وعدہ کرلیا لیکن مجھے کچھ ایسا یقین نہیں تھا کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے گی..... آفاق عمر یقیناً اس کے شوہر کا نام ہوگا..... میں نے خود ہی دل میں فرض کرلیا اور چونکہ ڈائیورس ہوچکی تھی اس لیے اسے اس شخص کا نام برا لگنے لگا تھا۔ گھریلو ذمے داریوں میں کھو کر میں بھول گئی کہ ابھی چند دن پہلے فروا کو دیکھ کر مجھے ایک بار پھر لکھنے کا دورہ پڑا تھا لیکن حیرت انگیز طور پر ایک روز ماریہ، فروا کو لے کر آگئی۔ وہ عثمان کے لیے شاپنگ کرنے نکلی تھیں..... اور اِدھر بھی آگئیں اور یوں یہ ملاقات بہت ساری ملاقاتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

میں ہولے، ہولے اسے جاننے لگی..... اس سے ہر ملاقات میرے تجسس کو بھڑکا گئی..... مزید جاننے کے لیے اکساتی..... اندر کہیں اس کے کردار پر کوئی شاہکار کہانی تخلیق کرنے کی خواہش مچلتی لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ مجھے اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل کرلے..... لیکن اس نے کہا۔" وہ دوستیاں پالنے کی قائل نہیں ہے۔ زیادہ تر لوگ دوست بنانے کے قابل نہیں ہوتے..... دوغلے، خود غرض اور منافق....." مجھے اس کی بات سے اتفاق تھا میں بھی یہی سمجھتی تھی۔

"گو دنیا اچھے اور مخلص لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ دوغلے، خود غرض اور منافق لوگ کم ہیں لیکن میں اچھی "پارکھ" نہیں ہوں۔" میں نے اس سے کہا۔

"میرے ہاتھ ہمیشہ کنکر، پتھر ہی آئے..... سچے موتی کبھی نہ ملے مجھے..... میں نے ہمیشہ انہیں اپنا دوست سمجھا جو کبھی میرے دوست نہ تھے۔ جن کا میرے ساتھ صرف غرض کا رشتہ تھا اور غرض کے رشتے ہمیشہ دکھ ہی دیتے ہیں۔"

مجھے زوبیہ نثار یاد آئی تھی۔

"میں بھی اچھی پارکھ نہیں ہوں۔"

وہ مسکرائی۔

"لیکن میں حساب برابر کرلیتی ہوں۔"

"یعنی.....؟"

اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"جو مجھ سے جتنا برا کرتا ہے، میں بھی اس سے اتنا ہی برا کرتی ہوں اور حساب برابر کرلیتی ہوں سو اگر میں انہیں دوغلا اور خود غرض کہتی ہوں تو وہ بھی مجھے دوغلا اور خود غرض سمجھتے ہیں..... میں ہاتھ کے ہاتھ حساب برابر کردیا کرتی ہوں۔"

"اس کا کیا فائدہ ہوا بھلا؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"اس کا فائدہ یہ ہے کہ میرے دل میں دکھ کا کوئی کانٹا نہیں چبھا ہوا جو تمہارے دل میں چبھے ہیں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تمہیں اب بھی کسک دیتے ہیں جبکہ میں اس کانٹے کو فوراً ہی نکال پھینکتی ہوں۔'' ''حیرت انگیز کردار.....'' میں نے سوچا اور مجھے زوبیہ نثار یاد آئی اور مجھے آمنہ غنی کا بھی خیال آیا جو میری کالج فیلو تھی..... ہائے کتنے سارے کانٹے چبھے تھے میرے دل میں۔

''منتقم مزاج.....'' اس روز میں نے اپنی شاہکار کہانی کے کردار کے متعلق پہلا پوائنٹ ایک کاغذ پر لکھا جو میں نے اپنی بیٹی کی کاپی سے پھاڑا تھا۔ دس سالوں میں کاغذ قلم سب قصۂ پارینہ بن چکے تھے۔ ''خیر ایک، دو روز تک مارکیٹ جا کر اچھا سا قلم اور کاغذ خرید لاؤں گی۔'' میں نے دل میں فیصلہ کیا۔

''اور تمہارا ہسبینڈ..... کیا وہ تمہارے ساتھ فیئر ہے؟ وہ تو تمہاری دوستوں کی طرح دوغلا اور منافق نہیں؟'' اس نے پوچھا اور میرا چہرہ خوشی اور فخر سے تمتما اٹھا اگر میں زبان نہ بھی ہلاتی تو فروا کو پتا چل جاتا لیکن میں نے پورے جوش و خروش سے اسے بتایا۔

''آفی بہت اچھے ہیں۔''

کبھی آفاق کے سامنے آفی کہنے کی جرأت نہ ہوئی تھی لیکن اب کہنے میں کیا حرج تھا۔

''پھر تو تم واقعی لکی ہو..... یہ فرینڈز، سہیلیاں سب عارضی اور فضول..... اصل رشتہ تو میاں، بیوی کا ہی ہوتا ہے اور اس رشتے میں اگر خلوص اور سچائی ہے تو تم دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکیوں میں سے ایک ہو۔'' اس نے فراخدلی سے کہا اور میں پوری طمانیت سے مسکرائی۔

''آف کورس.....'' وہ ہولے، ہولے مجھ پر کھل رہی تھی زبان سے انکار کرنے کے باوجود اس نے دل سے مجھے دوست تسلیم کر لیا تھا۔ تب ہی تو اپنی ذات کے حوالے سے باتیں کرنے لگی تھیں۔ اکثر اس کی کوئی نہ کوئی بات مجھے چونکا دیتی تھی اور میرے اس یقین پر مہر لگ جاتی کہ ہاں یہی وہ کردار ہے جس پر مجھے ایک شاہکار کہانی لکھنی ہے..... وہ واقعی کچھ مختلف تھی اس کی اکثر باتیں مجھے حیران کرتی تھیں۔

''وہ کچھ تلخ بھی تھی اور منہ پھٹ بھی۔'' ماریہ کی یہ بات بالکل صحیح تھی۔

وہ میرے گھر کم ہی آتی تھی، ماریہ کے ساتھ آنے کے بعد صرف دو بار آئی تھی وہ بھی کھڑے، کھڑے بچوں سے ملنے..... بچوں سے اسے بہت پیار تھا۔ اس کی بھابی اکثر بیمار رہتی تھیں، اس لیے وہ گھر سے کم ہی نکلتی تھیں۔ میں ہی کبھی کبھار چلی جاتی تھی، کبھی اکیلی، کبھی بچوں کے ساتھ..... بچوں سے مل کر وہ بہت خوش ہوتی شاید اس لیے کہ اس کے بھائی کی بھی اولاد نہیں تھی۔

''بچے بہت خالص ہوتے ہیں، ان کے من میں کھوٹ نہیں ہوتا اور انہیں منافقت نہیں آتی۔'' اس کا کہنا تھا۔

اس روز میں بچوں کو آفاق کے پاس چھوڑ کر اکیلی ہی چلی آئی تھی۔ آفاق اگرچہ میری اس نئی دوستی پر حیران ہوئے تھے لیکن کہا کچھ نہیں تھا۔

''تم بچوں کو بھی لے آتیں ماہی.....'' اس نے دوبارہ کہا تو بے اختیار میرے لبوں سے نکلا۔

''آپ شادی کر لیتیں تو آپ کے بھی بچے ہوتے۔''

''ضروری نہیں..... ہو سکتا ہے بھائی کی طرح میں بھی بے اولاد ہی رہتی..... شادی ہوئی تو تھی..... شاید بتایا تھا میں نے تمہیں۔''

میرے اندر کھد بد ہونے لگی، آج موقع تھا کہ میں اس کے متعلق کچھ جان لیتی، اس کی بھابی بھی گھر پر نہیں تھیں۔

''اوہ تو پھر.....؟'' میں نے اس کی طرف دیکھا۔

''طلاق ہو گئی تھی۔'' اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔

''کیا وہ.....'' میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''تم غلط سوچ رہی ہو۔'' اس نے شاید میری سوچ پڑھ لی تھی۔

''مونس بہت اچھا تھا۔''

''مونس.....؟'' میں نے سوالیہ نظروں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اسے دیکھا۔

''مونس میرے شوہر کا نام تھا۔''

اس نے بتایا تو میرا یہ خیال بھی غلط ہوگیا کہ اس کے شوہر کا نام آفاق عمر ہوگا اور اس نے غالباً اس پر بہت ظلم وتشدد کیا ہوگا۔

''دراصل ہم دونوں ہی کم عمر تھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑ پڑتے تھے۔ میری جب شادی ہوئی تو میں فرسٹ ایئر میں تھی۔ سولہ سال تقریباً میری عمر تھی..... میں نے تمہیں بتایا تھا ناں کہ بس اچانک ابا اپنے ایک دوست، مونس اور نکاح خواں وغیرہ کے ساتھ آئے اور میرا نکاح کر کے مجھے رخصت کر دیا۔ ابا کے دوست بیمار تھے، بقول ابا کے..... چند دنوں کے مہمان..... اِدھر میرے ابا کو شاید بری طرح سوتیلی ماں کے احتجاج کا کچھ ڈر خوف تھا کہ انہوں نے چپکے، چپکے سب کچھ طے کیا۔ نکاح نامہ تیار تھا بس میرے دستخط ہونے تھے۔ میں تو حیرانی، حیرانی میں ہی ابا کے دوست کی موٹر میں بیٹھ گئی تھی لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر مونس مجھے پسند نہیں آیا تو صبح ہی گھر واپس آجاؤں گی لیکن جب میں نے مونس کو دیکھا تو حیران رہ گئی وہ تو شہزادوں جیسا تھا۔ بی اے میں پڑھ رہا تھا، مجھ سے تین چار سال ہی تو بڑا ہوگا۔''

''آپ کی شادی تو بہت کم عمری میں ہوئی..... میں تو یونیورسٹی میں تھی جب میری شادی ہوئی اور میں سمجھتی تھی کہ اماں نے اتنی جلدی شادی کر کے میرے ساتھ ظلم کیا ہے۔'' میں نے کہا تو وہ مسکرادی۔

''پہلے تو میں نے بھی یہی سمجھا تھا..... دراصل نہ میرے ابا نے اور نہ مونس کے ابا نے اپنی، اپنی بیویوں سے مشورہ کیا..... میری تو خیر سوتیلی ماں تھیں لیکن مونس کی تو سگی تھیں اور دو بہنیں بھی تھیں..... وہ خوش نہیں تھیں۔ میری اماں تو خیر انگاروں پر لوٹ رہی تھیں کہ اتنا اچھا بر مجھے مل گیا جبکہ اس کے پہلے خاوند کی بیٹی جو عمر میں مجھ سے بڑی تھی ابھی تک اس کا رشتہ نہیں ہوا تھا..... پر میں تو بہت خوش تھی، مونس کی وارفتگیاں، محبتیں۔ مجھے تو لگتا تھا میں جنت میں آگئی ہوں۔ لیکن شادی کے صرف ایک سال سات ماہ بعد یہ جنت مجھ سے چھن گئی۔'' میں دکھ اور تاسف سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''صرف ایک سال سات ماہ بعد.....''

وہ تھوڑا سا ہنسی..... بڑی تلخ اور عجیب سی ہنسی تھی۔

''مونس کے ابا کا انتقال میری شادی کے ایک ماہ بعد ہی ہوگیا تھا اور اس کی اماں اور بہنیں مونس کو ہر وقت اکساتی رہتیں اور ہماری لڑائی ہوجاتی۔ اس روز بھی اماں کے اکسانے پر مونس نے مجھ سے لڑائی کی تھی اور پھر اس نے مجھے گالی دی۔''

''دیکھو مونس، مجھے گالی مت دو، نہیں تو میں بھی تمہیں گالی دوں گی۔'' میں آرام سے بیڈ پر بیٹھی کپڑے تہ کر رہی تھی۔ اس نے پھر مجھے گالی دی تو پلٹ کر میں نے وہی گالی اسے دے دی تو اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا مارنے کے لیے تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا..... اور کہا.....

''مجھ پر ہاتھ مت اٹھانا کہ جو تھپڑ تم مجھے مارو گے ایسا ہی تھپڑ میں تمہیں ماروں گی۔'' اور اس نے وہاں ہی کھڑے، کھڑے لمحوں میں مجھے فارغ کر دیا..... بات ختم.....'' وہ خاموش ہوئی تو میں حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''دراصل میں نے کبھی کسی کا حساب نہیں رکھا فوراً بے باق کر دیتی ہوں یعنی جو میرے ساتھ جیسا کرتا ہے میں بھی ویسا ہی کرتی ہوں، بچپن سے ہی یہ میری نیچر ہے۔'' وہ مسکرائی تھی اور میں ساکت بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی..... اکثر مردوں کی عادت ہوتی ہے، گالیاں دینے اور بیویوں پر ہاتھ اٹھانے کی لیکن اتنی سی بات پر کوئی گھر تو برباد نہیں کرتا..... وہ واقعی عجیب تھی اسے اس بات کا کوئی پچھتاوا نہیں تھا..... نہ ہی کوئی ندامت تھی کہ اس نے مونس کو گالی کیوں دی..... اس نے بدلہ اتار لیا تھا۔

وہ میرے لیے چائے بنا کر لے آئی تھی اور ساتھ میں شامی کباب اور رول تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس نے زبردستی میری پلیٹ میں ایک کباب رکھا۔

''پسند نہ آیا تو صاف بتا دینا..... مجھے جھوٹی تعریف پسند نہیں ہے..... یہ میں نے کل ہی بنائے تھے، ویسے تو میں نے چاکلیٹ کیک بھی بنایا تھا لیکن وہ میں نے عثمان کے لیے رکھا ہوا ہے..... اس لیے سوری تمہارے لیے نہیں لا سکی۔''

وہ اتنی ہی صاف گو تھی۔

''ٹھیک ہے.....'' میں نے کباب تھوڑا سا توڑا۔

''میں جھوٹی تعریف نہیں کروں گی..... مجھے بھی جھوٹ سے نفرت ہے۔'' کباب واقعی لذیذ تھا..... میں نے تعریف کر دی وہ مسکرائی اور بغور مجھے دیکھا۔

''تمہیں شاید بہت حیرت ہو رہی ہے کہ میں نے مونس کو جوابی گالی کیوں دی..... تو یہ میری فطرت ہے..... میں کسی کی اپنے ساتھ کی گئی زیادتی برداشت نہیں کر سکتی جب تک بدلہ نہ لے لوں مجھے چین نہیں آتا۔'' اس روز وہ بہت موڈ میں تھی..... ورنہ بہت کم بات کرتی تھی زیادہ تر بچوں کے ساتھ لگی رہتی تھی۔

''جب میں چھوٹی سی تھی۔'' اس نے چائے کی پیالی میری طرف بڑھائی۔

''تو میں دیکھتی تھی ابا، اماں پر بہت غصہ کرتے تھے۔ انہیں گالیاں دیتے اور مارتے تھے۔ تب میں حیران ہوتی تھی کہ اماں بھی انہیں گالیاں کیوں نہیں دیتیں اور اس طرح کیوں نہیں مارتیں جس طرح وہ انہیں مارتے ہیں..... چپ چاپ گالیاں سنے چلی جاتیں، مار کھائے جاتیں..... اور جب میں دس سال کی تھی تو میں نے ایک روز اماں سے کہا۔

''آپ ابا کی گالیاں کیوں سنتی ہیں اور مار کیوں کھاتی ہیں..... اگر وہ آپ کو گالیاں دیتے ہیں تو آپ بھی انہیں ایسی ہی گالیاں دیں..... وہ آپ کو تھپڑ لگائیں تو جواباً آپ بھی ایسا ہی کس کے تھپڑ لگائیں تو وہ پھر کبھی آپ کو گالیاں نہیں دیں گے اور نہ ہی ماریں گے۔''

''اماں نے میرے مشورے پر عمل کیا کرنا تھا الٹا مجھے ہی دھنک کر رکھ دیا۔ لیکن اس روز میرے اندر چھپی ہوئی فطرت مجھ پر عیاں ہو گئی تھی، وہ میری اماں تھیں اور مجھے ان سے بہت محبت تھی چونکہ وہ خود کچھ نہیں کر سکتی تھیں اس لیے میں چپکے سے ان کا بدلہ لے لیا کرتی تھی۔ جب، جب ابا، اماں کو مارتے' میں ابا کی کوئی چیز توڑ دیتی جیسے ان کا پارکر قلم، ان کی رسٹ واچ، ایک بار تو میں نے ان کا لیدر کا قیمتی والٹ اٹھا کر آگ میں ڈال دیا..... ایک بار ان کے کپڑوں پر سیاہی گرا دی، یہ سب بظاہر اتفاق لگتا تھا لیکن میں پوری منصوبہ بندی کے ساتھ سب کرتی تھی اور کبھی کسی کو پتا نہیں چلا۔''

اس کے باریک ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی..... بڑی پُراسرار سی مسکراہٹ تھی..... میں نے پھریری سی لی اور مجھے اس سے خوف محسوس ہوا لیکن میں نے ظاہر نہیں کیا۔

''اماں کو ابا جس طرح بے دردی سے مارتے تھے اور میں جو ابا کا نقصان کرتی تھی، یہ برابر کا حساب تو نہیں تھا لیکن کچھ تسکین ہو جاتی تھی مجھے..... اب میں ابا کو اس طرح لاتوں اور گھونسوں سے مار تو نہیں سکتی تھی ناں..... ایک روز اماں، ابا چھت پر سیڑھیوں کے پاس کھڑے تھے۔ اماں نے پتا نہیں کیا کہا تھا کہ ابا نے انہیں لات ماری اور وہ سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئی نیچے صحن میں آ گئیں..... صحن میں حمام پڑا تھا۔ اماں کو سخت چوٹیں آئی تھیں تین، چار ماہ اماں بستر پر ہی پڑی رہیں..... مجھے ابا پر بہت غصہ تھا..... میں نے بھائی سے کہا۔

''اللہ کرے ابا بھی اماں کی طرح ایک روز سیڑھیوں سے گر جائیں۔'' بھائی نے مجھے بہت ڈانٹا تھا۔

''اور ایک دن سچ مچ ابا سیڑھیوں پر پڑے کیلے کے چھلکے سے پھسل کر سیڑھیوں سے ایسے گرے کہ ٹانگ تڑوا بیٹھے۔''

''کیلے کا وہ چھلکا.....؟'' میں نے اس کی طرف دیکھا لیکن کچھ باتوں کے جواب لفظوں میں دینا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ضروری نہیں ہوتا۔ اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا تھا لیکن اسے جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی، مجھے جواب کا پتا تھا، مجھے یک دم اس سے خوف محسوس ہوا۔

''ماہِ درخشاں بی بی تم تو ایک منفرد اور انوکھے کردار کی تلاش میں تھیں، تو آخر مل گیا تمہیں وہ انوکھا کردار اب جان چھڑاؤ لیکن..... اب..... تو''میں تو کمبل کو چھوڑتا ہوں کمبل مجھے نہیں چھوڑتا'' والی بات ہوگئی تھی اگر میں اس سے بلاوجہ ہی قطع تعلق کر لیتی تو پتا نہیں وہ کیا کرتی میرے ساتھ۔''

''ابا میری اماں کی طرح صابر نہیں تھے..... خوب چلاتے اور ہائے، ہائے کرتے تھے، میں ان کی تکلیف پر رو اٹھتی آخر کو وہ میرے ابا تھے اور مجھے ان سے بھی بہت محبت تھی۔ اماں کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ مہروں کی تکلیف کی وجہ سے زیادہ کام نہیں ہوتا تھا ان سے..... میں اگرچہ دس ساڑھے دس سال کی تھی لیکن میں نے ابا کی بڑی خدمت کی..... کبھی مالش کرتی کبھی ٹانگیں دباتی..... ابا بہت خوش ہوتے تھے۔''

بات کرتے، کرتے یک دم اس نے میری طرف دیکھا.....

''تم ڈر رہی ہو مجھ سے؟'' بلا کی تیز نظر تھی اس کی۔ میں نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

''میں نے صرف بدلہ لیا ہے، ظلم کبھی کسی کے ساتھ نہیں کیا۔''

''ہر آدمی کی اپنی نیچر ہوتی ہے..... میرے ساتھ اگر کوئی برائی کرتا ہے تو میں کوشش کرتی ہوں کہ اسے بھول جاؤں اور اگر نہ بھی بھول سکوں تو کبھی میں اس کی برائی کا بدلہ اس کے ساتھ برائی کر کے نہیں دیتی..... ہاں اگر کوئی میرے ساتھ اچھا کرے تو میں وہ کبھی نہیں بھولتی اور کوشش کرتی ہوں کہ اس کے ساتھ زیادہ اچھا کروں.....''

''اچھی عادت ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''لیکن اس طرح حساب تو برابر نہ ہوا ناں..... حساب تو تب برابر ہوتا ہے ناں جب تم بھی ایسا ہی تھپڑ مار لو جیسا تمہیں مارا گیا ہے۔''

''ہاں شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں لیکن میں بس ایسی ہی ہوں۔''

سچ تو یہ ہے کہ اس روز میں خوفزدہ ہوگئی تھی کہ کہیں میری کوئی بات اسے بری لگ جائے اور..... میں کئی دن اس کی طرف نہ جا سکی تو وہ خود ہی چلی آئی..... ڈھیروں چیزیں لیے۔ بلیک فاریسٹ کیک، چاکلیٹ..... بچوں کے پسندیدہ برگر وغیرہ..... بچے بے حد خوش تھے۔ دراصل یہاں لاہور میں کوئی اپنا نہ تھا..... میں تو اکلوتی تھی اور آفاق کے بس ایک بڑے بھائی اور بھابی تھے سو بچے رشتوں کے ترسے ہوئے تھے اور کمی محسوس کرتے تھے..... آفاق اپنے دوستوں کے ہاں بھی کم ہی لے کر جاتے تھے کبھی، کبھی ماریہ کے ہاں چلے جاتے تھے۔ وہ بھی کوئی خاص بات ہو تو سو بچے فروا آنٹی کے گرویدہ تھے۔

''یہ اتنا تکلف کس لیے فروا.....؟''

''تمہارے لیے نہیں..... یہ سب بچوں کے لیے ہے جب تمہارے لیے کچھ لائی تو بدلہ اتار دینا..... اور ہاں، یہ اتنے دنوں سے تم نے چکر ہی نہیں لگایا؟''

''دراصل آج آفاق اسلام آباد گئے ہوئے ہیں، امی اور بھائی، بھابی سے ملنے اور پہلے بچوں کے ایگزامز کی وجہ سے بزی تھی..... سوچ رہی تھی کہ آفاق آجائیں تو چکر لگاتی ہوں۔''

یہ ٹھیک ہے کہ میں دل میں اس سے کچھ خوفزدہ ہوگئی تھی لیکن آفاق عمر کا معاملہ تو رہ ہی گیا تھا۔ یہ بھی تو کھوجنا تھا ابھی کہ وہ کون تھا۔ اس کے ابا، بھائی شوہر تینوں میں سے کسی کا نام آفاق نہ تھا۔ اب کہانی لکھتی یا نہیں لکھتی لیکن ایک عورت ہونے کے ناتے تجسس کرنا تو حق تھا ناں میرا.....

''ایسا کرنا اس سنڈے کو بچوں کو لے کر آجانا..... میں نے عثمان سے وعدہ کیا ہے چڑیا گھر دکھانے کا..... سب چلیں گے ماریہ اور عثمان بھی ہوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

دُہرا معیار

تقریب میں بیٹھی بھاری بھرکم خاتون بہت ہی تنگ قمیص اور تنگ سا فیشنی پاجامہ پہنے پاس بیٹھی عورت سے محوِ گفتگو تھیں اور آتی جاتی لڑکیوں پر کڑی نگاہ رکھتے ہوئے تبصرے بھی کرتی جارہی تھیں۔

''ارے بہن ہم تو بالکل پسند نہیں کرتے کہ ہماری لڑکیاں کالجوں میں جاکر پڑھیں۔ یہ دیکھو ناں کالج میں پڑھنے والی لڑکیوں کے ہاتھوں میں موبائل فون اور ان کے لباس دیکھو، توبہ..... توبہ..... آج کل کے حالات تو بہت ہی خراب ہوگئے۔''

پاس بیٹھی فرزانہ کی بیٹی بھی کالج میں پڑھتی تھی۔ اس لیے وہ بیچاری بھی دل ہی دل میں کسمسا کر رہ گئی کہ شاید یہ سب باتیں سنا رہی ہے لیکن وہ خاموش رہی کہ ایسی منہ پھٹ عورت سے کچھ بعید نہیں تھا کہ سب مہمانوں کے سامنے بحث شروع کردے وہ مسلسل بولتی رہی کبھی کسی لڑکی کے بالوں پر اعتراض کرتی تو کبھی کسی کے لباس پر..... کبھی کسی کے موبائل پر..... اور کبھی کسی کی چال پر..... یعنی کہ اس کی نظر سے کوئی لڑکی نہ بچی ہوئی تھی..... بور ہوکر فرزانہ اٹھنے ہی لگی تھی کہ ایک دم گانے کی آواز گونجی اور اسٹیج پر کوئی نوعمر لڑکی ڈانس پرفارمنس کرنے لگی۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن سنڈے کو تو آنی بھی گھر پر ہوں گے۔'' میں آنی کہنے کی حسرت یوں ہی پوری کیا کرتی تھی کیونکہ آفاق نے ابتدائی دنوں میں ہی صاف، صاف کہہ دیا تھا کہ انہیں اچھا بھلا نام بگاڑنا بالکل پسند نہیں ہے۔

''تو.....؟'' اس نے بھویں اچکائیں۔

''وہ بھی تو تمہیں چھوڑ کر اپنے دوستوں، یاروں کی طرف جاتے ہوں گے۔''

''ہاں یہ تو ہے۔''

''تو پھر ایک روز تم بھی انہیں گھر چھوڑ کر چلی آؤ..... کچھ تو حساب برابر ہوگا۔'' وہ ہنسی..... ''بچے خوش ہوجائیں گے۔''

''ماما..... ماما پلیز چلیں ناں.....'' ارتضیٰ نے میرے گلے میں بانہیں ڈال دی تھیں۔

''ہم نے بھی چڑیا گھر نہیں دیکھا۔'' عالین نے بھی ملتجی نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں مسکرائی تو ارتضیٰ نے جھٹ میرے رخساروں کو چوم لیا..... عالین بھی میرے گلے میں بانہیں ڈال کر لٹک گئی..... اور مجھ سے پیار وصول کرکے دونوں فروا کو چمٹ گئے۔

آفاق نے کبھی کسی بات سے مجھے منع نہیں کیا تھا سو جانے کی اجازت دے دی اور سچ تو یہ ہے کہ اس روز بچوں نے بہت انجوائے کیا..... ماریہ کو جلد ہی واپس جانا پڑ گیا تھا۔ اسے میاں کے ساتھ کہیں جانا تھا..... فروا نے اس روز لطیفے سنا، سنا کر مجھے بھی خوب ہنسایا تھا۔ اتنا تو میں پوری زندگی میں نہیں ہنسی تھی۔ بظاہر کرخت نظر آنے والی اور تلخ گفتگو کرنے والی فروا کے اندر ایک ہنسنے ہنسانے والی فروا بھی چھپی ہوئی تھی ہنسانے کے علاوہ اس نے اپنے چند واقعات سنا کر خوفزدہ بھی کیا تھا۔ مثلاً جب پہلی بار اس کی سوتیلی ماں نے اسے مارا تو وہ صرف بارہ سال کی تھی، وہ اسے مار نہیں سکتی تھی اس لیے اس نے اس کے تمام قیمتی کپڑے قینچی سے کاٹ ڈالے تھے۔ ایک بار اس نے اسے بالوں سے پکڑ کر جھونٹے دیے تو وہ جب سو رہی تھی تو اس نے اس کی چٹیا کاٹ ڈالی..... کئی بار ہانڈی میں مٹھی بھر کر نمک ڈال دیا، اس کا پسندیدہ سوٹ استری سے جلا ڈالا..... ایسے بہت سارے واقعات سناتے ہوئے وہ خوب ہنسی تھی۔ سب کا خیال تھا کہ شاید گھر میں کوئی جنات آگئے ہیں جبکہ وہ تو حساب برابر کررہی تھی۔

اتنے بہت سارے قصوں میں آفاق عمر کا تو کہیں نام تک نہیں تھا اور یہ نام میرے حلق میں اٹکا ہوا تھا.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دکھانے لگی۔ وہ لڑکی اپنا ایک، ایک انگ ہلا، ہلا کر سب کو متاثر کرنے لگی۔

گلے میں پڑا دوپٹا گلے کے ساتھ لگا کر وہ ٹھمکے پہ ٹھمکے لگانے لگی۔ وہاں سیکڑوں لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی لڑکی نہایت بے باکی کا مظاہرہ کر رہی تھی..... جس پر وہ بھاری بھرکم عورت نہایت خوشی سے چہکارتے ہوئے فرزانہ کا ہاتھ تھام کر اسے واپس بٹھاتے ہوئے گویا ہوئی۔

''ارے کہاں جا رہی ہو، بیٹھو تو ذرا، دیکھو میری بیٹی بہت اچھا ڈانس کرتی ہے۔ بہت پریکٹس کی ہے اس نے..... اس فنکشن کے لیے دیکھو، دیکھو.....'' وہ اپنی بیٹی کو ڈانس کرتے دیکھ کر تالیاں بجانے لگی۔ اور پاس کھڑی لڑکی کو اپنا موبائل پکڑاتے ہوئے بولی۔ ''جا بیٹی اس کی ویڈیو بنالا۔''

فرزانہ اس دوہرے معیار پر ہونقوں کے مانند اس عورت کا منہ تکنے لگی۔ جس پر وہ مزید ہنستے ہوئے بولی۔

''دراصل ابھی میری بیٹی چھوٹی ہے اس لیے اس پر زیادہ پابندیاں نہیں لگاتے۔'' فرزانہ اس عورت کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

تحریر: آسیہ شاہین، چکوال

پتا نہیں کیوں میں اتنی تجسس ہو رہی تھی۔ حالانکہ شاہکار کہانی لکھنے کا جوش خاصا ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ ایسے کردار پر کہانی لکھنا آسان نہ تھا لیکن پھر بھی آفاق عمر کے متعلق جاننے کا تجسس مجھے اکثر اس کے پاس لے جاتا تھا۔

اب پتا نہیں آفاق عمر ایک شخص کا نام تھا یا وہ علیحدہ اشخاص تھے۔ شاید یہ تجسس، تجسس ہی رہتا جو ایک روز وہ خود ہی آفاق کا ذکر نہ کرتی..... اس روز آفاق اپنے آفس کے کام سے کراچی گئے ہوئے تھے۔ تقریباً دو ہفتے کے لیے..... مجھے ہلکا سا فلو تھا..... بچوں نے اسے فون کر کے بلا لیا کہ ماما بیمار ہیں اور پاپا گھر پر نہیں..... بچوں کے اب اپنی فروا آنٹی سے ڈائریکٹ رابطے تھے۔

''ارے، کیا ہو گیا ماہی.....؟ بچوں نے بتایا تو گھبرا گئی میں۔'' وہ بھاگی چلی آئی تھی۔ میں بچوں کے لیے فرنچ فرائز بنانے کے لیے آلو کاٹ رہی تھی۔

''کچھ نہیں، بس معمولی سا فلو ہے، یہ بچے بھی بس خواہ مخواہ۔''

''خواہ مخواہ کہاں..... ٹھیک ٹھاک ٹمپریچر بھی ہے۔'' اس نے میرے ہاتھ سے چھری لے لی اور زبردستی مجھے کچن سے باہر نکال دیا..... اور بچوں کے لیے فرنچ فرائز کے ساتھ میرے لیے یخنی بھی چڑھا آئی۔

''ڈاکٹر کی طرف چلیں؟'' اس نے بچوں کے سامنے فرنچ فرائز کی پلیٹیں رکھیں۔

''ارے نہیں فروا، میں نے دوا لے لی تھی۔''

فروا سے بات کر کے میں نے بچوں سے کہا۔

''بچوں چپس کھا کر ہوم ورک بھی کرنا ہے۔''

''ہم نے ہوم ورک کر لیا تھا جب آپ سو رہی تھیں۔'' عالین نے بتایا تو ارتضیٰ دوڑ کر اپنے بیگ سے اپنی نئی کاپی نکال کر لے آیا..... اور فروا سے کہا۔

''آنٹی اس پر میرا نام لکھ دیں اچھا سا.....'' عموماً آفاق ہی نام وغیرہ لکھ کر دیتے تھے کیونکہ میری رائٹنگ اچھی نہیں تھی۔

فروا نے کاپی لے لی۔

''میتھس کی کاپی ہے۔'' ارتضیٰ ساتھ، ساتھ ہدایات بھی دے رہا تھا۔

''کلاس ون۔ اے۔''

''ارے، آپ نے میرا پورا نام نہیں لکھا؟'' ارتضیٰ نے جھک کر دیکھا۔

''ارتضیٰ آفاق لکھیں ناں.....''

''مما سے لکھوالو.....'' اس نے کاپی میری طرف بڑھائی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مما کی ہینڈ رائٹنگ اچھی نہیں ہے، آپ ہی لکھ کر دیں۔'' ارتضیٰ نے ضد کی۔

''بے وقوف آنٹی کو آفاق نام پسند نہیں ہے۔'' عالین نے عقلمند بنتے ہوئے ہال میں فروا کی کہی بات یاد دلائی۔

''کیوں پسند نہیں ہے؟'' وہ بات جو میں چاہت کے باوجود نہیں پوچھ سکی تھی، میرے بیٹے نے پوچھ لی تھی۔

''ایسے ہی مذاق کیا تھا میری جان..... لاؤ دو لکھ دوں.....'' اس نے ارتضیٰ سے کاپی لے کر نام لکھ دیا۔

''یہ بچے بھی ناں زچ کر دیتے ہیں۔'' میں نے معذرت طلب نظروں سے فروا کی طرف دیکھا..... اور بچوں کو اٹھ کر کارٹون لگا کر دیے اور فروا سے کہا کہ بیڈ روم میں چلتے ہیں، سکون سے بات کر سکیں گے، وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''سوری فروا، یہ رضی بھی کبھی، کبھی بہت تنگ کرتا ہے۔''

''ارے نہیں، بچے تو من کے سچے ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں۔''

''مجھے واقعی اس نام سے چڑ ہے..... کبھی یہ نام میری زندگی تھا؟'' اس نے ایک گہری سانس لی۔

''اور اب یہ نام میرے دل میں کسی خنجر کی طرح چبھا ہوا مسلسل تکلیف دیتا ہے اور تب تک دیتا رہے گا جب تک میں اس کی بے وفائی کا مزہ نہ چکھا دوں اسے..... مجھے اس نام سے نفرت ہے، سوری ماہی تم برا نہیں منانا۔''

میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

''تمہارے میاں کا نام بھی آفاق عمر ہے اس نام کے نہ جانے کتنے اور بندے ہوں گے اس دنیا میں اور ہو سکتا ہے وہ سب بھی تمہارے میاں کی طرح اچھے ہوں خود میرے ایک سیکنڈ کزن عمر کا بیٹا آفاق عمر بہت اچھا ہے، بہت عزت کرتا ہے میری لیکن میری زندگی میں جو آفاق عمر آیا تھا اس نے مجھے اس نام سے نفرت کروا دی ہے۔''

''یہ آفاق عمر آپ کا کون تھا؟'' میں بالآخر وہ راز جاننے والی تھی جس نے کئی دنوں سے مجھے مضطرب کر رکھا تھا۔

''میں نے اس سے محبت کی تھی بلکہ عشق تھا مجھے اس سے..... وہ میرا یونیورسٹی فیلو تھا..... دراصل طلاق کے بعد بھائی کے اصرار پر میں نے اپنا چھوڑا ہوا تعلیمی سلسلہ پھر شروع کر دیا تھا۔ اور چار سال بعد آفاق عمر مجھے یونیورسٹی میں ملا تھا..... وہ میرا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا۔ جب اس نے میری ہیلپ کی تھی، وہ مجھ سے سینئر تھا..... اور ہمارے ڈپارٹمنٹ بھی الگ، الگ تھے۔ پھر بھی ہماری روز ملاقات ہو جاتی تھی، میں حیران ہوتی تھی کہ کیا دنیا میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں، آفاق عمر جیسے..... آہستگی سے نرمی سے بات کرنے اور عورت کا احترام کرنے والے..... وہ ابا، بھائی اور مونس جیسا نہیں تھا، مجھے تو وہ کسی اور ہی سیارے کی مخلوق لگتا تھا۔ پتا نہیں اس میں اتنی نرمیاں کہاں سے آ گئی تھیں۔ ایک روز مجھے لگا کہ مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے اور پھر یہ محبت عشق میں بدل گئی۔ جس روز میں اسے نہ دیکھتی، مجھے لگتا وہ دن میرے لیے طلوع ہی نہیں ہوا اور یہ محبت یک طرفہ نہیں تھی، وہ بھی میرے لیے اتنا ہی دیوانہ تھا۔''

میں نے بغور اسے دیکھا..... اس کی سبز آنکھوں کا سحر آج بھی مسحور کرتا تھا اور چودہ سال پہلے کوئی بھی اس ام فروا کا دیوانہ ہو سکتا تھا۔ آج وہ نسٹا بہتر حلیے میں تھی اور اس نے اپنا وہ اول جلول سا سلکی گاؤن بھی نہیں پہنا ہوا تھا۔ سلیقے سے بنے ہوئے بال، جدید تراش خراش کا سوٹ، وہ آج بھی دل میں اتر رہی تھی تو چودہ سال پہلے اگر کوئی آفاق عمر اس کے عشق میں مبتلا ہوا تھا تو صحیح ہی ہوا ہوگا۔ تب تو غضب ڈھاتی ہوگی وہ.....

''ایک سال بعد وہ جب اپنی تعلیم مکمل کر کے یونیورسٹی سے جا رہا تھا تو ہمارے درمیان بہت سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

عہد و پیمان ہوئے..... اس نے کہا وہ بہت جلد اپنی امی کو ہمارے گھر بھیجے گا..... وہ کہتا تھا میرے بغیر اس کی زندگی بے معنی ہے..... اور مجھے لگتا تھا جیسے وہ میری زندگی میں نہیں رہا تو میں زندہ نہ رہ پاؤں گی۔ اس کے بعد یونیورسٹی میں میرا جی نہیں لگتا تھا..... میں سوچتی تھی آفاق عمراب یہاں نہیں ہے، تو ام فروا کس لیے یہاں آتی ہے..... لیکن میں جاتی تھی یونیورسٹی کہ وہ اکثر ملنے آجاتا تھا اور ہم کچھ دیر کے لیے کینٹین میں یا کسی پارک میں بیٹھ کر بات کر لیتے تھے۔

ایک روز میں نے اس سے کہا..... اگر کبھی اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی تو میں اسے اور خود کو بھی جان سے مار ڈالوں گی اور اس نے کہا تھا۔

''تم سے بے وفائی کے بعد میں خود بھی جینا نہیں چاہوں گا۔''

لیکن یہ دو غلے، فریبی مرد اور ان کی باتیں.....'' وہ سانس لینے کے لیے رکی تو میں نے پوچھا۔

''تو کیا اس نے آپ سے بے وفائی کی..... کیا وہ کسی اور لڑکی سے محبت کرنے لگا؟''

''محبت کا تو مجھے نہیں پتا لیکن اس نے کسی اور لڑکی سے شادی ضرور کر لی..... سولہ سال کی عمر میں ہونے والی میری شادی اور پھر طلاق سے اسے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا لیکن اس کی ماں کو پڑتا تھا۔ اچانک ہی اس نے مجھ سے ملنا چھوڑ دیا..... میرے لیے کتنے ہی رشتے آئے لیکن میں نے منع کر دیا..... مجھے اس کا انتظار تھا لیکن ایک دن اس نے فون کر کے معذرت کر لی۔

''میری امی ایک طلاق یافتہ لڑکی سے میری شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور میں اپنی بیوہ ماں کو تکلیف نہیں دے سکتا۔ فری مجھے معاف کر دینا۔''

لیکن میں اسے معاف نہیں کر سکی۔ میں نے پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈا لیکن وہ پنڈی میں اپنا باغ سرداراں والا گھر فروخت کر کے کہیں اور چلے گئے تھے پھر کسی نے بتایا کہ وہ کسی اور شہر چلا گیا ہے..... میں اس کے بغیر جینے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی لیکن جی رہی ہوں..... اور میرے دل میں خنجر دھنسا ہے اور میں آفاق نام کے ہر بندے کو غور سے دیکھتی ہوں۔''

''اگر وہ مل جاتا تو آپ کیا کرتیں؟'' میرا دل سینے میں سکڑا تھا۔

''پتا نہیں شاید اسے اس بے وفائی کی سزا دیتی، اسے مار دیتی اور خود بھی مر جاتی۔''

''لیکن اس طرح تو حساب برابر نہ ہوتا فروا..... حساب تو تب برابر ہوتا کہ آپ بھی شادی کر لیتیں..... مزے سے زندگی گزارتیں اور کبھی بھول کر بھی اسے یاد نہیں کرتیں۔''

''لیکن کچھ حساب اس طرح برابر نہیں ہوتے۔'' اس کی سبز آنکھوں میں پُراسراری چمک تھی۔

''اور میں اس طرح حساب برابر بھی نہیں کرنا چاہتی، میں تو.....'' اس نے بات ادھوری چھوڑ کر بیڈ روم میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔

''تم نے اپنی شادی کی تصاویر نہیں لگائی ہوئیں..... ایک بھی نہیں ہے۔''

''آفاق کو پسند نہیں ہے گھر میں اپنی ذاتی تصاویر لگانا۔''

مجھے یاد آیا کہ شروع کے دنوں میں کارنر ٹیبل پر میں نے اپنی اور آفاق کی ولیمے والی تصویر کا فریم رکھا تھا تو انہوں نے اٹھا کر وارڈ روب میں رکھ دیا تھا، یہ کہہ کر کہ انہیں پسند نہیں ہے۔

''اور آفی کو تصاویر بہت پسند تھیں..... کہتا تھا ہمارے بیڈ روم میں، لاؤنج میں، سٹنگ میں ہر جگہ میں تمہاری اور اپنی تصاویر لگاؤں گا..... جب تم کچن میں جاؤ گی یا کہیں بھی تو بھی میرے بیڈ روم میں میرے سامنے ہو گی..... اور جب میں آفس جاؤں گا تو تب بھی تمہارے سامنے رہوں گا۔ کہتا تھا ہمارا گھر نگار خانہ بن جائے گا اور اس نگار خانے میں صرف میری اور تمہاری تصاویر ہوں گی.....''

''آفی.....'' وہ کچھ کہتے، کہتے خاموش ہو گئی اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لمحہ بھر بعد میری طرف دیکھا۔

''میں اسے آنی کہہ کر بلاتی تھی تو اسے بہت اچھا لگتا تھا۔ کہتا تھا..... آنی..... مجھے اتنا خوب صورت کبھی نہیں لگا جتنا تمہارے ہونٹوں سے نکل کر ہو جاتا ہے..... جب تم ''آنی'' کہتی ہو تو کائنات تھم جاتی ہے۔''

''اور آفاق کو ''آنی'' بلانا سخت ناپسند تھا۔'' میں نے ایک اطمینان بھری سانس لی اور بیڈ سے اتر آئی..... شکر ہے اس کے ''آنی'' اور میرے آفاق میں اتنا تضاد تھا..... ورنہ میرا دل تو ایک لمحے کو ڈوب سا گیا تھا کہ آفاق عمر کا بھی آبائی گھر ''باغ سرداراں'' میں تھا..... میری شادی سے پہلے انہوں نے اسلام آباد میں گھر لے لیا تھا۔

''کیا ہوا، کہاں جا رہی ہو؟'' وہ ماضی سے پلٹی تھی۔

''چائے بنانے جا رہی ہوں۔''

''رہنے دو، میں خود بنا لیتی ہوں، یخنی بھی دیکھ لوں..... چکن گل گئی ہوگی۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کچھ ہی دیر بعد چائے بنا کر لے آئی۔

''اگر بچوں کے لیے کچھ بنانا ہو تو بتا دو.....؟''

''نہیں تھینک یو فروا، روسٹڈ چکن پڑا ہے۔ شوق سے کھاتے ہیں۔'' میں پھر کھڑی ہوگئی۔

''اب کہاں جا رہی ہو؟''

''تمہارے لیے کچھ لے آؤں، نگٹس وغیرہ پڑے ہیں فرائی کر کے لے آتی ہوں۔''

''بیٹھ جاؤ آرام سے، مجھے کچھ نہیں لینا۔ ہاں تمہیں کچھ لینا ہے تو لے آتی ہوں۔''

''نہیں..... میرا تو کچھ بھی کھانے کو جی نہیں چاہ رہا لیکن تم تو.....'' تب ہی ارتضیٰ اور اس کے پیچھے عالین دوڑتی ہوئی اندر آگئی۔

''مما دیکھیں، یہ رضی آپ کی تصویروں والی البم نکال کر لے آیا ہے۔''

عالین نے اس سے البم چھینتے ہوئے شکایت کی۔ یہ البم ٹی وی ٹرالی کی دراز میں پڑی رہتی تھی۔ شادی کے اولین دنوں کے بعد میں نے اسے کھول کر نہیں دیکھا تھا۔

''مما! میں آنٹی کو دکھانے کے لیے لایا ہوں۔'' ارتضیٰ نے فوراً البم فروا کو پکڑائی۔

''اس میں مما کی دلہن والی تصویریں ہیں۔''

''اچھا۔'' اس نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھ کر بہت اشتیاق سے البم کھولی۔ پہلے صفحے پر میری اور آفاق کی بارات والے دن کی تصویر تھی۔

''بہت اچھی نہیں ہیں۔ ابا کے کسی دوست کے بیٹے نے کھینچی تھی۔ فوٹو سیشن سے آفاق نے منع کر دیا تھا۔ ولیسے کی بھی بس دو ہی تصاویر ہیں جو آخری صفحے پر میں نے لگائی تھیں۔'' بتاتے، بتاتے میں نے اس کی طرف دیکھا تو مجھے ایک لمحے کے لیے لگا جیسے اس کے چہرے کے تاثرات عجیب سے ہوں اور اس کی آنکھوں میں ایسی سرد مہری تھی کہ میں نے جھرجھری سی لی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کا چہرہ سپاٹ تھا اور وہ سرسری انداز میں صفحات پلٹ رہی تھی۔

''فروا پہلے چائے پی لیں، ٹھنڈی ہو جائے گی پھر اطمینان سے دیکھ لیجیے گا۔''

''ہاں۔'' اس نے چونک کر البم بند کر کے رکھ دی اور چائے کا کپ اٹھا لیا اور دو تین گھونٹ پی کر کپ ٹیبل پر رکھ کر کھڑی ہوگئی۔

''اب چلتی ہوں۔ تم خیال رکھنا اپنا اور تھوڑی دیر بعد چولھا بند کر دینا دھیمی آنچ پر رکھ آئی تھی اور رات کو ضرور یخنی پی لینا۔''

''لیکن آپ نے تو وعدہ کیا تھا، رات ہمارے گھر ہی رہیں گی؟'' عالین نے اسے یاد دلایا۔

''اور آپ نے کہانیاں سنانے کا وعدہ بھی کیا تھا۔'' ارتضیٰ نے بھی فوراً گلہ کیا۔

''پھر کبھی سہی۔'' اس نے ارتضیٰ کو پیار کیا۔

''بالکل اپنے پاپا کی طرح ہے۔'' اس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا اور چلی گئی۔ ان نظروں میں کیا تھا، میں بیان نہیں کر سکتی لیکن ان نظروں نے مجھے ڈسٹرب کر دیا تھا۔ کہیں آفاق تو..... میرا دل دھک

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے رہ گیا۔ نہیں بھلا آفاق کیسے ان کی عادات اور مزاج تو فروا کے آفاق عمر سے بالکل مختلف ہیں۔ میں نے خود کو تسلی دی لیکن پھر بھی ساری رات سو نہ سکی۔ طرح، طرح کے وہم ستاتے رہے۔ کبھی ذرا جو آنکھ لگتی تو خوفناک خواب جگا دیتے۔ کبھی دیکھتی فروا ہاتھ میں گن لیے کھڑی ہے اور آفاق کو گولی مارنے والی ہے۔ کبھی دیکھتی وہ میرا گلا گھونٹ رہی ہے۔ صبح اٹھی تو سارا جسم ٹوٹ رہا تھا اور دہک رہا تھا۔ بہ مشکل بچوں کو تیار کر کے اسکول بھیجا اور خود بے سدھ ہو کر گر پڑی۔ ایک تو تیز بخار اس پر طرح، طرح کے وہم... تین دن بعد بخار اترا تو میں نے بھی سارے وہم ذہن سے جھٹک دیے۔ آخر کہانی نگار تھی فوراً ہی ذہن کہانی بُننے لگا تھا۔ اب پتا نہیں فروا کا آفاق عمر کون تھا اور میں..... نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے تو بچے بھی مجھے فریش دیکھ کر خوش ہو گئے۔

''فروا آنٹی بھی بیمار ہیں۔'' ارتضیٰ نے مجھے اطلاع دی۔

''مما چلیں ناں فروا آنٹی کے گھر۔'' عالین نے فرمائش کی۔

''کیوں؟'' میں نے دونوں کو دودھ کے گلاس پکڑاتے ہوئے پوچھا۔

''آپ بیمار ہوئی تھیں تو وہ بھی تو آئی تھیں ہمارے گھر۔'' ارتضیٰ نے ناراضی سے مجھے دیکھا۔

''یہ ہیں آج کل کے افلاطون قسم کے بچے۔''

''ہاں مما وہ آئی تھیں تو ہمیں بھی جانا چاہیے۔'' عالین نے بھی بھائی کی تائید کی۔

توبہ ہے، یہ میرے بچے تو مجھ سے زیادہ فروا کے دیوانے تھے۔

''مما کب چلیں گے ہم اُن کے گھر؟'' ارتضیٰ پوچھ رہا تھا۔

''سنڈے کو بیٹا۔''

''آج کیوں نہیں؟'' ارتضیٰ کی نظریں مجھ پر تھیں۔ بالکل آفاق کی کاپی تھا وہ۔ فروا نے صحیح کہا تھا۔

وہی آنکھیں، وہی ہونٹ۔ ارے یہ بھلا اس وقت آفاق سے ارتضیٰ کو ملانے کی کیا تک ہے۔ یہ میرے ذہن میں کیا چل رہا ہے۔

میں نے سر جھٹک کر بچوں کی طرف دیکھا۔

''بیمار تو وہ آج ہیں..... تو ہمیں آج ہی جانا چاہیے۔ سنڈے تک تو ٹھیک ہو جائیں گی پھر جانے کا فائدہ۔'' عالین کو بحث کی عادت تھی حالانکہ نہ تو آفاق اور نہ ہی میں بحث کرتے تھے۔ یہ عالین پتا نہیں کس پر چلی گئی تھی۔ شاید اپنی دادی پر۔

''ٹھیک ہے اگر فارغ ہو گئی تو آج نہیں تو کل تمہارے اسکول سے آنے کے بعد۔'' میں نے انہیں ٹالا۔ وہ مطمئن ہو کر چلے گئے جبکہ میرا ارادہ جانے کا نہیں تھا۔ شاید تجسس ختم ہو گیا تھا یا پھر میرے دل سے وہ کسی انوکھے کردار پر کہانی لکھنے کی خواہش ختم ہو گئی تھی جو مجھے اس کے گھر کی طرف دوڑاتی تھی یا پھر کچھ اور تھا۔ کیا میں ڈر رہی تھی، خوفزدہ تھی۔ رات کو آفاق کا فون آیا تو میری آواز بھرا گئی۔

''کیسی ہو تم عالی کہہ رہی تھی تم بیمار ہو۔ ڈاکٹر کی طرف گئی تھیں؟'' ان کے لہجے کی اپنائیت اور تشویش نے میرے اندر پھول بکھرا دیے تھے۔

''آپ کیسے ہیں اور کب آئیں گے، میں آپ کو بہت مس کر رہی ہوں۔''

''بس کل کا دن ہے، پرسوں انشاء اللہ واپسی ہو گی اور میں بھی تمہیں..... تم سب کو بہت مس کر رہا ہوں۔'' ایک لمحے کے توقف کے بعد آفاق نے کہا تو میں تو جیسے ہواؤں میں اڑنے لگی تھی۔ دس سالہ ازدواجی زندگی میں پہلی بار آفاق نے اس طرح کسی جذبے کا اظہار کیا تھا۔ میں تو پورے گھر میں تتلی کی طرح اڑتی پھری تھی۔ اپنی نگرانی میں صفائی کروائی۔ آئینے میں خود... کو دیکھا تو مجھے لگا جیسے میری اسکن بہت رف ہو رہی ہے۔ سوچا بچوں کے آنے سے پہلے فیشل کروالوں۔ جلدی، جلدی تیار ہو کر گاڑی کی چابیاں اٹھائیں تو ڈور بیل ہوئی۔

''اوہ، اس وقت کون آ گیا۔'' میں لاؤنج میں ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بیٹھ گئی۔ کام والی ماسی جو باہر گیراج دھو رہی تھی اس نے غالباً گیٹ کھول دیا تھا اور کچھ ہی دیر بعد فروا میرے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں دو بڑے شاپر تھے جو اس نے ٹیبل پر رکھ دیے تھے۔ میں نے بہت خوش دلی سے اس کا استقبال کیا تھا لیکن اس کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ ملگجے کپڑے، بکھرے بال اور آنکھیں سوجی ہوئیں۔

''کیسی ہیں فروا؟ بچوں نے بتایا تھا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آج میرا پروگرام تھا آپ کی طرف آنے کا۔''

''ہاں بس..... وہ موسمی بخار تھا۔'' وہ بیٹھ گئی لیکن بہت بے چین اور مضطرب لگ رہی تھی۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ میں آپ کے لیے جوس لے کر آتی ہوں۔''

''نہیں بس ٹھیک ہوں بیٹھو تم۔''

کام والی ماسی نے آکر بتایا کہ وہ جا رہی ہے میں نے اشارے سے کہا کہ ٹھیک ہے تم جاؤ۔

''میں بھی چلتی ہوں۔''

اس کے جاتے ہی وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور شاپرز کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ بچوں کے لیے ہے۔''

''یہ زیادتی ہے فروا۔ آپ اس روز تو اتنا کچھ لے کر آئی ہیں۔''

''یہ آخری بار ہے۔'' اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور سبز آنکھوں کی سطح مجھے پانیوں میں ڈوبی ہوئی سی لگی۔

''یہ تمہارے لیے ہے۔'' اس نے ایک دم رخ موڑ کر شاپر سے اخبار میں لپٹی کوئی چیز نکالی تھی۔

''تھینک یو..... لیکن فروا.....'' میں حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ مجھے لگا جیسے وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہو۔

''امید ہے تمہیں میرا یہ گفٹ پسند آئے گا۔'' اس نے پیکٹ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

وہ اب میری طرف دیکھ رہی تھی۔ مجھے لگا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو لیکن کہہ نہ پا رہی ہو۔

''آپ رکیں ناں..... بچے اسکول سے آجائیں تو چلی جائیے گا۔ وہ بہت خوش ہوں گے اپنے ہاتھوں سے یہ سب دیجیے گا انہیں۔''

''نہیں، وہ مجھے جانا ہے۔ دراصل میں ابا کے پاس راول پنڈی جا رہی ہوں۔ وہ کچھ بیمار ہیں ناں۔ اب شاید وہاں ہی رہوں۔ وہ تو میری سوتیلی اماں سے بنتی نہیں ہے اس لیے بھائی کے پاس زیادہ رہتی ہوں۔''

''اور ویسے بھی.....'' اس نے میری طرف دیکھا۔

''تمہارے بچے مجھے بہت پیارے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے ان کا کوئی نقصان ہو جائے۔''

میرا دل دھک، دھک کرنے لگا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی اور کیا کہنے والی تھی۔

''تم جانتی ہو ناں nature can never change اور میں آفاق کی بے وفائی کو معاف نہیں کر سکتی، میں یہاں رہی تو.....'' اس کے پپڑی زدہ ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

میں ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔

''مجھے خود سے خوف آتا ہے ماہ درخشاں۔'' اس نے ایک گہری سانس لی۔

''تمہارے بچوں کی خاطر میں نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ تم پلیز آئندہ مجھ سے ملنے کی کوشش مت کرنا اور نہ ہی بچوں کو لے کر آنا اور کچھ بھی کہہ دینا ان سے۔''

وہ مڑی اسے کسی وضاحت کی ضرورت نہ تھی اس نے جو کہنا تھا کہہ دیا تھا۔ بتانا تھا بتا دیا تھا۔

''فروا پلیز..... سنو، بیٹھو تو انہیں معاف کر دو۔ ہو سکتا ہے ان کی کوئی مجبوری رہی ہو۔'' میں نے حلق سے پھنسی، پھنسی سی آواز نکالی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''مجبوری ہی سہی لیکن تم..... تم تو مجھے جانتی ہو ناں۔'' اس کی سبز آنکھوں میں لمحے بھر کے لیے وہی پُراسراری چمک ابھری اور دوسرے ہی لمحے وہ تقریباً دوڑتی ہوئی لاؤنج سے باہر نکل گئی اور میں نڈھال سی صوفے پر گرسی گئی۔ میرے ہاتھ سے گاڑی کی چابی نیچے کارپٹ پر گرگئی تھی لیکن مجھے خبر نہیں ہوئی تھی۔

''تو آفاق عمر..... فروا کا آفی.....'' وہ بے وفا نہیں تھا۔ وہ واقعی مجبور تھا۔ فروا اسے آج بھی تم سے محبت ہے۔''

دل نے سسکی لی تھی اور دس سالہ زندگی کے کئی مناظر آنکھوں کے سامنے سے گزرنے لگے۔ آفاق کی خاموشی..... بے نیازی مجھے لگا جیسے میری ٹانگوں میں جان ہی نہیں رہی۔ میرا دل بیٹھ گیا تھا۔ اردگرد آوازیں جیسے مرگئی تھیں۔ پتا نہیں کتنی دیر ایسے ہی گزرگئی۔ پھر ہولے، ہولے پہلے آوازیں کانوں میں آئیں پھر دل دھڑکنے لگا۔ دھڑ، دھڑ میں صوفے کے بازو پر زور ڈال کر اٹھی۔ میری نظر سامنے ٹیبل پر پڑے پیکٹ پر پڑی۔ بالکل غیر ارادی طور پر میں نے اسے اٹھالیا۔

''یہ کیا ہے، فروا میرے لیے کیا لائی ہے۔'' وہی تجسس کی عادت۔

میں نے کھڑے، کھڑے اخبار ہٹا دیے اور ڈبا کھولا۔ کرسٹل کی چھوٹی سی باسکٹ تھی۔ نازک اور خوب صورت۔ میں نے کرسٹل کی طرح، طرح کی بے حد خوب صورت باسکٹس دیکھ رکھی تھیں۔ خود میرے جہیز میں بھی چھوٹی بڑی چھ سات تو ہوں گی لیکن یہ.....اس کرسٹل کی باسکٹ میں کرسٹل کی ہی اسٹرابیریز تھیں سرخ۔ سبز باسکٹ بھری ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ابھی ابھی کسی نے اصلی اسٹرابیریز اس میں دھو کر رکھی ہوں۔ یہ بہت یونیک اور خوب صورت تھی۔ میں بے دھیانی میں اسے الٹ پلٹ رہی تھی کہ میری نظر باسکٹ کی نچلی طرف پڑی۔ سنہری گیلیٹر سے کچھ لکھا تھا۔

''بہت محبتوں کے ساتھ' ہیپی برتھ ڈے۔ ہمیشہ تمہارا آفی۔''

''آفی!'' میرے ہاتھ لرزنے لگے۔

''مجھے نام بگاڑنا پسند نہیں ہے۔ آئندہ مجھے آفی مت کہنا۔'' آفاق کی آواز میرے کانوں میں آئی۔

اس نے آفاق کو معاف نہیں کیا تھا کر ہی نہیں سکتی تھی۔ ایک خلش کی صورت یہ باسکٹ وہ چھوڑ گئی تھی۔ اسے خیال ہوگا کہ میں اسے الٹ کر نہیں دیکھوں گی لیکن آفاق ضرور دیکھے گا۔ میرا جی چاہا میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کوڑے میں پھینک دوں لیکن پھر میں رک گئی وہی جان لینے کا تجسس..... میں نے اسپرٹ سے رگڑ، رگڑ کر وہ لکھا ہوا صاف کردیا اور وہ باسکٹ بیڈروم میں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دی۔ پتا نہیں میں کیا جاننا چاہتی تھی اور مجھے کس کا امتحان مقصود تھا لیکن میرا دل جیسے خالی ہوگیا تھا۔ بچے اسکول سے آئے انہوں نے کیا کہا۔ مجھے کچھ یاد نہیں۔ وہ فروا کے لائے ہوئے گفٹ دیکھ، دیکھ کر خوش ہوتے رہے۔ عالین نے شکریہ ادا کرنے کے لیے فون کرنا چاہا لیکن میں نے فون کی تار نکال دی تھی اور اپنا سیل چھپا دیا تھا۔ فی الحال مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ انہیں کیسے روکوں۔ سو مجھے آسان حل یہی نظر آیا۔ وہ سارا دن فروا آنٹی کی باتیں کرتے رہے اور میں منع بھی نہ کرسکی اور پھر دوسرے دن آفاق آگئے۔ بہت گرم جوشی سے بچوں سے ملے۔ مجھے دیکھ کر حیران ہوئے۔

''یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے رخشی صرف چند دن میں۔'' انہوں نے پاس بیٹھتے ہوئے میرا ہاتھ تھام لیا تھا۔ لیکن میرے اندر ایسی برف جمی تھی جسے اس لمس اور لہجے نے بھی نہیں پگھلایا۔ دل ویسے کا ویسا ہی خالی تھا۔ بچے خوش ہورہے تھے۔ ارتضیٰ ان کے گلے میں بانہیں ڈالے بیٹھا تھا۔ پھر اسے کچھ خیال آیا تو وہ فروا کے لائے ہوئے گفٹ انہیں دکھانے لگا۔ میں اٹھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں۔ آپ چینج کرلیں، فریش ہوجائیں تو پھر کھانا لگاتی ہوں۔''

انہوں نے سر ہلایا۔ وہ بچوں کے گفٹ دیکھ رہے تھے۔ میں بیڈ روم میں آگئی۔ ان کے کپڑے نکال کر واش روم میں لٹکائے اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ تب ہی وہ بیڈ روم میں داخل ہوئے، ان کی نظر باسکٹ پر پڑی تھی۔ میں نے ایسے ہی رخ سے رکھی تھی کہ اندر قدم رکھتے ہی پہلی نظر اس پر ہی پڑے۔ وہ میری طرف دیکھے بغیر باسکٹ کی طرف بڑھے تھے اور اسے اٹھالیا تھا۔

''یہ کہاں سے آئی؟'' انہوں نے پوچھا۔

''کیوں، آپ کو پسند نہیں آئی؟'' میری نظریں ان کے چہرے پر تھیں۔

''نہیں، بہت خوب صورت ہے۔ بہت یونیک سی، کہیں تمہاری نئی دوست فروا نے تو گفٹ نہیں کی تمہیں؟'' کہتے ہوئے انہوں نے باسکٹ الٹ دی تھی۔

''نہیں۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔

''راجا صاحب سے لی تھی۔ اچھی لگی تو خرید لی۔ ڈھیر ساری پڑی تھیں۔'' میں نے جیسے اس کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی تھی۔

''اوہ.....اچھا۔'' انہوں نے احتیاط سے باسکٹ واپس ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دی۔

''بہت سال پہلے میرا ایک دوست بالکل ایسی ہی باسکٹ میرے لیے یونان سے لایا تھا۔ اس وقت یہاں ایسی نہیں ملتی تھیں۔ پتا نہیں کہاں گئی شاید ٹوٹ گئی۔'' غیر ارادی طور پر انہوں نے پھر باسکٹ اٹھالی تھی اور اب کھڑکی کے قریب کھڑے اسے پھر الٹ کر دیکھ رہے تھے لیکن دھوپ کی روشنی میں بھی باسکٹ کا شفاف کرسٹل چمک رہا تھا۔ کچھ بھی تو نہیں لکھا تھا اس پر۔ میں نے جو جاننا تھا جان لیا تھا لیکن اس جاننے نے میری جان ہی نکال دی تھی اور میرا دل کرچی، کرچی ہو رہا تھا اور یہ کرچیاں جیسے پورے وجود میں چبھ رہی تھیں۔

''بھئی کبھی ہمیں بھی ملواؤ اپنی دوست سے۔ بچے بہت تعریفیں کررہے ہیں اپنی فروا آنٹی کی۔'' بظاہر سرسری انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے باسکٹ رکھ دی۔ شاید کوئی چھٹی حس تھی جو انہیں کوئی شک سا ہوا تھا۔

''وہ تو کل شام کی فلائٹ سے امریکا چلی گئی ہے اپنے شوہر کے پاس۔''

مجھے بروقت سوجھی تھی۔ آخر پیدائشی رائٹر تھی۔

''دراصل ناراض ہوکر آئی تھی، بچے بھی چھوڑ آئی تھی۔ اس لیے ہمارے بچوں پر جان دیتی تھی۔'' ایک بیوی کو اتنا سا جھوٹ بولنا تو جائز ہے ناں۔

''اوہ ہاں اچھا!'' وہ جوتے اتار کر سلیپر پہنتے ہوئے واش روم میں چلے گئے تھے لیکن جاتے، جاتے بھی انہوں نے باسکٹ پر نظر ڈالی تھی۔ میرے اندر کن من ہونے لگی۔ کاش میرے اندر کسی انوکھے کردار پر لکھنے کی خواہش پیدا نہ ہوئی ہوتی۔ کاش اس روز میں ماریہ کی نند کی شادی میں نہ گئی ہوتی اور اگر گئی تھی تو فروا کو دیکھ کر میرے اندر وہ چھپی ہوئی خواہش نہ ہمکتی۔ میں اسے جاننے کے لیے بھاگ، بھاگ کر اس کی طرف نہ جاتی۔ میں ہاتھ گود میں دھرے ساکت بیٹھی تھی۔ جب آفاق واش روم سے باہر آئے اور بیڈ پر لیٹ گئے۔

''مجھے بھوک نہیں ہے کچھ دیر ریسٹ کروں گا۔''

میں نے دیکھا کچھ دیر پہلے جو چہرہ چمک رہا تھا اور بے حد فریش لگ رہا تھا اب بجھ گیا تھا۔ شاید اس باسکٹ نے انہیں بہت کچھ یاد دلا دیا تھا۔ ایسی ہی ایک باسکٹ جو اُن کا دوست یونان سے لایا تھا اور انہوں نے اسے فروا کی سالگرہ پر گفٹ کی تھی لیکن وہ کچھ بھولے ہی کب تھے۔ شادی کی پہلی رات سے لے کر اب تک ان کی وہ بے نیازی جسے میں ان کی فطرت سمجھتی تھی۔ انہوں نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا تھا۔ میں جانتی تھی ان کے اندر کیا چل رہا ہے۔

''پردے آگے کرکے دروازہ بند کرجانا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہی شادی کے ابتدائی دنوں والا سپاٹ لہجہ۔ تب میں نہیں جانتی تھی لیکن اب میں اس لہجے کے پیچھے چھپی کہانی جانتی تھی اور یہ جاننا کتنا اذیت ناک تھا یہ کوئی مجھ سے پوچھتا۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے میں نے کھڑکی کے پردے برابر کیے اور باہر نکل آئی۔

میرا دل خالی تھا، میرا من خالی تھا۔ شاید میں ساری ہی اندر سے خالی ہوگئی تھی۔ کیسا بھرم ٹوٹا تھا میرا.. کیسی زک ہوئی تھی مجھے۔ کیا تھا اگر میں باسکٹ کہیں پھینک دیتی۔ توڑ کر ٹکڑے، ٹکڑے کر دیتی۔ لیکن مجھے تو جاننے کی کھوجنے کی لت تھی بلکہ جانتی تو میں پہلے ہی تھی۔ بس اس جاننے پر یقین کی مہر لگ گئی تھی۔

فروا کا آنی مجبور تھا بے وفا نہیں، یہ میں جانتی تھی۔ فروا نہیں۔ اور مجھے اسے بتانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ ہماری زندگیوں سے نکل گئی تھی۔ لیکن کیا وہ پھر کبھی..... میرا دل زور، زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ کیا میں ساری زندگی خوف میں مبتلا رہوں گی۔ یہ کانٹا چبھا رہے گا..... خوف کا کانٹا۔

ایک اور بے چین رات کاٹ کر صبح آفاق کے آفس جانے کے بعد میں نے وہ سرخ اسٹرابیریز والی نازک کرسٹل کی باسکٹ فرش پر دے ماری تھی۔ جو کرچی، کرچی ہوگئی۔ کچھ اسٹرابریز اِدھر اُدھر لڑھک گئی تھیں اور میں کرسٹل کی کرچیوں کو اور ان کو دیکھ رہی تھی جب میرے سیل نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ دوسری طرف ماریہ تھی۔

''پرسوں رات تمہیں بہت فون کیے، تمہارا فون ڈیڈ تھا اور تم سیل بھی اٹینڈ نہیں کر رہی تھیں۔''

ہاں، پرسوں مجھے یاد آیا فروا کے جانے کے بعد میں نے تار نکال دی تھی اور سیل چھپا دیا تھا۔ اور سیل تو ابھی کچھ دیر پہلے ہی میں نے وارڈ روب سے نکالا تھا۔

''خیریت تو تھی؟''

میرا ماریہ سے بات کرنے کا موڈ نہیں تھا لیکن اب اٹینڈ کر بیٹھی تھی۔

''نہیں، ایک بری خبر تھی، پرسوں شام کو فروا شاید مارکیٹ گئی تھی واپسی پر اس کی گاڑی کا حادثہ ہوگیا اور وہ موقع پر ہی ختم ہوگئی۔ اس کی ڈیڈ باڈی لے کر ہم راول پنڈی جا رہے تھے۔ میرا خیال تھا شاید تم بھی جانا چاہو۔ ہم آج ہی واپس آئے ہیں۔''

اور میں نے اس وقت جو اطمینان بھری سانس لی تھی اس پر مہینوں شرمندہ رہی بلکہ ہمیشہ رہوں گی۔ میں نے ماریہ کی طرف جانا چھوڑ دیا تھا کہ کہیں وہ فروا کی کوئی بات نہ کر دے اور میں نے ایسی ہی اطمینان بھری سانس لی تھی جب مجھے پتا چلا تھا کہ ماریہ اور سلیمان کینیڈا شفٹ ہو رہے ہیں۔ میں دن میں پچاسوں مرتبہ اس لمحے کو کوستی ہوں جب میرے دل میں فروا کو دیکھ کر اس کے متعلق جاننے کا خیال پیدا ہوا تھا اور پچاسوں مرتبہ ہی میرے اندر کا خالی پن مجھے رُلاتا ہے لیکن میرے آنسو باہر نہیں نکلتے، اندر گرتے ہیں، قطرہ، قطرہ اور پچاسوں مرتبہ ہی میں فروا کو یاد کرتی ہوں کیسی عجیب لڑکی تھی۔ ایک انوکھا کردار.....!

آفاق کو اس کی بے وفائی کی سزا نہ دے سکی تو خود کو سزا دے ڈالی۔ وہ تو بہت احتیاط سے اپنی مہران ڈرائیو کرتی تھی پھر؟

میں نے وہ باسکٹ توڑ دی تھی حالانکہ اسے توڑتے ہوئے مجھے افسوس ہوا تھا۔ اتنی پیاری اتنی یونیک اور میں نے وہ پارکر قلم بھی توڑ دیا تھا اور وہ کاغذ بھی پھینک دیے تھے جو ایک انوکھے کردار کی شاہکار کہانی لکھنے کے لیے لائی تھی کیونکہ مجھے اب وہ کہانی نہیں لکھنی تھی کبھی نہیں۔ کیونکہ میں ایک کہانی نگار ہی نہیں ایک بیوی بھی تو تھی اور آفاق کو ڈائجسٹ پڑھنے کا خبط تھا۔ بھلے میرا من خالی تھا۔ میرے دل میں راکھ اڑتی تھی لیکن میرا گھر تو سلامت تھا اور مجھے اسے بچائے رکھنا تھا سو.....!

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ایسا کب سوچا تھا

ریحانہ زیدی

زیست نے دیکھا وہ بہت خوش، خوش اندر آرہے تھے۔ اگر عمر کا تقاضا نہ ہوتا تو شاید ناچتے ہوئے اندر آتے۔

''کیا ہوا خیر تو ہے، آج بڑے خوش نظر آرہے ہیں؟'' اس نے استری کرتے، کرتے پوچھا۔

''یہ دیکھو زویا کی رپورٹ، فورتھ اسٹیج ہے..... بس مہینے دو مہینے کی کہانی اور ہے پھر ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔'' انہوں نے رپورٹ آگے کرتے ہوئے کہا..... وہ بڑی بے تابی سے سارے کاغذ پلٹ رہے تھے۔

زیست نے آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھا..... اکتیس سال ساتھ رہنے کے بعد اپنی رفیقِ زندگی کی موت کا پروانہ ملنے پر کتنے خوش نظر آرہے تھے..... زیست کو دبیر کی ذہنیت سے بڑی گھن آئی۔

دبیر نے زیست کی طرف دیکھا بھی نہیں..... بس رپورٹ لپیٹ کر واپس چل دیے۔

وہ استری بند کر کے سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

''یا اللہ، یہ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے..... میں نے تو انہیں کوئی آسرا بھی نہیں دیا..... یہ ان کے اوپر کیسا بھوت سوار ہو گیا ہے۔''

☆☆☆

انہوں نے پلٹ کر دیکھا یہ تیرہ پینتیس سال پرانی بات تھی جب وہ لوگ گرمیوں اور سردیوں کی چھٹیوں میں حیدر آباد جایا کرتے تھے۔ ممانی جان ذرا لیے دیے رہتی تھیں۔ مجموعی طور پر وہ بری نہ تھیں۔ بڑے گھر کی بیٹی تھیں اور بڑے گھر میں ہی بیاہ کر آئی تھیں۔ اس لیے تھوڑا سا غرور تو آنا ہی تھا..... پھر اللہ نے لگاتار چار بیٹے دے دیے تو گردن تھوڑی سی اور اونچی ہو گئی۔ مگر امی ان کے واری صدقے ہوتی رہیں..... آخر وہ.... ان کے اکلوتے بھائی کی بیوی تھیں۔ بھتیجوں سے بھی امی کو والہانہ لگاؤ تھا..... بچے بھی ان سے چپکے رہتے تھے..... زیست دو بہن، بھائی تھے۔ زیست اور عمر..... عمر کی مما کے دو بڑے بیٹوں سے بہت دوستی تھی۔ زیست بقیہ دو چھوٹوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔ پتا نہیں چلا کب وقت گزر گیا اور کب دبیر مزید پڑھنے امریکا چلے گئے..... تب زیست کو پتا لگا وہ دبیر کے کتنے نزدیک تھی۔ وہ ہر بات ان سے شیئر کرتی تھی، اب کیا کرے گی۔ وہ شدید دکھ کے سمندر میں غوطہ زن تھی۔ کسی چیز میں دل نہیں لگتا تھا۔ شاید یہی کیفیت دبیر کی بھی تھی وہ بھی بار، بار فون کرتے۔ زیست کے امتحان سر پر تھے وہ بہت مشکل سے امتحان دے پائی..... دبیر دو سال کے لیے گئے تھے ابھی تو صرف تین ماہ ہی گزرے تھے۔ اس کے پاس کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا، یہ دو سال کا عرصہ بھلا کیسے گزرے گا؟ پھر ہوا یوں کہ دبیر پڑھائی میں مشغول ہو گئے..... مگر زیست کو چین نہ تھا۔ امی نے اس کی گرتی ہوئی صحت دیکھی تو بہت پریشان ہوئیں..... گھر کے نزدیک اسکول میں اسے جاب دلوادی..... وہ خود بھی گورنمنٹ ٹیچر تھیں۔ انہیں پتا تھا کہ ایسی مصروفیت کے بعد بہت تبدیلی آجاتی ہے۔ شوہر کے انتقال کے بعد بھائی نے اگر انہیں جاب نہ دلوائی ہوتی تو شاید وہ پاگل ہو جاتیں.....

زیست نے اسکول جانا شروع کیا تو واقعی کافی تبدیلی آگئی۔ وہ کھانے پینے بھی لگی اور آہستہ، آہستہ زندگی کی طرف لوٹ آئی..... بہت عرصے تک دبیر کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

فون نہیں آیا تو اس نے خود ہی فون کیا تو پتا چلا کہ وہ اپارٹمنٹ چھوڑ کر کہیں اور شفٹ ہو گئے ہیں۔ زیست کا دل کٹ کر رہ گیا..... ”کیا اب میں اتنی غیر اہم ہوں کہ وہ مجھے نیا فون نمبر بھی نہیں دے سکتے۔“ دل میں بہت سے وسوسے سر ابھارنے لگے۔

اس نے بہت ہمت کر کے دبیر کے چھوٹے بھائی رمیز سے ان کا نمبر مانگا تو اس نے بڑی صفائی سے بتایا کہ ”بھیا کا کوئی نمبر ہمارے پاس نہیں ہے۔ جب سے انہوں نے اپارٹمنٹ چھوڑا ہے پبلک بوتھ سے خود ہی فون کرتے ہیں۔“ زیست بے ساختہ رو دی.....

”ایسے ہی فون وہ مجھے بھی کر سکتے تھے۔“ اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے سوچا..... اس کے بعد تہیہ کر لیا کہ اگر اب فون کریں گے بھی تو وہ بات نہیں کرے گی..... اس دن کے بعد سے اس نے اپنے اوپر ڈھیر ساری پابندیاں لگا لی تھیں۔

اسی دوران دبیر کے دو بڑے بھائیوں کی شادی طے ہو گئی۔ امی اسے لے کر آٹھ دن پہلے پہنچ گئیں..... سب کو انتظار تھا کہ دبیر ضرور آئیں گے مگر وہ نہ آئے۔

مگر زیست نے اپنا ذہن بدل دیا اس کا کہنا تھا بے نیازی تیری عادت ہی سہی ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے..... شادی بہت اچھی طریقے سے ہوئی۔ زیست نے بھرپور حصہ لیا۔ شادی کے بعد منیر تو گھر پر رہے مگر سمیر بیوی کو لے کر امریکا چلے گئے کیونکہ ان کا اور بیوی کا ویزا لگ گیا تھا۔ ان کے امریکا پہنچنے کے بعد ایک دھماکا ہوا۔ سب ہی گنگ رہ گئے۔ دبیر نے امریکا میں اپنی کلاس فیلو زویا سے شادی کر لی تھی۔ کیونکہ زویا کے پاس امریکن پیشنٹی تھی۔ ان کے دو بچے تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی..... زیست یہ خبر سن کر سسک، سسک کر روئی..... اسے نہیں پتا تھا کہ دبیر یوں بدل جائیں گے۔ اس کا مان ٹوٹ گیا تھا۔ سب نے اس کی کیفیت کو محسوس کیا..... سب ہی اس کے لیے دکھی تھے۔

پھر ایک دن بڑی عجیب بات ہوئی۔ زمیر کسی کام سے کراچی آئے ہوئے تھے۔ وہ بڑی منت کر کے زیست کو لے کر ساحلِ سمندر کی طرف نکل گئے۔ وہاں انہوں نے بہت دھیمے لہجے میں زیست کو پروپوز کیا۔

”مجھے پتا ہے میری بات سن کر تم حیران رہ جاؤ گی۔ مگر میں بھی تمہارے اتنا ہی نزدیک ہوں جتنا بھائی تھا، ہو سکتا ہے بھائی تمہارے لیے اتنا سیریس نہ ہو جتنا میں ہوں.....“ یہ کہہ کر انہوں نے بہت پیار

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

سے زیست کا ہاتھ تھام لیا۔

زیست پر عجیب ہیجانی کیفیت طاری ہوگئی۔ وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر بھاگ گئی اور گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔ بہت دنوں سے رکے ہوئے آنسو بلبلا کر باہر نکل آئے..... زمیر بھی آ کر برابر بیٹھ گئے اور گاڑی اسٹارٹ کرلی۔

''اب میں چلتا ہوں، زیست اگر تمہارا دل مان جائے تو مجھے مس کال دے دینا..... میں دو دن بعد انتظار کروں گا، یہ دو دن تمہیں سوچنے کے لیے دیے ہیں۔'' گھر آنے پر انہوں نے زیست کو اتار دیا اور خود چلے گئے۔

امی اسے اکیلے آتے دیکھ کر پریشان ہوگئیں۔

''زمیر کہاں ہیں؟'' انہوں نے الجھ کر پوچھا۔

''ان کے کسی دوست کا فون آ گیا تھا، وہ چلے گئے۔'' وہ جواب دے کر اپنے کمرے میں آ گئی..... وہ سخت خلفشار میں مبتلا تھی کچھ سوچنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اور کچھ سوچے بغیر بھی سوچے جا رہی تھی..... قلیش بیک میں فلم چل رہی تھی۔

یہ مانا دبیر سے کوئی عہد و پیمان نہیں ہوئے تھے۔ ہوسکتا ہے ان کے دل میں زیست کے لیے کوئی خاص جذبہ بھی نہ ہو..... زیست نے بڑی بیچارگی سے سوچا..... اب زمیر کی یہ پیشکش اسے الجھا گئی تھی۔

یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ زمیر کے دل میں وہ جذبے ہوں جن کی اسے تلاش تھی۔ وہ تینوں ایک ساتھ پل کر بڑے ہوئے تھے۔ زمیر نے ہر بات میں زیست کا ساتھ دیا تھا۔ اسے کہیں اکیلا نہیں چھوڑا..... یہی پلس پوائنٹ تھا جو زمیر کے لیے سر اٹھائے کھڑا تھا۔

دو دن سرپٹ گزر گئے..... تیسرا دن جس سے وہ خوف زدہ تھی آ ہی گیا..... سارا دن وہ اپنے آپ سے لڑتی رہی رات کو غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ زمیر کے نمبر کو دبا گیا پھر وہ تھک کر سو گئی۔

اس رات وہ بڑی بے خبر سوئی..... صبح اتوار تھا اس لیے امی کے اٹھانے پر آنکھ کھلی..... امی کھانے کی میز پر ناشتا سجائے اس کا انتظار کر رہی تھیں..... ابھی وہ لوگ ناشتے سے فارغ ہوئے تھے کہ گاڑی کی آواز سن کر باہر نکل آئی۔

گاڑی میں مما، ماموں جان اور زمیر تھے۔ وہ گڑبڑا کر واپس پلٹی مگر دروازے میں امی کھڑی تھیں۔

''کہاں جا رہی ہو؟'' انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔ اتنے میں مالی بابا اور اس کا بیٹا مٹھائی اور پھل کا ٹوکرا لے کر اندر آنے لگے۔

''خیر تو ہے بھیا..... یہ سب کیا ہے؟'' امی نے حیران ہو کر پوچھا۔

''خیر ہی خیر ہے..... یہ سب جس کے لیے ہوتا ہے اسی کے لیے لائے ہیں۔''

مما نے زیست کو گلے لگا کر کہا۔

امی نے حیران ہو کر اسے دیکھا جو سر جھکائے کھڑی تھی۔ خوشی کے مارے وہ بے ساختہ بھائی سے لپٹ گئیں۔

زیست نے اندر بھاگ لینے میں ہی عافیت جانی۔

سارے کام بہت سہولت سے ہوگئے..... وہ جلد ہی دلہن بن کر حیدر آباد آ گئی..... مگر امی کے اکیلے ہونے کی وجہ سے ماموں جان نے دونوں کو کراچی بھیج دیا۔

زندگی اتنی آسانی سے گزر جائے گی اس نے سوچا بھی نہیں تھا..... اس کا خیال تھا کہ دبیر کے بعد شاید خوشیاں اس کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھیں گی..... مگر زمیر ایسے شوہر ثابت ہوئے جس کی مثال صرف کہانیوں میں ہی ملتی ہے۔ انہوں نے کبھی پلٹ کر دبیر کا طعنہ نہیں دیا..... اس کو پھولوں کی طرح رکھا..... ہر قدم پر اس کے ساتھ چلے..... اللہ نے تلے اوپر دو بیٹے دے دیے..... بچوں کی پرورش میں بھی وہ قدم سے قدم ملا کر چلتے رہے..... دبیر کے دیے ہوئے زخم پر خود بخود دھول پڑ گئی.....

زیست کو اپنے بچوں کو اعلیٰ مقام پر پہنچانے کا جنون تھا..... زمیر نے اس کی اس خواہش پر لبیک کہا..... بچوں کا داخلہ آرمی کے کالج مری میں کروا دیا گیا..... بے شک بچے دور ہوگئے تھے مگر ان کی تربیت بہترین ہو رہی تھی۔ یہ لوگ ہر ماہ جا کر ان سے مل آتے،

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چھٹیوں میں ان کو لے کر آتے۔ شادی کے دس سال بعد پہلا غم انہیں امی نے دیا..... ایک رات ایسا سوئیں کہ پھر نہ اٹھ سکیں..... یہاں زمیر نے اس کی بہت دل جوئی کی..... پھر ایسا لگا جیسے امی اکیلے رہنا نہیں چاہتی تھیں جلد ہی مما اور ممانی کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔

اس کے بعد زندگی میں بڑی اکھاڑ پچھاڑ ہوئی..... عمر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پاکستان واپس آ گئے۔ انہیں اپنے بچوں کی تربیت کی فکر لاحق تھی۔ لڑکیاں ایک دم بڑی ہوگئی تھیں..... اور بہت منہ زور ہوگئی تھیں۔ وہ کراچی شفٹ ہوئے تو زیست کو اوپر کے حصے میں منتقل ہونا پڑا۔ بھائی، بھابی بہت اچھے تھے مگر بچوں کی وجہ سے زیست ایڈجسٹ نہ ہو پائی اور بہت دکھے دل سے واپس حیدر آباد آنا پڑا..... بہت بڑا گھر تھا۔ منیر بھائی کا دل بھی بہت بڑا تھا۔ انہوں نے زمیر اور زیست کو سینے سے لگا لیا۔ زندگی بہت آسانی سے گزرنے لگی..... منیر کے بچے بھی بہت مہذب تھے۔ چچا، چچی کا بہت ادب کرتے تھے۔ لگتا تھا زندگی بہت آسانی سے گزر جائے گی۔

مگر قدرت کے کھیل ہی نرالے ہوتے ہیں، زمیر کسی کام سے کراچی گئے تھے۔ واپسی میں دیر ہوگئی..... رات کے اندھیرے میں ہائی وے پر ان کی گاڑی ڈاکوؤں نے روک لی..... مزاحمت پر گولی ماردی..... حیدر آباد جب اطلاع پہنچی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ خالقِ حقیقی سے جاملے تھے۔ زیست کی گود نیالٹ گئی تھی اسے کسی پل چین نہیں آتا تھا۔ بچے دس دن کی چھٹی پر آئے تھے..... واپس چلے گئے تو زیست اور بے چین ہوگئی۔ عمر ساتھ لے جانا چاہتے تھے مگر زیست عدت کی وجہ سے نہ گئی..... وہ بہت شوہر پرست بیوی تھی..... منیر نے اسے اپنے بچوں کی طرح رکھا مگر شوہر کی کمی نہ پوری کر سکے..... اسی دوران ایک اور دھماکا ہوا دبیر اپنے بیوی بچوں سمیت پاکستان شفٹ ہوگئے..... حیدر آباد جسے وہ گاؤں سے تشبیہہ دیتے تھے۔ وہیں پر اپنے کو ہسار والے بنگلے پر رہائش اختیار کر لی۔ زیست ان کے آنے سے انجانے اندیشوں میں مبتلا ہوگئی..... وہ منیر سے ملنے بار، بار آتے مگر عدت کی وجہ سے زیست ان سے مکمل پردہ کرتی تھی۔ وہ ویسے بھی ان کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر مجبوری تھی وہ ان کے شوہر کے سگے بھائی تھے۔ یہ گھر ان کا بھی اتنا ہی تھا جتنا زمیر کا تھا۔

عدت کے بعد دبیر نے سب سے پہلے اسے کھانے پر بلایا..... وہ سخت مشکل میں آ گئی رسم دنیا تھی۔ بہت مجبوری میں اسے منیر اور ان کی بیگم کے ساتھ جانا پڑا.....

وہ سارا وقت خاموش بیٹھی رہی..... منیر بھائی، بھابی، دبیر سے باتیں کرتے رہے۔

زویا کافی بیمار تھی اور اس کے ٹیسٹ ہو رہے تھے۔

''زویا کے جو ٹیسٹ ہوئے تھے ان کی رپورٹ آ گئی؟'' بھابی نے دبیر سے پوچھا۔

''جی..... بھابی آ گئی کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔'' دبیر آہستہ سے بولے زویا کچن میں تھی اس لیے کچھ سن نہ پائی۔

''کیوں خیر تو ہے.....؟'' اب کے منیر بھائی نے بوکھلا کر پوچھا۔

''اسے بریسٹ کینسر ہے، ڈاکٹر نے فوراً آپریشن کا کہا ہے، اگلے ہفتے کی تاریخ دی ہے۔'' وہ سر جھکا کر بولے۔

منیر بھائی سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

اور اگلے ہفتے جب آپریشن ہوا تو پتا چلا کہ کینسر بہت بری طرح سے پھیل چکا ہے..... اب علاج ممکن نہیں..... پہلی کیموتھراپی کے بعد جب زویا واپس آئیں تو ایک دم ڈھے چکی تھیں، بال بھی سارے اتر گئے تھے۔ بچے بے شک بڑے ہوگئے تھے مگر ماں پھر ماں ہوتی ہے۔ وہ صورتِ حال کو محسوس کر کے بلبلاتے پھر رہے تھے۔ زیست از راہِ ہمدردی منیر بھائی اور بھابی کے ساتھ زویا کو دیکھنے چلی گئی۔

انہیں دیکھ کر زویا اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''میرے بعد میرے بچوں کا خیال رکھیے گا منیر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھائی.....'' وہ بلک، بلک کر رو دی.....

''کسی باتیں کرتی ہو..... اللہ تمہیں بچوں کی قسمت سے صحت دے گا..... وہ بڑا رحیم و کریم ہے اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے۔'' انہوں نے زویا کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ماحول بہت اداس ہو گیا تھا۔

''بھئی آج میں آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کی کافی پلاتا ہوں۔ باہر جانے سے پہلے ایک اچھے کک سے سیکھی تھی۔'' دبیر نے زیست کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

زیست کو یاد آیا کہ باہر جانے سے پہلے زیست نے ان کو کافی بنانی سکھائی تھی..... وہ پریشان ہو گئی یہ دبیر کیا چاہتے ہیں..... اس کے دل میں وسوسے اٹھنے لگے۔

کچھ دن بغیر آہٹ کے گزر گئے.....

ایک شام وہ لان میں پانی دے رہی تھی کہ دبیر کی گاڑی اندر آئی..... وہ برآمدے کے ستون کے پیچھے چھپ گئی۔ وہ اس کی طرف دھیان دیے بغیر تیزی سے اوپر چلے گئے.....

زیست سمجھی کہ شاید اسے اوپر نہ پا کر واپس آ گئے ہیں..... وہ بغیر آواز پیدا کیے آہستہ، آہستہ اوپر آ گئی پر یہاں ایک چونکا دینے والی صورتِ حال موجود تھی۔ مسہری کے بیچوں بیچ ایک پیکٹ رکھا ہوا تھا۔ جس پر لکھا تھا ''میری زیست کے لیے۔'' اس کے دماغ میں دھماکے ہونے لگے۔ پیکٹ کھول کر دیکھا..... اس میں ایک خوب صورت شال تھی۔ دبیر دوبارہ اوپر نہ آئے۔

وہ اگلے دن منیر بھائی اور بھابی کے ساتھ زویا کو دیکھنے چلی گئی..... اور وہ پیکٹ ایک دوسرے شاپر میں رکھ کر لے گئی۔

''زویا بھابی میں آپ کے لیے ایک چھوٹا سا تحفہ لائی ہوں۔'' دبیر سامنے بیٹھے تھے..... زیست نے شال کھول کر زویا کو اوڑھا دی۔ دبیر ہونٹ کاٹ کر رہ گئے۔

وہ مسکراتی ہوئی بھابی کے پاس بیٹھ گئی۔ اسی رات دبیر کا فون آیا۔

''تم نے شال کیوں واپس کی؟'' ان کی آواز میں پرانا والا غصہ تھا۔

''محترم، میں آپ کی ان نوازشات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ آئندہ ایسی کوشش مت کیجیے گا ورنہ میں سب کو آپ کی اصلیت بتا دوں گی۔'' اس نے بہت کڑے لہجے میں کہا اور موبائل آف کر دیا۔

پھر ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ وہ تکیے میں منہ چھپا کر ہچکیوں سے رو دی.....

''دیکھیں زمیر آپ کے بعد آپ کے سگے بھائی مجھے جینے نہیں دے رہے ہیں۔ یہ وہی دبیر ہیں جنہوں نے مجھے تپتی دھوپ میں بے آسرا چھوڑ دیا تھا۔ ان سے مجھے نفرت ہے نفرت.....'' وہ روتے روتے سو گئی.....

کچھ دلی تعلق تھا زمیر خواب میں آئے انہوں نے بڑی تسلی دی۔

''تم نارمل ہو جاؤ جانی، یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے ان کی ہر بات کا رسان سے جواب دو..... بس ہماری جدائی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔'' انہوں نے زیست کو سینے سے لگا کر کہا۔

زیست بڑی پُرسکون نیند سوئی۔ صبح اتنی دیر سے آنکھ کھلی فجر کی نماز بھی قضا ہو گئی..... مگر وہ بہت ریلیکس ہو گئی تھی..... ایک دم تر و تازہ اس کے بعد واقعی زیست نے انہیں قطعی نظر انداز کرنا شروع کر دیا..... وہ جو بات بھی کرتے زیست بغیر ہچکچاہٹ کے بہت سادہ جواب دے دیتی.....

زویا کی طبیعت کی وجہ سے دبیر نے بیٹی کی شادی کی تاریخ رکھ دی، عمر کے بیٹے سے رشتہ بہت پہلے طے تھا..... دبیر چاہتے تھے زیست شادی کے دن، وہیں گزارے..... مگر زیست بہت خاموشی سے کراچی چلی گئی..... آخر عمر اس کا بھائی تھا..... زویا کے پاس تو بڑی بھابی بھی موجود تھیں..... دبیر بہت چلبلائے فون پر زیست کو بہت سنائیں.....

''آپ لوگ تو چار بھائی تھے..... عمر بھائی تو میرے اکلوتے بھائی ہیں..... ان کی خوشیاں مجھے زیادہ مقدم ہیں۔'' اس نے رسان سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

پوری شادی دبیر کا منہ پھولا رہا..... اور اس بات کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

زیست نظر انداز کر کے انجوائے کرتی رہی..... اس کے دونوں بیٹے بھی شادی میں شرکت کرنے آئے تھے..... زیست ان کی قربت کی وجہ سے بہت خوش تھی..... بے شمار بار ایسا موقع آیا کہ دبیر نے زیست کے برابر کھڑے ہو کر فوٹو بھجوانا چاہا مگر زیست اپنے دونوں بیٹوں کا ہاتھ پکڑے رہی، بچے بھی بہت دنوں بعد ماں سے ملے تھے۔ اس لیے اس کے ساتھ چپکے رہے..... شادی خیر سے گزر گئی۔ زیست نے سکھ کی سانس لی۔ بچے بھی واپس چلے گئے۔ زیست زندگی کی طرف دوبارہ لوٹ آئی..... دبیر اب ذرا کم ہی آتے تھے کیونکہ زویا کی طبیعت روز بروز بگڑتی جارہی تھی۔ ٹیسٹ وغیرہ بھی دوبارہ ہوئے تھے۔ اب کے رپورٹ بہت خوفناک آئی تھی۔ کینسر کی فورتھ اسٹیج تھی..... اور یہی رپورٹ تھی جو دبیر بہت خوشی، خوشی اسے دکھانے آئے تھے۔

زیست ان کی اس کیفیت پر بہت دلگرفتہ ہوگئی۔

''کیسے انسان ہیں یہ؟'' اس نے بہت دکھ سے سوچا..... ''کانوں سے سنائی نہیں دیتا..... گھٹنے جواب دے گئے ہیں۔ چلنے میں لنگ کھاتے ہیں اور دوسری شادی کے لیے تیار ہیں۔ واہ میرے مولا تو نے کیسے، کیسے لوگ بنائے ہیں.....'' اس نے دکھ سے سوچا۔

بچوں کے والدین کی میٹنگ تھی۔ اسے جانا لازمی تھا۔ اس کا ملنا لازمی تھا آرمی والے اپنے اصولوں کے بہت سخت ہوتے ہیں ان کے ساتھ بہانے بازی نہیں چلتی..... اس لیے مجبوراً اسے تیاری کرنی پڑی..... دبیر بھی جانے کو تیار ہوگئے تھے مگر مجبوری یہ تھی کہ ان ہی تاریخوں میں ڈاکٹر نے زویا کے دوسرے آپریشن کی تاریخ دے دی..... زیست جب بھی اسلام آباد جاتی کسی کو پریشان کیے بغیر اپنی گاڑی سے کراچی جاتی..... گاڑی ائرپورٹ پر کھڑی کر کے کارڈ لیتی..... اور اسلام آباد کی فلائٹ پکڑ لیتی..... ایک دو دن بعد واپس آکر کارڈ لے کر گاڑی حاصل کرلیتی اور بہت خاموشی سے حیدر آباد واپس آجاتی..... اس دفعہ بھی اس نے یہی کہا..... مگر لاؤنج میں آکر دبیر کو کھڑا دیکھ کر وہ گرتے، گرتے بچی.....

''آپ یہاں کیسے.....؟'' اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

''تمہیں چھوڑنے آیا ہوں..... شام کو زویا کا آپریشن ہے ورنہ میں ساتھ چلتا..... جاؤ اور جلدی واپس آنا، میں انتظار کروں گا۔'' انہوں نے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

اسی وقت فلائٹ پر مسافروں کو مطلوبہ گیٹ پر پہنچنے کا اعلان ہوا، زیست اپنا بیگ اٹھا کر چل دی۔

دبیر تھوڑی دیر اس انتظار میں کھڑے رہے کہ شاید زیست پلٹ کر دیکھ لے یا ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہہ دے مگر اس نے کچھ بھی نہ کیا اور سر جھکائے آگے بڑھتی گئی۔ وہ بہت مایوسی کے عالم میں واپس آگئے..... اور خاموشی سے اسپتال کی طرف چل دیے..... جہاں زویا کے آپریشن کی تیاری ہورہی تھی۔

ان کے وہاں پہنچنے پر ڈاکٹرز، زویا کو ان سے ملوا کر آپریشن تھیٹر کی طرف لے گئے..... وہ ویٹنگ روم میں آگئے یہاں سب ہی لوگ بیٹھے تھے..... وہ بھی خاموشی سے عمر کے برابر بیٹھ گئے..... ٹی وی چل رہا تھا وہ وقت گزاری کے لیے ٹی وی دیکھنے لگے تقریباً ایک گھنٹا گزر گیا تھا۔ وہ بیٹھے، بیٹھے تھک گئے تو اٹھ کر ٹہلنے لگے۔

''کیوں پریشان ہوتے ہو دبیر، آؤ میرے پاس آکر بیٹھو.....'' بڑے بھیا نے دبیر کا ہات پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔

عین اسی وقت پروگرام روک کر بریکنگ نیوز دی گئی..... ''کراچی سے اسلام آباد جانے والی نجی ائر لائن کی پرواز مارگلہ کی پہاڑیوں میں گر کر تباہ ہوگئی..... عملے کے ارکان سمیت کسی کے بھی زندہ بچ جانے کا امکان نہیں ہے۔'' وہ آنکھیں پھاڑے خبر سن رہے تھے کہ ڈاکٹر نے اندر آکر زویا کے انتقال کی خبر دی.....

دبیر نے ایک چیخ مار کر اپنا سر پکڑ لیا..... ڈاکٹران کے نزدیک آگئے اور انہیں تسلی دینے لگے۔ وہ سمجھے تھے کہ شاید بیوی کے انتقال کی خبر سن کر یہ حالت ہوئی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

منی ناول

ہم کو عبث بدنام کیا

سیما رضا ردا

ساتواں حصہ

ریبال اور اس کے بیچ محبت کا سفر ہجر کے دکھ میں بھیگ کر اور کندن ہوتا جا رہا تھا۔ اسے اکثر محسوس ہوتا کہ ریبال کی آواز اسے نیند کی وادیوں سے نکال کر بے خود کر دیتی .....اور وہ آنکھیں کھول کر اس آواز کی کھوج میں بے اختیار اٹھ بیٹھتی ..... بے شک آواز روح کی گہرائی میں اترتے ہوئے لاشعور سے شعور تک کا سفر ہے۔

تازہ ہوا کے ساتھ اسے محسوس ہوتا ہے کہ ''وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

اس سفر میں اکیلی نہیں ہے۔ ریبال اسے اس وقت یاد کررہا ہے..... ''میں تو ہوں ہی اس آواز کے ساتھ کی تمنائی..... کاش تم جلدلوٹ آؤ ریبال..... کیا ہم دوبارہ مل سکیں گے؟'' وہ حسرت وخواہش کے درمیان آکھڑی ہوئی اس نے پھر اپنی خواہش کو حسرت بننے سے روکا..... ''مگر یہاں تو رات ہے وہاں کیا وقت ہوگا.....؟ کیا وہ بھی مجھے یاد کررہا ہوگا.....''

''ہاں۔'' دل نے صدا لگائی تو وہ آسودہ سی ہو کر مسکرادی..... بھیگی آنکھیں صاف کرتے ہوئے ٹیرس سے واپس پلٹنے لگی تو کچھ کھڑ پڑ سی سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر نیچے جاتی سیڑھیوں کی طرف دیکھا تو تائی اماں، موم بتی کو روشن کرتے ہوئے پتا نہیں کیا کررہی تھیں۔

''بجلی تو ہے پھر یہ موم بتی کیوں جلا رہی ہیں؟'' اس نے زرد بلب کو بے یقینی سے دیکھا۔ ''عجیب و غریب حرکتیں کرتی ہیں، تائی اماں بھی..... پتا نہیں کیا، کیا کرتی رہتی ہیں.....'' اب وہ گلاب کے پھولوں کو ایک شیشے کے پیالے میں رکھ کر اس کی پتیاں توڑ رہی تھیں۔ اتنے میں ان کی نئی ملازمہ مینا بھی ان کے پاس کچھ لے کر آگئی۔ وہ زور سے کچھ بولی تھی تو تائی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا کہ جیسے دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔

''اچھا جی، جیسے آپ کہو.....'' مینا کی گول، گول آنکھیں اِدھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔

''یہ سب کیا ہے؟'' وہ سوال کا جواب خود سے نہ پا کر دبے قدموں کمرے کی طرف آگئی..... کہ اگر تائی اماں کو اس کی موجودگی کی خبر ہوگئی تو پتا نہیں وہ کیا افسانہ بنا ڈالیں.....

وہ دبے پاؤں چلتی اپنے کمرے میں آگئی..... بستر، پر لیٹنے سے پہلے اپنی یادوں کی بھیگی خوشبو کو اس نے الفاظ کی صورت ڈائری میں منتقل کردیا..... اور ڈائری کے اوراق مسکراتے ہوئے لفظوں کے امین بن کر سو گئے.....

☆☆☆

ڈیفنس کے ایک انتہائی پوش علاقے میں جہاں سناٹے کا راج رہتا تھا وہاں ایک تو، تعمیر شدہ بلڈنگ کے پہلے فلور کے خوب صورت فلیٹ میں روزی کا راج تھا..... فل سائز LED دیوار پہ لٹکا تھا۔ اور کسی نیوز چینل پر ٹاک شو چل رہا تھا..... اینکر کہہ رہا تھا۔

''پاکستان کے اکثر اسکولز اور کالجز میں منشیات کا کھلا استعمال بھی اپنی جگہ ایک تازیانہ ہے اور تقریباً 78 لاکھ سے زائد کی نسل کہ جن کی عمریں 22 سال تک کی ہیں اس فعل بد میں مبتلا ہیں..... کیا یہ ہمارے اساتذہ اور والدین کی ذمے داری نہیں کہ اپنے بچوں کے ماحول اور سرگرمیوں پر نگاہ رکھیں..... یہ نسل ہماری آبادی کا پچاس فیصد ہے..... بلکہ اس سے بھی زیادہ..... میرے بس میں ہو تو میں ایسے لوگوں کی جڑیں کاٹ دوں جو یہ زہر ہمارے اداروں میں بھر رہے ہیں..... اسکول، کالج، یونیورسٹی کوئی ادارہ ایسا نہیں بچا..... جہاں ڈرگز فروخت نہ کی جارہی ہوں..... ہائی الرٹ کیا جائے..... کڑی سے کڑی سزا دی جائے.....'' ٹاک شو میں متعلقہ شعبے کے افراد کے ساتھ ایک صحافی کی بھی جوش میں بھرپور آواز ابھر رہی تھیں۔

''کل سے ہم احتجاجی واک کریں گے..... تاکہ اسمبلی میں بیٹھے ہمارے سیاست داں ہوش کے ناخن لیں۔''

''ہونہہ..... ہائی الرٹ اور کڑی سے کڑی سزا..... ہوش کے ناخن.....'' روزی نے ریموٹ کا بٹن دبایا اور اسکرین اندھیرے میں ڈوب گئی۔

''بے وقوف، جذباتی صحافی پتا کچھ ہے نہیں..... کہ یہ سارے لوگ بکے ہوئے ہیں۔ یہ کام پیسے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔'' وہ زہر خند ہوکر بڑبڑائی۔

''نیا آیا ہے شہر میں اسی لیے اتنا بول رہا ہے..... اسے کیا معلوم سب ملے ہوتے ہیں..... یہ بہت بڑا

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نیٹ ورک ہے..... سب کو جینا ہے..... اور ایسے ہی جینا ہے اور اگلے کو مار کر جینے میں ہی کمال ہے..... دفع کرو.....'' اس نے سگریٹ سلگائی، اپنے لیے کافی کا مگ تیار کیا..... اور بھاپ اڑائے ہوئے کافی کے مگ کے ساتھ سارے شکار اس کے سامنے آرہے تھے.....

زوار ہاؤس کے مکین میں نمایاں نام زوار شاہ کا تھا..... ''تم بھی کیا یاد کرو گے زوار شاہ ایک روزی تھی..... مگر ابھی نہیں..... ذرا آہستہ، آہستہ..... پردہ کھلنے میں دیر نہیں ہے.....'' اور تب ہی اس کا موبائل بجنے لگا..... تیسری بیل پر اس نے اٹھایا..... تو کافی کا مگ اس کے ہاتھوں سے گر گیا۔

''تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو؟ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ تم کھڑے، کھڑے مر کیوں نہیں گئے..... تمہیں یہ خبر مجھے سنانے سے پہلے دس بار سوچنا چاہیے تھا.....''

روزی موبائل فون کو کان سے لگائے بہت بری طرح سے کسی کو جھاڑ رہی تھی.....

''وہ یہاں سے ایسے کسی اور جگہ کسی اور اسپتال میں شفٹ ہوگیا اور تمہارے سامنے اسے لے گئے اور تمہیں پتا ہی نہیں چلا..... کہاں تھے تم؟ اگر آدھے گھنٹے کے اندر ساری معلومات نہ ملیں تو میں تمہارا وہ حشر کروں گی کہ تم یاد رکھو گے..... اب بند کرو فون اور مجھے اسی وقت فون کرنا جب اس کا پتا چلے..... سمجھے.....'' غصے اور وحشت میں وہ بکتی جھکتی موبائل فون کو سامنے بیڈ پر اچھالتی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

''فاطر کو کیوں.....؟ کب اور کیسے دوسرے اسپتال میں منتقل کیا گیا..... مجھے خبر نہ ہوئی اور یہ سارے میرے لوگ یہ کہاں تھے اس وقت.....؟ میں کتنی مطمئن ہوگئی تھی، اُف مجھے غافل نہیں رہنا چاہیے..... وانیہ کو وہاں سے نکالنے کے پلان میں پتا نہیں کہاں بھول ہو گئی.....'' وہ خود کو سمجھاتے ہوئے بولی۔

''خیر یہ کون سا مشکل کام ہے..... فاطر ایک وزیٹنگ کارڈ یہاں بھول گیا تھا..... وہ کہاں گیا؟ اس میں اِک نمبر لکھا ہوا تھا..... اوکے..... وہ دیکھتی ہوں.....'' بالوں کو سنوارتے پُرسکون ہوکر وہ پھر ایک اور چال چلنے لگی۔

☆☆☆

''کیا کہہ رہے ہو آپ بھائی صاحب..... میرے بچے نے آج تک اس واہیات چیز کو اپنے اندر نہیں ڈالا.....'' فاطر کے والد..... تایا جی سے کہہ رہے تھے، انہیں ٹیسٹ کی رپورٹس سے پتا چلا تھا کہ وہ ڈرگز لیتا رہا ہے، ان کی کمر جھک گئی تھی.....

''میں جانتا ہوں اس کی فطرت مگر یہ ممکن نہیں.....'' چوہدری صاحب صدمے کی کیفیت سے دوچار تھے..... انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔

''دیکھیں چوہدری صاحب.....'' تایا جی وضاحت کرتے ہوئے گویا ہوئے۔

''یہ اسپتال آپ دیکھ رہے ہیں..... یہ عام اسپتال نہیں ہے جہاں آپ چلے جائیں..... یہ خالص منشیات کا اسپتال ہے، یہاں منشیات کے عادی لوگوں کو ہی داخل کیا جاتا ہے اور ان کی بیماری کا علاج کیا جاتا ہے۔''

''جی کیا معاملہ ہے، آپ دونوں کیوں الجھ رہے ہیں؟'' قریب آتے ڈاکٹر نے اٹھ کر تایا جی سے پوچھا تھا۔ انہوں نے چوہدری صاحب کی طرف اشارہ کیا۔

''میرے بچے کو کیا بیماری ہے ڈاکٹر صاحب.....؟'' گاؤں کا سب سے بڑا چوہدری اس وقت بالکل سہمے ہوئے بچے کی طرح ڈاکٹر سے خوفزدہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''اس نے بہت خطرناک ڈرگز لی ہے..... جو اس کے خون میں پوری طرح شامل ہوگئی ہے۔ دیکھتے ہیں رپورٹس آگے کیا کہتی ہیں۔ آپ دعا کریں۔'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا..... پھر کچھ دیر بعد پلٹ کر بولا..... ''حیرت ہے آپ کو اپنے بیٹے کے بارے میں نہیں پتا چلا کہ وہ کن عادتوں کا شکار ہے۔''

اب وہ فاطر کے بیڈ کے پاس کھڑی نرس سے بات کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہا تھا۔ اور دنیا و مافیہا سے عاری فاطر کی بند آنکھوں کو کھول کر چیک کرنے لگا......

چوہدری صاحب بے آواز روتے ہوئے باہر نکل گئے......

”ہائے میرا اکلوتا بیٹا...... جانے کس کی نظر کھا گئی ابھی پچھلے ہفتے تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔“

اور باہر کھڑی تائی کا وجود یہ سب سن کر تشمیرہ کے لیے غصے سے کھول رہا تھا۔ وہ بے وقوف اور جاہل عورت، تعویزوں میں گھول کر دوا کا زہر کس طرح سے اپنے ہی گھر میں آزما رہی تھیں، سمجھ رہی تھیں سب ٹھیک ہو جائے گا...... وہ پھر کلسنے لگیں۔

”یہ تو الٹا فاطر اس منحوس جنم جلی سے شادی کی خاطر اتنا آگے چل گیا...... میں دیکھتی ہوں آگے سب کیسے ہوتا ہے......“

وہ اپنے بھائی کی دلجوئی کے لیے ان کے پیچھے جانے لگیں......

☆☆☆

”علم وہی ہے جو وحی کی روشنی سے روشن ہو، باقی اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اور قلم اللہ کی امانت ہے، قلمکار قلم کا امین ہے، امانت کا احساس قلم کو سنبھالے رہتا ہے، جس نے امانت میں خیانت کی وہ قلمکار نہیں خطار کار ہے...... جتنا اپنے رب سے دور ہوتے جائیں گے، غیر سے تعلق بڑھتا جائے گا اور شکایتوں کے انبار کے انبار لگتے جائیں گے اور جتنا اس سے تعلق قوی ہوتا جائے گا غیر کا تعلق ختم ہو جائے گا اور شکایتیں خود بخود دور ہوتی جائیں گی۔“

”یہ ریبال کتنی خوب صورت باتیں کرتا ہے۔“ جینی سوچ رہی تھی۔

”یہ لوگ اللہ ہی کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ تم چھپائے اور ظاہر کرتے ہو سب جانتا ہے...... (ایسے معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر ایک سورج کو سجدہ کرنا کیسی نادانی ہے) سورۂ نمل آیات نمبر ۲۵“

ریبال ایک بار پھر جینی کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا اور اس کے پیروں میں کوئی لرزش تھی نہ آواز میں کپکپاہٹ تھی...... جبکہ جینی کی آنکھوں میں عجیب سا خوف تھا...... اس کا دل زرد پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

ریبال کی کچھ دیر پہلے کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

”لوگ صرف سورج کو ہی نہیں پتھر، جانور، آگ اور نہ جانے کس، کس چیز کی عبادت کرتے ہیں، وہ خدا سے کیا گیا وعدہ دنیا میں ہوش میں آتے ہی بھول جاتے ہیں اور اپنی مرضی سے زندگی بسر کرتے ہیں، اپنے انجام سے نظر بچا کر اور آخرت کو جھٹلا کر وہ دنیا کو ہی اپنا ٹھکانا سمجھ لیتے ہیں...... بے شک ان کے لیے عذاب ہے؟“

”کیسا عذاب......؟“ جینی کے ہونٹ کپکپائے تھے۔

”بتاتا ہوں...... لیکن پہلے تمہیں اور باتوں سے بھی آگاہ کر دوں......“ ریبال ذرا سا مسکرایا وہ نزدیکی بینچ پر بیٹھ گیا اور جینی کو بھی اشارہ کیا...... جینی بھی اس کا احترام کرتے ہوئے بینچ کے آخری سرے پر مؤدب انداز میں بیٹھ گئی۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے...... وہ تو (اس سے) پاک ہے...... وہ تو القیوم ہے خالقِ کائنات ہے...... وہ اپنا نبی اور اپنا رسول بھیجتا ہے، اولاد نہیں بناتا...... اور ان کو جہاں اور جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اٹھاتا ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے...... جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے وہ اس کو یہی کہتا ہے کہ ”کن“ (ہو جا) تو وہ ہو جاتا ہے۔ (سورۂ مریم آیات نمبر ۳۵)“ وہ قدرے توقف کے لیے خاموش ہوا تھا...... فضا میں ابابیل کی آواز گونج رہی تھی...... لیکن ایک دم ہی وہ چیخی......

”یہ سب میں جانتی ہوں کیونکہ میں نے تمام

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مذاہب کو سرچ کیا ہے..... دیکھا ہے، پڑھا ہے.....''

''اور تم اس طرف اس لیے نہیں آئیں کیونکہ تمہاری رہنمائی کسی نے نہیں کی یا پھر تم ایسا چاہتی نہیں تھی.....؟'' ریبال بہت تحمل سے گویا ہوا۔

''تم اگر یہ سوچ رہے ہو کہ میں تمہاری باتوں میں آکر تمہارا مذہب اپنالوں گی تو یہ تمہاری بھول ہے.....'' وہ غصے سے ایک، ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہہ رہی تھی..... ''سنا تم نے.....''

عجیب وحشت تھی اس کے انداز میں..... وہ اپنا سر تھام کر رہ گیا.....

''میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ ''اور مذہب کسی پر زبردستی ٹھونس نہیں سکتے کچھ اہم باتیں تھیں..... جن سے تمہیں آگاہ کرنا تھا..... اور بقول تمہارے تم خود مطالعہ کرتی رہی ہو..... او کے پھر میں چلتا ہوں۔'' وہ خاموش رہی.....

ریبال نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے تو وہ کئی بار کا دہرایا ہوا سوال پھر کر گئی.....

''میرا سوال اب بھی وہی ہے..... کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟'' ریبال کے چہرے پر سایہ سا آکر ٹھہر گیا..... وہ مڑا اور جینی کو دیکھا جو اپنی سوچ کے ساتھ ہم کلام تھی۔ وہ جیت گئی ہے اب وہ جو کہے گی ریبال کو ماننا پڑے گا..... اس کے چہرے پر جیت کی خوشی کے ساتھ گردن بھی فخر سے تن گئی تھی۔ چہرے کے گرد سفید اسکارف لپیٹا تھا جامنی ٹاپ کے ساتھ فلیپر پہنے وہ خوب صورت دکھائی دے رہی تھی کہ اچانک ریبال کی آواز نے اسے خوشی کے محل سے نکال کر ناکامی کے صحرا میں لا کھڑا کیا۔

''ہاں میں نے اپنے خدا کو دیکھا ہے..... اپنی ناکامی کے بعد..... میں نے اس کو اپنی تنہائی میں دیکھا ہے اور رات کے آخری پہر میں دیکھا ہے..... مشکلات کی گھڑیوں میں صبر کے ساتھ دیکھا ہے..... اپنی ماں کے آنسوؤں میں دیکھا ہے اور.....''

غزل

مجھے موت دے کہ حیات دے
میرے بے ہنر میرا سات دے
میری پیاس صدیوں کی پیاس ہے
میری کربلا کو فرات دے
کوئی آپ ایسا اسم عظیم ہو
مجھے تیرے دکھ سے نجات دے
جو تیرگی ہے غرور میں
کوئی روشنی اسے مات دے
میری شاعری کے نصیب میں
کوئی ایک حرفِ ثبات دے

کلام: فرحت عباس شاہ
مرسلہ: ناظمہ شاہین، واہ کینٹ

''چلے جاؤ، پلیز تم..... چلے جاؤ.....'' اس نے بہت کمزور آواز میں کہا..... انداز احتجاجی تھا۔

ریبال جانے کے لیے مڑا پھر گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

''سنو میں جا رہا ہوں..... مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ تم بھی اپنی پہچان ڈھونڈ لو تو بہتر ہے..... ورنہ ساری زندگی یونہی بھٹکتے ہوئے گزرے گی۔ اور بھٹکے ہوئے لوگ دنیا و آخرت کو کیسے ساتھ لے کر چل سکتے ہیں۔ اور ایک بات اور..... تم نے سنا تو ہوگا لیکن آج اسے ذہن نشین کر لو.....'' وہ اس کی آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا.....

"the biggest breaking is breaking your connection with Allah... everything else is secondary"

اور یہ کہتے ہوئے وہ لمبے، لمبے ڈگ بھرتا چلتا چلا گیا..... اور وہ اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے بت بن کر رہ گئی۔ موسم سرما اور گرما کے ملاپ کا یہ معتدل موسم جرمنی کے شہر ہیمبرگ (Hamburg) میں بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خوب صورتی سے اتر رہا تھا۔ مگر جینی کو ان موسموں کی کہاں پروا تھی..... وہ ریبال میں اٹک کر رہ گئی تھی..... وہ اپنے سوالوں کی زد میں تھی وہ اپنے سکون کی تلاش میں جانے کہاں، کہاں بھٹک رہی تھی..... اس کے درد کو کون جانے گا۔

''کیا میرا connection کبھی صحیح جگہ نہیں جڑے گا میں نے کب، کس کو خدا مانا ہے۔ یا وحشت، کوئی ہے جو میری مدد کرے.....'' وہ اندر ہی اندر گڑگڑاتے ہوئے نامعلوم منزل کی طرف بڑھنے لگی..... منزل اس کے اختیار میں نہ تھی..... مگر راستہ اس کے قدموں کے ساتھ، ساتھ تھا..... اور دماغ میں سوالوں کے گچھے تھے..... جن کی گونج اسے سنائی دے رہی تھی۔

''میں کون ہوں.....؟ ایک عورت..... جو بیٹی، بیوی اور ماں کا کردار ادا کرتی ہے۔ کسی کو کیا خبر میرے کرب کی..... میں بے زمیں ہوں کسے خبر..... دو تہذیبوں کے ٹکراؤ اور تعصب نے مجھے کچل دیا..... میں تو پیڑ سے بچھڑی شاخ ہوں..... اور بچھڑی شاخ کو پھر کون اپناتا ہے کوئی نہیں..... کوئی نہیں.....''

پیر میں بہت زور سے ٹھوکر لگی تھی..... وہ تکلیف سے بلبلا اٹھی اور ایک دم بیٹھتی چلی گئی..... اس نے درد کی شدت سے اپنا پیر پکڑا تو انگوٹھے کا گوشت پھٹ گیا تھا اور خون بھل، بھل بہہ رہا تھا۔ مگر اچانک اسے لگا کہ آس پاس ریبال موجود ہے، اس کی آواز کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔

''تم بھی اپنی پہچان ڈھونڈ لو تو بہتر ہے ورنہ ساری زندگی یونہی بھٹکتے ہوئے گزرے گی..... اور بھٹکے ہوئے لوگ دنیا و آخرت کو کیسے ساتھ لے کر چل سکتے ہیں۔'' وہ پیر کی تکلیف بھول کر حقیقتاً اس تکلیف میں مبتلا ہوگئی جو نظر نہیں آرہی تھی۔

☆☆☆

اک دن میرا وقت بھی آئے گا
اور تم قیمت چکاؤ گے اپنے کیے کی
اور تم دیکھو گے کہ میں قطعاً اچھی نہیں ہوں
ایک دن میں آسیب کی طرح تمہیں ڈراؤں گی
یہ میرا وعدہ ہے جس کا ابھی تم کو اندازہ نہیں
مگر تم تب خواہش کرو گے کہ کاش
ہم کبھی نہ ملے ہوتے
ایک دن
کیونکہ میں کبھی نہیں بھولوں گی
اور تمہیں رحم کے لیے گڑگڑاتے کوئی نہ سن پائے گا
کیونکہ ابھی تو تم نے کچھ نہیں دیکھا
سو غور سے سنو
ایک دن تم جواب دو گے اپنے اعمال کا
بس انتظار کرو اور دیکھو
کہ میں اپنا وعدہ کبھی توڑا نہیں کرتی..... (انتقام)

Petite Magique کی نظم انتقام

روزی نے اپنا واٹس ایپ آن کیا تھا..... اور اپنے اسٹیٹس کو پڑھتی جارہی تھی..... وہ نظم اس کی زندگی کا مقصد تھی اور حاصل تھی جب کبھی وہ اخلاص کے رشتے پر آتی تو مشن کے طور پر یہ نظم پھر ازبر کرتی جو اسے اکساتی کہ ''تم انسانیت اور محبت سے عاری ہو کر صرف اپنے انتقام پر توجہ دو کہ انتقام تمہارا جنون نہیں، یہ تو ایک بیماری ہے جو دل کو کھاتی ہے اور روح کو زہریلا کر دیتی ہے اور انتقام تو مجھے ورثے میں ملا ہے میں روزی صرف روزی ہوں، میں اپنے باپ کا نام کیوں اپنے ساتھ لگاؤں..... یہ بے نام رشتہ بہت مزہ دیتا ہے.....'' وہ اذیت بھرے انداز میں مسکرائی۔ کافی کا مگ منہ سے لگایا..... اس کی خوشبو کو محسوس کیا..... کئی چہرے اس کے سامنے دھند کی صورت میں لہرا رہے تھے۔

''اگر یہ فاطر میرے راستے میں نہ آتا تو میں اور آگے بڑھ جاتی۔ ابھی تک میرا پروجیکٹ مکمل نہیں ہوا..... اور یہ ایڈیٹ، اُف.....''

اس نے ٹھوکر سے سائڈ ٹیبل کو دھکا دیا، وہ ہل کر رہ گئی..... کچھ چیزیں نیچے گر پڑیں..... تب ہی موبائل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فون کی گھنٹی بج اٹھی......اس نے لپک کر موبائل اٹھایا۔

''زوار شاہ کالنگ......''اور محبت اور انتقام کے دوراہے پر کھڑے ہو کر اس نے اپنے لہجے کو شیریں بنایا۔ اور فون ریسیو کرنے لگی...... کچھ لمحے پہلے کی روزی کا کچھ پتا نہیں تھا۔

''فوراً اپنا واٹس ایپ چیک کرو......تمہیں نیا میٹر ڈاؤن لوڈ کرنا ہے...... ایک دن میں اس کی رپورٹ بناؤ تاکہ آگے فارورڈ کر سکوں...... میں نے ابھی کچھ دیر پہلے ڈیٹیلز بھیجی ہیں...... اوکے......؟ کوئی سوال......؟''

''نہیں سر......''

''گڈ......'' وہ خوش دلی سے شاید مسکرایا تھا۔

''اوکے سی یو ٹو مارو مارننگ......'' کہتے ہوئے فون بند ہو چکا تھا۔

''ہونہہ سی یو...... میرا بس چلے تو میں تمہیں کبھی نہ دیکھوں......؟'' وہ دونوں مٹھیاں بھینچ کر بولی۔

'' مگر کچھ حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے۔'' وہ نفرت کا مجسمہ بن کر پھر کوئی منصوبہ سوچنے لگی...... دماغ کے پردے پر تصویریں نمایاں ہو رہی تھیں۔ باہر اپریل کا موسم ہلکی، ہلکی دھوپ کی شدت لیے اچھا لگ رہا تھا۔

☆☆☆

اسپتال میں پورچ سے داخل ہوتے ہی خوب صورت پودے اور پھول اپنی بہار دکھلا رہے تھے۔ قطار در قطار لگے خوب صورت گملوں میں قید دیدہ زیب نایاب گلابوں کی بہاریں تھیں جو آنکھوں کو تراوٹ دے رہی تھیں...... ماحول سے محظوظ ہوتے چند سیڑھیاں چڑھ کر اوپر بائیں طرف ہی پہلا کمرا تھا۔ جس میں زوار شاہ کے فرزند اعزاز شاہ ایڈمٹ تھے...... جن کی طبیعت اب آہستہ، آہستہ بحال ہو رہی تھی۔

چہرے پہ کمزوری ضرور تھی مگر وہ تکیوں کے سہارے دراز تھے......اور لیپ ٹاپ اپنے سامنے رکھے مینیجر پر ویڈیو کال کے ذریعے محو گفتگو تھے...... مسکراہٹ کے ساتھ وہ کہہ رہے تھے۔

''یار تم تو جرمنی جا کر مجھے بالکل بھول ہی گئے ہو، دیکھو تمہارے غم میں میرا کیا حال ہو گیا ہے۔''

''ہاں بالکل، اعزاز شاہ بالکل نظر آ رہا ہے کہ میں اور تم کتنی سچی محبت میں مبتلا تھے......اور تم سے میری جدائی سہی نہ گئی تو اسپتال کے مہمان ہو گئے......''

اعزاز شاہ بے اختیار ہنس پڑے۔

''ویسے یار یہ تمہارے پیچھے اتنے سارے مُکے نظر

قارئین متوجہ ہوں

پرچا نہیں ملتا

کچھ عرصے سے بعض مقامات سے یہ شکایات مل رہی ہیں کہ ذرا بھی تاخیر کی صورت میں قارئین کو پرچا نہیں ملتا۔ ایجنٹوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے ہماری گزارش ہے کہ پرچا نہ ملنے کی صورت میں ادارے کو خط یا فون کے ذریعے مندرجہ ذیل معلومات ضرور فراہم کریں۔

☆ بک اسٹال کا نام جہاں پر چا دستیاب نہ ہو۔
☆ شہر اور علاقے کا نام۔
☆ ممکن ہو تو بک اسٹال کا PTCL یا موبائل نمبر۔

رابطے اور مزید معلومات کے لیے

ثمر عباس 0301-2454188

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
سسپنس، جاسوسی، پاکیزہ، سرگزشت

63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں
35802552-35386783-35804200

ای میل: jdpgroup@hotmail.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded From Paksociety.com

آرہے ہیں....'' وہ اس کے پیچھے گلاب اور ٹی روزز دیکھ کر حیران ہوا..... ''اتنی محبتیں ہیں تمہارے ارد گرد..... بھئی یہ سب دیکھ کر تم پر رشک آرہا ہے۔''

ریبال نے کہا۔

''رشک.....!'' اعزاز شاہ کے چہرے پر تاریک سایہ لہرایا۔ خود پہ فوراً قابو پا کر کہنے لگے.....

''اپنی، اپنی بات ہے یار..... خوش قسمتی کے تعویز بیچنے والی ایک کمپنی سے کانٹریکٹ کرلیا ہے..... اگر کہو تو تمہارے لیے بھی بات کروں.....'' وہ بھی شرارت سے بولے۔

''تو کیا کہتے ہو.....'' اس نے بھی بھرپور انداز میں قہقہہ لگایا تو اعزاز شاہ نے اس کا ساتھ دیا۔

''اچھا یہ بتاؤ جرمنی کا موسم کیسا ہے؟''

''بہترین موسم ہے یار..... اور یہاں رات کے اس وقت پونے بارہ بج رہے ہیں..... یہاں اوائل اپریل سے تین گھنٹے کا ٹائم (وقت) مختلف ہوجاتا ہے۔ آج کل چار گھنٹے کا فرق ہے۔ کمال کا موسم ہے یار آجاؤ اعزاز تمہارے لیے کچھ مشکل نہیں سب بیماری بھاگ جائے گی..... تمہارا دل لگ جائے گا۔'' وہ انہیں آمادہ کررہا تھا۔

''تمہاری سب باتیں سمجھ رہا ہوں میں ریبال..... مجھے وہاں بلا کر مجھ کو بھی اپنی طرح بنالو گے.....'' وہ ہنس رہے تھے۔

''اپنا تو مجھے تم بنا چکے ہو اعزاز..... جبھی تو اپنے پن سے کہہ رہا ہوں، زوار انکل کی تو یہاں ٹریولنگ ایجنسی ہے ہیمبرگ میں تو اسی بہانے آجا.....'' وہ پیار سے بولا۔

''یہ بہانے میرے لیے کوئی معنی تو نہیں رکھتے..... ہاں تم اور امی میرا مطلب ہے تمہاری امی کی میری زندگی میں بہت اہمیت ہے، یہ جو رشتہ ہے ناں ہمارے بیچ درد کا رشتہ ہے محبت کا رشتہ ہے۔ میں تو شاید غلط گھر میں پیدا ہوگیا ہوں.....'' وہ بڑبڑائے۔

''اوہو..... اعزاز کفر نہیں بکتے، توبہ کرو اللہ سے..... ہم اس کی مرضی سے دنیا میں آتے ہیں، وہ فیصلہ کرتا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے..... ہماری بھلا کہاں بساط..... دیکھو میں کہاں پیدا ہوا..... تم سے ملاقات ہوتی ہے، ہماری دوستی محبت اور پیار درد میں ڈھل گئی..... اور میری امی اب اعزاز کی پہلے ہیں اور ریبال کی بعد میں.....'' وہ پیار سے کہہ رہا تھا۔ ''تو پیارے دوست شکر کا مادہ پیدا کرو..... قرآن شریف کو پڑھا کرو، سمجھ کر تو سب گلے شکوے ختم ہوجائیں گے۔ کوئی دشمن نہیں رہے گا سب سجن بن جائیں گے۔''

اور اعزاز شاہ اس کی بات سے متاثر ہوکر ذرا کی ذرا چپ ہوگئے۔ اور پھر ہنستے چلے گئے..... اور ریبال انہیں دیکھتا رہ گیا۔

''تم لفظوں کے جادوگر ہو، یہ تو بتاؤ کہ اس..... جادوگری کا شکار کون، کون ہوا اب تک..... یا سیدھے لفظوں میں یہ کہہ لو کہ مسیحا اور..... چارہ گری کے راستے میں کس، کس کو اپنے دام میں گرفتار کرچکے ہو.....''

''واہ بھائی واہ نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے..... ایک تو میں.....'' ریبال ان کے انداز پہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

''ارے میرے نیک دوست.....'' اعزاز ہاتھ اٹھا کر بولے..... ''اب کوئی نصیحت اور وعظ نہیں..... یہ بتاؤ تم کب آرہے ہو؟'' اعزاز نے گفتگو کا رخ موڑا.....

''ابھی ریسرچ ورک باقی ہے..... میں اب ذرا بنیادی اسلامی اسکولز کی طرف بھی جانا چاہتا ہوں..... مگر یہاں کے اسلامک اسکولز صرف ویک اینڈ کے لیے ہوتے ہیں۔ مسلم کمیونٹی نے یہ کام خود کیا ہے.....''

''اچھا.....'' اعزاز دلچسپی لیتے ہوئے بولے۔

''بہت خوب ریبال..... مگر تم اسکول کی جانب کیوں جارہے ہو..... تم تو ماسٹرز لیول سے اوپر ہوکر کام کرنے آئے ہو.....'' اعزاز حیران ہوئے۔

''تمہارا حیران ہونا بالکل درست ہے اعزاز..... دیکھو ہیمبرگ یونیورسٹی پاکستانی اور انڈین اسٹوڈنٹ کی ڈریم ورلڈ ہے..... مگر پاکستانی مسلمان یہاں ڈسٹربڈ اور عدم تحفظ کا شکار ہیں..... جونسل

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اب یہاں جوان ہو کر سامنے آئی ہے وہ بہت ذہنی خلفشار کا شکار ہے..... اچھا ایک بات اور۔'' ریبال نے تھوڑا سا وقفہ لیا..... وہ ایک کیفے کے احاطے میں بیٹھا تھا..... مختلف افراد اس کی پشت پر آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ''سنو..... یہاں ترکش افغانی، پاکستانی، عربی، کردش، ایرانی تقریباً ہر کمیونٹی کی مساجد ہیں..... سو میں کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ میری تحقیق میں اصل عنصر اس وقت نمایاں ہوں گے جب میں اسکول کمیونٹی میرا مطلب اسلامک اسکولز پر بھی تحقیق نہ کرلوں..... اوکے..... اور تمہیں پتا تو ہے تمہارا دوست ریبال hypnotherapist بھی ہے..... اور تم اس کی بہترین زندہ مثال ہو.....'' وہ مان سے کہہ رہا تھا۔

''کیوں، صحیح کہہ رہا ہوں ناں.....؟'' ریبال نے اس کی آنکھوں کو بغور دیکھا۔

''بالکل صحیح.....'' اعزاز نے تائید کی..... ''مگر یہ بھی سچ ہے کہ ....

عشق میں ہمیں پختگی ہوئی نہیں نصیب
ایک دو انچ کی ہر بار کمی رہ جاتی ہے''

ریبال نے بات سمجھنے کی کوشش کی..... اور پھر ان کی طرف دیکھا اور دونوں بے اختیار ہنس پڑے.....

اور اسی وقت کیفے کے داخلی دروازے سے جینی نمودار ہو رہی تھی..... اور آہستہ، آہستہ ریبال کی طرف بڑھنے لگی..... اس کی پشت پہ پہنچ گئی وہ ریبال کی ہنستی ہوئی خوشگوار آواز پہلی بار سن رہی تھی.....

''یہ ہنستا بھی ہے.....؟'' وہ حیران ہو رہی تھی..... تب ہی اعزاز شاہ نے چونک کر ہنسی کو قابو کرتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تمہارے پیچھے کون ہے.....؟ اس قدر دراز قد؟'' ریبال نے پلٹ کر دیکھا۔

''جینی تم..... یہاں خیریت.....؟''

''وہ میں..... آپ اپنے دوست سے بات کرلیں.....'' وہ اٹکتے ہوئے بولی۔ اور اسکرین کی طرف اشارہ کیا..... تو اعزاز شاہ کے گھنی مونچھوں تلے مسکراتے لب نمایاں ہو گئے۔

''اوکے..... ریبال پھر بات کرتے ہیں..... اگلی ملاقات بہت جلد ہوگی..... میرے سوال ہوں گے اور تمہارے جواب..... ٹھیک۔'' ہنستے ہوئے سلسلہ منقطع ہوا..... اعزاز شاہ کی تصویر ساکت ہوئی اور پھر اسکرین لاک ہو گئی۔

''تم اتنی رات میں یہاں کیا کر رہی ہو؟'' ریبال حیران پریشان سا ہو کر جینی سے پوچھنے لگا۔

''وہ میں آپ کے اوپر بہت چیخی تھی..... تو مجھے پریشانیوں نے گھیر لیا..... سارا دن، پھٹتی پھری..... ذہن کو سکون نہ ملا اور آپ کے اپارٹمنٹ کی طرف گئی تو وہاں تالا دیکھ کر یقین ہو گیا کہ آپ یہاں ہی ہوں گے اپنے پیاروں سے بات کر رہے ہوں گے..... اسی لیے یہاں آگئی۔'' اور وہ اپنے انداز و لہجے سے ہٹ کر بالکل مختلف طریقے سے بات کر رہی تھی..... ریبال نے اسے اس طرح دیکھا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو اور پھر اس سے نظر ہٹا کر کیفے کے باہر دیکھا جہاں رات بھیگتی جا رہی تھی..... اور رات کے دو بج رہے تھے اندر کیفے کا ماحول انتہائی تروتازہ تھا۔ کسی کو بھی دن کا انتظار نہیں تھا اور یہ لڑکی جس کا نام جینی تھا، دندناتی ہوئی شہر میں پھر رہی تھی۔ کسی بے قرار روح کی طرح..... کون ہے یہ.....؟ وہ اسے سوچے گیا اور پھر باہر نکل آیا..... اور جینی اس کے پیچھے چلتی چلی آئی۔

''اوکے، دن کی روشنی میں بات ہوگی..... اب تم جاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا..... پریشانی کی کوئی بات نہیں..... جاؤ جا کر سو جاؤ.....'' وہ اسے نرمی سے سمجھاتا آگے بڑھ گیا..... اور اسے پتا تھا وہ اس کے پیچھے کھڑی اسے ہی گھور رہی ہوگی..... مگر وہ راستہ دکھانا چاہ رہا تھا۔ صحیح راستہ، رات گمراہی کا پتا دیتی ہے اور یہاں گمراہی ہر لمحہ ہم سفر ہے۔

☆☆☆

ریبال کی تصویر سامنے لگی تھی۔ اور تصویر کو بغور دیکھتے ہوئے مہر النسا بے آواز آنسوؤں کے ساتھ درد

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کی کیفیت سے گزر رہی تھیں۔

''میرا بیٹا۔'' وہ اس کی تصویر دیکھ کر بڑبڑائیں..... اس کو پیار سے دیکھنے لگیں۔ ''کتنے پیار سے پالا ہے میں نے اسے.....!''

''اور، چھپا کر بھی.....'' کسی نے ان کے پاس سرگوشی کی تو وہ سہم گئیں۔

''ہاں'' انہوں نے اعتراف کیا..... اور ان بہتے اشکوں میں ماضی کی زندہ تصویریں سامنے آگئیں..... 23 سال پہلے کا ماضی ان کے سامنے کھڑا تھا..... ایک گھر کا ماحول ان کے سامنے آگیا۔

مہر النسا اور زیب النسا دونوں بہنیں تھیں..... قدرت نے زیب النسا کو ایک الگ ہی سانچے میں ڈھالا تھا..... وہ بے انتہا خوب صورت تھی لیکن ساتھ ہی ضدی اور گھمنڈی..... ہر چیز پر اپنا حق سمجھنا اس کی فطرت تھی..... جسے وہ ہر صحیح و غلط طریقے سے حاصل کر لیتی تھی..... جبکہ مہر النسا خوب صورت تو نہیں تھی مگر اس کی شخصیت میں متانت، ٹھہراؤ اور شائستگی اسے باوقار بناتے تھے..... اس سے ملنے والے پہلی ہی ملاقات میں اس کے گرویدہ ہو جاتے اور وہ مقابل پر اچھا اثر چھوڑتی..... جبکہ زیب النسا منفی سوچ کے ساتھ ہر ایک کے لیے منفی تاثر رکھتی اور اپنا امیج خراب کرتی.....

پڑھائی کے معاملے میں بھی زیب النسا اپنی چھوٹی بہن مہر النسا سے حسد میں آگے پڑھ رہی تھی..... ورنہ وہ پڑھائی میں کوری تھی..... وہ اپنے تمام تر اسائنمنٹ مہر النسا سے بنواتی اور امتحانات سے صرف ایک ماہ پہلے ماں کے کہنے پر کتابیں کھول کر دیکھ لیتی..... اس لیے صرف پاس ہوتی آئی تھی..... جبکہ اس کے مقابلے میں مہر النسا ذہین ہونے کے ساتھ، ساتھ بہترین طالبہ تھی..... اس کا تعلیمی ریکارڈ اب تک شاندار تھا..... وہ میڈیکل کالج میں جانا چاہتی تھی..... اس لیے انٹر میں بہت اچھے مارکس لیے تھے۔ مگر زیب النسا نے ابا کی خوشامد کر کر کے مہر النسا کو بھی اپنے ساتھ ہی بی اے کرنے پر رضامند کر لیا اور یہ پہلا موقع تھا جب مہر النسا کو احساس ہوا کہ دل ٹوٹنا کسے کہتے ہیں؟ ہار کیا ہوتی ہے؟ مگر اس کے مزاج میں مصالحت یا جسے صلح جوئی کہتے ہیں بدرجۂ اتم موجود تھی۔ اس نے زبان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور ابا کی بات مان لی تھی حالانکہ اماں نے ابا سے دبے لفظوں میں کہا بھی مگر ابا نے کہا۔ میں دونوں بہنوں کو برابر دیکھنا چاہتا ہوں..... تب وہ بی اے کی تیاری... دل و جان سے کرنے لگی..... بی اے کے فوراً بعد اس نے ابا سے لا میں ایڈمیشن کے لیے کہا اور ابا راضی ہو بھی گئے تھے۔ ابھی داخلہ ہی لیا تھا کہ قسمت نے ایک نیا دکھ دے دیا..... ان کے سروں سے باپ کا سایہ اٹھ گیا.....

شروع، شروع میں تو قریب کے رشتے داروں نے ساتھ دیا لیکن پھر مہنگائی کا رونا، تمام احساسات پہ غالب آتا گیا اور آخر کب تک وہ بیوہ ماں اور یتیم بچیوں کی پرورش کا بیڑا اٹھاتے..... یوں انہوں نے منہ موڑ لیا تو مہر النسا نے گھر کے اخراجات کے لیے... خودداری کا دامن تھاما..... اور نوکری کے لیے گھر سے نکل کھڑی ہوئی..... ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے لیے نیا خیال، نیا ذہن درکار تھا ایز اے کونسیپٹ رائٹر اور پہلے ہی مرحلے پر زوار شاہ سے ملاقات ہوئی اس کے پاس نہ تجربہ تھا، نہ کوئی اور سہولت..... لیکن پچیس لڑکیوں کے انٹرویو کے دوران جب زوار نے مایوسی کے ساتھ کہا کہ نیکسٹ تو تھکی ہاری، میک اپ سے عاری چہرے اور تنی گردن کے ساتھ مہر النسا اندر داخل ہوئی..... زمانے کے گرم و سرد سے نا آشنا، معصومیت، نادانی اور دانائی اس کی گفتگو میں نمایاں تھی..... اور زوار شاہ کی زمانہ شناس نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔

''یہ بالکل فٹ ہے اور کام سیکھنے والوں میں سے ہے..... محنت کر سکتی ہے، وفا اس کی سرشت میں دکھتی ہے۔''

اس نے جیوری کو اپنے کمنٹس دکھائے اور سب نے اس سے ایگری کیا..... اور مہر النسا کو چند دنوں بعد

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فائنل انٹرویو کال کے بعد جوائننگ لیٹر مل گیا..... اس نے آسودہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی ماں کو گلے لگالیا.....

زیب النسا کو بہن کا نوکری کرنا برا تو لگا لیکن وہ ضبط کرگئی..... کیونکہ اسے گھر کے کاموں میں ماں کا ہاتھ بٹانا تھا اور نوکری کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی اس کے تو بہت اونچے خواب تھے..... ایک بڑا گھر نئے ماڈل کی گاڑی اور نوکر، چاکر کے ساتھ ایک چاہنے والا شوہر اس کے خوابوں میں بسا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ اس کے خوابوں سے کوئی آشنا نہیں تھا بلکہ وہ تو اپنی ہر بات کا برملا اظہار کرتی تھی اور ایک بار نہیں کئی، کئی بار..... اس وقت بھی وہ برآمدے میں اماں کے ساتھ بیٹھی سبزی کٹوا رہی تھی اور ساتھ، ساتھ اپنے خیالات کا اظہار بھی کررہی تھی۔

''مجھے نہیں لگتا کہ مہر النسا زیادہ عرصہ جاب کر پائے گی۔'' امی اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں بولیں تو وہ کچھ دیر انہیں دیکھنے کے بعد پھر بولی۔

''اسے صرف پڑھنا چاہیے..... نوکری کے لیے سادہ طبیعت لوگ نہیں چلتے.....'' پھر وہ چھری رکھ کر خود کو بڑے اسٹائل سے اپنے سراپا کو نمایاں کرتے ہوئے گویا ہوئی۔ ''وہاں تو مجھ جیسی بولڈ اور فیشن کی دلدادہ لڑکیاں چلتی ہیں اور کامیاب بھی رہتی ہیں..... آپ کیا کہتی ہیں امی.....؟'' زیب النسا نے ماں کی طرف دیکھا۔ ''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں.....؟''

اماں نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔

''یا اللہ اس بدبخت کا کیا ہوگا.....'' وہ اپنے سر پر ہاتھ مار کر غصے سے وہاں سے اٹھ گئیں۔ زیب النسا نے ہکا بکا ہو کر ماں کو دیکھا..... اپنے سوال کا یہ ردِعمل ہوگا اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ اس نے وہ طوفان بدتمیزی مچایا کہ آس پڑوس میں بھی آوازیں گئی ہوں گی..... مگر اماں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھیں۔

☆☆☆

غزل

محبت کی کبھی مجھ پر نظر کرلو تو اچھا ہے
مجھے اب زندگی کا ہم سفر کرلو تو اچھا ہے

بہت دن سے اداسی ہے میری سنسان گلیوں میں
اِدھر سے اب میرے ہم دم گزر جاؤ تو اچھا ہے

تمہارے پیار کے قابل اگر میں ہو نہیں سکتی
مجھے آنکھوں سے اپنی بے بسر کرلو تو اچھا ہے

تمہاری زندگی میں پلٹ کر آ گئی ہوں میں
میری چاہت محبت کو امر کرلو تو اچھا ہے

تمہارے پیار میں ہوں میں بکھری ہوئی لڑکی
کبھی تو شامِ الفت کی سحر کرلو تو اچھا ہے

تمہارے عشق میں پاگل ہوئی جاتی ہے تمثیلہ
خطا اس کی اگر تم درگزر کرلو تو اچھا ہے

از: تمثیلہ لطیف، پسرور

غزل

کہا یہ درد نے ایک بار پھر ابھرتے ہوئے
کہ تھوڑا وقت تو لگتا ہے زخم بھرتے ہوئے

پھر اس کنارے پہ لوٹوں گا کب خدا جانے
میں سوچتا رہا دریا کو پار کرتے ہوئے

ہمیں یہ تیری اداسی بھلی نہیں لگتی
سکوتِ شب سے کہا جگنوؤں نے ڈرتے ہوئے

میں بجھ سا جاتا ہوں منظر یہ جب بھی دیکھتا ہوں
کسی نشیب میں اِک سائے کو اترتے ہوئے

میری رگوں میں بھی اترے ہیں کچھ خزاں موسم
مجھے بہار نے دیکھا نہیں بکھرتے ہوئے

میں بے نیاز ہی گزرا تھا شاد راہوں سے
عبور ہوگئیں کچھ منزلیں گزرتے ہوئے

کلام: غزالہ شاد

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''کیا ہوا، تمہیں یہ تم الماری میں سے چیزیں نکال کر کیوں پھینک رہی ہو۔'' شام میں مہر النسا نے آفس سے واپسی پر گھر میں قدم رکھا تو زیب بیڈ پر چیزیں پھینکیں مسلسل بولے چلی جارہی تھیں۔

''کسی کو میرا خیال ہے اس گھر میں.....'' وہ اپنے غصے کی بندوق مہرو کی طرف کرتے ہوئے چیختے ہوئے بولی۔'' میں جیوؤں یا مروں کسی کو فرق نہیں پڑنے والا..... ایک ابا تھے جنہیں میری فکر تھی وہ بھی منوں مٹی تلے جاسوئے.....'' وہ سسکتی ہوئی بولی تو مہرو نے اسے کندھوں سے تھام کر بیڈ پر اپنے ساتھ بٹھالیا۔

''میں ہوں ناں..... مجھ سے کہو.....'' وہ اس سے عمر میں چھوٹی تھی اور بات ایسے کررہی تھی جیسے اس سے عمر میں، کہیں زیادہ بڑی ہو..... اور زیب تو سدا کی مطلب پرست تھی..... اس کی ہمدردی بٹورنے کے لیے شدت سے روتے ہوئے بولی۔

''میں نے امی سے کہا کہ مہرو اکیلی جاب کررہی ہے، اس کی تنخواہ سے گھر کا خرچ مشکل سے پورا ہوتا ہے..... اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے میں بھی نوکری کرلوں..... تو امی.....'' یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔

''کمال کی اداکارہ ہے، آگے جاکے قیامت ڈھائے گی۔'' دروازے کے پیچھے کھڑی امی اس کی حرکتیں دیکھ کر غصے سے کھول رہی تھیں۔

''امی کی عادت سے تو تم واقف ہو.....'' مہرو بہت آہستہ آواز میں اسے سمجھانے لگی..... ''جب تک ابا کمانے والے تھے تب بھی وہ فکر کیا کرتی تھیں اور ایسا نہیں تھا کہ وہ غلط کرتی ہیں ہماری شادی کے لیے بھی پیسے جمع کرتی رہتی ہیں اور سنو.....''

''تو اسی لیے تو میں بھی نوکری کرنا چاہتی ہوں.....'' زیب نے اس کی بات کاٹ کر فوراً کہا۔

''تم بھی جاب کرلوگی تو امی بالکل اکیلی ہوجائیں گی ابھی ان کو ہماری ضرورت ہے..... اور پھر تنہائی تو خود ایک بیماری ہے اور عمر کے اس حصے میں وہ تنہا رہیں تو.....'' وہ قصداً بات ادھوری چھوڑ کر اسے دیکھنے لگی..... مہرو کا خیال تھا وہ اس کی بات سمجھ گئی ہوگی..... لیکن وہ اپنی دُھن کی پکی تھی..... اور بلا کی موقع پرست بھی۔

''بھئی امی کو کبھی نہ کبھی تنہا تو ہونا ہی ہے اور میں اب اس طرح ترسی ہوئی زندگی نہیں گزار سکتی کہ میں اپنی چھوٹی، چھوٹی خواہشوں کے لیے ترستی رہوں.....'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر حسرت وغم کی تصویر بن گئی۔

''تمہیں پیسے چاہئیں؟'' مہرو نے پوچھا۔

''ہاں.....'' وہ فوراً منہ کھول کر بولی۔

''مجھ سے لے لو.....'' مہرو نے اپنے پرس سے ہزار، ہزار کے دو نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے اور زیب نے اس کے ہاتھ سے پیسے جھپٹنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔

''تم بہت اچھی ہو۔'' زیب..... یہ کہہ کر الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اور مہرو اسے خوش دیکھ کر کمرے سے باہر نکلی تو امی کو دروازے کے پیچھے کھڑا دیکھ کر چونکی..... امی نے اسے شاکی نظروں سے دیکھا..... ان کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں..... وہ تڑپ کر ان کے گلے لگ گئی۔

''جانے دیں امی، وہ سمجھ نہیں پارہی ہے حالات کو.....'' مہرو امی کو منانے لگی۔

''میں، ماں ہوں تم دونوں کی..... دونوں کی فطرت سمجھتی ہوں..... وہ بہت پچھتائے گی بیٹا..... اس کو ابھی سمجھ میں نہیں آرہا۔ وہ جن خوابوں کے پیچھے بھاگ رہی ہے اگر اس کو مل بھی گئے تو وہ اس پر بھی قناعت نہیں کرے گی..... بس مجھے ڈر لگتا ہے کہ جو اندیشے مجھے لرزا رہے ہیں کہیں اس کی لپیٹ میں تم نہ آجاؤ.....''

''کیا کہہ رہی ہیں امی.....'' وہ ہکا بکا ہوکر ماں کو دیکھے گئی۔

(باقی آئندہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

قیمت

دانیہ صدیقی

مہرین ٹریفک سے پُر سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ اس کے سامنے بے شمار گاڑیاں تیز رفتاری سے دھواں اڑاتی گزر رہی تھیں۔ مہرین کو سڑک کے دوسری طرف جانا تھا مگر سگنل بند ہونے میں ہی نہیں آرہا تھا۔ شدید گرمی اور اتنی بھاگ دوڑ کے باوجود خلافِ معمول اس کا موڈ کافی خوشگوار تھا کیونکہ پچھلے دو ماہ کے چڑھے ہوئے بجلی، پانی اور گیس کے بل اس نے آج بالآخر جمع کروا دیے تھے۔ گزشتہ روز اس کی کمیٹی کھلی تھی اور اس سے ملنے والی رقم سے اس نے سب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

سے پہلے سر پر تلوار کی طرح لٹکتے بلوں سے جان چھڑائی تھی اس لیے وہ خود کو کسی بادل کی طرح ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ سگنل بند ہو گیا تھا دوسرے لوگوں کے ہمراہ وہ بھی جلدی، جلدی سڑک کراس کر کے دوسری طرف آ گئی۔ وہ آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر نئی کھلنے والی وسیع و عریض سپر مارکیٹ پر پڑی۔ آج کل شہر میں نت نئی مارکیٹوں کا کھلنا ایک عام سا رواج بن گیا ہے مگر جس چیز نے مہرین کی توجہ اپنی جانب مبذول کی، وہ تھا اس مارکیٹ کے نام کے ساتھ لگا بورڈ، جس پر ایک اسمارٹ سی لڑکی ہاتھ میں پرس تھامے کھڑی تھی اور اس کے ایک جانب یہ جملہ درج تھا۔

''خوش آمدید! آپ سب کے لیے خریداری کا بہترین موقع!'' نہ جانے کیوں یہ جملہ پڑھ کر مہرین کے چہرے پر ایک استہزائیہ سی مسکراہٹ آ گئی اور اس نے تلخی سے سوچا۔

''ہم سب کے لیے؟ بہت خوب! اور اس آسمان کو چھوتی مہنگائی کا کیا کریں جس نے ہمارے ہوش اڑا کر رکھ دیے ہیں۔'' وہ مہینے کا سودا اپنے گھر کے قریب واقع... پرچون کی دکان سے لیا کرتی تھی جہاں ہر چیز مناسب قیمت پر مل جاتی تھی اور دکان کے مالک جمیل بھائی اپنے مستقل گاہکوں کا خیال رکھتے ہوئے اکثر سو پچاس کا ڈسکاؤنٹ بھی دے دیا کرتے تھے۔ مہرین کے لیے یہ معمولی سی بچت بھی کسی نعمت سے کم نہیں تھی۔ پاس بجنے والا زوردار ہارن مہرین کو خیالوں کی دنیا سے باہر گھسیٹ لایا۔ اس نے دوبارہ ایک نظر مارکیٹ پر ڈالی اور پھر اس کا ارادہ بدل گیا۔

''بچوں کے اسکول سے آنے میں ابھی کافی دیر ہے کیوں نہ ایک چکر اس مارکیٹ کا لگا لیا جائے، تھوڑی تفریح بھی ہو جائے گی اور پھر اس آگ برساتی گرمی میں کچھ دیر اے سی کی ہوا بھی مفت میں کھانے کو مل جائے گی۔''

اس خیال کے آتے ہی سب سے پہلے اس نے پرس سے چھوٹا سا شیشہ نکال کر اپنا جائزہ لیا۔ بال سلیقے سے جمے ہوئے، کاجل بھری آنکھیں، ہلکا سا میک اپ اور پھر اس کی اچھی ڈریسنگ کی تعریف تو اس کی سبھی سہیلیاں کیا کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ خود بھی کپڑے سینے کی ماہر تھی اسی لیے کم آمدنی اور ڈھیروں خرچوں کے باوجود وہ کسی نہ کسی طرح جوڑ توڑ کر کے اور پیسے بچا کر بہترین تراش خراش کے سوٹ خود ہی سی لیا کرتی تھی۔ اس نے اپنے شانوں پر پڑے کاٹن کے کلف لگے خوب صورت سے دوپٹے کو ٹھیک سے سیٹ کیا اور پھر نپے تلے قدم اٹھاتی اسٹور میں داخل ہو گئی۔

اندر داخل ہوتے ہی اے سی کی خوشگوار ٹھنڈک نے اس کا استقبال کیا۔ مارکیٹ میں صبح کا وقت ہونے کی وجہ سے زیادہ رش نہ تھا، ویسے بھی یہاں جس طبقے کی خواتین شاپنگ کرنے کے لیے آتی تھیں ان کا تو ابھی سو کر اٹھنے کا ٹائم بھی نہیں ہوا تھا۔ مہرین نے ذرا سا رک کر سپر مارکیٹ کا جائزہ لیا۔ شیشے کی طرح چمکتا ٹائلوں سے مزین فرش، قطار در قطار لگے قد آدم ریکس اور ان میں رکھی طرح طرح کی اشیا گاہکوں کو چیخ، چیخ کر اپنی طرف بلا رہی تھیں۔ اسٹور میں دھیمے سُروں میں انگریزی گانے بھی بج رہے تھے جو کانوں کو بھلے محسوس ہو رہے تھے۔ ایک طرف ٹرالیاں لائن سے کھڑی تھیں اور دوسری طرف بیزار سی شکلوں والے کیشیرز اپنے اپنے کاؤنٹرز پر بیٹھے تھے۔ مہرین نے نوٹ کیا کہ دائیں جانب بیٹھا کیشیئر اسے ہی گھور، گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں اسے بے نقط سناڈالیں اور ٹرالی دھکیلتی آگے بڑھ گئی۔

سب سے پہلے دالوں اور اناج کا سیکشن تھا جہاں یہ تمام چیزیں دیدہ زیب پیکٹوں میں سجی ہوئی تھیں۔ صاف ستھرے لال اور سفید لوبیا پیکٹس کے اندر سے اپنی چھب دکھلا رہے تھے۔ پیکٹ میں سجی شوخ پیلے رنگ کی مونگ دال اپنے اصل حجم سے دُگنی معلوم ہو رہی تھی جبکہ ایک طرف رکھے کابلی چنے گویا برف کے گالے معلوم ہوتے تھے۔ اس کے بچے بہت دنوں سے ماش کی دال کے دہی بڑے کھانے کی ضد کر رہے تھے آج شام وہ دہی بڑے بنائے گی تو اس کے میاں بھی خوش ہو جائیں گے۔ یہ سوچتے ہوئے مہرین نے ماش کی دال کا پیکٹ ہاتھ میں پکڑا مگر قیمت پر نگاہ دوڑائی تو بھونچکا رہ گئی۔ اس نے دال کی قیمت کا جمیل بھائی کی دکان سے ملنے والی دال کی قیمت سے موازنہ کیا تو یہاں ملنے والی دال پورے پندرہ روپے مہنگی تھی۔ مہرین ایک، ایک روپیہ بھی حساب کتاب سے خرچ کرنے کی عادی تھی، اس نے دال کا پیکٹ واپس رکھنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اچانک سپر مارکیٹ کے یونیفارم میں ملبوس ایک نازک سی لڑکی وہاں نمودار ہو گئی اور مہرین کے قریب آ کر شائستگی سے بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"جی میڈم، آپ کسی الجھن میں لگتی ہیں۔ کیا میں آپ کی مدد کرسکتی ہوں؟"

مہرین کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رہ گیا اور اس نے جلدی سے وہ پیکٹ اپنی ٹرالی میں رکھ دیا۔ "جی نہیں، شکریہ!" بہ مشکل اس کے منہ سے یہی الفاظ نکل سکے اور وہ تیزی سے ٹرالی دھکیلتی آگے بڑھ گئی۔ "توبہ ہے! یہ سیلز پر مامور اسٹاف ہماری مدد کرنے کے لیے ہوتا ہے یا شرمندہ کرنے کے لیے۔" اس نے غصے سے پیچ وتاب کھاتے ہوئے سوچا۔

تھوڑا سا آگے جاکر اسے ایک جانب اہرامِ مصر کی طرز پر ایک دوسرے کے اوپر سجے جوس کے ڈبے رکھے نظر آئے۔

"اوہ، زبردست!" مہرین بے اختیار داد دینے پر مجبور ہوگئی مگر پھر ان کی قیمت دیکھ کر سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی۔ تھوڑا سا آگے دل کو لبھا لینے والے ہر موسم کے سبزی اور پھل رکھے تھے۔ معمولی سبزیوں اور پھلوں کی قیمتیں بھی یہاں بازار میں ملنے والے سبزیوں اور پھلوں سے دُگنی تھی۔ وہ یہاں سے بھی بہ مشکل نظریں چراتی آگے بڑھی تو خود کو کاسمیٹکس، کریمز اور اسکربز کے سیکشن میں کھڑا پایا۔

اب اس کے لیے مزید نظریں چرانا ممکن نہیں تھا۔ وہ اپنی جلد کا بے حد خیال رکھتی تھی اور اس کو شاداب رکھنے کے لیے طرح طرح کے ٹوٹکے آزماتی رہتی تھی اور یہاں تو دنیا جہان کی کریمیں، اسکربز اور ماسک اسے اپنی جانب بلا رہے تھے۔ مہرین کسی ندیدے بچے کی طرح آگے بڑھی اور اس نے ایک فیشل اسکرب کے لیبل پر نظر ڈالی، جس پر درج تھا۔

"سرخ اسٹرابری کی ملائمت، تازہ آڑوؤں کا رس، سیب کے حیاتین اور دودھ کی تازگی لیے، خاص آپ کی جلد کے لیے!" لیبل پڑھ کر بے اختیار اس نے سوچا۔ "یہ تو فیشل اسکرب کم اور کسی فروٹ سلاد کی ترکیب زیادہ معلوم ہو رہی ہے۔" ہمیشہ گھریلو ٹوٹکوں پر انحصار کرنے والی مہرین کے لیے یہ سب کچھ کافی حیران کن تھا۔ چہرے کے نکھار کے لیے عرقِ گلاب میں گھلی ملتانی مٹی پندرہ منٹ کے لیے لگائی اور ہوگئی چہرے کی تازگی بحال! اگر کیلے سستے ہیں تو ایک کیلے کا گودا چہرے پر لگایا اور آدھے گھنٹے بعد ہی مطلوبہ نتیجہ آپ کے سامنے! آنکھوں کے نیچے پڑنے والے حلقوں کا علاج تو وہ روزانہ لنچ میں بچنے والے کھیروں سے ہی کرلیا کرتی تھی۔

بال روکھے اور بے جان ہو رہے ہیں؟ انڈوں اور دہی سے بنا آمیزہ کبھی دھوکا نہیں دے سکتا۔ جمیل بھائی کی دکان سے دو انڈے منگوائے، فریج میں رکھا دہی اس میں ملایا اور بالوں میں لگا لیا۔ چلو اللہ، اللہ خیر صلا! اور ایسا نہیں تھا کہ ان ٹوٹکوں نے اسے کبھی دھوکا دیا ہو۔ اس کے کالے، ریشمی اور گھنے بال اور چاندی کی طرح چمکتی جلد اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ ان کو تندرست اور شاداب رکھنے کے لیے ہزاروں روپے کی کریمیں اور شیمپوز درکار نہیں ہوتے۔ قدرت بذاتِ خود تمام مسئلوں کا حل اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ رفتہ رفتہ مہرین ریکس میں سجے ان کریمز اور ہیئر کنڈیشنرز کے سحر میں گرفتار ہوتی چلی گئی اور اس نے سوچ بچار کرکے اپنی جلد اور بالوں کی مناسبت سے کچھ چیزیں خرید لیں۔

اس کے بعد وہ شاداں وفرحاں سی آگے بڑھی۔ وہ دل ہی دل میں ان کاسمیٹکس کے رزلٹ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس کی سہیلیاں تو حیران ہی رہ جائیں گی اس نے مسکرا کر سوچا۔ ابھی مہرین ٹھیک سے لطف اندوز بھی نہیں ہو پائی تھی کہ ایک دلفریب سی مہک نے اس کو اپنے حصار میں لے لیا۔ اس نے چونک کر آس پاس نگاہ دوڑائی تو اس نے خود کو پرفیومز کے سیکشن میں کھڑا پایا جہاں ہر طرف خوشنما بوتلوں میں سجے پرفیومز رکھے ہوئے تھے۔ کہیں سمندر کے نیلے رنگ کو مات دیتے پرفیوم نظر آتے تو کہیں پگھلے ہوئے سونے کے مانند سنہرے رنگ کے پرفیوم بوتل میں بند گاہکوں کو اپنی جانب بلاتے۔ ایک بوتل نے اسے اپنی جانب متوجہ کرلیا جسے کاؤنٹر کے پاس موجود سیلز گرل تھامے ہوئے تھی۔ وہ ہلکے گلابی رنگ کی خوشنما سی پھول کے ڈیزائین کی بنی کانچ کی بوتل تھی جس پر لگا ڈھکن کسی سونے کی انگوٹھی سے مشابہت رکھتا تھا۔

اس وقت سیلز گرل ایک خاتون کی ہتھیلی کی پشت پر اس کا اسپرے کر رہی تھی۔ اسی خوشبو نے مہرین کو رک جانے پر مجبور کردیا تھا، مہرین نے غور سے اس خاتون کی طرف دیکھا جو اب ہتھیلی کو ناک کے قریب لے جاکر نخوت سے ناک بھوں چڑھا رہی تھی۔ کھڑے، کھڑے نقوش، تازہ، تازہ اسٹریٹ کیے گئے خوب صورت تراشیدہ بال، لان کا مہنگا سا سوٹ پہنے، ہاتھ میں جڑاؤ پتھروں سے مزین میچنگ کلچ تھامے اور پرل کی نازک سی جیولری پہنے وہ مغرور سی نظر آنے والی عورت اسے پہلی ہی نظر میں احساسِ کمتری کا شکار کرگئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''یہ تو یقیناً پیسوں میں کھیلتی ہوگی!'' اس نے حسد سے سوچا۔ ''کاش، ہم اپنی، اپنی زندگی ایک دوسرے سے تبدیل کرسکیں۔'' مگر اگلے ہی لمحے اسے خود پر جان چھڑکنے والا شوہر اور پیارے، پیارے بچے یاد آئے تو وہ شرمندہ ہوگئی۔ ''مجھے اپنی زندگی سے کوئی شکایت نہیں لیکن گر تھوڑا سا پیسہ بھی ہوتا تو یہی زندگی مزید حسین ہوجاتی۔'' وہ وہاں سے سر جھکائے آگے بڑھ گئی۔

اگلا سیکشن گھریلو استعمال کی چھوٹی موٹی چیزوں کا تھا۔ مہرین اس امیر عورت کی طرح مہنگے پرفیوم تو نہیں خرید سکتی تھی مگر اس نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر دو، تین امپورٹڈ ائر فریشنرز اٹھا کر اپنی ٹرالی کے نذر کردیے۔ برتن دھونے والا صابن ہاتھ کی جلد کو سخت اور روکھا بنا دیتا ہے، اس نے وہاں رکھے عمدہ معیار کے امپورٹڈ ڈش واشنگ لیکوئڈز دیکھ کر بے ساختہ سوچا اور ان میں سے ایک کا انتخاب کرکے ٹرالی میں رکھ دیا۔ اب اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوچکی تھی۔ وہ عورت اور اس کے امیرانہ ٹھاٹ باٹ مہرین کے حواسوں پر سوار ہوچکے تھے۔

''یہ بھی کوئی زندگی ہے، چھوٹی، چھوٹی چیزوں کے لیے بھی دل کو مار کے گزارہ کرو اور دوسری طرف ایسے لوگ ہیں جو دونوں ہاتھوں سے پیسے خرچ کریں تب بھی ان کے پاس کوئی کمی نہیں ہوتی۔'' اب اس کے سامنے کپڑوں کو کلف لگانے والا اسپرے موجود تھا۔ اپنے اور میاں کے کپڑوں کو ہاتھ دھو کر گھر کا بنا کلف لگا کر رگڑ، رگڑ کر استری کرتے دانتوں پسینہ آجاتا ہے، اس نے ایک اسپرے منتخب کرکے ٹرالی میں ڈال دیا۔

''اونہہ، بے شک میں اس عورت کی طرح پیسے والی نہیں ہوں تو کیا ہوا، کم از کم اتنی غریب بھی نہیں کہ یہ چھوٹی موٹی چیزیں بھی نہ خرید سکوں۔ میرا بھی زندگی پر اتنا ہی حق ہے جتنا اس عورت کا اپنی زندگی پر ہے۔'' پھر مہرین مختلف سیکشنز سے ہوتی اور چھوٹی موٹی خریداری کرتی ہوئی منجمد اور غیر منجمد کھانوں کے سیکشن تک پہنچ گئی۔ رنگ برنگے اور خوب صورت ڈبوں میں موجود کھانوں نے اسے ٹھٹک جانے پر مجبور کردیا۔ ایک طرف کارن فلیکس کے ڈبے پر ایک بڑا سا بھالو ہاتھ ہلا کر اسے چڑا رہا تھا تو دوسری طرف نوڈلز کے ڈبے پر ایک خوش باش خاندان کی تصویر کے نیچے درج تھا۔ ''آپ کی فیملی کے لیے بین الاقوامی معیار کے مزیدار نوڈلز.....'' اس کے بالکل سامنے ایک وسیع و عریض فریزر میں دنیا جہاں کے کھانے موجود تھے۔ پیزا، برگر، سموسے، نگٹس، اسپرنگ رولز، چپلی کباب اور نہ جانے کیا، کیا۔ مہرین کے بعد دیگرے پیکٹس اٹھا کر دیکھنے لگی۔ ساتھ، ساتھ اس کا ذہن بھی چل رہا تھا۔

''اگر میں نگٹس کا پیکٹ لے جاؤں تو بچے کتنا خوش ہوجائیں گے۔ بیچارے ویسے بھی دوسرے بچوں کی طرح ضد نہیں کرتے، جو بھی کھلا دو نخرے دکھائے بغیر کھا لیتے ہیں۔ ورنہ آج کل کے بچے تو.....''

اس کے خیالات کو مسحور کن خوشبو نے توڑا۔ اس نے ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا تو اس کے دائیں ہاتھ پر وہی عورت ٹرالی دھکیلتی آ کھڑی ہوئی تھی جسے دیکھ کر مہرین کے دل میں بے ساختہ رشک و حسد نے جنم لیا تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے دیکھا تو وہ اپنی ٹرالی میں پران رولز رکھتی نظر آئی۔ پھر وہ ایک، ایک کرکے کٹلٹس، سیخ کباب، میٹ بالز اور اسی طرح کی دیگر اشیا سے اپنی ٹرالی بھرنے لگی۔ امارات اس کے رکھ رکھاؤ سے ظاہر ہو رہی تھی۔ مہرین نے ایک بار پھر حسرت سے سوچا۔ ''اس کے پاس تو دولت کی ریل پیل ہے۔ اسے میری طرح بجلی، گیس کے بل اور بچوں کی اسکول فیس کی فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہوگی۔ اس کو تو علم بھی نہیں ہوگا کہ یوں سسک، سسک کر زندگی کیسے گزاری جاتی ہے۔'' مہرین نے بھی اس کی دیکھا دیکھی تین، چار پیکٹس اٹھا کر اپنی ٹرالی میں ڈالے اور مضمحل سے قدم اٹھاتی کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی۔

جب تک کیشئر چیزوں کا حساب کرتا رہا وہ ایسے ہی خیالوں میں ڈوبتی ابھرتی رہی، بار بار اس کی نظروں کے سامنے اسی دولت مند عورت کا سراپا لہرا رہا تھا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اپنے ذہن سے جھٹک نہیں پا رہی تھی۔

''چار ہزار، آٹھ سو تیس روپے'' کیشئر کے الفاظ اس کی سماعت پر کسی بم کی طرح پھٹے اور ایک ہی لمحے میں اسے خوابوں کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں لا پٹخا۔ مہرین کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا اسی لیے اس نے دوبارہ پوچھا۔

''کتنے کا بل بنا ہے؟'' اس بار کیشئر کی آواز میں ہلکی سی بیزاری تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''چار ہزار، آٹھ سو تیس روپے میڈم!'' اس نے لفظ میڈم پر زور دے کر کہا۔ مہرین نے بے اختیار پرس کی جانب ہاتھ بڑھایا مگر فوراً ہی اسے یاد آ گیا کہ اس کے پرس میں اتنی رقم نہیں ہے پھر ان گنتی کی چیزوں کا جتنا بل بنا تھا اتنے میں تو اس کے گھر میں پورے مہینے کا سودا پڑتا تھا۔

مہرین کو اپنی خود اعتمادی اور عزتِ نفس کی دھجیاں اڑتی محسوس ہوئیں۔ کتنی شرمندگی کی بات تھی کہ اس کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے جتنے کی اس نے شاپنگ کر ڈالی تھی۔ نہ جانے وہ کس دُھن میں مگن تھی جو اتنی بڑی بیوقوفی کر دی۔ اس نے پلٹ کر قطار کو دیکھا تو اپنے پیچھے باری کے انتظار میں اسی امیر عورت کو کھڑے پایا۔ شرمندگی اور بے عزتی کا احساس دو چند ہو گیا۔ ''اب میں اس کے سامنے بولوں گی کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں تو وہ میرے بارے میں کیا سوچے گی۔''

''یا اللہ! کیا کروں؟'' کیشئر اس وقت خاموشی سے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا اور مہرین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس بات کو یہ مشکل ایک منٹ ہی گزرا تھا مگر مہرین کو یوں محسوس ہو رہا تھا گویا وہ یہاں صدیوں سے کھڑی ہے۔ اچانک اسے سامنے ایک صاحب اپنی ٹرالی سنبھالتے گلاس ڈور کی جانب بڑھتے نظر آئے۔ وہ ایک لمحے کو رکے اور اپنا کریڈٹ کارڈ والٹ میں رکھ کر پھر سے آگے بڑھ گئے۔

یہ مہرین کے لیے گویا قدرت کی طرف سے اشارہ تھا۔ اس نے اپنے ماتھے پر آیا پسینہ پونچھا اور کیشئر کی جانب مڑ گئی۔ اب اس کا اعتماد بحال ہو چکا تھا۔ اس نے دانستہ طور پر چند لمحے اپنے پرس کو کھنگالنے میں صرف کیے پھر معذرت خواہانہ سے لہجے میں بولی۔ ''اوہ معاف کیجیے گا، لگتا ہے میں آج جلدی میں اپنا کریڈٹ کارڈ گھر پر ہی بھول آئی ہوں۔ خیر کوئی بات نہیں، آپ میری شاپنگ ایک طرف سنبھال کر رکھ دیجیے، میں شام کو کسی وقت آ کر لے جاؤں گی یا پھر اپنے شوفر کو بھیج دوں گی، وہ آ کر آپ سے سامان لے جائے گا۔'' اپنی بات مکمل کر کے مہرین ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر آگے بڑھ گئی۔ اس نے ایک بار بھی پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا کیونکہ اب وہ حقیقت کی دنیا میں واپس آ چکی تھی۔ اسے سبق مل چکا تھا اور اس نے خود سے عہد کر لیا تھا کہ دوبارہ کبھی اپنی بے سروپا خواہشات کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے گی، خود کو اتنا ہی تمناؤں کا غلام نہیں بننے دے گی ورنہ اس کے ہاتھ صرف دکھ اور پچھتاوے ہی آئیں گے۔

مہرین کے پیچھے کھڑی اس 'امیر' عورت نے کاٹن کے بہترین کلف لگے سوٹ میں ملبوس، بے داغ جلد اور گھنے بالوں کا موٹا سا جوڑا بنائے پُراعتماد سی عورت کو گلاس ڈور کی جانب بڑھتے دیکھا جس نے چند لمحے قبل کاؤنٹر پر اپنا کریڈٹ کارڈ نہ ہونے کے سبب معذرت کی تھی۔

''یقیناً اس صورتِ حال میں گھبرانے کے بجائے جس اعتماد سے اس نے کیشئر سے بات کی تھی وہ اس کی.... بے تحاشا دولت نے ہی اسے عطا کیا ہے ورنہ اگر میں اس کی جگہ ہوتی تو میری احساسِ کمتری مجھے ذلیل کروا کر ہی چھوڑتی۔'' اس عورت نے رشک سے سوچا۔ گو آج اس نے اپنی محدود وارڈ روب میں سے سب سے بہترین سوٹ نکال کر زیبِ تن کیا تھا جو اس نے لگاتار چھ ماہ کی بچت کے بعد خریدا تھا۔ میچنگ نقلی پرل کا سیٹ اس نے کریم آباد سے سیل میں خریدا تھا اور بال آج صبح ہی پڑوسن سے اسٹریٹنر مستعار لے کر سیدھے کیے تھے مگر اتنے اہتمام کے باوجود وہ خود کو اتنا پُراعتماد محسوس نہیں کر رہی تھی جیسا اس نے اپنے آگے کھڑی 'دولت مند' عورت میں نوٹ کیا تھا۔

''اس کی جلد کیسی چمک رہی تھی اور بال کتنے خوب صورت تھے۔ ہاں بھئی! ان پیسے والی عورتوں کے پاس تو فرصت ہی فرصت ہوتی ہے پھر بے تحاشا دولت بھی کسی نہ کسی مصرف میں تو لانی ہے، آئے روز پارلر کے درشن کریں گی تو نکھار کے تو ماریں گی ہی! ہماری طرح تھوڑی کہ تین ماہ میں بھی ایک بار پارلر جاتے ہوئے بھی دس مرتبہ سوچیں۔'' اس نے کُل کر سوچا۔ ''اگر اس عورت کو بھی میری جیسی محرومیوں بھری اور ایک ایک پیسہ بچاتے ہوئے زندگی گزارنی پڑ جائے تو پھر دیکھوں گی کہ کہاں جاتا ہے یہ حد سے بڑھا ہوا اعتماد اور یہ بھرم!'' اتنی دیر میں کیشئر حساب مکمل کر کے کسی روبوٹ کی طرح بولا۔ ''آٹھ ہزار، چھ سو ساٹھ روپے!'' اس عورت نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے پلاسٹک کے نقلی پتھروں سے مزین کلچ کھولا اور بالآخر اپنی دو ماہ کی بچت اور میاں کو بونس کی مد میں ملنے والی رقم نکال کر کیشئر کو تھما دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

مکمل ناول

میں تیری خوشبو ہوں

عالیہ حرا

یونیورسٹی کے کیفے ٹیریا کے باہر نیم کے درخت کی چھاؤں میں بیٹھی وہ تینوں پیٹ پوجا میں مصروف تھیں۔ گرمی شدت کی تھی بھوک بھی تھی۔ اگلا پیریڈ بھی لینا تھا۔ قدرے فاصلے پر دو لڑکے کھڑے تھے۔ جن میں سے ایک فائل پر جھکا ہوا تھا دوسرا ندیدی نظروں سے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

''کھاؤ گے؟'' علشبہ نے شرارت میں اشارہ کیا۔ اس لڑکے نے منہ پھیر لیا۔ علشبہ نے نگاہیں گھما

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Downloaded From
paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

کر ہاتھ بڑھا کر کولڈ ڈرنک کا ٹن اٹھالیا۔

''کچھ اور لینا ہے؟'' ارم نے پوچھا۔

''ہاں..... اٹھ جاؤ اب عربک کی کلاس لیتی ہے۔''

''سر حماد نہیں آئے آج.....؟''

''وہ تو چار دن سے نہیں آرہے..... کل بھی کلاس ہوئی تھی اور سر جمال نے لی تھی، آج بھی وہی لیں گے۔'' علشبہ نے اطلاع دی۔

''تم نے پوچھا تھا کل اُن سے.....'' ہما نے کم فہمی کا سوال کیا۔

''ہاں.....'' علشبہ چڑ گئی..... ''کال کی تھی میں نے۔'' گارنج کا شاپر سائڈ میں رکھ کر اپنا بیگ سمیٹا اور کھڑی ہوگئیں۔

''یار..... گرمی بہت ہے..... اور ڈپارٹمنٹ کا فاصلہ طویل.....''

''تو.....'' علشبہ نے آنکھیں گھمائیں۔

''کل..... لے لیں گے۔'' ارم نے مسکین سی صورت بنائی۔

''کل ڈپارٹ تمہارے گھر آجائے گا ناں.....''

''یار.....'' وہ منمنائی۔

''جس کو پڑھنا ہے میرے ساتھ آجائے جس نے ماں، باپ کے خون پسینے کی کمائی برباد کرنی ہے، وہ مٹر گشتی پر نکل جائے۔'' وہ آگے چل پڑی۔

ناچار..... ارم کو بھی اٹھنا پڑا.....

☆☆☆

''کیسی ہے.....؟'' ہارون نے فیضی سے پوچھا..... فیضی بائیک پر بیٹھ گیا۔

''سو..... سو.....''

''بھئی کیا مطلب.....؟''

''مطلب یہ کہ نیچر کا بہت فرق ہے..... وہ شرارتی سی ہے، میں ٹھہرا سنجیدہ سا۔''

''دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا..... لڑکی تو کمال کی ہے، اریبہ کے بعد مجھے یہ ہی لڑکی پسند آئی ہے۔ لڑکوں سے دور بھاگتی ہے، ملنسار، مددگار، شرارتی یونیورسٹی کا ہر لڑکا اس کا بھائی ہے، میں اسے پچھلے تین سال سے دیکھ رہا ہوں۔ اب یہ اس کا آخری سال ہے۔''

ہارون نے..... ضرورتِ رشتہ کا اشتہار بنے فیضی کو علشبہ سے متعلق معلومات فراہم کیں..... وہ خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔

''جتنا سوچے گا اتنا ہی کرکرا ملے گا.....'' فیضی، ہارون کی شکل دیکھنے لگا۔

''میں کس کی سنوں؟ امی کی، آپی کی..... اپنی یا..... دادی کی۔''

''پھر تو تمہاری شادی نہیں ہوسکتی.....'' ہارون نے فتویٰ دے دیا۔

''نہ ہو تو اچھا ہے۔'' وہ چڑ کر بولا۔ ''اتنے سارے دعویدار اور میں اکیلا..... اور میری پسند ہوگی تو اتنے لوگوں کے اعتراضات..... کتنا گمبھیر مسئلہ ہے ناں.....''

''شادی تمہاری ضرورت ہے..... اتنا سوچو گے تو کیا ہوگا تم سب کچھ چھوڑو..... اور اس لڑکی کے بارے میں رائے دو.....'' ہارون نے فیضی کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

فیضی کو یہ لڑکی ففٹی پرسنٹ اچھی لگی تھی..... چنچل لڑکیاں دادو کو پسند تھیں..... ستواں ناک والی امی کو..... خاصی اچھے مزاج کی لگی تھی آپی اور سارہ سے گھل مل جاتی..... ''اور..... تم..... تم خود فیضی تمہیں اپنے حوالے سے اس میں کیا اچھا لگا.....'' کوئی اندر سے سرگوشی میں بولا۔

''اے.....'' ہارون نے دھپ سے فائل اس کے شانے پر ماری۔

وہ مسکرا دیا۔

''یار..... شش و پنج میں ہوں کہ کیا کروں؟''

''تم بس اتنا کرو..... جو دل کہتا ہے اس کی مان لو..... ہم ایک وقت میں سب کو خوش نہیں رکھ سکتے..... اس لیے کسی ایسی لڑکی کا انتخاب کرو جس کو تم

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنے حساب سے دل کے قریب محسوس کرو.....'' اس نے سر ہلایا۔

''اور اگر..... تمہیں..... کوئی..... دوسری لڑکی پسند نہیں ہے تو تم.....'' ہارون نے مسکرا کر فیضی کو دیکھا..... ''علشبہ کے بارے میں سوچ سکتے ہو۔''

''ہوں.....'' فیضی نے اپنی پیشانی مسلی۔

''اب کیا مسئلہ ہے؟''

''یار.....'' خجل سے انداز میں ہارون کو دیکھا۔

''وہ اتنی اچھی ہے تو ابھی تک اس کی کہیں بات طے کیوں نہیں ہوئی..... مطلب منگنی' نکاح.....''

''ایک تو وہ پڑھ رہی ہے، دوسرے ابھی اس کی بڑی دو بہنوں کی شادی ہوئی ہے تیسرے..... اس کی سوچ ذرا مختلف ہے۔''

''کیسی سوچ.....؟''

''اب اس مسئلے پر..... بعد میں بات کریں گے، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ بس تم اسی کو پسند کرلو..... سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔''

''ہوں.....'' ہارون نے بائیک اسٹارٹ کی اور فیضی پیچھے بیٹھ گیا۔

ہارون نے بائیک آگے بڑھالی.....

☆☆☆

''جگر..... جی..... جگر تھام کے بیٹھو کہ جگر کی باری آئی.....

اسٹوڈنٹ میں آپ کی نئی لیکچرر ہوں علشبہ علی..... مجھے امید ہے کہ مجھ سے مل کر آپ کو خوشی ہوگی۔ ہم لوگوں کا ساتھ بہت اچھا گزرے گا۔'' ڈائس پر کھڑی وہ اِدھر اُدھر گردن گھماتی کمال کی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتی اردو کی نئی لیکچرر کی بھرپور نقالی کررہی تھی۔

فرسٹ ایئر کی نئی اسٹوڈنٹ مؤدب بیٹھی احترام کی نگاہ سے اپنی لیکچرر کو دیکھ رہی تھیں۔ جو جگر مراد آبادی کو ڈیفائن کرنے جارہی تھی۔ دائیں جانب بیٹھی ارم، ہما بظاہر سنجیدہ بنی اپنی ہنسی کنٹرول کررہی تھیں۔ علشبہ بڑی سنجیدگی سے فرسٹ ایئر کو فول بنارہی تھی کہ اچانک اسے چپ ہونا پڑا۔

دروازے سے پروفیسر وقار احمد اندر آرہے تھے اور علشبہ مسکراتے ہوئے خجل سے انداز میں انہیں دیکھتی..... پیچھے ہٹ رہی تھی۔ پروفیسر وقار احمد اسے دیکھ رہے تھے۔ ارم اور ہما کلاس روم سے باہر نکل گئیں۔

''سوری سر..... میں دراصل.....'' خفت زدہ انداز میں علشبہ مسکرا رہی تھی۔

پروفیسر وقار احمد بردباری سے اسے دیکھتے متانت سے مسکرائے۔

''اٹس اوکے..... مستقبل کی پروفیسر علشبہ علی.....''

''تھینکس.....'' اپنی فائل اٹھا کر گرتی پڑتی وہ باہر نکلی..... ارم اور ہما کا ہنس، ہنس کر برا حال تھا۔ علشبہ نے پاس کھڑے ہما کے بھائی پر چڑھائی کردی۔

''تمہیں اپنا موبائل کس لیے دیا تھا کہ مجھے سگنل دینا۔'' جواب میں وہ زور سے ہنسا.....

''کہاں دیتا.....؟'' اپنا اور علشبہ کا موبائل دونوں اس کے ہاتھ میں تھے۔ علشبہ نے فائل اپنے سر پر ماری..... اور آگے بڑھنے لگی۔

''ویسے مزہ بہت آیا.....''

''عربک کی کلاس میں ایسے مت کرنا سر جمیل کا تمہیں علم ہے۔'' ہما نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں، مزہ تو سر جمیل اور میڈم شائستہ کی کلاس لینے کا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ لے سکتی ہے اتنا کانفیڈنس تو میڈم علشبہ علی میں ہے ہی۔'' عمران نے چڑایا۔

''یہ بھی کر کے دکھا سکتی ہوں بس موقع مل جائے۔'' اس نے فرضی کالر جھاڑے اور سب مسکرا دیے۔ علشبہ علی کے شغل اسی طرح کے ہی تھے۔

ہارون اور فیضی کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کے درمیان دوسری بحث چھڑ گئی تھی۔

فیضی پر اس کے کانفیڈنس کا اثر نہیں ہورہا تھا۔ ویسے بھی وہ پہلی نظر میں متاثر ہونے والوں میں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں تھا۔صرف ہارون کی ہی ضد پر آرہا تھا۔ ہاں مگر اس دن وہ متاثر ہوگیا ذرا سا.....وہ اور اس کا گروپ.....سیلاب زدگان کے لیے چندہ جمع کررہے تھے۔ بڑی سنجیدگی سے ایک، ایک اسٹوڈنٹ و لیکچرر سے چندہ مانگ رہے تھے۔ مالی امداد کی اپیل کررہے تھے۔ حسبِ توفیق اعانت کی درخواست کررہے تھے۔ وہ شاید یونیورسٹی کی اچھی طالبات میں سے تھی، سینئر تھی یا پھر اس کا دلی جذبہ تھا۔فیضی نے دیکھا کہ اسٹوڈنٹس نے دل کھول کر مدد کی..... دل کھول کر کراچی یونیورسٹی سے سیلاب زدگان کے لیے چندہ جمع ہوا تھا۔

فیضی رحمٰن بھی علشبہ علی کے متاثرین میں شامل ہونے لگا۔

''یار.....اس میں سب کو لے کر چلنے کا طریقہ سلیقہ ہے، بات کرنے کا ہنر دیکھو، منکسر المزاجی دیکھو، رحم دلی اور سخاوت دیکھو.....وہ اپنے لیے نہیں جیتی..... اس کے دل میں دوسروں کا خیال درد و رحم ہے۔'' ہارون، فیضی کو علشبہ کے لیے کنونس کررہا تھا اس کا بس نہیں چلتا اپنے جان سے پیارے دوست و کزن کے ساتھ ہی علشبہ کو باندھ دیتا۔

علشبہ، ہارون کو بہت پسند تھی، مکمل لڑکی تھی وہ اپنی ذات میں اور ہر لحاظ سے اتنی مکمل لڑکیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ ہارون بھی اس سے بات کرلیتا تھا مگر فری ہونے کی اجازت وہ کسی کو نہیں دیتی تھی۔ ہارون ضرور علشبہ علی سے شادی کرلیتا اگر اس کی منگیتر فاریہ نہ ہوتی۔اس کی محبت اس کی پسند فاریہ.....

شش و پنج کا شکار فیضی رحمٰن، علشبہ کے لیے کوئی بھی فیصلہ نہیں کرپارہا تھا۔اس کی نظر میں امی کی پسند، دادی کا معیار، آپی کا نظریہ خود اسی کے گھر کے رسم و رواج، ماحول اور اصول..... دادی کا نظریہ تھا گھڑی سلیقہ شعار، مشرقی صوم وصلوٰۃ کی پابند بہو آئے۔ امی کہتی تھیں گھر سنبھالنے والی آئے، یہ نہ ہو کہ بیٹے کو لے کر چلتی بنے.....وہی تو بہویں ہوں گی میری.....اور آپی کا خیال تھا کہ ملنسار، دوستانہ مزاج رکھنے والی ہو، یہ نہ ہو کہ آدم بیزار اور کمرا بند بھابی ہو.....ایسے میں فیضی رحمٰن نے ڈپریشن کا مریض تو بننا ہی تھا۔

''فیضی رحمٰن کے ساتھ علشبہ علی بالکل سو فیصد سوٹ کرے گی۔ آزمائش شرط ہے۔'' اسی لیے ایک ہفتے سے دو گھنٹے کے لیے وہ سوفٹ ویئر انجینئر فیضی رحمٰن اپنے دوست ہارون کا دل رکھنے یونیورسٹی آرہا تھا۔

''اگر وہ ایسی نہ ہوئی تو.....؟'' روز واپسی پر ایک خدشہ وہ ہارون کی نذر کرتا.....اور ہارون خون کا گھونٹ پی کر خندہ پیشانی سے مسکرا دیتے۔

جذبۂ دل اور شدت اختیار کرلیتا.....اپنے اس مشن میں ہارون نے فاریہ کو بھی شامل کرلیا فاریہ جو جونیئر بینک آفیسر تھی۔علشبہ علی کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بے اختیار گنگنائی.....

''رشکِ چمن، غنچہ دہن، سیمیں بدن.....''

ہارون کو دیکھ کر آنکھ دبائی فیضی کو چھیڑا.....؟

''اے جانِ من.....جہاں بہاراں.....''

''لاحول ولاقوۃ.....'' فیضی نے سر جھٹکا۔

''یار پہلے فیصلہ تو ہوجائے.....''

''فیصلہ آپ کا انتظام ہمارا.....'' فاریہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''پانچ کشتیوں کا مسافر ایسے ہی پھنس جاتا ہے۔ دھیرج، دھیرج سمجھداری سے فیصلہ کریں فیضی بھائی۔ ایسا نہ ہو کہ تیر کمان سے نکلے ہاتھ سے چوتار چھوٹیں اور لق ودق صحرا میں آپ تنہا دو بوند خوشی کو ترسیں۔'' فاریہ نے مستقبل کا بھیانک نقشہ کھینچا..... حال کی پوزیشن دیکھ کر.....

فیضی، ہارون اور فاریہ کے درمیان علشبہ کے حوالے سے مستقبل کی پلاننگ ہورہی تھی اور علشبہ صاحبہ کیفے ٹیریا کے باہر بیٹھی..... کیریوں پر نمک مرچ چھڑک، چھڑک کر کھا رہی تھیں۔ ارم اور ہما.....لاحول پڑھ رہی تھیں۔

فیضی، ہارون اور فاریہ کیفے ٹیریا کی طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جارہے تھے۔ اکثر و بیشتر علشبہ اپنی فرینڈز کے ہمراہ اُدھر ہی پائی جاتی تھی۔ سرسبز گھاس پر بسیرا کیے، دوستوں کے درمیان نوٹس بناتی، کافی پیتی یا برگر سے لطف اندوز ہوتی۔

ہارون، فیضی کے آنے پر اس کے درشن ضرور کرواتے کیفے ٹیریا سے ذرا فاصلے پر ٹھٹک کر ہارون احمد رک گئے..... چور نظروں سے فیضی کو دیکھا جو نظریں جھکائے مؤدب بنا علشبہ کے حوالے سے فاریہ کی کنونسنگ سنتا متاثر ہونے کی کوشش کررہا تھا۔

ہارون نے سامنے دیکھا سیاق وسباق کے ساتھ منظر نامہ صاف تھا۔

علشبہ سنگی بینچ پر بیٹھی تھی۔ دوستوں کے بیگ اس کے اطراف میں تھے۔ وہ ایک بیگ کو گود میں دبوچ کر بیٹھی تھی..... سہیلیاں ندارد..... سبز گھاس پر ذرا سے فاصلے پر کوئی کبوتر منڑگشت کررہا تھا۔

اور..... اور سالِ آخر ماس کمیونیکیشن کا دانیال رضا گھاس پر دو زانو بیٹھا اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔

علشبہ اِدھر اُدھر دیکھتی مسلسل کچھ بول رہی تھی۔

علشبہ سے ایسی امید نہیں تھی۔ پچھلے دو سال سے ہارون اسے دیکھ رہے تھے۔ یہ یقیناً دانیال کی از خود کارستانی تھی۔

''یا اللہ.....'' موقع اور محل دونوں سنگین تھے۔ رشتہ اور ضرورتِ رشتہ..... دونوں عجیب صورتِ حال میں آمنے سامنے تھے۔ فاریہ لگی پڑی تھی۔

''ماحول سے غائب ہوجانا چاہیے۔'' لمحے بھر میں ہارون نے سوچا۔

''آؤ کافی پیتے ہیں.....'' اس آفر کے ساتھ ہی فیضی کا ہاتھ کھینچ لیا۔

فیضی کی طائرانہ نگاہ اٹھی۔ سامنے کا منظر ان چاروں آنکھوں نے فوکس کیا۔

فیضی نے ہارون کی جانب دیکھا۔

ہارون نے برجستہ ایسا کچھ نہیں ہے کا سگنل دیا..... مگر منظر..... ہاں..... منظر نامہ کس بات کی چغلی دے رہا تھا۔

تینوں نے کافی کے مگ لیے اور سائڈ پر بیٹھ گئے۔

فاریہ بھی چپ ہوکر بیٹھ گئی۔

لفظ گم..... اور منظر..... حیرت میں ڈال رہا تھا۔

ہارون غصے کے عالم میں تھے۔ ندیا پار ہونے ہی لگی تھی..... کہ.....

دانیال اُدھر آتا نظر آیا۔

جھکا ہوا سر تاسف، ملال.....

ہارون نے سخت تاؤ کے عالم میں اسے بلایا۔

''دانیال.....'' آواز سن کر وہ اُدھر ہی آگیا۔

''جی..... ہارون بھائی.....''

''جی کے بچے..... یہ کیا ہورہا تھا۔''

''یہ.....'' وہ ملال زدہ انداز میں مسکرایا..... اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔ علشبہ کی سہیلیاں آگئی تھیں اور علشبہ جانے کس بات پر ان پر گرم ہورہی تھی۔

''کیوں گئے تھے تم اس کے پاس.....؟''

''آہ..... ہا.....'' ان کے برابر بیٹھ گیا۔

''ڈورے ڈالنے گیا تھا۔ مگر مجال ہے جو پروں پر پانی پڑنے دے..... نہ اس کے پاس موبائل ہے، پیرنٹس کا نمبر مانگا..... رشتہ بھیجنا ہے، اُف..... ایسی سنائی کہ بس.....

''امی موبائل نہیں رکھتیں۔ ابو سخت ہیں، میں پڑھنے آئی ہوں، میری راہ میں روڑے، پتھر نہ اٹکائیں۔ وغیرہ، وغیرہ.....''

''اسٹوپڈ..... وہ انگیجڈ ہے۔''

''ہیں.....'' دانیال کے ساتھ فیضی اور فاریہ بھی چونکے۔

''کبھی گھاس نہیں ڈالے گی تجھے۔''

''اوہ..... مائی گاڈ.....'' گہری سانس لے کر دانیال نے سر کھجایا۔

''ٹائس گرل جس کا بھی نصیب ہوگی اس کی نسلیں سنور جائیں گی۔''

فیضی مڑ کر جوس پیتی علشبہ کو دیکھنے لگا۔ ستاروں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے جھرمٹ میں چاند چھپا تھا۔ سر کھجا کر فاریہ کو دیکھا..... دانیال اٹھ کر وہاں سے چلا گیا.....

''فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگئی فیضی.....''

فیضی نے مسکرا کر ہارون کو دیکھا۔

''ایک بات یاد رکھنا فیضی، کبھی سامنے کا منظر دیکھ کر دل کی خواہش کو مائنس مت کرنا..... بعض اوقات منظر وہ بھی ہوتا ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا..... میں اپنے دوست کی زندگی برباد نہیں کروں گا.....'' ہارون کا لہجہ بارعب تھا۔

''دیکھ لیں اس کے دعویدار اب فیصلہ کرلیں فیضی ایسا نہ ہو کہ یہ ندیا کسی اور دریا میں اتر جائے.....'' فاریہ نے لقمہ دیا۔

فیضی کے چہرے پر سوچ کے بادل گہرے ہوگئے۔ اس پروپوزل کو دادی، امی اور آپی کے سامنے رکھنا گویا جنگ کا طبل بجانا تھا۔ وہ ان سب کا منظورِ نظر تھا۔ سب کی نظریں اس پر تھیں، اپنی، اپنی پسند اس کے سر کرنا چاہتے تھے۔ اس ''طوطی'' کی آواز کون سنتا..... مسئلہ گمبھیر تھا۔ ہارون ہی سلجھا سکتا تھا۔ اس نے مسکرا کر ہارون کو دیکھا اور اس کا ہاتھ تھام لیا اور دھیرے سے دبایا۔

فیضی کی آنکھوں میں چمک تھی۔

☆☆☆

سبز گھاس پر بیٹھی علشبہ تیزی سے اسائنمنٹ مکمل کررہی تھی۔ دس منٹ بعد کلاس تھی..... تھوڑی دیر میں ہی ارم بھاگتی ہوئی آکر مژدہ سنا رہی تھی کہ سر آدم رضوی کی کلاس کینسل ہوگئی۔

''مائی گاڈ.....'' علشبہ نے قلم بند کردیا۔

''اب کب ہوگی؟''

''جب اُن کا دل چاہے گا۔''

''میں کل نہیں آؤں گی۔''

''کیوں.....؟'' انیلا نے سر گھما کر اسے دیکھا۔

''چندے کے لیے ایک دو جگہوں پر جانا ہے، کچھ سامان جمع کرنا ہے۔ اور تو کوئی کلاس نہیں ہے، میں چلتی ہوں ویلیج اسکول کا ایک چکر لگانا ہے۔'' وہ اٹھ گئی تھی۔

فیضی رحمٰن کی گاڑی چلتی آرہی تھی۔ لڑکیوں کے گروپ کو دیکھ کر سلو ہوگئی اور پھر وہ ایک طرف رک گیا۔

سیاہ عبایا، لائٹ گرین اسکارف، چہرے پر دھیمی سی مسکان جو شاید اس کے چہرے کا حصہ ہی تھی۔ آج ابھی تک ہارون اس کے ساتھ نہیں تھا، قدرے فرصت سے وہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کچھ خاص تھا جو فیضی کے دل پر اثر کرنے لگا۔

''امی سے بات کرتا ہوں۔ نہیں، امی سے ہارون بات کرلے، میری پسند دیکھ کر ان سب کا الگ، الگ ردِعمل نہ ہو..... ہوسکتا ہے میرے انتخاب کو پسند ہی نہ کیا جائے۔'' یہ ہی سب سوچتے ہوئے وہ ہارون کو کال کرنے لگا۔

سب سے مشکل کام دادو کو منانا تھا..... ان کی پسند بالکل الگ تھی اور وہ اپنی پسند کے لیے بہت حساس تھیں، زور دے رہی تھیں اس پر کہ اریبہ کے لیے ہاں کردے۔

وہ کیسے کردیتا، اریبہ کے اترانے کی عادت پسند نہیں تھی۔ اس کی شخصیت میں خود نمائی کا عنصر زیادہ تھا۔ قدرے ماڈرن ٹائپ تھی۔ اس کے مزاج سے بھی میچ نہیں کرتی تھی..... مگر دادو کو یہ بات سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ کسی طور ہاں کر ہی نہیں سکتا تھا۔

☆☆☆

''سدھر جاؤ لڑکی، اگلے گھر جاؤ گی تو یہ حرکتیں نہیں چلیں گی۔''

شرارت سے ہنستی علشبہ کو دیکھ کر ہارون نے بزرگ بنتے ہوئے کہا۔ وہ اور فاریہ آج خصوصی طور پر اس کے ڈپارٹمنٹ آئے تھے۔

''ہم تو ایسے ہی ہیں اور یہ پرایا گھر کیا ہوتا ہے۔ یہ ابو کا گھر میرا گھر..... اگلا گھر بھی میرا ہی ہوگا۔'' وہ پھر شرارت سے ہنسی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''گھر بنانے سے بنتے ہیں، سمجھنے سے اپنے ہوتے ہیں...... پر تمہاری حرکتوں سے لگتا ہے تم اگلے دن ہی شوہر کو لے کر الگ ہو جاؤ گی۔''

علشبہ نے خفگی سے انہیں دیکھا۔

''آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں؟''

''نہیں... تمہاری بچوں والی حرکتیں......''

''امی بھی یہی کہتی ہیں مگر مجھے اپنی کوئی حرکت بھی بری نہیں لگتی۔ میں کینہ پرور نہیں ہوں، دل کی صاف ہوں، ہنستی رہتی ہوں، دوسروں کی مدد کرتی ہوں بس......''

''اگر تمہارے سسرال والوں کو یہ سب پسند نہیں ہوا تو......'' بغور اس کا جائزہ لیا۔

''تو سات سلام... دور سے ہی...'' بے ساختہ کہا۔

''ہا...... ہا......''

''علشبہ منگنی ہوئی ہے تمہاری؟''

علشبہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی...... سنجیدگی سے۔

''بھئی کیا ہوا......؟''

''ہاں ہوئی تھی۔''

''تھی......؟''

''ہاں...... تھی، ٹوٹ گئی، میرے ہنسنے کی عادت کو میرے لیے گناہ بنا دیا گیا۔ بچوں کے ساتھ دوستی کو برا سمجھتے تھے، انہیں نیک پروین، منہ بند کام کرنے والی چاہیے تھی۔'' سنجیدگی سے وہ انہیں بتا رہی تھی۔

''یہ نیک پروین کیا ہوتی ہے؟'' علشبہ سے ان کی بہت اچھی علیک سلیک تھی۔ ان کی منگنی میں بھی وہ آئی تھی۔ اوور آل انہیں علشبہ بہت اچھی لگتی تھی۔

اتنی اچھی لڑکی کو اچھے ہاتھوں میں ہونا چاہیے تھا...... اور یہ ہی وہ کر رہے تھے۔

''صوم وصلوٰۃ کی پابند، گھریلو، امن پسند، صلح جو...... اچھا کھانا پکانا جانتی ہو، وغیرہ، وغیرہ......''

''یہ سب تو مجھے بھی آتا ہے ہارون بھائی...... پھر نیک پروین کیوں نہ ہوئی...... ساگ، کڑھی، کوفتے، بریانی، زردہ ہر کسی کو نہیں پکانا آتا......'' وہ انگلیاں مسلتی

اپریل 2017ء کا شمارہ...... بدلتے موسموں کا اظہار

خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ

ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

مزید

خطوط کی محفل، محفل شعر و سخن اور ملک صفدر حیات کی جستجو

جواز

دوستی، دشمنی اور نفرت و چاہت کے جذبات کے درمیان کشمکش اور نیکی و بدی کے درمیان معرکہ آرائی کی دلچسپ داستان......

آخری صفحات پر...... نعمان اسحاق کے قلم کا جادو

کافر نعمت

انسان جب اوقات سے زیادہ پاتا ہے تو اپنی اوقات بھول جاتا ہے، ابتدائی صفحات پر ڈاکٹر ساجد امجد کا سحر انگیز انداز

شیش محل

لٹے پٹے خاندانوں کا تباہ کن حال...... قیام پاکستان کے خونی واقعات کی شمولیت...... اسماء قادری کے خیالات کی پرواز

وقت

وقت اپنی رفتار سے چلتا ہے۔ یہی وقت کی خوبی ہے اور شاید کچھ کے نزدیک ظلم بھی...... کہ وہ کبھی کسی کو خاطر میں نہیں لاتا

حسام بٹ کے قلم سے تلاطم خیز واقعات کا نیا سلسلہ

اس کے علاوہ

تنویر ریاض، اختر علی، ڈاکٹر شیر شاہ سید، سلیم انور اور ثمر عباس کی تحریریں آپ کی منتظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سنجیدہ تھی۔

''تم نیک پروین ہو مگر ذرا ماڈرن۔ اسی کے ساتھ تمہارے اندر اور بھی بہترین کوالٹی ہیں مگر دوسروں کو یہ پسند نہیں آتیں حالانکہ.....'' لمحہ بھر کو رک کر اسے دیکھا۔

''یو..... آر اے نائس گرل.....'' علشبہ ہنوز سنجیدہ تھی۔

''پھر تمہاری منگنی ٹوٹ گئی۔''

''ہاں.....''

''ڈس ہارٹ ہو؟''

''نہیں.....''

''پھر.....''

''لوگوں کو چاہیے جو پڑھ رہا ہے اسے پڑھنے دیں جو، جو کام کر رہا ہو... اسے وہ کام کرنے دیں۔ شادی مسئلہ نہیں ہے۔''

''ہوں.....''

''تم کیا چاہتی ہو؟'' دونوں ایک ساتھ بولے۔

''کچھ نہیں.....''

''کوئی مسئلہ ہے تو شیئر کرلو۔'' وہ دانیال کے حوالے سے کچھ پوچھنا چاہ رہے تھے۔

جواباً خاموشی رہی.....

''تمہاری فرینڈز نہیں آئیں۔''

''کلاس اٹینڈ کر رہی ہیں۔'' اطراف میں نگاہ کی۔

''اور تم.....؟'' سر جھکا کر بکس الٹ پلٹ کرنے لگی۔

''ہارون بھائی.....'' نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''ہوں.....''

''دانیال آپ کے پاس آتا ہے، اسے سمجھا دیں' میں ایسی، ویسی لڑکی نہیں ہوں۔ میری اور اس کی شادی نہیں ہوسکتی۔ مجھے سوشل میڈیا جوائن کرنا ہے اور وہ.....''

''علشبہ..... تم بہت اچھی ہو..... اور اچھی لڑکی کو ہر کوئی اپنا نصیب بنانا چاہتا ہے۔ تم انگیج ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ ویسے دانیال بھی اچھا لڑکا ہے۔'' بغور..... اس کا جائزہ لیا۔

''کسی کے چہرے پر اس کی اچھائی نہیں لکھی ہوتی ہارون بھائی..... جب تک پرکھ نہ لیا جائے۔''

''تو پرکھ لو.....''

''نہیں.....'' اس کا انداز قطعی تھا۔

''میرا ایسا کوئی ارادہ ہے اور نہ میں ایسی ہوں بس آپ دانیال کو منع کر دیں کہ میرے راستے میں نہ آئے۔''

''تمہیں وہ پسند نہیں ہے؟'' وہ اس کے اندر کی کیفیت جاننا چاہ رہے تھے۔

''نہیں..... قطعی نہیں..... وہ ابھی بیچلرز کر رہا ہے، دورانِ تعلیم شادیاں نہیں ہوتیں.....'' وہ تھوڑا رک کر بولی۔

''میں امی کا اعتماد اور ابو کا فخر بننا چاہتی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ ایسی کوئی بات ان تک پہنچے..... یہاں میرے کزنز بھی پڑھتے ہیں۔''

''اوہ.....'' ہارون اس کا مسئلہ سمجھ گئے۔

''علشبہ..... اِک مشورہ دوں.....''

''جی.....''

''تم منگنی کروالو..... لڑکی کو تحفظ مل جاتا ہے۔''

''نہیں، منگنی کوئی تحفظ نہیں ہے۔ میری منگنی ڈھائی سال رہی ہے اور ٹوٹ گئی ہے اور بے حد معمولی بات پر..... لڑکوں کے معیار، خیالات بدلتے رہتے ہیں۔ رشتے، ناتے اتنے لمبے عرصے کے لیے طے نہیں کرنے چاہئیں۔''

''اوکے.....'' ہارون نے گہری سانس لی۔ فاریہ خاموش رہی۔ وہ علشبہ کا مسئلہ سمجھ گئے تھے۔ یوں ہی تو اسے نائس گرل نہیں کہتے تھے۔

''ہم کسی نائس بندے کا انتخاب کرسکتے ہیں تمہارے لیے.....؟'' علشبہ سر گھما کر انہیں دیکھنے لگی۔

بہت اعتماد بہت اعتبار کرتی تھی ان پر..... اس کی بہادری ان کی ہی شہہ کا نتیجہ تھی۔

''ابھی نہیں، اپنی اسٹڈیز متاثر نہیں کرسکتی۔''

آج وہ سنجیدہ تھی۔ اور یوں بہت کم سنجیدہ ہوتی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اچھا وعدہ کرو کہ تمہاری زندگی کے مسئلے کے لیے میں بھی کچھ مدد کروں گا۔'' علشبہ سر گھما کر انہیں دیکھنے لگی۔

''فی الحال تو مجھے صرف پڑھنا ہے، شادی سب سے آخر میں آتی ہے.....'' وہ کھڑی ہوگئی تھی۔

وہ دونوں بھی یہاں چل دیے۔

آج کئی دنوں بعد فیضی رحمٰن نے گاڑی یونیورسٹی کے گیٹ سے اندر داخل کی تھی وہ بھی ہارون کے بے حد اصرار پر.....اور گیٹ پر ہی علشبہ سے سامنا ہوگیا۔ وہ دوسری لڑکی کے ساتھ آئس کریم والے کے پاس کھڑی تھی اور بحث ہو رہی تھی۔ وہ گاڑی قریب لے گئے۔

''میرے دس روپے واپس کرو، اس کو پندرہ کی دی ہے، مجھے پچیس کی یہ ناانصافی ہے، لوٹ رہے ہو تم۔'' وہ آئس کریم والے سے جھگڑ رہی تھی۔

فیضی بے اختیار ہنس دیا۔

''کسی ضرورت مند کو دے دوں گی تمہیں کیوں..... دس روپے میرا کرایہ بھی تو ہوسکتا ہے۔'' آئس کریم والے نے دس روپے نکال کردے دیے۔

دونوں اس ٹھنڈے موسم میں.....آئس کریم کھاتے ہوئے گرین شیڈ کے نیچے سے گزرنے لگیں۔ اردگرد کی مطلق پروا نہیں تھی۔

''ہر بار یہاں آتا ہوں اس لڑکی سے ٹکر ہوتی ہے خدا خیر کرے.....کہیں ستارے تو نہیں مل رہے۔'' وہ اسے دور تک جاتا دیکھتا رہا۔

☆☆☆

کچھ دیر بعد وہ لائبریری سے باہر نکلا.....تو علشبہ اپنی دوستوں کے ساتھ باہر جاتی ہوئی نظر آئی۔ وہیں کھڑا ہو کر اسے جاتے دیکھتا رہا۔ سلیقے سے بندھا اسکارف نیوی بلو عبایا، کاندھے پر بیگ، ہاتھ میں فائلز اپنی دوستوں کے ساتھ آگے جا رہی تھی۔ کچھ تھا اس میں کہ فیضی رحمٰن کا دل بھی دھک، دھک کرنے لگا تھا۔

ہارون نے اسے کافی ہمت دلا دی تھی گھر میں بات کرنے کی اور وہ سوچ، سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا کہ کیسے بات کرے۔ امی کی پسند، دادی کا انتخاب اور آپی......

اُف.....اس کی پسند نے ہی سب کو اچھال دینا تھا۔ بات تو کرنی تھی.....امی کو اعتماد میں لینا تھا کسی ایک کو تو اپنا بنانا تھا۔ پہلے تو اسی کو بات کرنا تھی بعد میں ہارون معاملہ سنبھال لیتا۔ اور اگر وہ ہمت نہ کرتا تو ساری زندگی کی مات.....اُف.....وہ تھرا کے رہ گیا۔

ہارون نے کچھ ایسا بھیانک نقشہ کھینچا تھا کہ وہ فوراً امی کے حضور دو زانو ہوگیا۔ اور انہیں اپنا ہم راز بنایا۔

''توبہ کرو، تمہاری دادی تمہیں کچا چبا جائیں گی۔ تم ہی ان کی آخری نظر ہو، امید ہو، اپنے تمام خواب و خواہش انہوں نے تم سے وابستہ کر رکھی ہیں۔''

''مگر امی.....میں ایک ہوں.....'' ملتجی ہوا۔

''ہاں.....مگر آخری بھی تو ہو۔ عاصم کی شادی کے بعد ساری توقعات تم سے ہی وابستہ ہیں۔''

''بہر حال یہ اچھی لڑکی ہے اسی کو دیکھیں چل کر آپ کو پسند آئے گی......''

''تمہاری پسند ہے.....؟'' مشکوک نظروں سے انہوں نے دیکھا۔

''ایسا تو نہیں ہے۔'' وہ گھبرایا۔ ''مگر پسند کی جاسکتی ہے۔''

''تم اپنی دادو کو جانتے ہو۔''

''جی، اسی لیے تو میں نے یہ اسٹینڈ لیا ہے، روز گھر میں بحث و مباحثہ، ضد، بحث رہتی ہے بہو کے حوالے سے تو میں نے سوچا میں ہی یہ مسئلہ حل کردوں۔'' وہ شرارت سے ہنسا۔

''ہوں.....'' آمنہ بیگم نے کان پکڑے۔

''نہیں امی ایسی کوئی بات نہیں ہے، باخدا میں تو ابھی باقاعدہ ملا بھی نہیں مگر مجھے لگتا ہے یہ لڑکی آپ تینوں کا مسئلہ حل کردے گی۔''

آنکھوں میں چمک تھی۔ اور آمنہ بیگم ماں تھیں، بیٹے کی آنکھوں کی چمک کیسے نہ پہچانتیں۔

مگر اس لڑکی کے بارے میں ساس کے سامنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بات کرنا گویا بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنا تھا کیونکہ وہ پہلے ہی عاصم کی طرف سے دل برداشتہ تھیں۔ عاصم کے لیے لڑکی دیکھی تھی مگر اس نے اپنی پسند سے کرلی..... اسی لڑکی کو وہ اب فیضی کے لیے منتخب کر چکی تھیں ان کی ازعزیز جان دوست کی پوتی تھی۔

انہوں نے سیدھا سادہ سا حل نکالا..... تاکہ فیضی کی شادی کا مسئلہ جلد از جلد حل ہو جائے اور اپنے شوہر حسام احمد کے سامنے یہ مسئلہ رکھ دیا۔

☆☆☆

''خدا کا خوف کرو علشبہ اتنا پانی ضائع کر رہی ہو۔'' دادو مسلسل چیخ رہی تھیں اور وہ پائپ کے آگے انگلی رکھے پیڑ پودوں کو غسل دے رہی تھی۔

''دادو پانی ضائع نہیں ہو رہا..... استعمال ہو رہا ہے، اب یہ بیچارے منہ سے تو نہیں بولیں گے کہ ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں پانی دو..... نہلا دو..... صاف ستھرا کردو.....''

''بکواس بند نہیں ہوگی تمہاری۔ سسرال میں ایسا کرو گی تو پتا چلے گا۔''

''سسرال میں اگر لان نہ ہوا..... تو.....؟'' وہ ہنسی۔

''اور اگر سسرال میں مالی ہوا..... تو.....'' وہ بھی برجستہ بولیں۔

''اس کو میں کچن میں برتن دھونے پر لگا کر اس کی جاب میں لے لوں گی۔'' مزے سے کہا۔ اور پوتی کی بات پر وہ زیر لب مسکرا دیں۔

''دادو کل میرے ساتھ چلیں گی ناں شادی میں۔'' پانی بند کر کے وہ ان کے قریب آ کر بیٹھی۔

''تمہاری دوست کی شادی ہے، تم جاؤ میں کیا کروں گی۔''

''آپ بھی تو میری دوست ہیں۔ بھئی مجھے آپ کے ساتھ آپ کی گیدرنگ میں مزہ آتا ہے اور ہاں یونیورسٹی میں سیمسٹر کا آخری فنکشن ہے۔ اس میں بھی آپ جائیں گی، میں نے کہا ہے کہ میں اپنی دوست بلکہ خاص الخاص دوست کو لے کر آؤں گی۔ اتنی اسمارٹ سی تو ہیں آپ کوئی سمجھے گا ہی نہیں کہ دادی ہیں۔''

''علشبہ.....'' انہوں نے محبت سے اسے دیکھا۔ ان کے پیروں کے پاس کے بیٹھ کر گھٹنوں پر سر رکھ دیا۔

''اتنی محبت مت کرو مجھ سے..... کل میں نہ رہی تو..... کیا کرو گی؟'' علشبہ کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ ہاں کل کو دادو نہ ہوئیں تو کیا ہوگا جو سمجھ، بوجھ ذہانت دادو نے اسے دان کی ہے اس کا تو کوئی نہیں تھا۔ دادو میں اس کی جان تھی۔

''ہاں.....'' سر اٹھایا۔ ''میں بھی سوچتی ہوں کہ کل میں نہ رہی تو کیا ہوگا..... آپ مجھے اتنا پیار نہ کیا کریں..... آج کل بوڑھے بیٹھے رہتے ہیں اور جوان چلے جاتے ہیں۔''

''چپ، دفع ہو..... کیا اول فول بک رہی ہے۔'' جھٹکے سے پیچھے کیا۔

''پھر آپ بھی ایسے مت بولیں۔'' نروٹھے پن سے کہا۔

''دونوں جگہ جانا ہے آپ نے میرے ساتھ۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔'' وہ مان گئیں۔ پوتی کی بات بھلا کیسے ٹال سکتی تھیں۔

☆☆☆

نیوی بلو آتشی کنٹراسٹ کے ساتھ خوب گھیر والی فراک شانے پر ڈھلکا دوپٹا، کھلے بال اور کانوں میں ہلکے سے آویزے..... خراماں، خراماں دادو کے ساتھ لالہ زار میں سرخ کارپٹ پر چلتی علشبہ کو فیضی نے بڑی حیرت اور پھر دلچسپی سے دیکھا۔

بوڑھی خاتون کو محبت سے ساتھ لے کر چلتی کھانا سرو کرتی، پار، بار خیال، دھیان رکھتی..... اپنی دوستوں کے ساتھ ہنستی۔ فیضی رحمٰن کی نظریں اس کا احاطہ کیے رہیں اور دل نے کہہ دیا۔ ''ویل ڈن۔''

☆☆☆

''میں نے فیضی کے لیے ایک لڑکی دیکھی ہے پسند آ گئی ہے، میرے دوست کی بیٹی ہے آمنہ..... تم امی کو ساتھ لے جا کر دیکھ آؤ۔'' ناشتے کی ٹیبل پر حسام احمد

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نے بڑے آرام سے کہا۔

''ہیں..... کیا.....'' دادو کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اندر کی خوشی چھپا کر آمنہ بیگم بھی شوہر کو دیکھنے لگیں۔

''اور میں نے جو لڑکی دیکھی ہے وہ.....؟'' دادو نے بیٹے کو دیکھا۔

''امی..... اس کو بھی دیکھ لیں، آپ لوگوں سے فیصلہ ہی نہیں ہو پا رہا..... لڑکے کی عمر نکلی جا رہی ہے اس سال میں اس کی شادی کر دینا چاہتا ہوں۔'' حسام احمد کا انداز دوٹوک تھا۔

''تو پھر اریبہ کو فائنل کر لو اچھی لڑکی ہے۔'' دادو کا حتمی انداز تھا۔

''امی..... اریبہ تو بالکل بھی نہیں، اسے پہلے آپ نے عاصم کے لیے پسند کیا۔ وہاں نہیں ہو سکی تو اب اسے ہی فیضی کے لیے پسند کر لیں، یہ ٹھیک نہیں ہے، اس لڑکی سے ملیں آپ کو پسند آئے گی۔ میں باسط سے ٹائم لے لوں گا جانا امی کو لے کر اس اتوار کو۔''

آمنہ بیگم نے سر جھکا دیا..... دادو کو غصہ آ گیا۔

''میں کیا..... آج مری، کل دوسرا دن..... جاؤ کرتے پھرو اپنے بچے کی شادی.....'' ڈائننگ ٹیبل سے وہ اٹھ گئیں۔

''اب ان کو کون منائے گا؟'' آمنہ بیگم نے کہا۔

''مان جائیں گی۔ میں بھی ان سے بات کرتا ہوں، تم بھی سمجھانا۔''

''جی.....''

''کہیں امی خیام بھائی کی طرف نہ چلی جائیں؟''

''جانے دو، ذرا دل بہل جائے گا۔'' وہ مسکرائے اور آفس جانے کے لیے اٹھ گئے۔

☆☆☆

بڑی تندہی سے یہ چاروں بیٹھی سیمسٹر کی آخری فائل بنا رہی تھیں۔ کچھ دنوں بعد پیپرز تھے۔ ان کا رزلٹ آتا اور ان کا آنرز مکمل ہو جاتا۔ ارم کی شادی ہو جاتی منگنی ہو چکی تھی۔ ہما کی بات چیت چل رہی تھی۔ علشبہ نے لیکچرشپ کے لیے اپلائی کرنا تھا۔

''یار..... یونیورسٹی چھوڑنے کے بعد تم لوگ مجھے چھوڑ مت دینا..... میری شادی میں آنا ہے۔'' ہما شرارت سے ہنسی.....

''جب شادی ہی کرنا تھی تو اتنے سال کی کتا خواری کیوں کی؟''

''کیا مطلب ہے تمہارا میں شادی نہ کروں، وہ جو اتنا پیارا شخص میرے لیے مرا جا رہا ہے اسے کسی اور پر مرنے کے لیے چھوڑ دوں۔''

علشبہ اور ارم اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔ کتنی چمک اور نکھار تھا۔

''پھر کیوں سر کھپایا تم نے اتنے سال.....''

''تعلیم یافتہ ہونے کے لیے.....'' وہ شرارت سے ہنسی۔ ''میری مانو تو تم لوگ بھی شادی کی تیاریاں کرو..... بلکہ ارم کی تو ہو ہی رہی ہے، علشبہ تم کوشش تیز کر دو۔''

''لاحول ولاقوۃ.....'' علشبہ نے فائل بند کر دی۔

''بند کرو یہ شادی نامہ..... حد ہو گئی ہے دوسروں کو بھٹکا رہی ہو..... علم حاصل کیا ہے اسے کام میں لاؤ..... علم پھیلاؤ.....''

''علم تو ہم.....'' ارم بھی شرارت سے ہنسی..... ''اپنے بچوں پر پھیلائیں گے۔'' ہما نے زور سے ہنس کر ارم کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

''یار..... تم لوگ کتنی خوش ہو محکوم عوام بن کر۔''

''ہیں، ہیں.....'' دونوں نے علشبہ کو گھورا۔

''وہ تو ہماری آزادی ہے پیارا سا شوہر، گھر، محبت اور.....''

''بس ساری محبتیں شروع کے دنوں تک ہیں اس کے بعد ساس، نندوں کے جھگڑے اور ان کی..... کارروائیاں.....''

''تم ہمیشہ نیگیٹو ہی سوچنا..... ہمیں کچھ ترقی کر لینی چاہیے۔'' ارم نے علشبہ کی سنجیدگی کو نوٹ کیا۔

''اور یہ کیا زندگی میں ''متحرکات نہ ہوں تو زندگی نہیں گزرتی..... رک جاتی ہے، علشبہ بی بی شادی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہ کرنے کا خیال برا ہے۔'' ہما نے سمجھایا۔

''چلو..... یہ فائلیں جمع کروادیں۔ پیپر شروع ہونے میں کچھ دن ہیں۔ سوچ رہی ہوں اِک مارکیٹ کا چکر لگا کر ٹیلر کو کپڑے دے دوں.....'' ارم کا تو ٹائم ٹیبل سیٹ تھا۔

''یا اللہ..... شادی نامے سے باہر نکل آؤ..... زندگی انجوائے کرو۔'' علشبہ اٹھ گئی۔

''اور سنو.....'' جانے سے پہلے وہ رکی۔

''پہلے کل کے فنکشن کی تیاری کرلو..... کون، کون آئے گا۔''

''کل کا فنکشن اور سیمینار کینسل ہوگیا ہے۔'' ہما نے اطلاع دی اور کھڑی ہوگئی۔

''کیوں.....؟''

''چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر..... ارم بھی کھڑی ہوگئی۔

''چلو پھر کل دیہی اسکول کا چکر لگالیں گے۔''

''ہوں..... چلتے ہیں۔'' تینوں راضی ہوگئیں۔ ساتھ، ساتھ باتیں کرتے ہوئے سرحماد کے آفس کی جانب چلنے لگیں۔

اور فیضی کے ساتھ دور کھڑے ہارون نے علشبہ کو روکنا چاہا مگر سرحماد کے آفس کی طرف جاتا دیکھ کر رک گئے..... آج ہارون کا ارادہ فیضی اور علشبہ کی باقاعدہ ملاقات کروانے کا تھا۔ شادی کے حوالے سے.....

''تمہیں دیکھ کر انکار نہیں کرے گی۔'' ہارون شرارت سے ہنسے۔

''مجھے دیکھ کر تو کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا.....'' وہ ہنسا۔

''تم کو تو پسند ہے ناں.....؟''

''ہاں.....''

''بس اپنے قول پر ڈٹے رہو..... علشبہ بھی لو میرج پر یقین نہیں رکھتی..... کتنے سالوں سے میں اس کے ساتھ ہوں۔''

''ہوں.....''

فیضی کی نگاہوں میں دادی کا خیال تھا۔ ان کو دکھ ہو رہا تھا، ابو اس کی شادی کا سہرا اپنے سر سجا رہے تھے اور یہ ہی ہوتا ہے۔ تین کنگن ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

☆☆☆

آج ان کا یونیورسٹی میں آخری دن تھا۔ ہارون نے علشبہ کو اپنے آفس میں بلایا تھا۔ وہ ریسرچ کررہا تھا۔

''جی.....'' ان کے سامنے مؤدب بن کر آتی تھی۔

''بیٹھو.....'' وہ بیٹھ گئی۔

''کیا سوچا ہے تم نے پیپرز کے بعد.....''

''جاب.....'' برجستہ کہا۔

''جاب..... سے پہلے شادی، میں نے ایک رشتہ دیکھا ہے اور انہیں تمہارے گھر بھیج رہا ہوں۔ ملنا چاہتی ہو تو مل لو.....'' علشبہ ہارون ... کی شکل دیکھے گئی۔

''بس اِک بات کنفرم کرتی تھی۔'' علشبہ چپ رہی..... ''تم کہیں انٹرسٹڈ تو نہیں ہو یا کوئی اور پروپوزل ہے۔''

''ہارون بھائی ہم اس کے علاوہ کوئی بات اور نہیں کرسکتے..... ہر کسی کو مجھے دیکھ کر شادی نامہ کیوں یاد آتا ہے۔ گھر میں دادی..... یہاں فرینڈز اور اب آپ.....''

''یہ ہی فطرت ہے اور یہی زندگی..... بس مجھے تم جواب دے دو.....''

''ہارون بھائی شادی کے بعد انسان جاب کیسے کرسکتا ہے۔ میری محبت، میری تعلیم، میرا شوق.....''

''بس میں یہ سب پورے کراؤں گا بس تم ایک اچھے شخص کو قبول کرلو، فیملی بھی اچھی پڑھی لکھی ہے، مجھے یقین ہے تم خوش رہوگی۔ سوچنے کے لیے ٹائم مت مانگنا..... وقت نہیں ہے بس شادی کرنی ہے۔''

''اتنے شارٹ نوٹس پر..... میرے پیپرز؟'' وہ حیران ہوئی۔

''تمہیں ایگزام دینے کا موقع دیا جائے گا۔''

علشبہ نے سر جھکالیا۔ باہر ارم اور ہما کھڑی بے چینی سے اس کا انتظار کررہی تھیں۔

''جاؤں؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہاں جاؤ.....'' وہ اٹھ کر باہر آ گئی۔ تیزی سے آتا فیضی اس کے پاس چند لمحوں کے لیے رکا اور اندر چلا گیا۔

''کیا کہہ رہے تھے سر.....''

''کچھ نہیں..... فائلز کا پوچھ رہے تھے۔ اور ایگزام کی تیاریاں پوچھ رہے تھے۔''

''کوئی اور تو بات نہیں.....'' ارم نے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

''کوئی اور کیا بات.....؟''

''کچھ چھپا تو نہیں رہیں ہم سے.....'' ہما نے شرارت سے اس کا جائزہ لیا۔

''کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو.....'' قدم آگے بڑھائے۔ ''ہمارے سر ہیں وہ.....''

''ہاں..... ضرورت پڑے رشتہ کی بات بھی کر سکتے ہیں۔'' ارم برابر برابر چلنے لگی۔

''حد کرتے ہو تم لوگ.....'' لمحہ بھر کو نگاہ چرالی' کتنی تیز تھیں دونوں.....

''ہاں ناں، رزلٹ کے بعد دوسرا رزلٹ شادی کا ہی تو ہو گا..... شائستہ کا نکاح ہے، پیپرز کے بعد شادی اور غزالہ کی بھی شادی ہو رہی ہے، قاسم کے ساتھ..... دونوں چھپے رستم نکلے.....'' ہما اطلاعات دے رہی تھی۔ عشبہ ہنس رہی تھی۔ اب خود سے کچھ کہہ کر اپنی شامت نہیں بلوانی تھی۔ شادی کے خلاف تو یہ ہی تھی سب کی..... ان کا دھیان بٹانے کے لیے موضوع بدلا اور کاریڈور میں چلنے لگیں۔

☆☆☆

ابر آلود بادل بہت نیچے آئے ہوئے تھے موسم بے حد حسین تھا۔ کل اس کا آخری پیپر تھا اس وقت وہ رمشہ کے ساتھ لان میں بیڈمنٹن کھیل رہی تھی۔ وہ دادو بھی گرم شال لیٹے اِدھر ہی موجود تھیں۔ پیپر کے بعد خاصی ریلیکس تھی وہ..... سوشل مصروفیات بڑھ گئی تھیں۔

بیڈمنٹن کے بعد اب وہ معاذ کی سائیکل چلا رہی تھی، لان میں گول، گول سیاہ گیٹ کھلا اور ابو کے پیچھے فیضی کی فیملی اندر آ گئی۔ عشبہ سائیکل چلا رہی تھی اور رمشہ اس کے پیچھے، پیچھے بھاگ رہی تھی۔ فیضی کی دادو نے خاصے تیکھے انداز میں ان لڑکیوں کو دیکھا تھا۔ پھر آمنہ بیگم کو.....

رمشہ کی دادو مہمانوں کو دیکھ کر کھڑی ہوئیں اور ان کے ساتھ ہی اندر بڑھنے لگیں۔

اس وقت معاذ سائیکل چلاتی عشبہ کے آگے آ گیا، عشبہ لڑکھڑا کر گری..... فیضی نے ایک دم مڑ کر اسے دیکھا..... چند ثانیوں تک دیکھنے کے بعد مسکراتے ہوئے اندر بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کچن کی کھڑکی سے امی کہہ رہی تھیں۔

''عشبہ حلیہ ٹھیک کر کے اندر آؤ.....''

''کیوں امی؟''

''تمہیں دیکھنے کے لیے کچھ لوگ آئے ہیں۔''

''ہیں..... اتنی اچانک.....''

''اچھا..... چلو چپ کرو..... یہ کام ہوتے ہی ایسے ہی ہیں..... جلدی آؤ.....'' کھڑکی بند ہو گئی۔ رمشہ اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر ہنسی۔

''بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔''

''رمشہ.....!''

''یہ ہی ہوتا ہے بچو جی! آخری انجام، شادی اور وہ بھی روایتی طریقے سے۔''

''جائیں چائے کی ٹرے لے کر۔''

''نو..... نیور..... پانی کا گلاس لے کر بھی نہیں جاؤں گی۔''

''ہا..... ہا..... ہا.....'' رمشہ نے مذاق اڑایا۔

عشبہ اندر بڑھ گئی۔

اور جب تک عشبہ چینج کر کے ڈرائنگ روم میں گئی۔ دادو صاحبہ اس کا تمام کچا چٹھا..... مہمانوں کے گوش گزار چکی تھیں۔

اس کا سوشل ورک، اس کا چنچل نامہ.....

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

Downloaded From Paksociety.com

غریبوں سے محبت، مسکینوں سے پیار..... منکسر المزاجی اور جانوروں سے اٹوٹ محبت.....

''اے بی بی..... گھر داری بھی آتی ہے؟'' فیضی کی دادو کا منہ کھلتے، کھلتے رہ گیا۔

آمنہ بیگم نے ان کا گھٹنا دبایا۔ انہیں علشبہ پسند آگئی تھی۔ فیضی کو اشارہ کیا۔ فیضی تو پہلے ہی نثار ہو چکا تھا۔ دادو کی ناپسندیدگی دیکھ رہا تھا۔

اب سارا معاملہ ابو نے ہینڈل کرنا تھا۔

خاصے خوشگوار ماحول میں محفل برخاست ہوئی..... ابو کو فیضی رحمٰن اچھا لگا، سلجھا ہوا شائستہ مزاج، دھیمے انداز میں بولنے والا..... دل نے او کے کر دیا تھا۔ اُدھر دادو اور ریحانہ بیگم کے ساتھ، ساتھ سب کو اچھا لگا تھا۔ ہارون بھائی نے اپنا کام کر دیا تھا۔ اپنے کمرے میں آکر..... اس نے سوچا..... فون بھی نہیں کیا اتنی اچانک..... رمشہ کمرے میں آکر چھیڑنے لگی

☆☆☆

''مجھے تو کوئی خاص خوبی نظر نہیں آئی لڑکی میں پھر حسام کیوں اتنا زور دے رہا ہے؟'' گھر آکر دادو کو اختلاف تھا۔

''امی کچھ تو ہے ناں جو حسام نے زور دیا ہے، ورنہ کیوں وہ اتنا بضد کر کے بھیجتے۔''

''تم لوگ ہی سر پکڑ کر روؤ گے.....'' رخ موڑ لیا۔

''اللہ نہ کرے امی.....''

''اور..... کیا..... مرینہ ایک بیٹے کو لے اُڑی..... دوسرا پردیس جا بسا..... اب فیضی کے بھی یہ ہی لچھن ہوں گے، لڑکی خاصی تیز لگی ہے مجھے کام دھام کی بھی نہیں لگی۔''

''اماں، اچھی سلجھی ہوئی تو ہے.....'' آمنہ کو علشبہ پسند آگئی تھی۔

''کام کتنے کرتی ہے، باہر کے باہر ہی رہے گی۔ گھر کو کیا وقت دے گی..... لگی رہنا گھر داری میں۔''

دادو کے لہجے کا تیکھا پن جا ہی نہیں رہا تھا۔ اور اس تیکھے پن نے بڑھنا تھا ختم نہیں ہونا تھا۔ علشبہ کے حق میں انہوں نے فیصلہ دینا ہی نہیں تھا۔ انہیں اریبہ عزیز تھی..... قدرتی لگاؤ تھا اس سے اور اریبہ اتنی ہی گھر والوں کو ناپسند تھی۔ چاپلوس، مطلبی اور حاسد..... بچپن سے جانتے تھے سب اسے..... کسی کو اس کے حق میں فیصلہ نہیں دینا تھا۔

☆☆☆

''علشبہ.....'' وہ جو بغور ڈاکومنٹری دیکھ رہی تھی دادو کی آواز پر چونکی۔

''جی.....''

''کچھ پریشان ہو.....؟''

''نہیں..... تو.....'' اسکرین پر نگاہ کی۔

''مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم خوش نہیں ہو.....''

''ایسی بات نہیں ہے دادو.....''

''پھر کیوں اپ سیٹ ہو کہیں اور شادی کرنی ہے؟'' وہ سر اٹھا کر دادو کو دیکھنے لگی۔

''ایسا کیسے سوچ لیا آپ نے؟''

''جب سے رشتہ طے ہوا ہے تم خاموش ہو گئی ہو، وہ شوخی، ظرافت سب ندارد ہے۔''

''دادو..... نئے رشتے کی بنیاد ہے سوچنا تو پڑتا ہے کیسے لوگ ہیں۔''

''تم ایک دفعہ فیضی سے مل لو..... بات کر لو، اچھا لڑکا ہے۔''

''مجھے آپ لوگوں کی پسند پر بھروسا ہے..... پھر اِک ملاقات اِک فون کال پر کسی کے بارے میں کیا معلوم ہو سکتا ہے۔'' وہ ہنوز سنجیدہ تھی۔

''تو بس تم پھر اتنا مت سوچو..... اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔''

''جی.....'' وہ مسکرائی۔

''ریحانہ کہہ رہی تھی کہ فیضی تم سے بات کرنا چاہتا ہے، ملنا چاہتا ہے۔''

''کیا ملنا..... ہارون بھائی، امی بابا، دادو کا فیصلہ اس بار غلط نہیں ہو سکتا۔'' علشبہ کو یقین تھا۔

''جی..... ٹائم ملا تو کر لوں گی۔'' (اب کون سی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ضروری بات کرنی ہے موصوف کو..... یونیورسٹی میں روز کس لیے آتے تھے.....) زیرلب مسکرائی۔

''اب کیوں ہنس رہی ہو؟''

''ایسے ہی.....'' اٹھ کر وہ ان کے قریب آگئی..... بیٹھی اور گود میں سر رکھ لیا۔

''ایک بات یاد آگئی تھی.....'' مسکراہٹ گہری ہوگئی۔ (چھپے رستم تھے جناب..... تیر چلائے بغیر منزل پر پہنچ گئے.....) وہ اس کی شرافت کی قائل ہوگئی۔

دو ماہ کے اندر اس کی شادی کی تاریخ طے ہوگئی۔

''اتنی جلدی.....'' وہ ہارون کے سامنے ہکا بکا بیٹھی۔

''تو کیا ہوا..... تو منگنی..... تو نکاح..... ڈائریکٹ شادی کوئی خدشہ نہیں.....'' وہ ہنسا۔ ''اور یہ بتاؤ..... فیضی تمہیں پسند آیا ہے ناں.....'' اس نے سر جھکا لیا۔

''امی، ابو کی پسند ہے۔''

''زندگی تم نے گزارنی ہے بھئی۔''

''تجربہ ان کا ہی ٹھیک ہے۔'' مسکرا دی۔

''اتنی سوشل اور کانفیڈنٹ ہو کر بھی یہ سوچ..... میں سوچتا تھا کہ تم لو میرج کرو گی.....'' اس نے رائے دی۔

''سوشل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہے۔'' انہیں دیکھا۔

''ہاں..... مگر انسان اپنے حلقے میں ہی پسند کر لیتا ہے جب حلقۂ احباب وسیع بھی ہو۔''

''نہیں مجھے کبھی بھی یہ پسند نہیں رہا۔''

''سنو..... اگر تمہارا کبھی فیضی سے اختلاف ہو تو مجھ سے ضرور شیئر کرنا..... اس کو جتنا میں جانتا ہوں اتنا کوئی نہیں جان سکتا۔''

علشبہ نے سر جھکا لیا۔

''وہ بہت ناس ہے تمہیں پسند آئے گا۔''

او کے، میں چلوں..... ورنہ آپ تو تعریفوں کے پل باندھ دیں گے۔'' کھڑی ہوگئی۔

ہارون ٹیبل پر ہاتھ رکھے اسے مسکرا کر دیکھتے رہے..... جو اپنی مشرقیت چھپانے کے چکر میں گلابی ہوئے جا رہی تھی۔

''خدا یہ جوڑی سلامت رکھے قیامت تک۔''

دل سے دعا نکلی تھی۔

☆☆☆

''اتنا شارٹ نوٹس..... مائی گاڈ ہمیں بھی پیچھے چھوڑ دیا..... اُف.....'' ارم، ہما نے ایک ساتھ اس کے گھر پر دھاوا بول دیا۔

''یعنی کہ ہم سے بھی پہلے..... کون ہے وہ کیسا ہے؟'' ارم نے چھیڑا۔

''سب امی کو پتا ہے۔''

''ہمیں بے وقوف بنا رہی ہو۔''

''نہیں، بس اتنا پتا ہے کہ ہارون بھائی کا کزن ہے اور سوفٹ ویئر انجینئر ہے۔'' دھیرے سے بتایا۔

اور وہ اس کے گرد ہوئیں اور اسے چھیڑتے ہوئے گانے، گانے شروع کر دیے۔

☆☆☆

اور یوں..... دو ماہ بعد ہی وہ دھوم دھام سے رخصت ہو کر حسام ہاؤس آگئی۔

سرخ و سفید پھولوں سے سجا اس کا حجلۂ عروسی بے حد حسین تھا۔ دادو اس کے سامنے چیئر پر بیٹھی تھیں، آمنہ بیگم رسمیں کر رہی تھیں۔ اس کی بڑی نند کا انداز زیادہ پرجوش نہیں تھا۔ چھوٹی نند ماہ رُخ آگے، آگے تھی۔

رات گئے محفل برخاست ہوئی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ گول تکیے سے ٹیک لگا کر گہری سانس لے کر اس نے سر ٹکا دیا۔ گلابوں کی بھینی، بھینی خوشبو نے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ نگاہ اٹھائی تین بج رہے تھے، نگاہ جھکی..... سامنے ڈریسنگ ٹیبل میں اس کا عروسی روپ جھلملا رہا تھا۔ لب بے ساختہ مسکرا دیے۔

اندیشے اور وسوسے جانے کہاں جا چھپے..... پہلو بدلا ہی تھا کہ آہٹ ہوئی۔ دروازہ کھلا اور بند ہوگیا۔ اس کی سانسیں جیسے رک گئیں۔

فیضی دھیرے سے آکر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کا ہلکا سا گرا ہوا گھونگٹ اٹھا کر بے ساختہ اس کی تعریف کی۔ علشبہ نے نگاہ اٹھائی آف وائٹ شیروانی، میرون کلاہ میں فیضی رحمٰن کی وجاہت نمایاں تھی۔ سرخ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گلابوں کے ہار نے چہرے کی رونق کو دوبالا کر رکھا تھا۔ نظر ٹھہر گئی۔

''بس کرو..... نظر لگاؤ گی کیا.....؟'' شرارت سے آنکھ دبائی۔ علشبہ گڑبڑا گئی۔ اب وہ اپنے ہاتھ میں لیا خوب صورت مخملی باکس کھول رہا تھا پھر ہاتھ بڑھا کر دھیرے سے اس کی دونوں کلائیوں میں ایک، ایک کنگن ڈال دیا۔

''آپ بہت اچھی ہیں..... مجھے پہلی ہی نظر میں اچھی لگی تھیں۔ اور آپ مجھے اپنی تمام تر توقعات پر پوری اترتی نظر آئیں۔ جو میں نے اپنے ہم سفر کے لیے سوچ رکھی تھیں۔'' دھیمی، دھیمی گمبھیر آواز..... اسے حواس باختہ کر رہی تھی۔

لفظ ''توقعات'' نے اس کی حسیات کو الرٹ بھی کر دیا۔ نگاہ اٹھائی، وہ سنجیدہ تھا۔

''دراصل میری شادی ایک گمبھیر مسئلہ تھا، امی کی پسند، دادو کی پسند یا پھر آپی کی پسند..... سب کی رائے تھی کہ ہماری پسند کی لڑکی سے شادی کر دو..... میں اکیلا..... کیسے تین شادیاں ایک ساتھ کر سکتا تھا۔'' وہ ہنسا۔

''میری دادو مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں، وہ قرینے سلیقے والی لڑکی چاہتی ہیں جو میری زندگی سنوارے..... مجھے کھلا، کھلا کر موٹا کر دے..... میری نسلوں کو سنوارے، دراصل وہ روایتی خاتونِ خانہ ہیں۔ انہیں تیز طرار لڑکیاں اچھی نہیں لگتیں..... سیدھی، سادی گھریلو..... اور امی کو ایسی لڑکی پسند ہے جو اُن کے ساتھ چلے، ان کے سوشل کاموں میں ہاتھ بٹائے، مشورے دے..... ان کے گھر کو ان کی طرح ہی رکھے۔''

ایک گلاب کا پھول اٹھا کر اس کی پتیوں کو چھوتا ان کی نرمی کو محسوس کرتا وہ دھیرے، دھیرے اپنی توقعات اور ممکنہ خدشات کو ظاہر کر رہا تھا۔

''اور آپی کو خالصتاً اپنی نند سے پیار تھا۔ اول بدل کی شادی چاہتی تھیں..... وہ جو ہمارے خاندان میں نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے وہ ذرا ناراض لگی ہوں گی تمہیں۔ مجھے یقین ہے تم اپنی توجہ سے ان کو اپنا بنا لو گی۔''

مسکرا کر ہاتھ بڑھا کر اس کے جھمکے کو چھوا.....

''اپنے گھر کی یہ تینوں خواتین مجھے بہت عزیز ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم اس گھر کا حصہ ہو اور اپنی سمجھداری سے ان سب کو اپنا بنا لو گی۔'' علشبہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا نگاہیں جھکائے وہ پھولوں کی پتیوں سے کھیل رہا تھا۔ حالانکہ جملہ تو یہ ہونا چاہیے تھا۔

''تم بھی اب میری زندگی کا حصہ ہو، گھر میں زیادہ تر بے جان چیزیں ہوتی ہیں..... تو میں بھی گھر کا حصہ ہوں ان کی توقع ہوں..... باقی.....'' چھن سے کچھ ٹوٹ سا گیا۔

''باقی آپ کو کسی سے کوئی شکایت نہیں ہوگی، ماہی بہت اچھی ہے۔ میرے ابو بہت اچھے ہیں۔ مجھے یقین ہے آپ یہاں خوش رہیں گی۔''

یہ جملہ زیادہ اچھا ہوتا ''تم سب بہت خوش رہیں گے۔'' اپنے اور اس کے حوالے سے کہیں کوئی بات نہیں تھی کہیں بھی نہیں۔

خدشے نے سر اٹھایا۔ واہمے نے منہ نکالا.....

''دراصل دونوں بڑے بھائی شادی کے بعد الگ ہو گئے ہیں تو سب کا منظورِ نظر میں ہی ہوں اس لیے.....''

سر جھکا کر علشبہ نے مٹھیاں کھولیں اور بند کیں جانے کہاں سے اوس کی بوندیں اس پر آ گریں۔

اب وہ دھیرے، دھیرے اپنی بھابیوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔ ان کی بے پروائی، بے رخی..... یا عنائی اور مطلب پرستی۔

تھکن نے اسے اپنے حصار میں لے لیا..... پچھلے تین دن سے رت جگے ہو رہے تھے۔

''میری دادو اتنی بری نہیں ہیں بس ذرا سا پریشان کر دیں گی مگر مجھے یقین ہے کہ تم اپنی چاہت سے انہیں جیت لو گی۔'' فیضی کہے جا رہا تھا۔ بتائے جا رہا تھا۔

اس کو سب کے دل جیتنے تھے، سب کا خیال رکھنا تھا تو وہ صرف فیضی رحمٰن کی توقع، امید اور آزمائش تھی اور اگر وہ ان امیدوں پر پوری نہیں اتری

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تو.....؟ اس کے اندر بھی ایک واہمے نے سر اٹھایا..... تو..... نگاہ اٹھا کر سامنے دولہا بنے فیضی رحمٰن کو دیکھا جو صرف اپنے مطالبات اس کے سامنے رکھ رہا تھا۔ خدشے بتا رہا تھا اس کے چہرے پر اس وقت اس نئے رشتے کے حوالے سے کوئی شوخی، جسارت، شرارت نظر نہیں آرہی تھی۔

اسی کے وجود میں چھپے خوشی کے پھول..... اور شوخی کی کلیاں مرجھانے لگیں۔

انسان کو وہ نہیں ملتا جس کی وہ توقع کرتا ہے۔ گہری سانس وجود کی گہرائیوں سے نکلی..... جانے کیسے آنکھوں کی دہلیز پر آکر ٹھہر گئی۔ آنکھوں میں نمی کا احساس بڑھ گیا اس نے سنا تھا۔ شادی کا دن دولہا، دلہن کی زندگی کا اہم دن ہوتا ہے۔ سنی اور سنائی جاتی ہے۔ یہاں فیضی سنا رہا تھا۔ وہ سنے، جا رہی تھی...اور بس سنے ہی جا رہی تھی۔ تھکن کا احساس بڑھ گیا۔

دھیرے سے پہلو بدلا۔

دایاں پہلو شل ہوگیا تھا۔ نیند تھکی، تھکی آنکھوں میں جھلملانے لگی۔

اب فیضی رحمٰن..... اپنے بھائیوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔ پھر امی کا ذکر کرنے لگا اس سارے میں نئے رشتے کا ذکر کہیں نہیں تھا۔ جسے قائم ہوئے چند گھنٹے ہوئے تھے۔

''سنو..... تم واقعی بہت اچھی لگ رہی ہو۔'' دھیرے سے ہاتھ تھام کر دبایا..... اس کے ہاتھ بہت ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ ''تمہیں سردی لگ رہی ہے؟'' وہ چونکا.....

''اوہ..... سوری یار..... وہ دراصل میں.....'' وہ کمبل کھولنے لگا۔

تبھی اذانِ فجر کی آواز بلند ہوئی۔ اس کے ہاتھ رک گئے۔ علشبہ بیڈ سے اترنے لگی۔

''مجھے نماز پڑھنی ہے.....'' وہ سنجیدہ تھی۔

''میں نے تو ابھی تمہیں دیکھا ہی نہیں۔''

اپنے ہاتھ گود میں رکھ لیے.....

''دیکھنا ہی ہے ناں..... ساری عمر دیکھتے رہیے گا۔'' اس کا دل اچھل پھل ہو رہا تھا..... یہ کوئی کم عمر معصوم سا بچہ نہیں تھا جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ نئی نویلی دلہن کو خاندانی ریت روایات ازبر نہیں کرائی جاتیں، شناسائی کروائی جاتی ہے۔ یہ رات پھر آئے گی..... نہ وہ دلہن اور نہ وہ دولہا بنے گا۔

دھیرے سے کھڑی ہوئی..... جانے کیوں ایک دم سے غصہ آرہا تھا۔ اس کی اہمیت ان صاحب کی زندگی میں کیا ہوگی' اندازہ ہو رہا تھا۔

فیضی کو ایک لمحے میں اس کی بے گانگی، بے رخی اور اپنی کم عقلی کا اندازہ ہوگیا۔

اتنی خوب صورت رات کن باتوں میں ضائع کردی تھی۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا، تیر کمان سے نکل گیا تھا۔ اذانِ فجر ختم ہوگئی تھی..... جماعت کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

گھر سے ذرا سے فاصلے پر مسجد تھی۔ لمحہ لمحہ خبر رہتی تھی۔

''آئی ایم سوری.....'' ہاتھ پکڑ کر بٹھایا.....

''میں دراصل وہ.....'' علشبہ نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑانا چاہا مگر فیضی کی گرفت مضبوط تھی۔ خجل و خفت بھری مسکراہٹ تھی۔

اب وہ ہٹ دھرمی دکھا کر اپنا امپریشن خراب نہیں کرسکتی تھی۔ زیادتی کا حساب سود و زیاں کے ساتھ اچھے سے نکال دیتی۔ علشبہ اور بدلہ نہ لے۔ یہ تو اس کی لغت میں تھا ہی نہیں..... فیضی کتنا خفت زدہ ہو رہا تھا۔ گھر والوں کے بھوت نے کیا گل کھلایا تھا کہ رات گزرنے کا احساس ہی نہیں تھا۔ مگر اب ازالہ ممکن نہیں تھا۔

☆☆☆

اگلے دن ولیمہ تھا اور فیضی کی دادو کی سرد مہری، آپی کا لیا دیا انداز اس نے نوٹ کیا..... اور وہ اک لڑکی جو مسلسل دادی کے شانے سے لگی رہی..... اس کی نظروں سے چھپی نہ رہی..... آمنہ بیگم اور حسام احمد کی جانثاری نظر آرہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پہلے دن فیضی نے جو کچھ کہا تھا لفظ بہ لفظ درست لگ رہا تھا اس گھر میں جگہ بنانے کے لیے اسے بہت محنت درکار تھی۔

فیضی کو اس کی کم اور دادو کی، آپی کی زیادہ پروا ہوتی تھی فون کر کے بھی وہ معلومات لیتا رہتا۔

گھر آجاتا تو دادو کی نظروں کے سامنے رہتا۔ جب تک وہ اپنے کمرے میں نہ چلی جاتیں۔ جب تک علشبہ سونے لگتی یا سونے والی ہوتی تھی۔ بعض اوقات فیضی کا رویہ اسے بہت عجیب سا لگتا جیسے اس کی اس نئی زندگی کا مقصد دادو اور اس کے تعلقات کی بحالی تھا۔ فیضی کی دادو..... تو اسے اپنی دادو کی طرح لگتی تھیں۔ مگر نہیں..... وہ بہت مخلص تھیں انہیں کمپرومائز کرنا نہیں آتا تھا۔ درگزر سے کام نہیں لیتی تھیں۔ وہ اِک مشکل ساس درساس ہوں گی اس کے لیے اسے اندازہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

''آمنہ مجھے تمہاری بہو اِک آنکھ نہیں بھائی، ہر وقت منہ بند کیے رہتی ہے۔ جیسے کسی سے کوئی سروکار نہیں..... میرے پاس کل کتنی دیر بیٹھی رہی۔ مجال ہے جو کچھ منہ سے نکالا ہو..... اور شام میں ماہی کے ساتھ لان میں کیسے بے فکری سے قہقہے لگا رہی تھی۔ اُف اللہ.....''

''امی، نئی نویلی ہے ناں..... شرم، لحاظ ہے۔''

''بھاڑ میں گیا ایسا لحاظ.....'' سر جھٹکا..... ''اس کی جگہ اریبہ ہوتی تو میرے گرد تتلی کی طرح چکراتی رہتی۔'' آمنہ بیگم انہیں دیکھ کر رہ گئیں۔

''کھیر میں ہاتھ ڈالو دو تا کہ مصروف رہے۔ پتا نہیں پکانا بھی آتا ہے یا صرف..... کھانے پر زور ہے۔''

''امی.....'' آمنہ بیگم کو برا لگ گیا۔ ''بہو ہے میری..... آتا ہے اسے اور اپنے گھر کے طور طریقے ہم نے خود بتانے ہیں، بہو کو ابھی گھومنے پھرنے کے دن ہیں، عیش کرنے دیں۔''

''عیش گھٹی میں ہی نہ پڑ جائے۔'' ہنکارہ بھرا۔

آمنہ بیگم بھی انہیں دیکھ کر رہ گئیں۔

☆☆☆

''دادو..... چائے.....'' صبح سردی کے احساس سے علشبہ نے دادو کے کمرے میں ناشتا پہنچایا۔

''تم نے کیوں زحمت کی، میں سب کے ساتھ ہی ناشتا کرتی ہوں۔''

''دادو..... آج چھٹی ہے ناں..... سب دیر سے کریں گے، نماز کے بعد میں سونے لگی تھی سوچا کہ آپ کو ناشتا دے دوں۔''

ٹرے سائڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

بڑی کینہ توز نگاہوں سے دیکھا۔

جو ٹرے رکھنے کے بعد سر جھکائے سائڈ ٹیبل کی چیزیں ٹھیک کر رہی تھی۔ اور ساتھ، ساتھ بتا بھی رہی تھی کہ میں اپنی دادو کو بھی دیتی ہوں، ان کے ساتھ ناشتا بھی کرتی ہوں۔ ہم دونوں بہت اچھے دوست ہیں۔ پانی کا خالی گلاس اٹھا کر باہر نکل گئی۔

''ہونہہ یہ خدمت گاریاں میرا دل نہیں جیت سکتیں۔ اریبہ تو اریبہ ہے اس کی جگہ میں تجھے کیسے دے سکتی ہوں۔ تگنی کا ناچ نچاؤں گی۔'' سر جھٹکا۔

☆☆☆

''کیا بات ہے آمنہ، یہ تمہاری بہو روز، روز میکے کیوں جا کر بیٹھ جاتی ہے۔''

''کیا امی، کتنے دنوں بعد آج تو گئی ہے کیڈٹ کالج سے بھائی آرہا ہے اسی لیے گئی ہے۔'' آمنہ نے محبت سے کہا۔

''بہت سر نہ چڑھا لینا..... ورنہ سر چڑھ کر بولے گی۔ ابھی سے نکیل ڈال کر رکھو ورنہ پہلے والیوں سے بڑھ کر ہوگی۔'' آمنہ بیگم بس انہیں دیکھ کر رہ گئیں۔ اب انہیں اپنی ساس سے اسی قسم کے رویے، لہجے کی توقع تھی کیونکہ علشبہ ان کی من پسند نہیں تھی۔ من بھائی اریبہ ہوتی تو کیا بات تھی.....

''شام کو آجائے گی؟'' تیکھے انداز میں پوچھا۔

''نہیں، اتوار کی شام کو فیضی لے کر آجائے گا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''یہ فیضی بھی خوب ہے جورو کا غلام بنتا جارہا ہے۔'' انہیں فیضی پر غصہ تھا، کیا تھا اگر ان کی پسند کے آگے ڈٹ جاتا۔

''دادو یہ آپ نے خوب کہی.....'' خرم اندر آگیا۔

''محبت، بہن سے ہو تو پاکیزہ..... باپ سے محبت ہو احترام..... ماں سے ہو تو رحمت بن جاتی ہے۔ بھائی سے ہو تو شفقت آمیز ہوتی ہے۔ اور اگر یہ محبت ایک شوہر کو بیوی سے ہو تو..... جورو کا غلام..... واہ، واہ.....''

ہنستا ہوا خرم ان کے پاس بیٹھ گیا۔

''بہت زیادہ زبان چل رہی ہے۔'' نواسے کو گھورا.....

''میں نے نوٹ کیا ہے آپ علشبہ بھابی کی پسند کے گراف کو کچھ بڑھا نہیں رہی..... صفر پر ہی ہے۔''

''مجھے کیا ضرورت ہے..... اونہہ۔'' منہ پھیر لیا۔

آمنہ مسکرا کر باہر نکل گئیں۔ خرم نے ان کی دُکھتی رگ کو چھیڑ دیا تھا۔

''کریں پسند انہیں جو پسند کر کے لائی ہیں۔''

''مگر ناپسند کرنے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں ہے'' چھیڑا۔ ''اچھا ناں تو آپ میری شادی اپنی پسند سے کر لیجیے گا۔'' سرِ تسلیم خم کیا۔ مگر ان پر اس تابعداری کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوا..... خرم تو ابھی اٹھارہ سال کا تھا..... عرصہ تھا اس کی شادی میں.....

☆☆☆

علشبہ لان کی سیڑھیوں پر بیٹھی..... خواہ مخواہ زود رنج ہو رہی تھی۔ فیضی اسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا..... ویسے تو بہت لونگ، کیئرنگ تھا مگر اس کی ہر بات دادو اور آپی سے شروع اور ان پر ہی ختم ہوتی تھی۔

''آپی کی دعوت کرنی ہے، وہ خوش ہوں گی۔''

''ابھی، ابھی آپی کا فون آیا تھا۔ تم کتنے اور دن رہو گی..... دادو کی طبیعت خراب ہے تمہیں ان کے پاس ہونا چاہیے۔''

''علی آیا ہوا ہے ناں، اس سے ملنا بھی ضروری تھا۔'' دھیرے سے کہا۔

''او کے بس آجاؤ تم.....'' اپنی کہہ کر فون بند کر دیا۔

اس بلانے میں اگر محبت کا تاثر ہوتا تو اس کا دل کتنا بڑھ جاتا۔ اس کے گلاب عارض حیا سے کھل جاتے، ہو سکتا تھا اپنے رہنے کو موخر کر دیتی۔ مگر.....! فیضی کے گھر میں اس کی وجہِ زندگی..... دادو..... اور آپی کی دلجوئی کرنا تھا.....؟ اور فیضی کے دل میں اس کا کیا مقام تھا۔ کیا وہ اسے آزما رہا تھا؟ اس کا دل دکھا..... یا اپنی دادو کا دل رکھ رہا تھا۔ یا اپنے والد کی پسند اپنا کر وہ ملال بلکہ چرملال تھا۔ سامنے جامنی پھولوں کو دیکھتی وہ سوچے گئی۔ اور موضوع اتنا حساس تھا کہ کسی سے اس کا تذکرہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا حل خود ہی نکالنا تھا۔ کسی کو اپنی وجہ سے پریشان نہیں کرتا تھا۔

اگر فیضی اس کی پروا نہیں کر رہا تھا تو اسے بھی اس کی پروا نہیں کرنی تھی۔ اگر وہ ضرورتاً یا جبراً اس سے محبت کر رہا تھا تو وہ بھی ایسی ہی محبت کرے گی..... آہ..... سر جھٹکا..... وہ بھی اپنی دنیا میں لوٹ جائے گی۔ آنٹی کے ساتھ سوشل سرکل میں رہے گی اور خود کو مصروفیت میں ڈبو دے گی..... اب فیصلہ کُن جنگ اس کے اندر تھی۔

مانگے کی محبت تو اس نے لینی بھی نہیں تھی۔ فیصلہ ہو گیا..... ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔

''میں کل لینے آؤں گا.....'' فیضی نے کچھ دیر پہلے فون پر کہا تھا۔

وہ صبح ہی علی کے ساتھ گھر آگئی تھی۔ حالانکہ امی نے کہا بھی کہ دادو آرہی ہیں پھپھو کے گھر سے ناراض ہوں گی وہ..... مگر وہ فیضی سے خفا تھی، اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی۔ گھر میں علشبہ کو دیکھ کر اسے بہت خوشی ہوئی اس کا مان رکھ لیا..... اور آگئی۔

''میں آتو رہا تھا شام کو.....''

''علی نے سوچا آپ سے بھی مل لے گا..... اس لیے آگئی.....'' علی کو فیضی کے پاس چھوڑ کر وہ سنجیدگی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے آگے بڑھ گئی۔ وہاں سے سیدھی دادو کے کمرے میں آئی اور بیگ سے چھوٹا سا مٹھائی کا ڈبا نکال کر انہیں دیا..... آمنہ بیگم بھی پاس ہی بیٹھی تھیں۔

''یہ آپ کی پسند کی مٹھائی..... ابھی رستے سے ہی لی ہے۔''

''اور..... میری؟'' آمنہ بیگم بہو کو دیکھ کر خوش ہوگئیں۔

''آپ دونوں کے لیے.....'' مسکرا کر دونوں کو دیکھا۔

آمنہ بیگم نے بے ساختہ اسے پیار کیا۔ دادو کو خود ہی آگے بڑھ کر چوم لیا۔ وہ ارے ارے ہی کرتی رہ گئیں۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''امی بہت اچھی بچی ہے آپ آنکھوں پر سے اریبہ کی پٹی کھول کر اس سے ملیں۔''

''اونہہ..... چاپلوسیاں ہمیں نہیں آتیں.....''

''اچھا آپ مٹھائی کھائیں، بہو لائی ہے آپ کی.....'' وہ ڈبا کھولنے لگیں۔

☆☆☆

''امی میں بھی آپ کے سوشل پلان کا حصہ بننا چاہتی ہوں.....'' آمنہ بیگم گھر سے نکلنے کی تیاری کر رہی تھیں کہ علشبہ نے اُن سے کہا۔

انہوں نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

''ہاں ضرور..... انسان کو انسانیت کی خاطر کچھ نہ کچھ ضرور کرتے رہنا چاہیے..... یہ نیک عمل ہمارا زادِ راہ ہے۔''

''میں تو اسکول، کالج، یونیورسٹی ہر دور میں سوشل ورک کرتی رہی ہوں۔''

''اچھا.....'' دلچسپی سے اسے دیکھا۔

''ٹھیک ہے، میں تمہیں اپنی دوستوں سے ملوانے کے لیے ایک پارٹی رکھتی ہوں اور کوئی نیا کام کرتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' علشبہ کو ساس سے ایسے تعاون کی امید نہیں تھی۔

''لیکن کچھ ٹائم لگے گا۔''

''کوئی بات نہیں امی..... جب تک میں گھر دیکھ لیتی ہوں۔ اچھا دادو کو کھانے میں کیا پسند ہے؟''

''ارے وہ سوائے پرہیزی کے سب کچھ کھاتی ہیں۔'' وہ مسکرائیں۔

''وہ مجھ سے ناراض، ناراض کیوں رہتی ہیں۔'' سرگوشی میں پوچھا۔

آمنہ سر گھما کر اسے دیکھنے لگیں۔

''ناراضی نہیں بس ویسے ہی تم انہیں ٹائم دوگی..... تو سیٹ ہو جائیں گی۔'' اندر کی بات وہ گول کر گئیں۔

''مجھے تو وہ اپنی دادو کی طرح ہی لگتی ہیں۔'' آمنہ نے مسکرا کر اس کا رخسار چھوا.....

''میں چلتی ہوں شام کو ملیں گے۔'' بیگ اٹھا کر وہ باہر نکلنے لگیں..... لمحہ بھر کو سنجیدہ ہو کر انہیں جاتا دیکھتی رہی وجود میں ایک دم سے سناٹا پھیل گیا۔ خالی، خالی، بے موسم کی طرح..... وہاں سے اٹھی..... کچن میں آگئی..... فیضی سے ناراض تھی مگر اسے پتا نہیں لگنے دینا تھا۔

کچن میں ایسے ہی کک کے ساتھ مصروف رہی، اس کا کام ہلکا کیا..... کباب فائنل کر دیے۔ میٹھا ڈش میں نکالا پھر موسم دیکھ کر دادو کے لیے سوپ بنانے لگی۔ اسے کچن میں آئے ایک گھنٹا ہو گیا تھا۔ ایک گھنٹے سے وہ اپنے کمرے سے غائب تھی اور..... اور فیضی باہر نہیں آیا تھا۔ اس کی تلاش میں..... اس کو دیکھنے..... ان کی شادی کو ایک ماہ ہی تو ہوا تھا۔ اس کے اندر دھواں سا بھرنے لگا۔

ہم دوسروں کے لیے ہی تو جیتے ہیں..... تو..... دوسرے ہمارے لیے بھی تو جئیں..... اگر فیضی کی توقعات اس سے وابستہ تھیں تو اس کی بھی توقعات.....؟ اس کی توقعات کون پوری کرے گا.....؟ اس کی شادی کہیں پچھتاوے کا سفر تو نہیں..... لمحہ فکریہ اس کے اندر پیدا ہونے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور یہ سب سوچتے ہوئے وہ سوپ پیالے میں نکال کر ریڈی کرنے لگی۔

''ارے تم یہاں ہو، ابھی میں تمہیں ہی دیکھ رہا تھا۔'' علشبہ پلٹی..... ریڈ ٹی شرٹ اور بلیک جینز میں کافی اسمارٹ نظر آرہا تھا۔ نظر چرائی.....

''جی..... دادو کے لیے سوپ بنا رہی تھی۔''

''واؤ..... سوپ انہیں بہت پسند ہے مگر کک کے ہاتھ کا سوپ انہیں پسند نہیں آتا اور امی کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ تم یقیناً ان کا دل جیت لوگی۔'' ڈائننگ ٹیبل سے ٹیک لگا کر وہ کھڑا ہوگیا۔

''اچھے، اچھے حلوے پکا، پکا کر اور سوپ پلا، پلا کر.....''

وہ ہنسا پھر فریج سے سیب نکال کر صاف کیا اور کھانے لگا۔

''ماہی کو کہتی رہتی ہیں کہ بنا دو..... اس کے پاس پڑھائی کے علاوہ کوئی اور کام ہی نہیں ہے۔ دیکھنا دادو تم سے کتنا خوش رہیں گی۔''

''جی.....'' وہ بہ مشکل مسکرائی..... آنسو کا اِک قطرہ وجود میں ہی کہیں گرا.....

''میں انہیں دے آؤں.....'' ٹرے اٹھا کر وہ باہر نکل گئی۔

''اس کی ویلیو کہاں ہے، فیضی کے دل میں دادی کی خدمت میں یا..... یا کہیں نہیں.....''

''دادی، سوپ.....'' وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئی..... وہ اخبار دیکھ رہی تھیں۔ نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

''تم نے بنایا ہے؟''

''جی..... نئی ترکیب سے..... آپ کو پسند آئے گا۔''

''رکھ دو..... معلوم نہیں کیسا ہوگا۔''

''آپ ٹرائی تو کریں۔'' ٹرے ان کے آگے رکھی۔ اخبار سمیٹ کر سائڈ پر رکھے۔ نیپکین بھی ان کے پاس رکھ دیا۔

''شام میں کیا لیں گی؟''

تبھی دروازہ کھول کر فیضی بھی اُدھر آگیا۔

اندر ہی اندر گہری سانس لی.....

''دلیا بنا دوں..... یا مکس سبزی.....''

''رہنے دو..... جو بنا ہوگا کھالوں گی.....'' منہ بنا کر کہا..... اور فیضی کو دیکھ کر مزید منہ بنا کر سوپ پینے لگیں۔

''دادو..... جو دل چاہے بنوالیا کریں۔ علشبہ بہت اچھا کھانا بناتی ہے۔ ہمارا کک بھی اتنا اچھا نہیں بناتا ہوگا۔''

''بلکہ کل سے کچن کی ذمے داری تمہاری..... ٹیسٹ ہونا چاہیے ذائقہ.....'' بڑے آرام سے فیضی ان کے سامنے نیم دراز ہوگیا۔

''اریبہ سے اچھا کھانا کوئی بنا ہی نہیں سکتا.....'' سلگتا ہوا پتھر تھا جو سینے میں چبھ گیا۔

''ارے نہیں دادو..... مقابلہ کروالیجیے گا۔'' وہ ہنسا۔

یہ جگہ یہ دل..... یہ رہائش کرائے کی ہے۔ اس کا دل بھر آیا۔ مگر آنسو بہانا عبث تھا۔ کون سمیٹتا۔

''میں ابھی آئی.....'' کہہ کر باہر نکل آئی۔

اِک خاموشی سی اس کے اندر پھیل رہی تھی۔

اپنے کمرے میں آکر قدآور آئینے کے آگے ٹھہر گئی۔ خاموش، گم صم چہرہ..... سوجی آنکھیں، چہرے کی شوخی غائب.....

''علشبہ۔'' دھیرے سے آئینے میں اپنے چہرے کو چھوا..... ''تم اس گھر میں صرف دادو کو سنبھالنے، آپی کے معیار پر پورا اترنے اور ساس کا بایاں بازو بننے کے لیے لائی گئی ہو..... فیضی کو تم سے غرض ہے ناں محبت..... محبت بھی ہے تو اتنی کہ بس اس کی ضرورتیں پوری ہوجائیں۔'' کب کا رکا، چھپا، ضبط کیا ہوا، وہ آنسو جو چھپا کر رکھا تھا۔ بے ساختہ اس حقیقت کے آشکار ہونے پر آنکھ سے نکلا..... اور گم نامیوں میں گم ہوکر گیا۔

''زندگی ویسی نہیں ہوتی جیسی ہم سوچتے ہیں..... اور وہ کچھ بھی نہیں ملتا جو ہم چاہتے ہیں۔ میکے کی ہلچل شوخی، شرارت والی زندگی تم میکے میں گزار آئی ہو..... یہ سسرال ہے اور یہاں ایسی بے فکری کی زندگی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں چلے گی علشبہ کاظمی.....'' اس نے خود کو اس حکایت سے آشنا کیا.....اور دل پر حقیقت روشناس ہوئی..... اور کیسا دل کا درد تھا۔ چھپانا بھی تھا اور اس حکایت کو کسی کو سنانا بھی نہیں تھا۔

باہر آہٹ ہوئی علشبہ واش روم میں چلی گئی..... اب چہرے پر نقاب بھی رکھنا تھا۔ well and good کا سلوگن بھی دینا تھا۔

☆☆☆

لان میں امرود پر مسالا چھڑک کر ماہ رخ کے ساتھ مل کر کھاتے ہوئے بے ساختہ کھلکھلا رہی تھی۔ ماہ رخ کوئی حرکت بتا رہی تھی اس کے جواب میں علشبہ اپنی زندگی کے شاندار روزو واقعات سنا رہی تھی۔ دونوں ہنس، ہنس کر انجوائے کر رہی تھیں۔

دادو نے اپنے کمرے میں آمنہ کو بلایا.....

''دیکھو اپنی بہو کے انداز.....سسرال میں رہنے کا طریقہ سیکھاؤ.....''

''امی.....'' دھیرے سے ان کے بازو پر ہاتھ رکھا.....اور بڑے سہل سے انداز میں کہا۔ ''وہ اس گھر کی بہو نہیں بیٹی ہے بالکل ماہی کی طرح اور بڑی سمجھ دار ہے وہ.....حسام کہتے ہیں اگر تم نے اس کو بہو سمجھا تو پھر مجھ سے کوئی شکایت نہیں کرنا.....''

وہ گھور کر آمنہ کو دیکھنے لگیں۔

'اس کی جگہ اریبہ ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔'' ان کے اندر تاسف، ملال بھرا ہوا تھا۔

''امی یہ حسام کی پسند ہے، ہم کچھ نہیں کر سکتے۔'' آمنہ نے دو ٹوک انداز میں کہا۔ مصروف سے انداز میں اِدھر، اُدھر دیکھا اور اِک صلح کُن مسکان ان پر ڈالتی باہر نکل گئیں۔ وہ پیچھے صرف ہنکارہ بھر کر رہ گئیں۔

☆☆☆

علشبہ نے خود کو بہت مصروف کر لیا تھا۔ کچن کو اپنی ذمے داری بنا لیا تھا۔ کام سب آتے تھے، دادو سے سیکھے تھے۔ مگر اس طرح سے سنبھالنے کا موقع کم ملتا تھا اسٹڈی، اس کا سوشل ورک کچھ لاابالی انداز.....پر اب باقاعدہ ذمے داری سے کام کر رہی تھی۔ دادو کا سارے دن کا کھانا اور ان کے کام خوش اسلوبی سے کرتی تھی اس عورت کا دل جیتنا اس کا مقصد تھا۔

اس روز آپی کی فیملی کو دعوت پر بلا لیا۔ انہیں کھانا بہت پسند آیا۔ بچوں کے لیے چائنیز تھا۔ بڑوں کے لیے حلیم اور بریانی.....حلیم کا تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس نے بنائی ہے۔

مگر اتنی تعریفوں کے بعد بھی تخلیے میں اریبہ اور حنا کی باتیں کرنا نہیں بھولی تھیں۔ کاش کا لفظ ان کی گفتگو میں تھا۔ شکر گزاری کچھ لوگوں کی فطرت میں ہوتی ہی نہیں ہے۔

''کیا بات ہے، بہت مصروف ہو.....'' فیضی کچن میں آ گیا۔

''جی..... دادی کے لیے قہوہ بنا رہی ہوں۔''

''مجھے بھی دینا.....'' اِک نگاہ بھر کر اسے دیکھا۔

''جی.....''

''آج کپڑے چینج نہیں کیے.....'' ہاتھ بڑھا کر اس کی گرتی لٹ کو چھوا.....اِک لمحے کے لیے اس کا ہاتھ رکا۔

''آپ مجھے دیکھتے ہی کب ہیں؟'' بے ساختہ شکوہ پھسل گیا۔

''محسوس تو کرتا ہوں ناں.....'' اگلہ جملہ نایاب تھا۔ اس کے لیے بلکہ بے حد نایاب.....

''یہ قہوہ.....؟'' زیرِ لب مسکرا کر کپ اس کی جانب بڑھایا اور باہر نکل گئی۔

فیضی چند لمحوں تک کھڑا اسے محسوس کرتا رہا۔ اس کا جملہ دماغ میں گردش کرتا رہا۔ قہوہ پیتے ہوئے اُدھر ہی بیٹھا رہا۔

☆☆☆

آمنہ بیگم نے خاص طور پر اسے اپنی دوستوں سے ملوایا۔ اپنے حلقۂ احباب میں متعارف کروانے کے لیے کلب میں پارٹی کا انتظام کیا تھا اور جب انہوں نے سب کو یہ بتایا کہ میری بہو اب میرے کاموں میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

معاون اور مددگار ہوگی تو سب نے تعریفی اور توصیفی نگاہوں سے اسے سراہا اور پسند کیا۔

عشبہ کو مصروفیت کا اِک اور ذریعہ مل گیا۔

جان بوجھ کر فیضی کو تنگ کرنے کے لیے وہ دور ہوئی جارہی تھی۔

ہاں دادو نامہ اسے ازبر ہوگیا تھا۔ انہیں اس نے اپنی خدمت سے جیتنا تھا۔ اپنی دادو کا آئینہ اس کے سامنے تھا۔ وہ کیسے فیضی کی دادو کو ہرٹ کرسکتی تھی۔ چاہے اس کے لیے خود کتنی ہی ہرٹ ہوئی۔

اس کی ذاتی سوشل ایکٹویٹیز بھی جاری تھیں۔ اب فیضی کو کسی کمی کا احساس ہونے لگا۔ اور جب اِسے یہ علم ہوا کہ وہ امی کے ساتھ جانے لگی ہے، ان کی معاون و مددگار بن کے تو اسے غصہ آگیا۔

''کس سے پوچھ کر تم نے یہ کام شروع کیا ہے؟'' اونٹ پہاڑ کے نیچے آگیا تھا۔

''امی کے کہے کو میں کس طرح سے ٹال سکتی تھی۔'' مؤدبانہ کہا۔

''اور۔ اور میں کہاں ہوں تمہارے لیے۔''

''میں نے آپ کی حکم عدولی تو نہیں کی۔'' متانت بھرے انداز میں فیضی کو دیکھ کر کہا اور کپڑے ہینگ کرنے لگی۔

اِک لمحے کے لیے فیضی چپ ہوگیا۔

''امی، دادو..... آپی کسی کو شکایت ہے تو بتائیں؟'' اپنے لہجے کے طنز کو اپنے تحمل سے چھپایا۔

''میری زندگی کا مقصد ان تین عورتوں کے گرد گھومتا ہے، مجھے پہلے دن ہی ان کا قصیدہ نامہ سنایا گیا تھا۔ آپ کو مجھ سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہونی چاہیے۔'' الماری بند کر کے مسکرا کر فیضی کے ضبط کو دیکھا..... اس کاروبارِ زندگی میں سود و زیاں تو ہوگا ہی اس کا انداز سراسر چھیڑنے والا تھا۔

اندر سے وہ کتنا جلی ہوئی تھی۔ کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔ نئی دلہن کو پہلا رشتہ شوہر کا اچھا لگتا ہے اس کے بعد رشتوں کی قطار سے ملتی ہے فیضی نے جو کہا تھا وہ تو اسے بھگتنا ہی تھا۔

''بھابی.....'' ماہی آواز دیتی آگئی تھی۔

''کیا ہوا..... ماہ رخ؟''

''بھابی نیٹ پر کچھ چیزیں سرچ کرنی ہیں، آئیں جلدی۔'' بھائی کو دیکھ کر مسکرائی اور عشبہ کا ہاتھ تھام لیا۔

''چلو.....'' عشبہ چل پڑی۔

فیضی دیکھتا رہ گیا۔

ہاں عشبہ صاحبہ نکلتے، نکلتے پلٹ کر فیضی کو چڑانے والے انداز میں دیکھنا نہیں بھولی تھی۔

''مائی گاڈ.....'' فیضی سوچتا رہ گیا۔

مگر تلافی کا وقت اس نے گزار دیا تھا، اس بات کا اسے بھی احساس تھا۔ اپنی شادی کے انمول دن کو اس نے کتنا غارت کردیا تھا' بے وقوفی کی نذر کردیا تھا۔ شادی کا دن..... اور پھر من پسند شادی کے دن کی یادگار تو دل کے صفحے پر سنہری حرفوں سے لکھی جاتی ہیں۔

کیا یادیں تھیں عشبہ کے پاس..... فیضی کا دل اپنا سر پیٹنے کو چاہا۔

☆☆☆

اس روز رات کے نو بجے ماما کے ساتھ واپس آئی۔ بظاہر کمپیوٹر کے آگے بیٹھا فیضی بل کھا کر رہ گیا۔ وہاں سے آئی تو دادو کے کمرے میں چلی گئی..... ان کے گھٹنوں میں درد ہو رہا تھا۔ گھٹنوں پر گرم تیل سے ہلکے، ہلکے مالش کی..... گرم پٹی باندھی..... ان کو قدرے سکون ملا۔ دادی کی خدمت وہ دل سے کر رہی تھی اپنی دادو سمجھ کر کچھ، کچھ متاثرین میں لگ رہی تھیں وہ، اریبہ کا نام کم لینے لگی تھیں۔ بھولنے لگی تھیں یا انہیں اپنی زیادتی کا احساس ہو رہا تھا۔ عشبہ اس میں کس حد تک کامیاب رہی تھی۔ اس کا فیصلہ وقت نے کرنا تھا۔

☆☆☆

مگر فیضی کو یہ سب ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ غلطی اس کی تھی، زیادتی اس نے کی تھی' ازالہ بھی اس نے ہی کرنا تھا مگر کیسے..... یہ سمجھانے والا کوئی نہیں تھا۔ عشبہ اب

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہاتھ نہیں آرہی تھی۔ صبح، یہ آفس میں ہوتا، دن میں علشبہ کچن میں..... کبھی امی کے ساتھ..... کبھی دادو کے ساتھ..... اس کی آواز پر لبیک نہیں کہتی تھی بلکہ صاف انکار کرتی تھی۔

''میں ذرا دادو کے پاس ہوں، ٹانگیں دبا رہی ہوں، مالش کر رہی ہوں۔'' اکثر رات ماہی کے کمرے میں گزرتی..... وہ لینے جاتا تو۔ میں نوٹس بنوا رہی ہوں۔ جنرل بنا رہی ہوں..... پلیز دس منٹ میں آتی ہوں۔''

اور یہ دس منٹ انتظار کے فیضی کو نیند کی وادیوں میں لے جاتے تھے۔ صبح جاگتا تو سوائے تاؤ کھانے کے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

ناشتے کی ٹیبل پر آتا تو وہ مسکراتے ہوئے غذائیت سے بھرپور ناشتا دیتی..... مسکرا، مسکرا کر اور وہ شدتِ جذبات چھپا کر ناشتا کرتا اور اٹھ جاتا۔ گاڑی تک آنے کی زحمت نہیں کرتی تھی اُدھر سے ہی خدا حافظ کا ٹھلا مار دیا.....

''دادو کو ناشتا دینے جا رہی ہوں۔'' ٹرے اٹھا کر اندر بڑھ جاتی۔

فیضی بل کھا کر باہر نکل جاتا.....

آمنہ شوہر کے ساتھ ناشتا کرتیں اور انہیں جاتے ہوئے گیٹ تک چھوڑنے جاتیں۔ یہ ان کی عادت تھی علشبہ کو بھی اچھی لگتی تھی مگر فی الحال وہ ابھی بدلہ لے رہی تھی۔

اس مسئلے کا حل نکالنا تھا مگر سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کس سے کہے.....

☆☆☆

آفس سے آیا تو علشبہ لان میں بیٹھی نظر آئی کوئی میگزین دیکھ رہی تھی۔

''بڑی فارغ ہو آج.....؟'' وہ مسکرایا۔

''نہیں، دادو کے لیے سوپ کی نئی ریسپی دیکھ رہی تھی۔'' میگزین بند کیا..... فیضی نے گہری سانس لی۔

''علشبہ ہماری اپنی بھی لائف ہے کبھی اس کا ذکر بھی کر لیا کرو..... میں..... تم..... ہماری خواہشات.....''

''آپ کی فیملی بھی تو آپ کی لائف کا حصہ ہے۔ ان کو ہرٹ نہیں ہونا چاہیے.....'' وہ سیدھی ہوئی۔

''پلیز علشبہ.....'' علشبہ کھڑی ہو گئی۔

فیضی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''میں چائے بنواتی ہوں، آپ کے لیے.....'' اندر کی بھری آنکھ کو فیضی سے چھپا لینا چاہتی تھی کمزور لمحہ اس کا وجود آشکار نہ کر دے.....

''میں اس گھر کا حصہ نہیں ہوں..... مجھے ٹائم کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اپنی کہے گیا.....

''اگر آپ کو ٹائم دے دیا تو یہ سب لوگ ہرٹ ہوں گے، ان کے کام..... ان کے دل..... ان کے مسئلے.....''

''اور..... میں..... میرا دل، میرا مسئلہ، میرے کام.....'' بے ساختہ کھینچ کر بٹھا لیا۔ نگاہ اٹھا کر دیکھا..... دھند کے پار شبنمی قطروں کے پیچھے فیضی اسے معذرت طلب، التجی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اک دم سے اٹھی اور اندر کی جانب چلی گئی۔

فیضی بیٹھا رہ گیا دم بخود..... ساکت، پشیماں..... علشبہ کی نم پلکوں نے غزالی آنکھوں میں چھپے موتیوں نے اِک دم سے اترنے والے چہرے نے..... اس کے کہے کی سزا خود کو دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ، ساتھ اپنے جذبوں سے بھی کھیل رہی تھی اور..... اس کھیل کے لیے اسی نے ہی تو اسے مجبور کیا تھا۔ شادی کی پہلی رات کو ہی اس کے لیے اماوس کی رات بنا دیا تھا۔

یہ رات امر ہوتی ہے، ہر حوالے سے، ہر بات سے یادگار اور..... وہ..... فیضی نے سر ہاتھوں پر گرا لیا۔

دکھ اسے بھی ہو رہا تھا تلافی اس کو ہی کرنی تھی۔ تبھی ہارون کی شادی کا کارڈ آ گیا۔

''شادی کے بعد تو ایسا غافل ہوا پلٹ کر نہیں دیکھا۔'' ہارون نے کارڈ اس کے سر پر مارا۔

''نہ جوابی دعوت..... نہ شکریہ..... نہ علشبہ کو لے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کر آیا..... کہاں ہے یہ محترمہ.....'' ہارون اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

''اور یہ تم لوگ گھومنے پھرنے نہیں گئے کیا.....؟'' فیضی خاموشی سے مسکرا کر اسے دیکھتا رہا۔

''کیا..... میرے سرخاب کے پر گن رہے ہو.....'' وہ شوخ ہوئے.....

''میں نے ہنی مون کے ٹکٹ سب سے پہلے بک کرائے ہیں..... تیسرے دن کی فلائٹ ہے..... زندگی میں ایک بار ہی شادی ہوتی ہے اور ہم یہ دن شاندار طریقے سے منانا چاہتے ہیں۔'' ہارون بڑے فریش موڈ میں تھے۔

تبھی..... آمنہ بیگم اور علشبہ بھی آگئیں.....

''لڑکی کہاں غائب ہو..... شادی کرا کے.....'' آنٹی کو سلام کر کے اس کی جانب دیکھا۔

دھیرے سے مسکرا کر علشبہ نے دیکھا۔

''اِدھر ہی ہوتی ہوں، بس ذرا ذمے داریوں کو سنبھال لوں ... پھر کچھ اور کروں گی.....'' دھیمے سے انداز میں کہا۔

''بھئی ہماری یہ بہو بہت اچھی ہے، ہر فن میں طاق..... اور اب تو میری دستِ راست بن گئی ہے ایسے اچھے مشورے دیتی ہے کہ بس.....'' آمنہ بیگم اس کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ فیضی سنجیدہ بیٹھا تھا۔ علشبہ تکلف نبھا رہی تھی۔ تبھی چائے آگئی۔

''تو..... سارے شغل مشغلے جاری وساری ہیں۔''

''جی.....''

''میں نوٹ کر رہا ہوں تمہاری شوخی کچھ کم ہوگئی ہے۔'' ہارون کی نگاہوں نے بہت کچھ نوٹ کیا۔

''جی..... بے فکری کی زندگی صرف میکے میں ہوتی ہے، پہلے دن سے جو ذمے داری لکھ دی جاتی ہے اسے نبھانے کے لیے انسان کچھ بدل جاتا ہے۔''

''کیا مطلب.....؟ کیا فیضی نے اِک درجن لے پالک بچوں کو تمہارے ذمے ڈال دیا ہے۔'' فیضی سنجیدگی سے صوفے میں دھنسا پاؤں پھیلائے، ایک ہاتھ صوفے پر رکھے ایک انگلی سے پیشانی کو کھرچتا..... علشبہ کی ہر بات کو نوٹ کر رہا تھا۔

''یا اللہ یہ لڑکی کتنی ناراض ہے، اسے کیسے مناؤں۔''

''آپ لوگ باتیں کریں.....'' آمنہ مسکرا کر باہر نکل گئیں۔

''کیوں فیضی.....؟'' وہ سنجیدہ ہوا۔

''کیا ہوا..... یہ تم لوگ کہیں سے تین چار ماہ کے شادی شدہ کپل نہیں لگ رہے۔''

لمحوں کے لیے سناٹا پھیلا.....

''آپ سنائیں..... شادی کی تیاریاں کیسی ہیں، بھابی کا کیا حال ہے..... اب ہم پرائے ہوگئے ہیں۔''

''آپ جائیں کچھ گرما گرم لائیں میں ذرا فیضی کی گوشمالی کرلوں۔'' سنجیدہ اور متین انداز میں کہا۔

''میں شاید آپ کی شادی میں نہ آسکوں..... دادو کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے..... ان کی اسلام آباد والی بہن پرسوں آرہی ہیں۔'' وہ عذر بتا کر چلی گئی۔

دال میں کچھ کالا تھا..... یا..... پوری دال..... ہارون فیضی کو دیکھے گئے۔

''کیا ہوا.....؟'' نظر چرا کر فیضی سیدھا ہوا.....

بنو عباس کا آٹھواں تاجدار اور آٹھ کا دلچسپ عدد

مقصم خلفا بنو عباس کا آٹھواں تاجدار اور عباس بن عبدالمطلبؓ کے خاندان کا آٹھواں ممبر اور رشید کی اولاد میں آٹھواں شخص تھا۔ آٹھ برس اور آٹھ مہینے حکومت کی..... آٹھ لڑکے، آٹھ لڑکیاں چھوڑیں، آٹھ فتوحات حاصل کیں..... آٹھ محل سرائے بنوائیں، آٹھ دشمنوں بابک، باطش، مازیار، افشین، عجیف، قارن، قائد افیضہ اور رئیس زنادقہ کو تہ تیغ کیا، آٹھ لاکھ دینار سرخ، اسی قدر درہم سفید، آٹھ ہزار گھوڑے، آٹھ ہزار غلام اور آٹھ ہزار لونڈیاں متروکہ چھوڑ گیا۔

تاریخ کے بکھرے موتی

از: حافظ سنت البنات، تونسہ شریف

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تمہیں میں نے ایک بہت اچھی زندگی سے۔۔ بھرپور لڑکی اس لیے دی تھی کہ تم ایک کامیاب خوشگوار زندگی گزارو..... تم نے تو اسے.....'' ہارون کو جملے نہ سمجھ آئے..... ''کس گھن چکر میں ڈال دیا ہے۔ کیا ہوا..... مسئلہ کیا ہے؟'' ہارون سنجیدہ ہوا۔

''یار..... کچھ نہیں بس.....'' فیضی سے جواب نہیں بن پڑا.....

''پتا ہے ناں..... وہ صرف میرے کہنے پر شادی کے لیے راضی ہوئی تھی ورنہ وہ ابھی بالکل تیار نہیں تھی شادی کے لیے..... اسے پڑھنا تھا، لیکچرر بننا تھا..... میں نے اسے کہا تھا کہ اس پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔''

''ہاں تو کوئی پابندی نہیں ہے، پڑھ سکتی ہے۔''

''فیضی.....'' ہارون زچ ہونے لگے۔

''تم..... تم نے اسے دادی، آنٹی، آپی، خالاؤں..... الا بلا کا دل جیتنے پر لگا دیا۔ ان کی نظروں میں سرخروئی ہونی چاہیے۔'' فیضی چپ چاپ ناخن سے صوفے کی سطح کھرچتا رہا۔

''ابھی تو علشبہ کا صرف ''حال'' دیکھ کر اتنا کچھ کہہ رہا ہے جب حال سنے گا تو کیا ہوگا۔'' یہ خیال ہی سوہانِ روح تھا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے بس ذرا ناراضی چل رہی ہے۔''

''اوہ.....'' مشکوک سی نگاہ ڈالی۔

''ہاں..... ناں.....'' مسکرایا۔

تبھی علشبہ ٹرالی لے کر آ گئی۔

''آہا..... اتنا تکلف..... چلو ٹھیک ہے، بھوک بھی لگی ہے ناں۔'' ہارون بلا تکلف شروع ہو گئے۔

علشبہ دونوں کو پلیٹ بنا کر دینے لگی۔ کھانے پینے سے انصاف کرتے ہوئے ہارون مکمل طور پر ان کی جانب متوجہ تھے۔

یہ ناراضی نہیں کچھ اور تھا..... دل کہہ رہا تھا۔

''تمہاری فرینڈ زکیسی ہیں؟''

''ٹھیک بس ارم کی شادی اگلے ماہ ہے۔''

''جانا ہے؟''

''شاید..... پتا نہیں۔''

''کیا مطلب.....؟''

''میرا مطلب ہے ٹائم ملا تو چلی جاؤں گی۔'' معصومیت سے کہا۔ ہارون نے پہلے علشبہ کو اور پھر فیضی کو دیکھا اور پھر چائے پینے لگے۔ معاملہ سنگین لگ رہا تھا۔

☆☆☆

آج کل سردیاں تھیں، دادو کے گھٹنوں میں درد تھا۔ جی جان سے ان کی خدمت میں لگی ہوئی تھی۔ اریبہ کو انہوں نے یکسر فراموش ہی کر دیا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے ان کے منہ سے علشبہ نکل رہا تھا۔

بڑی آپی آئی ہوئی تھیں ان کی خاطر مدارات، نت نئے کھانے، شام میں پارک، رات گئے تک محفلیں، صبح آفس جانے کے لیے فیضی اور ابو اٹھ جاتے۔ یہ سب کے ساتھ بیٹھی رہتی... اور رات گئے انہی کے کمرے میں کاؤچ پر سو جاتی..... سمٹ کر.....

اِک دو بار دیکھنے بھی آیا..... مگر وہ غافل رہی.....

''تم..... ماہ رخ کے کمرے میں کیوں سو رہی ہو.....'' صبح جب کمرے میں آئی تو وہ آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

''باتیں کرتے، کرتے ہی سو گئی تھی.....'' سنجیدگی سے کہا۔

''اور یہ تم میرے کام کیوں بھولتی جا رہی ہو، مجھے آفس جانا ہوتا ہے چیزیں اِدھر اُدھر ہوتی ہیں۔''

''رات کو سیٹ کر دوں گی..... صبح دادو کو ناشتا دینا ہوتا ہے۔ آپی کے بچے بھی جلدی اٹھ جاتے ہیں۔''

''نوکر کس لیے ہیں؟'' یک دم ہی اس کی جانب پلٹا.....

''ہاں..... اُن کے سروں پر کھڑے ہو کر کام کروانا پڑتا ہے..... اور جو ذمے داری مجھ پر ڈالی گئی ہے وہ بھی نبھانی ہے۔''

''علشبہ.....'' قریب آیا..... بے حد قریب کہ جھجک کر وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''مجھے میرے کہے کی سزا کب تک دو گی؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

علشبہ اسے دیکھے گئی۔

''علشبہ ......علشبہ......'' باہر آمنہ بیگم آواز دے رہی تھیں۔

''آج ضروری میٹنگ ہے۔'' ہاتھ چھڑا کر وہ باہر نکل گئی۔

فیضی نے وہی ہاتھ ماتھے پر رکھ لیا...... وہ سخت بے چین تھا۔ یہ دوری، یہ لڑائی، یہ سرد جنگ اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔

''آج ضروری میٹنگ ہے' ایک بجے تک آفس آ جانا میں ڈرائیور بھیج دوں گی۔''

باہر سے امی کی خوشگوار آواز آ رہی تھی۔

اسی کی زندگی ناخوشگوار تھی۔ دوسروں کا خیال دھیان رکھتے، رکھتے اس نے اپنی سیج پر کانٹے بچھا لیے تھے۔

☆☆☆

دھیرے سے سامنے بیٹھے محسن کو دیکھا...... ہارون بھائی کو ہمیشہ سے محترم سمجھا تھا۔ قلبی لگاؤ محسوس ہوتا تھا۔ ہر بات ان سے شیئر کرتی تھی...... یونیورسٹی میں اس کی ڈھال تھے......ان کی وجہ سے ہر شرارت کر جاتی تھی۔ اب بھی ان سے کچھ چھپا نہ سکی...... بطورِ خاص اسے یونیورسٹی بلایا تھا۔ اپنے آفس میں، اس کا دل، دماغ بھرا ہوا تھا۔

ہارون بھائی نے سوال کیا...... اور وہ رہ نہ سکی...... بے اختیار پھوٹ، پھوٹ کر رو دی......

ہارون بھائی دیکھتے رہے......اس کے آگے پانی کا گلاس رکھا...... بہت دیر بعد وہ نارمل ہوئی۔

''ہارون بھائی میں ان کی زندگی میں شامل نہیں ہوئی۔ ان کے گھر کا حصہ ہوں...... مجھے دادی کا خیال رکھنا ہے۔ آپی کو ہرٹ نہیں کرنا۔ امی کی توقعات پر پورا اترنا ہے۔ شادی کی رات ساری رات وہ مجھے بس یہی بتاتے رہے تھے۔'' وہ گلوگیر لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''آفس سے فون کریں گے۔ دادی کی خیریت ان کا کھانا، ان کے کام، آپی آئیں گی...... کسی کی کا احساس نہ ہو...... گھر میں کوئی متاثر نہ ہو...... اور میں وہی کر رہی ہوں دل مار کر یا دل چیر کر......'' وہ بولی۔

''جب انہیں میری موجودگی، میری حیثیت کا احساس نہیں ہے تو میں کیوں انہیں یہ احساس دوں...... جب میرے ہونے سے انہیں فرق نہیں پڑتا تو نہ ہونا بہتر ہے ناں......'' اپنی متورم گلابی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

ہارون کو فیضی کے گھامڑ پن پر غصہ آ رہا تھا۔

''میں نے ان کے گھر والوں کے دل جیت لیے ہیں انہیں غصہ نہیں آنا چاہیے اب......''

''ہوں......تمہیں اس سے شکایت تھی، تمہیں بتانا چاہیے تھا......''

''بات شکایت کی نہیں ہے، بس ان کی زندگی میں، میں نہیں ہوں۔ باقی سب ہیں...... بات احساس کی ہے۔ میری بھی شادی ہوئی ہے، میرے بھی ارمان ہیں، میرا شوہر مجھے آفس سے میرے لیے فون کرے۔ اس رنگ کے کپڑے پہنو...... کہیں آؤٹنگ پر جائیں...... ذمے داریاں اور گھر داریاں رشتوں کے ساتھ، ساتھ چلتی ہیں، انہیں میرے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا ہارون بھائی۔'' اور یہ ساری باتیں سنتا فیضی خجل، خفت زدہ اور شرمندہ ہو رہا تھا۔ دلگیر انداز میں کہتے ہوئے سارا غبار سارا دھواں نکال دیا......

''اس میں تمہاری غلطی بھی ہے، وہ اگر اپنے گھر میں خوشیاں سکون، امن چاہتا تھا تو تم بھی اپنی اہمیت بتاتیں......''

''ہاں تو ٹھیک ہے ناں' ان کے گھر کا ماحول...... پُرامن، خوشگوار ہے چاہے میں نے خونِ جگر سے کیا ہو یا اپنی خوشیوں کا گلا گھونٹ کر......''

''اچھا...... چلو اس سے غلطی ہو گئی...... اس کا تدارک کیسے ہو سکتا ہے؟''

''زندگی کی شروعات ہو چکی...... بس مجھے اپنی اہمیت کا، اپنی جگہ کا پتا ہے۔ زندگی اب ایسے ہی گزرے گی۔'' شاکی سے انداز میں کہا۔

''علشبہ......! انسان فرشتہ نہیں ہے، غلطی انسان

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہی کرتا ہے۔ بے شک یہ غلطی ہے مگر یہ غلطی ساری عمر نہیں چل سکتی اور نہ یوں زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ تم لوگوں کو اپنی زندگی از سرِ نو شروع کرنی چاہیے۔''

''کیسی زندگی..... کیسی غلطی..... جب کسی کو احساس ہی نہیں تو.....؟'' شاکی سا انداز تھا..... بھیگی آنکھوں کے ساتھ.....

''احساس ہے..... بس موقع کا منتظر ہے.....''

علشبہ انہیں دیکھنے لگی..... پھر سر جھکا لیا۔

''میں چلوں.....؟''

''میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں میری شادی سے اپنی زندگی انجوائے کرو..... از سرِ نو شروع کرو..... سزائیں ساری عمر کے لیے نہیں ہوتیں.....'' ہارون نے ناصحانہ انداز اختیار کیا۔

''اور نہ ہی یہ دن دوبارہ آئیں گے۔'' وہ بھی بولی۔

باہر کھڑا فیضی دلگیر ہوگیا۔

علشبہ کا دل اتنا کچھ بول کر ہلکا ہوگیا تھا۔ واقعی زندگی میں کتھارسس بہت ضروری ہے۔ زندگی میں بہت کچھ مسنگ لگنے لگا۔

علشبہ کھڑی ٹیبل کی سطح کھرچتی رہی۔

''فیضی بہت اچھا، نیک دل اور صلح جو انسان ہے اپنی دادو..... آپی کو دیکھتے ہوئے اس نے زندگی کا بہترین لائحہ عمل تیار کیا۔ بس ذرا پلاننگ میں کہیں غلطی ہوگئی اور غلطیوں کا تدارک ہوجاتا ہے۔''

گرم لوہے پر ضرب لگائی جائے تو وہ جس طرح چاہو ڈھل جاتی ہے۔ فیضی کا دل چاہا آگے بڑھ کر علشبہ کے سامنے دوزانو ہوکر اپنے سارے گناہ قبول کرکے اسے دوزخ سے جنت میں لے آئے.....

''سنو تم لوگ کہیں گھومنے پھرنے نہیں گئے؟'' رات آپی پوچھ رہی تھیں۔ ان کے بیٹے سے کھیلتا فیضی متوجہ ہوا۔

''میری طرف اسلام آباد ہی آجاتے۔'' علشبہ سب کو کافی کے مگ دے رہی تھی۔

''اور فیضی تم تو گھومنے پھرنے کے بے حد شوقین تھے۔ اپنی دفعہ کیا ہوا۔'' علشبہ، دادو کے پاس بیٹھ گئی۔

''اور علشبہ تم نے بھی فورس نہیں کیا کہیں جانے کے لیے.....'' علشبہ گڑبڑا کر انہیں دیکھنے لگی۔

''گھر، گھرداری تو چلتی رہتی ہے مگر یہ وقت پھر نہیں آئے گا۔ یہ اس کا حق بنتا ہے اور علشبہ بہت اچھی ہے۔ کتنے طریقے، سلیقے سے گھر لے کر چل رہی ہے دادو کتنا خوش ہیں، ان کے تو سارے خدشے، واہمے نکل گئے۔ فیضی کی دلہن کے حوالے سے۔'' پیار بھری نگاہ علشبہ پر ڈالی۔

فیضی نے ان جملوں پر سیراب ہوکر بھرپور نگاہ علشبہ پر ڈالی جو آپی کے چھ ماہ کے حمزہ کو گود میں بٹھائے کھیل رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایسی زبردستی کی مسکراہٹ تھی جیسے ابھی رو دے گی۔

صبح ہارون بھائی..... اور اب گھر والے..... فیضی کے اندر شادیِ مرگ کی کیفیت تھی۔

''اس نے مجھ سے کہا ہی نہیں..... یہ تو نئی دلہنوں کا فرض ہوتا ہے۔ شوہر سے نئی مون پر جانے کی ضد کریں۔'' بھرپور شوخی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا، علشبہ نے سر اٹھا کر خفگی بھرے انداز میں اسے دیکھا جو باشوخی جسارت کا حق ادا کرتے ہوئے آنکھ دبا کر اسے دیکھا۔

''نئی دلہن ہی نہیں..... نئے دولھا کے اندر بھی جذبہ ہونا چاہیے۔'' آپی نے بھی فیضی کا کان پکڑا۔

''اور امی..... آپ نے کیا انہیں گھر کے کاموں میں الجھا دیا۔ بھیجا کیوں نہیں گھومنے کے لیے۔''

صبا نے امی کی بھی خبر لے لی..... انہوں نے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

ایسے تو یہ نکلے گا نہیں صبا..... انہیں اپنے ساتھ ہی لے جانا.....'' دادو نے بھی صبا کی سائڈ لی۔

''ماشاء اللہ بہت اچھی بچی ہے دل جیت لیا اس نے میرا۔'' پیار سے اسے دیکھا۔ اور..... فیضی کا اندر خوشی سے بھر گیا۔ اس کی ساری محنت وصول ہوگئی تھی۔

اور..... حمزہ کو گود میں سمیٹے علشبہ دم بخود تھی۔

آج کا دن کتنا اہم تھا اس کے لیے۔ اس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سالگرہ بھی تھی اور کسی کو یاد نہیں تھی۔ میکے سے بھی کوئی پیام نہیں آیا تھا فیضی کو اس سے انسیت ہی نہیں تھی۔ ایسے لاتعلق رہتے تھے جیسے وہ کوئی اور ہو اور انہیں کسی اور کا انتظار تھا۔

آج کا دن بھرا بھرا تھا۔ آنکھ بار، بار بھر آرہی تھی۔ مگر رات کے آٹھ بجے کیسے خوب صورت گفٹ ملے تھے۔ اس کی توقع کے خلاف..... بھی باہر بیل بجی.....

اور تھوڑی دیر وہ آہٹ پر دم بخود سی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ علی اور دادو..... ایک ہاتھ میں کیک دوسرے ہاتھ میں گفٹ شولڈر پر بیگ پاؤں سے دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔

''پپی برتھ ڈے ٹو یو.....'' گنگنا رہا تھا۔ سب ہی شروع ہو گئے.....

''ہیں کیا..... علشبہ کی سالگرہ ہے.....''

''پپی برتھ ڈے ٹو یو..... علشبہ.....''

آپی نے حمزہ کو لیا تک، اک کر کے سب نے مبارک باد دی..... علشبہ حقیقت میں اندر تک خوشی سے بھر گئی۔

اس ایک شخص پر نگاہ ڈالی..... جو بڑی چاہت سے مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

رات گئے یہ خوب صورت محفل ختم ہوئی۔ ''دیکھ لو.....'' جاتے، جاتے علی گیٹ پر رکا..... ''تمہاری برتھ ڈے یاد تھی مجھے۔''

''تھینکس.....'' اس کے بازو سے سر لگایا۔ دادو نے ماتھا چوما۔ خدا حافظ کہہ کر گیٹ بند کر کے پلٹی۔

پیچھے قدرے فاصلے پر فیضی کھڑا تھا۔ لاتعلقی کا اظہار کرتی گزرنے لگی تو اس نے بازو پکڑ لیا۔

''مجھ سے گفٹ نہیں لینا۔'' آنکھوں میں شرارت اور ہونٹوں پر ہنسی تھی۔

''مجھے مانگی ہوئی چیزیں اچھی نہیں لگتیں۔'' وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

''آج میں بہت خوش ہوں جو مانگو ملے گا۔'' اس نے بے اختیار نگاہ اٹھائی۔ اپنی بے غرض محبت، اپنی بے لوث چاہت دے دو، نگاہ چرائی۔

''میں نے کہا ناں..... مستعار لی ہوئی خوشیاں چھن جاتی ہیں۔'' شما کی سا انداز تھا۔

''مجھے اندر جانا ہے' دادو آواز دے رہی ہوں گی۔ اور آپی.....''

''دادو کو میں کمرے میں چھوڑ کر آیا ہوں' آپی بھی سونے جا چکی ہیں۔ آج صرف میں اور تم بس اور یہ خوب صورت رات کی تنہائی ہے..... حکایتیں میری ہیں، شکایتیں تمہاری ہیں۔''

''مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔'' اس کی جانب دیکھنے سے گریز کیا۔

''گلے تمہارے شکوے تمہارے..... ناراضیاں تمہاری..... صلح ہماری..... کیوں ٹھیک ہے ناں.....''

علشبہ نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔

چاند کی پوری روشنی میں اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ بھرپور تصلح کن موڈ میں..... اندر کی تازگی کے ساتھ..... اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔

''علشبہ.....'' دھیرے سے اس کا یخ ہاتھ اپنے گرم ہاتھوں میں تھام لیا۔

''آئی ایم سوری..... رئیلی آئی ایم سوری..... یار تم ہرٹ ہوئیں۔ میرے بارے میں جانے کیا کچھ سوچ لیا..... مگر ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔'' علشبہ نے ہاتھ کھینچنے کی کوشش میں سر جھکا لیا۔ فیضی کی گرفت مضبوط تھی۔

''میں ذرا جذباتی ہوں..... سب کچھ ٹھیک کرنے کے چکر میں ذرا سا جلد باز..... دادو ناراض تھیں، آپی ناراض تھیں انہوں نے میرے لیے لڑکیاں منتخب کی ہوئی تھیں۔ مجھے تم پسند آگئی تھیں۔ ان میں سے کسی کے ساتھ نہیں کرنی تھی مجھے.....''

اس انکشاف پر یک دم سر اٹھایا۔

آنکھوں میں تھکے رکے ہوئے آنسو رخسار پر ڈھلک گئے۔

''تم میں وہ صلاحیتیں تھیں جو کسی اور میں مجھے نظر نہیں آئیں۔ اچھے سے اچھا کرنے کے چکر میں..... برے سے برا ہوتا گیا.....'' پہلے پوروں پر آنسو سمیٹے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور پھر ہتھیلی سے رخسار صاف کیے۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی گہری ہو..... میں اپنے بارے میں کچھ بتائے بغیر تمہیں اپنے گھر والوں کے متعلق سمجھانے لگا یہ ٹھیک نہیں تھا۔ پھر میں نے تمہیں نہیں سمجھا..... یہ اور زیادہ غلط تھا..... مجھے معاف کردو علشبہ جان.....'' دھیرے سے اس کا ہاتھ دبایا۔

بس..... بس اتنا ہی کافی تھا۔ کسی کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے تو وہ بنا کہے سمجھ جائے..... علشبہ کے آنسوؤں کے پیمانے چھلک پڑے۔ وہ ہاتھوں میں چہرہ رکھ کر رودی۔

لمحے بھر کو فیضی کھڑا دیکھتا رہا..... اور پھر آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگالیا۔ آنسوؤں کی رفتار میں اضافہ ہوگیا۔ پورا چاند تھا..... پورے چاند کی چاندنی تھی۔

خفگی کا پیمانہ تھا اور صلح کی خشتی میں محبت کے پتوار تھے۔ نمکین سیلاب کا زور تھما..... تو..... فیضی بارش میں بھیگ چکا تھا۔ دھیرے سے اس کا چہرہ اٹھایا۔

''بس..... اب..... بس..... یار..... سردی ہے میں ہی نہ مرجاؤں.....'' سر اٹھا کر خفگی سے دیکھا۔

''بہت برے ہیں آپ۔'' فیضی مسکرایا اور اسے لے کر انٹرنس کی سیڑھیوں پر آبیٹھا۔ اس کے شانے پر اپنا بازو پھیلا کر اپنے ساتھ لگالیا۔

''میں جانتا ہوں بے حد خوب صورت دن..... میری جلد بازی کی وجہ سے اکارت گئے بس مگر ازالہ میں کروں گا۔ دراصل میری پہلی شادی تھی ناں تو اس لیے..... مجھے کچھ اندازہ نہیں تھا۔'' وہ بڑے بھونڈے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''کیا..... مطلب.....؟'' تیکھے چتون سے اسے دیکھا۔

فیضی کھلکھلا کر ہنسا۔

''میرا مطلب ہے اب دوسری شادی تم سے ہوگی ناں آج، میرا مطلب ہے ناراضی کے بعد صلح کے بعد.....''

''کس نے کہا ہے کہ میں مان گئی ہوں، میں نے صلح کرلی ہے؟'' وہ اٹھنے لگی۔

فیضی کی گرفت مضبوط تھی۔

''پھر کیسے مانو گی.....؟'' وہ اس کی جانب جھکا۔

''جتنا ستایا ہے ناں اس سے زیادہ تنگ کروں گی۔''

''منظور ہے..... بندہ سامنے ہے، خطائیں تسلیم کررہا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے، محبت سے مارو یا اپنے عشق میں گرفتار کرلو.....'' وہ بڑے جذب دل سے کہہ رہا تھا۔ علشبہ کے دل کی سرزمین نکھر رہی تھی۔ ملال دھل رہے تھے۔

اور ملال، دھلنے کے لیے ہی ہوتے ہیں کثافتیں صاف ہوجائیں تو ہر منظر صاف ہو اور حسین لگنے لگتے ہیں۔

احساس دلا کر ہی سہی..... احساس تو ہوگیا تھا۔

''سنو.....! ہارون بھائی نے ہنی مون ٹکٹ دیے ہیں، تم پیکنگ کرلو.....'' فیضی کا لہجہ فسوں خیز تھا۔

''آپی آئی ہوئی ہیں..... کیسے جائیں گے؟''

''آپی..... نے بھی وہیں جانا ہے۔'' وہ کچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ علشبہ ہنس دی۔

''پہلے ہارون بھائی کی شادی تو ہونے دیں۔''

فیضی نے اوہو..... کہہ کر اپنے سر پر چپت لگائی۔

''سنو.....'' کئی خوب صورت لمحے ان کے درمیان رکے اور گزر گئے۔

''جی.....'' وہ بے طرح شرما کر بولی۔

''اب میں کوشش کروں گا تم ہر لمحہ میری ہم قدم رہو اور ہم مل کر ہر مسئلہ اور ہر الجھن کو سلجھائیں..... اب ناراض ہونے سے پہلے بتادینا۔'' اس کے بے حد قریب جھکا..... علشبہ کے چہرے پر حیا کے خوب صورت رنگ تھے۔ دیر سے سہی زندگی انہیں قرینے اور سلیقے میں لے آئی تھی۔

ہوا کا خوب صورت جھونکا آیا بوگن ویلیا کی کتنی کلیاں اور پھول ان پر آگرے..... موتیا اور گلاب کی کلیوں کی خوشبو ان کے گرد پھیریاں ڈالنے لگی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اختر شجاعت

جھوٹ......لعنت الٰہی

تمام تر حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے عارفین کو اپنے وصال کی چاشنی کا مزہ چکھایا......وہی اپنی بے نیازی اور کبریائی کے انوار سے مردہ دلوں کو زندگی عطا فرماتا ہے......اور اپنے اسما کی مہک کے ساتھ معرفت الٰہی کی خوشبو سے انہیں لطف اندوز ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہے......

اے ہمارے رب! اپنی بارگاہ سے اپنی ہم پر رحمتیں نازل فرما......اور اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کی آل پر ہمیشہ، ہمیشہ درود وسلام نازل ہو......(آمین)

علم اخلاق کا موضوع بندے کے وہ اعمال ہیں جو دوسرے افراد کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں پیش آتے ہیں۔ یعنی اگر خالق ومخلوق کے تعلق کا نام عبادت ہے تو بندوں کے آپس کے تعلقات علم اخلاق کا موضوع ہیں...... اسلام کی ہر شے میں مرکز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے...... ہر وہ عمل اچھا قرار پائے گا جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہر اس کام کو برا کہا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے...... انسان جن امور پر عمل کر کے دنیا و آخرت سنوار لیتا ہے، وہ فضائلِ اخلاق ہیں اس کے برعکس کیفیات کا نام رذائلِ اخلاق ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں...... جن سے بچنا لازمی ہے۔

انسانی شعور بعض اعمال کو پسندیدہ اور بعض کو ناپسندیدہ قرار دیتا ہے...... مثلاً سچائی کو خیر اور جھوٹ کو ہمیشہ شر قرار دیا گیا ہے۔

جھوٹ...... انسانی کردار کا بدترین شعبہ ہے اور یہی ہمارا آج کا موضوع بھی ہے...... جھوٹ سے مراد خلافِ واقع بات کہنا...... خلافِ واقع بات سوچنا اور عقیدت کے خلاف عمل کرنا ہے......تو جھوٹ ان رذائل میں شامل ہے جو بے شمار دوسری برائیوں کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔ جب جھوٹ کی خصلت عاداتِ انسانی میں داخل ہو جائے تو دوسری برائیاں خود بخود شخصیت پر اپنا تسلط جما لیتی ہیں...... مثلاً ایک جھوٹ بولنے والا شخص بد دیانت ہوگا...... ناپ تول میں کمی بیشی کرے گا...... لوگوں کی جھوٹی تعریف کرے گا...... وعدے کی خلاف ورزی کرے گا...... کسی کو دھوکا دینے میں اسے عار نہ ہوگا......قوم وملک کے ساتھ غداری کر سکتا ہے...... کسی پر تہمت لگانے اور بہتان تراشنے میں اسے جھجک نہیں ہوگی......

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ جھوٹے، ناشکرے، احسان فراموش کو راہ نہیں دکھاتا......“ (سورۂ زمر)

”اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے......“ (سورۂ نور)

یہاں جھوٹے کے لیے لفظ لعنت استعمال ہوا ہے...... اور لعنت شریعت کے محاورے میں انتہائی سخت لفظ ہے جس کے معنی رحمتِ الٰہی سے محرومی کے ہیں اللہ کے رحم و کرم کی کوئی حد نہیں اس کی رحمتوں اور انعامات کا احاطہ انسان نہیں کر سکتا...... ان رحمتوں سے محروم ہونے والا ابلیس کو بتایا گیا ہے جس پر لعنت کی گئی اور اسی لعنت کا مستحق جھوٹے کو بتایا گیا...... ایک حدیث کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے...... حدیث مبارکہ ہے کہ ”جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ انسان کو جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔“

جھوٹ کی کئی اقسام یا صورتیں ہیں۔

1۔ بلا تحقیق بات پھیلانا...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''کسی آدمی کے لیے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کردے..... یعنی اس کی تحقیق و تفتیش نہ کرے.....''

2۔ جھوٹی تہمت لگانا..... کسی پر بدکاری کی تہمت لگانا زبردست گناہ ہے کیونکہ یہ براہِ راست دوسرے کے کردار اور عزت پر حملہ ہے۔

3 جھوٹی قسم..... جھوٹی قسم یا جھوٹی گواہی بدترین گناہ ہے، اس لیے کہ قسم کھانے والا اللہ کا نام لے کر اسے جھوٹ پر گواہ بناتا ہے۔

4۔ تجارت میں جھوٹ..... تاجر لوگ عموماً اپنا مال بیچنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے رہتے ہیں..... فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ''جھوٹی قسم مال بکوا دیتی ہے لیکن نفع گھٹا دیتی ہے۔'' یعنی اس مال میں برکت نہیں رہتی.....

5۔ مذاق میں جھوٹ..... بعض اوقات لوگ بغیر کسی مقصد یا فائدے کے محض لوگوں کو خوش کرنے کے لیے گپ شپ میں مذاقاً جھوٹ بول دیتے ہیں..... یہ بھی شرعاً ممنوع ہے..... آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا..... ''جو شخص لوگوں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے اس پر افسوس اس پر افسوس.....'' یہ محض گناہ بے لذت ہے.....

6۔ تکلفاً جھوٹ بولنا..... ایک شخص بھوکا ہے دوسرا اسے کھانے کی دعوت دیتا ہے مگر وہ تکلفاً جھوٹ بولتا ہے یہ بھی گناہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے..... ''تم بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو.....''

☆☆☆

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں..... چوری کرتا ہوں..... شراب پیتا ہوں..... بدکاری کرتا ہوں اور جھوٹ بولتا ہوں..... ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے بارے میں فرمائیں میں اسی کو چھوڑ دوں..... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا.....

''جھوٹ بولنا چھوڑ دو.....'' اس نے آپ کے سامنے وعدہ کیا کہ آئندہ جھوٹ نہیں بولے گا..... جب رات ہوئی تو حسبِ عادت اس کی طبیعت بدکاری اور شراب کے لیے بے قرار ہوئی..... لیکن پھر خیال آیا کہ صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کیا جواب دوں گا..... اگر سچ کہا تو سزا ملے گی اور نہیں کہا تو جھوٹ ہوگا اور میں جھوٹ نہ بولنے کا عہد کر چکا ہوں..... پھر تھوڑی دیر بعد چوری کا خیال آیا لیکن یہ سوچ کر اس گناہ سے باز رہا کہ صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اگر واقعہ بیان کیا تو حد جاری ہوگی اور اگر اس کے خلاف کیا تو جھوٹ ہوگا اور جھوٹ نہ بولنے کا میں عہد کر چکا ہوں..... جب صبح ہوئی تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا..... محض جھوٹ نہ بولنے کی وجہ سے میری چاروں برائیاں چھٹ گئیں..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا..... ''جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ، دوزخ میں اور جھوٹ بولتے، بولتے آدمی خدا کے ہاں جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔'' حقیقت تو یہ ہے کہ جھوٹ کی بری عادت قلب کی روشنی کو چھین لیتی ہے اور ایسے شخص کو ہدایت نہیں ملتی.....

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں لے جانے والا کام کیا ہے؟ فرمایا..... ''سچ بولنا..... بندہ جب سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام ہے وہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے اور جو ایمان سے بھرپور ہو وہ جنت میں داخل ہوا.....'' اس نے پھر پوچھا..... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دوزخ میں لے جانے والا کام کیا ہے؟ فرمایا..... ''جھوٹ بولنا..... جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام کرے گا جب گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرے گا اور جو کفر کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا.....'' غرض جھوٹ وہ مرکز ہے جس کے اردگرد بے شمار رذائل اخلاق کا تانا بانا تیار ہوتا چلا جاتا ہے.....

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ کو نفاق کی علامت قرار دیا..... ''منافق کی تین نشانیاں ہیں..... جب بات کرے تو جھوٹ بولے..... جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے..... جب امین بنایا جائے تو بددیانتی کرے۔''

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

یہاں پر منافق کی نشانیوں میں جھوٹ کے ساتھ بددیانتی اور وعدہ خلافی کی بھی وضاحت کی گئی..... اگر غور سے دیکھا جائے تو دوسری دو بداخلاقیاں بھی جھوٹ ہی کے شاخسانے ہیں۔

قرآن وحدیث سے مختلف اقسام کے جھوٹ سامنے آتے ہیں، جن میں ایک ریاکاری بھی ہے..... اگر کسی عمل میں دلی غرض کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ اور کیا جائے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ مثلاً منافق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت کا اقرار کرتے تھے لیکن ان کی زبان سے ظاہر ہونے والے اس سچ کو بھی جھوٹ کہا گیا۔ کیونکہ اس سچ کا اظہار ان کے قلب سے نہیں ہوتا تھا..... اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی نیت کو دیکھتا ہے..... ہوسکتا ہے کسی ظاہری رویّے سے اہلِ دنیا دھوکے میں آجائیں اور اس کو سچا تصور کریں مگر اللہ تعالیٰ سے حقیقتِ حال نہیں چھپ سکتی۔

☆☆☆

جھوٹ کے مختلف درجات ہیں..... بعض جھوٹ ایسے خطرناک ہوتے ہیں کہ کوئی بھی شخص جھوٹ بول کر کسی نااہل کو منصب دلادے..... جعلی اسناد دلا کر نوکری حاصل کرے کسی کا حق غصب کرے..... کسی کی عزت وآبرو پر حملہ کرے..... کسی کی کردار کشی کرے..... کسی کے نیک کام کو رسوا کیا جائے..... ہر مذہب وملت انہیں بھیانک جھوٹ قرار دیتا ہے..... ان کی سخت الفاظ میں مذمت کرتا ہے..... ان سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے۔

لیکن بعض جھوٹ انتہائی بے ضرر ہوتے ہیں جن سے نہ تو کسی کی دل آزاری ہوتی ہے نہ رسوائی نہ کسی کے حقوق غصب ہوتے ہیں نہ کسی کو ناجائز فائدہ پہنچایا جاتا ہے..... مثلاً بچے کو بہلانے کے لیے جھوٹ بول دیا جائے جس سے وقتی طور پر بچے کی توجہ کسی دوسرے معاملے کی طرف مبذول کرادی جائے..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے بے ضرر جھوٹ کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔

اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عامرؓ کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب وہ بچے تھے..... ان کی والدہ نے انہیں پکارا..... ''یہاں آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی.....'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے یہاں تشریف فرما تھے..... فرمایا..... ''تم کہتی ہو اور کیا تم دینا نہیں چاہتیں.....؟'' ماں نے کہا۔ ''نہیں..... میں اس کو کھجور دوں گی.....'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا..... ''اگر تم بچے کو کچھ نہ دیتیں تو تمہارا یہ جھوٹ بھی لکھ لیا جاتا۔''

اسلام کی اس تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کسی بھی حالت میں اپنے دامنِ اخلاق پر جھوٹ کے داغ نہ پڑنے دے..... اور پھر والدین کی شخصیت ان کی عادات کا لاشعوری طور پر بچے اثر قبول کرتے ہیں..... جب والدین خود جھوٹ بولیں گے تو وہ بچے کو اس قبیح فعل سے کیسے روک سکتے ہیں۔

جھوٹ کے سلسلے میں والدہ کی تربیت سب سے اہم ہے..... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر ہونے پر والدہ محترمہ نے ایک قافلے کے ساتھ آپ کو مزید تعلیم کے لیے بغداد بھیجا..... قافلہ جب ایک سنسان راستے سے گزرا تو اس علاقے کے ڈاکوؤں نے تمام مسافروں کا ساز وسامان لوٹ لیا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو کسی غریب آدمی کا بچہ سمجھ کر چھوڑ دیا..... جب یہ لٹا ہوا قافلہ آگے بڑھنے لگا تو ڈاکوؤں کے سردار نے آپؒ سے ازراہِ مذاق پوچھا..... ''بچے! تیرے پاس بھی کچھ ہے؟'' ''ہاں.....'' آپؒ نے لٹیروں کی توقع کے خلاف جواب دیا.....

آخر سردار کے اشارے پر آپ کی جامہ تلاشی لی گئی مگر ڈاکوؤں کو کچھ نہیں ملا.....

''ہمیں بے وقوف بناتا ہے.....'' ڈاکوؤں کا سردار ایک بچے کی بات کو مذاق سمجھ کر جھنجلاہٹ کا شکار ہوگیا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم کہ مذاق کیا ہوتا ہے..... میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا..... میرے پاس چالیس دینار ہیں جو قبا کے دبیز استر میں بغل کے نیچے ٹانکے گئے ہیں۔'' حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

سردار کے کہنے پر دوبارہ تلاشی لی گئی تو انہیں وہ اشرفیاں مل گئیں..... تمام ڈاکوؤں کو اس بات پر حیرت تھی کہ اگر یہ لڑکا ان اشرفیوں کی نشان دہی نہ کرتا تو وہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے..... لڑکے کی صاف گوئی پر سردار کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ تعجب تھا..... وہ حضرت شیخ سے یہ سوال کیے بغیر نہ رہ سکا.....

''لڑکے! تو جھوٹ بول کر اپنی ان اشرفیوں کو چھپا سکتا تھا پھر تو نے ایسا کیوں نہیں کیا؟''

''دراصل.....! رخصت کرتے وقت میری والدہ محترمہ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر جان پر بھی بن جائے تو جھوٹ نہ بولنا..... یہی میری والدہ کا حکم تھا کہ اگر تم مجھے قتل بھی کر دیتے تو میں اس حکم کو ٹال نہیں سکتا تھا۔'' حضرت شیخ نے اس قدر جرأت و بے باکی کے ساتھ فرمایا..... کہ تمام ڈاکو دم بخود رہ گئے.....؟ سردار پر سکتہ طاری تھا۔ پھر اچانک اس کے ساتھیوں نے سردار کو روتے ہوئے دیکھا..... کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چند لفظوں کی حرارت سے پتھر بھی پگھل جائے گا..... عجیب انقلابی لمحات تھے جس شخص کے لیے قتل و غارت گری ایک کھیل تھا، اس کی آنکھیں اشک برسا رہی تھیں۔

''سردار! یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟'' ساتھی لٹیروں نے پوچھا۔

''افسوس.....! میں ہلاک ہو گیا اور اس لڑکے کو اپنی ماں سے کیے ہوئے عہد کا اس قدر پاس ہے اور میں اپنے اس عہد کو دن میں کئی بار توڑ دیتا ہوں جو میں نے خالقِ کائنات سے کیا ہے.....'' یہ کہہ کر سردار نے تمام لوٹا ہوا مال تمام مسافروں کو واپس کر دیا..... اور حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے ہاتھوں کو بے اختیار چوم لیا۔

''تو عظیم ہے کہ مجھ جیسے پستی میں گرے ہوئے انسان سے ملا تو میرا راہنما ہے کہ تو نے مجھے سچائی کا راستہ دکھایا تو حق کی روشنی ہے..... آگر آج کی رات تجھ سے ملاقات نہ ہوتی تو میں زندگی بھر گناہوں کے اندھیروں میں بھٹکتا رہتا.....'' پھر سردار پر ناقابلِ بیان دہشت طاری ہو گئی اور وہ رات کے سناٹے میں کہیں گم ہو گیا.....

☆☆☆

جھوٹ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی شخص آپ سے کھانے وغیرہ کے لیے کہے اور آپ تکلفاً کہیں کہ خواہش نہیں..... اگرچہ اس وقت خواہش موجود ہو..... حضرت اسماؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا..... کیا ہم میں سے کوئی کسی چیز کی خواہش رکھے اور پھر کہہ دے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں تو یہ بھی جھوٹ میں شمار ہو گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا..... ''ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی لکھ لیا جاتا ہے۔''

ایک جھوٹ کی صورت یہ بھی ہے کہ محض دل لگی اور تفریح کے لیے کلماتِ جھوٹ زبان سے ادا کیے جائیں مقصد محض ہنسنا ہنسانا ہوتا ہے.....

حضرت امام بصریؒ فرماتے ہیں کہ انسان پر تعجب ہے کہ کراماً کاتبین اس کے پاس ہیں اور اس کی زبان ان کا قلم اور اس کا تھوک ان کی سیاہی ہے پھر بھی وہ بے ہودہ کلام کرتا ہے.....

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس کا کلام زیادہ ہو گا اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوں گی..... جس کا مال کثیر ہو گا اس کے گناہ کثیر ہوں گے جس کے اخلاق برے ہوں گے وہ مبتلائے عذاب ہو گا۔

کبھی ایسی ناگزیر صورتیں پیش آجاتی ہیں کہ اگر سچ بولا جائے تو فتنہ و فساد کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تعلقات میں ناہمواری پیدا ہو سکتی ہے..... چنانچہ شریعت نے ایسی تین صورتیں بتائی ہیں۔

1۔ دو مسلمانوں میں صلح کرانے کی خاطر جھوٹ بولا جا سکتا ہے..... مثلاً ایک سے جا کر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص نے تمہاری بہت تعریف کی ہے..... کہیں غلط فہمی ہوئی ہے یا اسی انداز کے احساسات دوسرے تک پہنچائے جائیں اور مقصد یہ ہے کہ دونوں کے درمیان جھگڑا ختم ہو اور کینہ دور ہو جائے۔

2۔ عائلی زندگی کا ماحول خوشگوار رکھنے کی خاطر شوہر، بیوی سے اور بیوی، شوہر سے دورانِ گفتگو کچھ کمی بیشی کر کے پیش کر سکتے ہیں..... لیکن دونوں کی نیت یہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود نہیں توڑنے پائیں.....

3۔ دورانِ جنگ دشمن پر ظاہر کیا جائے کہ ہمارا ساز و سامان فلاں مقام پر ہے جبکہ نہ ہو..... یا جھوٹ بول کر ان کے جنگی راز معلوم کیے جائیں تو درست لیکن جب جنگ بندی ہو جائے اور صلح کی شرائط طے پا جائیں تو ان کی پابندی لازمی ہے..... یہی اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وسلم ہے۔

☆☆☆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح حضرت ابوہریرہؓ کی اس روایت کی روشنی میں دیکھیے..... فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا..... یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہم سے دل لگی فرماتے ہیں فرمایا..... ''ہاں لیکن میں اس میں بھی حق بات ہی کہتا ہوں۔'' ایک بار ایک بوڑھی عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی..... آپ نے اس سے فرمایا..... کہ ''بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی.....'' وہ عورت یہ سن کر رونے لگی..... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا..... کہ ''بھئی تم اس روز بوڑھی نہیں رہوں گی.....''

ایک بار ایک عورت نے عرض کیا..... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سواری کے لیے اونٹ عطا کریں..... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا..... ''میں تیری سواری کے لیے اونٹ کا بچہ دوں گا.....'' وہ عورت کہنے لگی کہ بچہ میرا بوجھ کہاں اٹھا سکے گا مجھے تو اونٹ دیجیے..... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا..... ''کوئی اونٹ ایسا نہیں ہوتا جو اونٹ کا بچہ نہ ہو.....''

یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح صاف ستھرا پاکیزہ اور سچا..... ہر طرح کی کدورتوں سے خالی.....

سچے مسلمان کی طبیعت میں خیانت اور جھوٹ کے علاوہ ہر خصلت ہوسکتی ہے..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی عادت ناپسند نہیں تھی چنانچہ اگر کسی صحابی کے متعلق یہ معلوم ہوجاتا کہ وہ دروغ گو ہے تو آپ کا دل اس وقت تک صاف نہ ہوتا جب تک یہ معلوم نہ ہوجاتا کہ اس نے اپنے اللہ سے اپنے گناہ کی نئے سرے سے توبہ نہیں کرلی ہے.....

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی .....اے پروردگار.....! تیرے بندوں پر عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ جواب آیا وہ بندہ جس کی زبان جھوٹ نہ بولتی ہو.....

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جھوٹ مت بولنا اگرچہ جھوٹ چڑیا کے گوشت کی طرح لذیذ ہوتا ہے لیکن ذرا سے جھوٹ کی برائی متکلم کو ہلاک کردیتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں..... کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ جھوٹی بات ہے..... اور بدترین ندامت قیامت کے روز کی ندامت ہے.....

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جب سے شعور کو پہنچا کبھی جھوٹ نہیں بولا.....

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کوئی جھوٹی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کرنے سے بہتر ہے کہ مجھے آسمان سے نیچے گرادیا جائے۔''

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ بندہ ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی جستجو میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھا جاتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے کہ اس ذات پاک کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں زبان سے زیادہ کوئی چیز زیادہ قید رکھنے کی محتاج نہیں.....''

تو انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی بھی جھوٹ کو معمولی سمجھ کر نظرانداز نہ کرے..... اور ہر ممکن طور پر اس بد اخلاقی سے اجتناب برتے..... جھوٹ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جو کچھ سنیں اسے بغیر تحقیق دوسروں تک پہنچادیں..... اس سے بعض اوقات افواہیں پھیلتی ہیں اور معاشرے میں فساد اور بدامنی پیدا ہوتی ہے..... تو اللہ تعالیٰ ہمیں سچائی کا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے..... اور ہر ممکن طور پر جھوٹ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے..... کہ جھوٹ باعثِ ندامت ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی.....

اپنے اللہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اس مضمون میں کہیں کوئی غلطی دانستہ یا نادانستہ ہوگئی ہے تو اللہ رب العزت معاف فرمادے..... آمین۔

اور میرے اس مضمون کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے اور اس کو ہم سب کے لیے صدقۂ جاریہ بنادے..... اور آخرت کا توشہ بنادے، آمین۔

نوٹ

قارئینِ کرام محترمہ اختر شجاعت بے حد مستند اور قابلِ احترام شخصیات کی کئی، کئی جلدوں پر مشتمل تصانیف سے اس مضمون کے لیے استفادہ کرتی ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

وہ آئے بزم میں......

نزہت اصغر

ہماری دیرینہ قلمکار

مہناز عرفان

سے خوب صورت و دلچسپ گفتگو

سب سے پہلے تو شائقینِ بزم کی خدمت میں ماہنامہ پاکیزہ کی سالگرہ کی بے حد مبارک باد...... پروردگار کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس سال بہ سال کے سفر میں آپ سب کا ہی پُرخلوص تعاون ساتھ رہا اور اپنے ربّ کے حضور دعا گو بھی ہیں کہ اسی طرح یہ سلسلہ بخیر و خوبی کامیابی سے چلتا ہی رہے، الٰہی آمین......

آج جس معزز مہمان کی آمد سے ہم نے اپنی بزم سجائی ہے وہ پاکیزہ کے آغاز کی تقریباً پہلی ہی دہائی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

مہناز عرفان اپنے شوہر خالد اور اپنی بہن کے ہمراہ

سے مسلسل ہمارے ساتھ رہیں۔ اب کچھ عرصے سے ان کی دیگر مصروفیات کے باعث لکھنے میں وقفہ ضرور آ گیا مگر ہمارے اور قارئین کے دلوں میں وہ آج بھی موجود ہیں اور ہم نے انہیں قلم کاغذ دوبارہ تھما دیا ہے۔

جی ساتھیو! مہناز عرفان نے اپنے ہنر کا عرفان پھر سے حاصل کرلیا ہے اور اب تحریر نگاری کا یہ چاند بڑے ناز سے پاکیزہ صفحات پر چمکتا ہی رہے گا۔ اگرچہ آج کل وہ کافی مصروف رہتی ہیں مگر پاکیزہ قارئین کی پکار پر کشاں، کشاں چلی آئیں کہ یہی تو انسان کا بڑا پن ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ جس بھی جگہ ایک عرصہ گزارہ ہو اور اپنی پہچان کا سفر طے کیا ہو تو انہیں ہمیشہ یاد رکھیں کہ زندگی میں خوش اخلاقی، وضعداری اور انکساری سے بڑھ کر کوئی وصف نہیں..... انسان کی عظمت دلوں کو جیتنے میں ہی ہے۔ خیر اس موضوع پر بات کریں گے تو بات کہیں سے کہیں نکل جائے گی۔ فی الحال بہنو آپ ہماری بے حد پیاری مہناز عرفان کی دلچسپ گفتگو سے لطف اندوز ہوں.....

پاکیزہ ✧..... جی مہناز آپ تیار ہیں طویل نشست کے لیے.....؟

مہناز عرفان ❖..... جی بالکل، سب سے پہلے تمام اراکین پاکیزہ اور قارئین کو السلام علیکم.....! بہت، بہت شکریہ کہ پاکیزہ کی سالگرہ کے موقع پر آپ نے مجھے یاد کیا..... اور میں اس خاص نمبر میں آپ کے ساتھ بہت خوشی بھی محسوس کررہی ہوں۔ میں دل کی گہرائیوں سے پاکیزہ کی پوری ٹیم اور خاص طور پر عذرا رسول صاحبہ کو مبارک باد پیش کرتی ہوں..... میری دعا ہے کہ پاکیزہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے..... اس کی مزید کامیابیوں کے لیے تمام لوگوں یعنی اراکین، قارئین اور مصنفات کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہوگا..... اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنی معزز قلمکار بہنوں سے اتنا ضرور کہوں گی کہ صرف عشق محبت کی کہانیاں نہ لکھیں بلکہ سماجی و معاشرتی مسائل اور ان کے حل بھی اپنی تحریروں میں نمایاں کریں کہ جس سے امن اور مل جل کر رہنے کا پیغام تمام لوگوں کو جائے۔ اور نوجوان نسل کو مثبت تحریک و ترغیب ملے۔

پاکیزہ ✧..... اپنی بزم میں خوش آمدید کہتے ہوئے آپ کی خیریت دریافت کرتے ہیں کہ اتنی لمبی غیر حاضری..... کچھ مختصراً بتائیے؟

مہناز عرفان ❖..... بڑی دیر کی مہرباں آتے، آتے..... شکر کچھ تو خیال آیا کہ ہمیں یاد کرلیا..... (خیال آیا ہے ڈیئر جبھی تو یاد کیا) شکریہ بہت آپ کا، الحمدللہ خیریت ہے، اللہ کریم پاکیزہ اور تمام ارکان کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

بھی خیر و عافیت میں رکھے، آمین..... ایسا تو کبھی سوچا نہ تھا کہ قلم سے رشتہ ٹوٹ جائے گا لیکن ہوگیا ایسا..... وقت کے ساتھ، ساتھ کچھ دلچسپی بھی کم ہوگئی اور کچھ مصروفیات بھی آڑے آگئیں اور سچ تو یہ ہے کہ میری سستی کا بھی کچھ دخل رہا ورنہ تو وہ بھی وقت تھا کہ جب لکھنا چاہتی تھی تو ساتھ، ساتھ کام بھی چلتے رہتے تھے اور لکھنا بھی..... کاتب اس بات کے گواہ ہوں گے کہ جب افسانے کا مسودہ بھیجتی تھی تو اس پر چکنائی کے داغ بھی لگے ہوتے تھے یعنی لکھنے اور کچن کا کام ساتھ، ساتھ چل رہا ہوتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ پوری رات گزر جاتی تھی اور میں لکھتی رہتی تھی۔ طویل افسانے بھی رات بھر میں مکمل کرلیا کرتی تھی۔

پاکیزہ ✧..... اب دوبارہ پاکیزہ قارئین کے سامنے آنا کیسا لگ رہا ہے؟

مہناز عرفان ❖..... دوبارہ آنا.....؟ ہاں بذریعہ تحریر قارئین سے ملنا اچھا لگ رہا ہے کیا ہوا جو بہت سے نئے قارئین آگئے..... اب بھی بہت سے ہوں گے بلکہ ہیں جن کے ساتھ قلم سے رشتہ جڑا تھا قلم کے ذریعے ہی ان سے ملاقات ہورہی ہے تو بہت اچھا لگ رہا ہے، بچھڑے ہوئے اپنوں سے ملنا کسے اچھا نہیں لگتا اور یہ قارئین میرے اپنے ہی ہیں..... (جی بالکل)

پاکیزہ ✧..... چلیں وجہ تو کچھ، کچھ سمجھ آئی ہے مگر آپ کا اپنا دل کیوں نہ چاہا تحریری ملاقات کا کہ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے؟

جواب ❖ میرا اپنا دل تو چاہتا تھا کبھی، کبھی تحریک ہوتی تھی کہ کچھ لکھوں لیکن ہوتا یہ تھا کہ اچھا یہ کرلوں پھر دیکھتی ہوں، اچھا وہ کرلوں پھر کاغذ قلم سنبھالتی ہوں لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ فرصت ملی تو تب تک وہ ہڑک ختم ہوچکی ہوتی۔ لیکن بھئی آپ لوگوں نے بھی تو نہیں پکارا..... آپ یاد رکھتے تو شاید تحریر کا رابطہ قائم رہتا ٹوٹا پھوٹا ہی سہی مگر ہم آپ کو بھولے تو آپ اس سے زیادہ بھول گئے۔ (یاد ہی تو کرتے تھے جبھی تو پکارا)

پاکیزہ ✧..... مختصراً اپنی ابتدائی جدوجہد یعنی قلمی کوششوں کی داستان کہ کب قلم کاغذ اس غرض سے ہاتھ میں پکڑا؟

مہناز عرفان ❖..... جناب لکھنے کا شوق کیسے ہوا! تو شاید اس لیے کہ مجھے پڑھنے کا شوق بہت چھوٹی عمر سے رہا۔ نو، دس سال کی عمر میں، قصہ چہار درویش، انوار سہیلی، گل بکاؤلی اور پتا نہیں کون، کون سی کتابیں دادا جی کے ذخیرے سے نکال کر ان کی غیر موجودگی میں پڑھتی رہتی تھی یہاں تک کہ چار سو صفحات کا ایک ناول غالباً رومانی تھا..... پڑھ لیا تھا، پتا نہیں کہانی کیا تھی ہاں اتنا یاد ہے کہ اس میں ہیرو، ہیروئن دونوں کا نام نصرت تھا، دادا صاحب کو جب پتا چلا کہ یہ ناول میں نے پڑھا ہے تو اسے بڑی ڈانٹ پڑی جس نے مجھے یہ پڑھنے کے لیے دیا تھا..... پڑھنے کا بڑا چسکا تھا اتنے پیسے تو ہوتے نہیں تھے کہ ہر کتاب خرید لی جائے تو لائبریری سے بچوں کی دنیا، نونہال، ابنِ صفی وغیرہ کرائے پر لائی تھی۔ کیا وقت تھا کہ پریوں اور شہزادیوں کی کہانیاں پڑھتے ہوئے خود بھی کردار میں ڈھل جاتے تھے شاید یہی چیز لکھنے کا باعث بنی تو شوق یوں پورا ہوتا کہ آدھے صفحے پر کہانی اور آدھے صفحے پر تصاویر (ابن حسن نگار کی کہانیاں اسی طرح ہوتی تھیں) انہی دنوں تصاویر بنانے کا بھی شوق پیدا ہوا..... پہلی مکمل کہانی بارہ سال کی عمر میں لکھی، ایک مظلوم بچی کی کہانی تھی بڑی پھپھو نے پڑھی تو تعریف کی ان کا سراہنا مجھے اچھا لگا تھا۔ ویسے یہ میں نے کسی کو دکھائی نہیں تھی ان کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ اسکول کے زمانے میں اپنی ٹیچر کے لیے کہانی لکھی جن کا تبادلہ ہورہا تھا بڑا دکھ تھا، ان دنوں اپنی ٹیچروں سے دھواں دھار عشق نما چاہت ہوتی تھی تو کلاس میں بیٹھ کر یہ چند صفحات کی کہانی لکھی جو ایک دوسرے کے ہاتھوں گھومتی، ٹیچر تک پہنچ گئی جو پڑھ، پڑھ کر مسکراتی رہیں اور ہم شرمندہ، تو لکھنے لکھانے کا یہ ابتدائی زمانہ تھا لیکن صرف لکھنے کا..... چھپوایا نہیں (بہت خوب)

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنی کزن سلطانہ کے ہمراہ مہناز عرفان لندن کے موسم کا لطف اٹھاتے ہوئے

پاکیزہ ✧.....ابتدائی تحریریں کس حد تک پزیرائی حاصل کرسکیں؟ اور اپنی کاوشوں کی پہچان کروانے میں کن مراحل کا سامنا کرنا پڑا؟

مہناز عرفان ✧.....

ابتدائی زمانے کے بعد پھر لکھنا تو نہیں رہا لیکن پڑھنے میں وہی دلچسپی رہی کالج میں چھپ، چھپ کر رسالے پڑھنا دوشیں لائی تھیں تو اسی وقت واپس بھی کرنا ہوتے تھے۔ لیکن یہ نہیں تھا کہ کالج میں رسالے ڈائجسٹ پڑھنے کے چکر میں پڑھائی میں نکمے ہوگئے..... یونیورسٹی کا دور تھا میگزین ہوتا تھا، ایڈیٹر نے لکھنے کا کہا تو ایک کہانی لکھ ڈالی لیکن وہ کچھ رومانس پر ہوگئی شمیم نگہت نام تھا ایڈیٹر کا، انہوں نے کہا میگزین کے لیے تو یہ مناسب نہیں تم اسے ڈائجسٹ میں شائع کرادو نگہت نے مجھے ایک موضوع دیا جس پر میں نے کہانی لکھی وہ میگزین میں شائع ہوگئی لیکن نگہت کا اصرار تھا کہ تم میں لکھنے کی صلاحیت ہے ڈائجسٹ میں لکھنا شروع کردو..... نگہت نے میری بہت حوصلہ افزائی کی لیکن مجھے تو پتا ہی نہیں تھا شائع کیسے کرواتے ہیں۔ اس سلسلے میں میری دوست رعنا نے بہت مدد کی۔ رعنا اور نوشابہ میرے ساتھ ڈائجسٹ کے آفس جاتی تھیں اس طرح یہ سلسلہ چل پڑا۔ اور جب لکھنا شروع کیا تو نوجوانی کا دور تھا قاری بھی زیادہ تر جوان بچیاں ہوتی تھیں اور اب بھی ہوتی ہیں تو ایسی عمر میں آفاقی موضوع محبت، سب سے اچھا لگتا ہے تو میں نے بھی اسے استعمال کیا لیکن صرف محبت نہیں میری کہانیوں میں دوسرے پہلو بھی ہوتے تھے اگرچہ اس زمانے میں تحریر میچور نہیں تھی لیکن محبت کے پہلو کے ساتھ سماجی مسائل بھی ہوتے تھے اور نہ صرف مسائل بلکہ ان کا حل بھی ہوتا تھا..... پسند بھی کی جاتی تھیں ورنہ ہر شمارے میں افسانہ نہ لگتا یوں بھی ہوتا تھا کہ ایک ماہ میں کئی ڈائجسٹوں میں میری کہانیاں لگی ہوتیں..... اب میں خود بھی سوچتی ہوں کہ میں کیسے ایک ماہ میں اتنی کہانیاں لکھ لیتی تھی۔

پاکیزہ ✧.....آپ کی کہانیاں جب رسالوں کی زینت بنتی رہیں تو گھر والوں کے کیا تاثرات تھے؟

مہناز عرفان ✧.....بہنیں میری کہانیاں پڑھتی تھیں بہن، بھائی چھوٹے ہی تھے مگر اتنی حوصلہ افزائی گھر سے نہیں ملی جتنی باہر سے..... اصل بات تو یہ ہے کہ مجھے خود اپنی تعریف کروانا پسند نہیں..... شرمندگی سی ہوتی ہے۔ میں اکثر اپنے گھر والوں کو منع کرتی تھی کہ بطورِ خاص میرا تعارف افسانہ نگار کے طور پر نہ کروائیں..... میری نندوں وغیرہ کا شوق تھا کہ بھابی کا بطور افسانہ نگار تعارف کروائیں، میاں بھی خوش ہوتے لیکن میں منع کرتی تھی، سسرال والوں کی طرف سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

زیادہ حوصلہ افزائی ہوئی۔

پاکیزہ ✧.....موجودہ مصروفیات سے کتنا وقت مطالعے کے لیے نکالتی ہیں؟

مہناز عرفان ❖.....اب تک پڑھے بغیر میں سو نہیں سکتی گو کہ اب ڈائجسٹ رسالے وغیرہ میرے مطالعے میں نہیں رہتے لیکن کچھ نہ کچھ پڑھتی ہوں، میری نظر بہت کمزور ہو رہی ہے لیکن پھر بھی پڑھے بغیر چین نہیں آتا۔ اب مطالعے کی وہ رفتار بھی نہیں جو پہلے تھی۔

پاکیزہ ✧.....اب تک کی اپنی کہانیاں، افسانے، ناول وغیرہ کتابی شکل میں لائیں؟

مہناز عرفان ❖.....شاید مجھے دلچسپی ہی نہیں ہے، بہت پہلے ایک پبلشر نے کئی بار رابطہ کیا تو میں نے کہا تھا کہ میں شائع شدہ کہانیاں دے سکتی ہوں اور ناول تو میں نے لکھا ہی نہیں۔ ان کی رضامندی پر میں نے ہندی سے ترجمہ شدہ ناول اور اپنا ایک ناولٹ بھجوادیا تھا۔ سوتن کا درد کے نام سے انہوں نے کتابی شکل میں شائع کر دیا تھا بعد میں ایک پبلشر صاحب کافی عرصہ تک رابطہ کرتے رہے لیکن بس میری کوتاہی.....

پاکیزہ ✧.....اچھا آج تو ہر ڈائجسٹ رائٹر، ڈراما رائٹر اور اسکرپٹ رائٹر بن گئی ہے آپ کا دھیان اس طرف نہیں گیا؟

مہناز عرفان ❖.....جس طرح کتابی پروگرام میں، میں نے دلچسپی نہیں لی ایسے ہی مجھے ڈراما رائٹر بننے میں دلچسپی نہیں رہی حالانکہ میرے میاں کو تو بہت شوق تھا کہ میں لکھتی رہوں، ڈرامے کے لیے اپنی کہانیوں کو استعمال کروں کیونکہ انہوں نے کچھ عرصہ ڈراموں میں کردار ادا کیے تھے تو اس فیلڈ سے انہیں دلچسپی تھی۔ پی ٹی وی کے ایک (پروڈیوسر جن سے ان کی دوستی تھی) سے بات بھی کروائی تھی ان صاحب نے اصرار کیا تھا۔ میں تھوڑا راضی بھی ہوئی انہوں نے کہا ایک کہانی اسکرپٹ کی شکل میں دیں، میاں جانتے تھے کیسے اسکرپٹ لکھتے ہیں، میں نے لکھنا شروع کیا تقریباً آدھی کہانی لکھی کہ دل اچاٹ ہو گیا۔ چھوڑو بھئی بعد میں دیکھیں گے۔ لیکن وہ بعد کبھی نہیں آئی۔ دلچسپی نہ لینے کا ایک پہلو یہ بھی رہا کہ یوں تو میں اتنی مذہبی نہیں ہوں لیکن مذہبی معاملات کا خیال آتا ہے۔ نیکیاں تو ہم کرتے نہیں ہیں لیکن دن بھر میں نادانستہ کتنی چھوٹی، چھوٹی باتیں ہوتی ہوں گی تو جانتے بوجھتے ہی ہواناں، پی ٹی وی کے ڈرامے جس طرح کے ہوتے تھے صاف ستھرے وہ الگ بات تھی تاہم پرائیویٹ چینلز پر جو ڈرامے چلتے ہیں ان میں خاصی بے تکلفی ہوتی ہے عورت، مرد کا ایک دوسرے کو چھونا، نزدیکیاں، جذباتی حالت میں گلے لگانا وغیرہ کہ یہ سب ہمارے مذہب کے حساب سے جائز نہیں۔ پی ٹی وی کے دور میں یہ سب نہیں تھا ایک پریگنینٹ عورت ہوتی تھی تو صرف چادر اسے پہنا دی جاتی تھی لیکن آج ایک کم عمر لڑکی کو باقاعدہ ظاہری طور پر ہاتھ پیٹ پر رکھ کر ڈائیلاگ اور چال ڈھال معیوب انداز میں.....تو کیا یہ سب ایک لڑکی بھائی یا باپ کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ سکتی ہے اگر نہیں تو کیوں.....؟ اس لیے کہ بے شرمی ہے یہ جائز نہیں، پروڈیوسر کو تو اپنا ڈراما بیچنا ہے وہ تو مسالا ڈالے گا رائٹر کے حساب سے تھوڑا ہی چلے گا، نامحرم کا ایک دوسرے کو بے تکلفی سے چھونا گناہ میں آتا ہے تو اس پکڑ میں رائٹر بھی آئے گا تو ایک خوف یہ بھی ہے کہ جو اس طرف نہ آنے کا سبب رہا، ہو سکتا ہے کچھ لوگوں کو میری یہ باتیں عجیب اور احمقانہ لگ رہی ہوں گی۔ بس اپنے، اپنے نظریات ہیں.....

پاکیزہ ✧.....ماہنامہ پاکیزہ سے وابستگی کی داستان کچھ مختصراً ہمارے قارئین کو بھی بتائیں۔

مہناز عرفان ❖.....کہانیاں لکھنے کا شوق کس طرح آگے بڑھا یہ تو میں نے بتا دیا.....اب ہوا یہ تھا کہ یونیورسٹی میگزین کی ایڈیٹر نگہت شمیم نے میری حوصلہ افزائی کی۔ ڈائجسٹ میں اپنی کہانیاں لگواؤ تم میں صلاحیت ہے طریقہ بھی بتا دیا.....سوچنے پر پاکیزہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

Downloaded From
Paksociety.com

مہناز عرفان اور ان کی پیاری فیملی

کا خیال آیا اس موقع پر دوست رعنا نے مدد کی، وہ مجھے پاکیزہ کے آفس لے گئی۔ نگہت کے کہنے پر میں نے طویل سا افسانہ لکھ ڈالا تھا۔ وہ میں نے وہاں دے دیا پتا چلا کہ ناقابلِ اشاعت ہے مجھے افسوس ہوا..... بہرحال اور جگہ لکھا پھر ایک دن پاکیزہ کی جانب سے لکھنے کی دعوت آئی کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے بھی لکھیں۔ ادارے کے لوگ کچھ اتنے اخلاق سے ملے، پاکیزہ کی خوبیاں گنوائیں کہ دل رضامند ہوگیا..... بہرحال میں نے لکھا۔ شائع ہوگیا اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا حالانکہ پاکیزہ سے دوستی نے دوسرے رسالے سے میرے تعلقات خراب کروادیے..... حالانکہ ان سے کوئی معاہدہ نہیں تھا میرا، رائٹر کی اپنی مرضی ہوتی ہے کہاں لکھے، کہاں چھپنا چاہ رہا ہے، زبردستی تو نہیں ہوسکتی ناں..... بس یوں پاکیزہ سے ناتا مزید گہرا ہوگیا یہاں ایڈیٹر اور رائٹرز کی اچھی ریلیشن شپ ہے اور یوں آخر تک پاکیزہ سے ہی تعلق رہا۔

پاکیزہ ✧..... آپ کی لکھی تحریریں مختلف موضوعات لیے ہوتی تھیں، آج کی رائٹرز کیا نئے، نئے موضوعات اور مختلف مسائل پر قلم اٹھا رہی ہیں؟

مہناز عرفان ❖..... فی الحال کسی بھی ڈائجسٹ کا مطالعہ نہیں ہے اور کافی عرصے سے نہیں ہے لیکن ڈرامے ضرور دیکھتی ہوں اور زیادہ تر ڈرامے ڈائجسٹ رائٹرز کے ہی ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ محبت کے موضوع کے علاوہ کوئی اور موضوع ہی نہیں، ایک ہی مسئلہ رہ گیا ہے اور وہ صرف محبت... حالانکہ معاشرتی، سماجی بہت سے مسائل ہیں جن پر لکھا جاسکتا ہے مانا کہ محبت ایک آفاقی جذبہ ہے لیکن یہ کُل زندگی نہیں اس کو ایک سائڈ پر لے کر چل سکتے ہیں لیکن مکمل سیریل صرف اسی تانے بانے پر بُنا جائے یہ میرے خیال میں درست نہیں۔ یہ ڈرامے دیکھ کر ہی بات کررہی ہوں۔ باقی رائٹرز کیا لکھ رہی ہیں اس کا مجھے علم نہیں۔

پاکیزہ ✧..... اپنی پیاری فیملی کا بھی مختصراً تعارف کروائیں؟

مہناز عرفان ❖..... میری فیملی میرے شوہر، میرے بہن، بھائی ہیں۔ شادی کے بعد بھی میرے بہن، بھائی میرے لیے بہت اہم ہیں لیکن بدقسمتی سے ان میں سے کچھ وطن سے دور ہیں۔ بھائی دو ہیں ہم پانچ بہنوں کے، ایک بڑے اسلم بھائی فیملی کے ساتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

ابوظہبی میں ہوتے ہیں۔ دوسرے بھائی ندیم ارشد اپنے محکمے چشمہ پاور پلانٹ کی طرف سے فیملی کے ساتھ ہانگ کانگ میں ہیں۔ ایک بہن دبئی، ایک امریکا میں ہیں، دو بہنیں یہاں کراچی میں، بہن بھائیوں کا ذکر اس لیے کہ میں خود کو ان کے بغیر ادھورا سمجھتی ہوں اور اگر صرف فیملی کہا جائے تو میں اور میرے میاں خالد اس میں شامل ہیں، میری فیملی واقعی بہت پیاری فیملی ہے۔

پاکیزہ ✧.....زمانہ طالب علمی کیسا گزرا کوئی ناقابل فراموش بات، قصہ، واقعہ، لمحہ؟

مہناز عرفان ❖.....طالب علمی کا دور بہت سہانا دور ہوتا ہے۔ اس میں سب سے پہلے اسکول کا دور آتا ہے وہ بھولی بھالی زندگی، بے پروائی، الھڑ پن اور مسائل سے دور، سہیلیوں کا ساتھ خلوص اور محبتیں سب بہت سہانا تھا یاد بھی بہت آتا ہے پڑھا کو تو نہیں تھی لیکن ذہین تھی اسی لیے ٹیچرز کی نظروں میں رہتی تھی۔ ہمیں بھی اپنی کلاس ٹیچر پر بڑا لاڈ آتا تھا۔ ٹیچرز کی محبت اور شفقتیں، توجہ، ہر کلاس میں اول آنا، انعام پانا سب بہت اچھا تھا۔ کالج میں دو سال گزارے انٹر کے بعد دوستوں کو چھوڑ کر یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا۔ دو سالہ کالج لائف میں دوستوں کے ساتھ انجوائے کیا تاہم غیر نصابی سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر رہیں پھر یونیورسٹی لائف یہاں بھی پڑھائی میں نمایاں رہے نصاب کے ساتھ غیر نصابی سرگرمیاں بھی رہیں۔ (غیر نصابی سے کچھ اور نہ سمجھا جائے) بھئی مختلف پروگرام ہوتے رہتے تھے، ان میں حصہ لینا ضروری تھا یونیورسٹی لائف، اسکول، کالج کی لائف سے کافی مختلف تھی۔ اپنا ڈیپارٹمنٹ اس کی راہ داریاں کینٹین کے چٹخارے، لائبریری کے خاموش گوشے، بک بینک کے چبوترے پر دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر فرمائشی گانے سنانا، سرسبز لان، پوائنٹ تک پیدل مارچ کرنا، گرلز ہاسٹل کی ویران سی درختوں سے گھری سڑک پر برستی بوندوں کے درمیان چہل قدمی، گیسٹ ہاؤس کے گیٹ کے آگے پُرفضا مقام پر پُلیا پر بیٹھ کر ٹیسٹ کی تیاری کرنا، بس پوائنٹ پر سموسے والے کے قیمہ بھرے لذیذ سموسے، یونین آفس کے پچھواڑے ڈھیر سارے رنگ برنگے پھولوں والے پودے، پرندوں کی چہکار، نرم، نرم گھاس خاموشی اور صبح کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دلفریب ٹھنڈی ہوا وہاں بیٹھ کر ہماری امتحان کی تیاری، یونین آفس کے ذاکر صاحب کے ہاتھ کی مزے دار گرم چائے کیا، کیا کچھ یاد آگیا۔(واقعی آپ نے تو ماضی میں پہنچادیا) وہ سہانا دور کتنا پیچھے رہ گیا۔ اسکول ہو یا کالج یا یونیورسٹی ہر دور کی اپنی دلچسپیاں، اپنی یادیں ہیں کچھ ناقابلِ فراموش لمحات بھی ہیں مثلاً میٹرک میں امتیازی نمبروں سے پاس ہونا پرنسپل کا دوستوں کے ذریعے مجھے گھر سے بلوانا، آفس میں وائس پرنسپل کا مجھے گلاب کا ہار پہنانا۔ مٹھائی کھلانا، ٹیچرز کے ہاتھوں عزت افزائی بڑے فخریہ، خوشگوار اور یادگار لمحات تھے۔ یا پھر ایک دن کے لیے اسکول کی حکومت ہمیں سونپنا اس دن مجھے پرنسپل بنایا گیا تھا اور دوسری کچھ لڑکیوں نے بطور ٹیچرز کلاسز سنبھالی تھیں اور چھٹی کے وقت اگلے دن کی چھٹی کا اعلان کر کے بچوں کو خوش کردیا تھا۔ مزہ اس وقت آیا تھا جب اچانک اسکول کے اونرز آگئے تھے۔ ہیڈ مسٹریس نے آفس مجھے سونپ دیا تھا اور تمام ٹیچرز دور افتادہ گوشے میں جا بیٹھی تھیں۔ اب قیوم صاحب حیران کہ میڈم عالیہ کہاں ہیں اور میں کون ہوں جو اُن کی کرسی پر براجمان ہوں..... بہرحال ان کی آمد کا سن کر میڈم عالیہ آئیں اور انہیں تمام بات بتائی' قیوم صاحب نے اسکول کا راؤنڈ لیا بہت خوش ہوئے کہ تمام کلاسز کے بچے بغیر شور مچائے نئی ٹیچرز کے قابو میں تھے۔ اسی بات پر خوش ہو کر انہوں نے... سرٹیفکیٹ بھی دیے تھے..... تو یہ میری زندگی کا یادگار دن تھا۔ اسی طرح یونیورسٹی میں ایک واقعہ تھا، وہ میں پہلے بھی بتا چکی ہوں یونیورسٹی دور میں ایگزام کے بعد چھٹیاں تھیں میں نے کہانی لکھی..... یونیورسٹی کی لڑکی ہے جو لڑکے کے ساتھ گھومتی ہے، پیریڈ چھوڑتی ہے، اس کی دوست اسے سمجھاتی ہے تو دوستی ختم کرلیتی ہے میری ایک کلاس فیلو فیروزہ تھی وہ کچھ ایسی ہی تھی اب پتا نہیں مجھے کیا ہوا کہ میں نے فیروزہ نام ہی استعمال کرلیا ڈیپارٹمنٹ بھی اپنا اور ایک سر اظہر تھے ان کا نام بھی استعمال ہوگیا..... اصل میں، اس زمانے میں، میں نے سچے واقعات کو بنیاد بنا کر کہانیاں لکھنا شروع کردی تھیں۔ خیر چھٹیاں ختم ہوئیں میں یونیورسٹی پہنچی اسٹاپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے ڈیپارٹمنٹ جاتے، جاتے بہت سی لڑکیاں ملیں سب کا ایک ہی جملہ ''ارے مہناز، فیروزہ تم سے ملی؟''

''نہیں تو، کیا ہوا؟'' ارے وہ تو بہت غصے میں ہے تمہیں چھوڑے گی نہیں تم نے کیا لکھا؟ پھر یہ سوال کہ ''کیا یہ سچ ہے؟'' اصل میں کہانی میں وہ لڑکی کسی کی بات نہیں سنتی گھر والوں کو دھوکا دے کر لڑکے سے باہر ملتی ہے نتیجہ ظاہر ہے غلط ہی ہونا تھا تو سوال اس پس منظر میں پوچھا جارہا تھا جب اتنی لڑکیوں نے مجھے ڈرا دیا تو میں واقعی ڈر گئی، اب مجھے احساس ہوا کہ کچھ غلط ہوگیا تھا بہرحال سامنا تو ہونا ہی تھا فیروزہ بہت غصے میں تھی میں اسے کہہ رہی تھی کہ کہانی تمہاری نہیں ہے لیکن وہ کچھ سن ہی نہیں رہی تھی، دھمکیاں بھی جاری تھیں میں پاپا سے کہہ کر تم پر مقدمہ کرواؤں گی اور جانے کیا کیا لیکن یہ ضرور ہے کہ میں ڈر ضرور گئی تھی کہ اگر مقدمہ کر دیا تو کیا ہوگا۔ میری دوستوں نے تسلی دی کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا فیروزہ نام تو بہت سی لڑکیوں کا ہوتا ہے تم نے پورا نام تو نہیں لکھا ناں اس کا..... کافی دن تک میں خوفزدہ ہی رہی کہ کہیں اپنی دھمکیوں کو عملی جامہ نہ پہنادے۔ میں کافی بے وقوف سی بھی ہوا کرتی تھی..... تو بھئی یہ واقعہ میں آج بھی یاد کرتی ہوں تو ہنسی آتی ہے اپنے آپ پر (بڑا ہی دلچسپ اور انوکھا واقعہ ہے)

پاکیزہ ✧..... رشتوں کی ڈور میں بندھی زندگی کیسی لگتی ہے کس رشتے میں زیادہ قربت اور اپنائیت ہے؟

مہناز عرفان ❖..... کچھ رشتے پیدائشی ہوتے ہیں اور کچھ بعد میں ملتے ہیں، ماں، باپ، بہن، بھائی یہ رشتے بڑے پیارے ہوتے ہیں، بشرطیکہ ان میں خلوص رہے جو عموماً رہتا ہے کچھ رشتے شادی کے بعد ملتے ہیں یہ رشتے بھی پیارے ہوتے ہیں، نئے رشتے پاکر خوشی بھی ہوتی ہے اور سب سے پیارا رشتہ تو رفیقِ زندگی کا رشتہ ہے۔ کہیں، کہیں یہ رشتہ انتہائی بدصورت بھی ہوجاتا ہے لیکن شکر الحمدللہ میرے شریکِ زندگی کے ساتھ یہ رشتہ بہت خوب صورت ہے یہی رشتہ ایسا رشتہ ہوتا ہے کہ جس میں قربت کے ساتھ اپنائیت بھی ہوتی ہے کہ جب آپ کو احساس ہوتا ہے ہر مشکل، ہر پریشانی میں قدم بہ قدم کوئی آپ کا ساتھ دینے والا ہے تو دل خود بخود فخر سے بھر جاتا ہے۔ خالد حقیقتاً بہت اچھے ساتھی میرا بہت خیال رکھنے والے..... میری خوشی کے لیے بہت کچھ کرنے والے اللہ ہمارے رشتے کو بری نظر اور حسد سے بچائے۔ (الٰہی آمین)

پاکیزہ ✧..... ہاں خیر رشتے تو ہوتے ہی خوب صورت ہیں مگر سب کے الگ، الگ تقاضے ہیں۔ آپ نے ان سب رشتوں کے تقاضے کس طرح نبھائے؟

مہناز عرفان ❖..... ہر رشتے کے اپنے تقاضے پورا کرنا ہی اس رشتے کی خوب صورتی ہے الحمدللہ میں ہر رشتہ نبھانے کی کوشش کرتی ہوں والدین تو رہے نہیں بہن، بھائیوں میں بڑی ہوں تو والدہ کی بیماری اور سیدھے پن کی وجہ سے میں نے ہی گھر کی ذمے داری سنبھالی۔ بہن بھائیوں کی شادیاں کیں وہ تمام فرائض پورے کرنے کی کوشش کی جو ماں کے تھے۔ شادی کے بعد رشتوں کی جو ڈور بندھی اس کو بھی نبھایا..... ساس بہت اچھی ہیں، نندیں، دیور سب اچھے ہیں پہلے کافی آنا جانا رہتا تھا مہمان داریاں تھیں اب مصروفیات کے سبب آنا جانا کم ہے میرے سسرال والے مجھ سے خوش ہیں ان لوگوں کو غصہ بہت آتا ہے، چھوٹی، چھوٹی باتوں پر غصہ اور انا آڑے آجاتی ہے خالد کی کسی سے یا کسی کی خالد سے ناراضی رہے لیکن میری سب سے دعا سلام رہتی ہے۔

پاکیزہ ✧..... آج کی نوجوان لڑکی کتنی باصلاحیت ہے؟ کیا آپ کے دور میں اتنے مواقع اور پلیٹ فارم میسر تھے؟

مہناز عرفان ❖..... صلاحیت کس قسم کی؟ لکھنے کے حوالے سے یا سماجی افعال میں؟ (مجموعی طور پر) مواقع تو بہرحال تھے لیکن نسبتاً اب زیادہ ہیں مواقع بھی اور پلیٹ فارم بھی، میڈیا نے یہ مواقع اور پلیٹ فارم مہیا کیے ہیں صلاحیت تو پہلے بھی تھی بس مواقع کم

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھے بلکہ اب مواقع اور پلیٹ فارم کی سہولت نے کام کو، صلاحیت کو کمرشلائز کر دیا ہے۔

پاکیزہ✧......بچیوں کی تربیت میں کیا پہلو کیا فکر نمایاں رکھنی چاہیے؟

مہناز عرفان ❖......بچیوں کی تربیت بہت اہم نکتہ ہے کہ انہیں نسل آگے چلانی ہے، اگلی نسل کے لیے انہیں رول ماڈل بننا ہے۔ اس لیے بچیوں کی تربیت میں انہیں برداشت، تحمل اور تھوڑی سی عاجزی اور قربانی کا سبق ضرور دینا چاہیے کچھ لوگوں کو شاید میری یہ باتیں اچھی نہ لگیں لیکن حقیقتاً یہ جذبے اس لیے ضروری ہیں کہ آج جو معاشرہ بکھر رہا ہے جو اکائیاں ٹوٹ رہی ہیں وہ اسی وجہ سے ہے کہ برداشت اور تحمل نہیں، میاں ایک کہے تو بیوی دو سنانے کو تیار سسرال میں کھٹ پٹ تو ہوتی ہے لیکن لڑکیاں ساس کی باتوں پر ناراضی کے بجائے تھوڑا عاجزی سے کام لیں تو بات بگڑے گی نہیں نہ اس سے کوئی چھوٹا پڑ جائے گا اپنے جذبات کی قربانی دینے کا صلہ اچھا ہی نکلے گا۔ شادی کے شروع کے ایک دو سال اگر صبر و تحمل اور برداشت سے کام لے لیا جائے، اپنی انا کو پسِ پشت ڈال کر تو سسرال والے آپ کے گرویدہ ہو سکتے ہیں تو بچیوں کی صلاحیت نکھارنے کے لیے انہیں پُر اعتماد بنائیں لیکن یہ احساس بھی پیدا کریں کہ گھر بنائے رکھنے کی پوری کوشش کریں ورنہ ہوتا کیا ہے الگ ہونے کی صورت میں ماں، باپ دوسری شادی کر لیتے ہیں بچے رُل جاتے ہیں، بروکن فیملی کے بچے یا تو گھٹ گھٹ کر جیتے ہیں یا پھر باغی بن کر معاشرہ کے لیے وبال بن سکتے ہیں۔ (یہ بات تو ہے)

☆☆☆

عزیز قارئین......ہمیں پوری امید ہے کہ آپ کو آج کی یہ نشست بہت پسند رہی ہوگی......لیکن ذرا ٹھہریں، نشست کیونکہ طویل ہوگئی ہے لہٰذا اس کا باقی احوال آپ سالگرہ نمبر دو ماہِ مئی کے شمارے میں پڑھ سکیں گے، انتظار کی معذرت...... ہم مہناز عرفان کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہماری خواہش پر مہناز نے مکمل تعاون کیا اور بزم کو رونق بخشی......بس آخر میں یہی کہوں گی کہ خود خوش رہیں اور اپنے پیاروں کو خوش رکھیں اور خوش رہنے بھی دیں......اللہ نگہبان......!

جنوں کے راستے یوں تو کٹھن سے لگتے ہیں
مگر یہ راستے منزل تلک نکلتے ہیں
زمانہ ہر قدم پہ راہ روکنے والا
عزائم پختہ ہوں جن کے وہ کب بھٹکتے ہیں

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاکیزہ اور پاکیزہ کی قلمکار

شائستہ زریں

السلام علیکم۔ مزاج بخیر!

بلاشبہ قلم عطیۂ خداوندی ہے۔ لیکن کبھی کبھی کوئی ذاتی تجربہ، مشاہدہ، شنیدہ واقعہ کوئی ایک بات، خیال، فقرہ یا چھوٹا سا ایک لفظ دل و دماغ پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ اظہار کا وسیلہ بن کر خفتہ خداداد صلاحیت کو بیدار کر کے لکھنے کا محرک بن جاتا ہے۔ ایسے میں کسی کی حوصلہ افزائی گویا مہمیز کا کام کرتی ہے۔ اور حوصلہ افزائی کا محض ایک پل قلم سے ناتا جوڑ کر قلکاروں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔ چونکہ ہر انسان کا انداز فکر اور طرز احساس دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ بالکل ایسے ہی ہر قلمکار کے قلم کا محرک دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔ ہماری مصنفات پہلی مرتبہ اپنی تحریر پاکیزہ میں دیکھ کر یقیناً انبساطی کیفیت سے گزری ہوں گی۔ یہ امر ہمارے لیے باعثِ فخر ہے کہ محض پاکیزہ کے قارئین ہی نہیں بلکہ پاکیزہ کی مصنفات بھی پاکیزہ کے مستقل سلسلے نہایت ذوق شوق سے پڑھتی ہیں۔ پاکیزہ کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ اگر ستائشی تبصرے ہمارے لیے ٹانک کا کام کرتے ہیں تو مثبت اور صحتمند تنقید کرنے والوں کو بھی ہم خوش آمدید کہتے ہیں اور نشاندہی کی صورت میں اس جانب عملی توجہ بھی دیتے ہیں۔

ان ہی امور کے پیشِ نظر ہم نے سالگرہ نمبر کے لیے پاکیزہ کی مصنفات سے رابطہ کر کے معلوم کیا کہ

سوال ۱: آپ کو لکھنے کی تحریک کیسے ملی؟ کس کی حوصلہ افزائی نے آپ کے قلم کو اعتماد بخشا؟

سوال ۲: پاکیزہ میں پہلی تحریر کب شائع ہوئی؟ پاکیزہ میں اپنی پہلی تحریر دیکھ کر آپ کے کیا تاثرات تھے؟

سوال ۳: پاکیزہ کے موجودہ سلسلوں میں آپ کے پسندیدہ سلسلے کون کون سے ہیں؟ اور ان میں آپ کیا تبدیلی اور بہتری دیکھنا چاہتی ہیں؟

ساجدہ حبیب

۱: لکھنے کی تحریک مجھے اپنے مطالعے کے شوق سے حاصل ہوئی اور مطالعے کا شوق میں نے ورثے میں پایا۔ لکھنے کے شوق نے مجھے اس مقام تک پہنچایا۔ وہ ایک غریب عورت کے بہتے ہوئے آنسو تھے جن سے متاثر ہو کر غالباً میں نے اپنی پہلی کہانی لکھی۔ میرے دادا جان کرنل راجا عدالت خان (کشمیر کی تاریخ میں

ان کا نام آج تک چل رہا ہے) کی توجہ اور محبت نے مجھے یہ شعور بخشا۔ انہوں نے ہی میری رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ آج میں بفضلِ تعالیٰ جس مقام پر ہوں رب کریم کی مہربانی اور اپنے دادا جان کی ذات برکات کی وجہ سے ہوں اس میں میرا اپنا کوئی کمال نہیں۔

۲: پاکیزہ میں میری پہلی تحریر ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی یہ میرا کالج میگزین میں چھپا ہوا افسانہ تھا جسے میں نے ازسرِ نو لکھا تھا اور ''چتا'' کے نام سے پاکیزہ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شائع ہوا تھا۔اسی تحریر کے سبب ڈائجسٹ کی دنیا میں میری آمد ہوئی۔ اس دور میں نام کا شائع ہو جانا ہی بڑی بات تھی چنانچہ پاکیزہ میں اپنا افسانہ دیکھ کر میری خوشی کا کیا عالم ہوگا اس کا اندازہ قارئین بخوبی لگا سکتے ہیں۔

۳: پاکیزہ میں شائع شدہ تمام سلسلے بہت پسند ہیں۔ ان میں اولین بہنوں کی محفل ہے جبکہ دینی صفحات کو میں انتہائی توجہ سے پڑھتی ہوں۔ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی صاحبہ کے قرآن حکیم سے متعلق مضامین نے پاکیزہ کی رونق بڑھادی۔کبھی، کبھی عظمیٰ آفاق کے سفرنامے ہمیں بھی دنیا کی سیر کرادیتے ہیں۔غرض یہ کہ ماہنامہ پاکیزہ عذرا رسول ، انجم انصار،نزہت اصغر، آمنہ حماد اور شائستہ زریں کی محنتوں کا بہترین ثمر ہے۔اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ.....

ناہید سلطانہ اختر

ا: لکھنے کی تحریک اُن کہانیوں سے ملی جو میری والدہ ہم بھائی بہنوں کو ہر رات سُنایا کرتی تھیں۔وہ کہانیاں ایسا چراغِ شب تھیں جنہوں نے مجھے اسکول کے زمانے ہی میں لکھنے کی تحریک دی۔والدہ کی حوصلہ افزائی نے ہی میرے قلم کو اعتماد بخشا۔

۲: پاکیزہ میں پہلی تحریر؟ سال تو یاد نہیں البتہ بہت پرانی بات ہے۔کہانی کا عنوان تھا ''کٹی پتنگ''۔پاکیزہ میں اپنی تحریر دیکھ کر وہی احساس ہُوا جو اس وقت ایک نوآموز کہانی نویس محسوس کرسکتی تھی۔ خوشی اور مزید لکھنے کی تحریک۔

۳: پاکیزہ میرے لیے ایک رسالہ نہیں اُس گھر کی طرح ہے جہاں میں نے اپنی زندگی کے سنہرے دنوں سے اب تک بہت سا وقت گزارہ ہے۔اور اپنے گھر کا ہر گوشہ ہی انسان کو اچھا اور اپنا اپنا لگتا ہے۔پھر بھی ضرورت محسوس کرتی ہوں کہ کوئی ایسا خانہ ضرور ہو جہاں نوجوان بچیوں کو سوشل میڈیا کے درست استعمال کی رہنمائی دی جائے۔

سیما یاسمین مجتبیٰ

ا: مجھے لکھنے کی تحریک معاشرتی خرابیوں اور منفی جذبات دیکھ کر پیدا ہوئی اور دل چاہا کہ ایسا لکھ جاؤں جس سے لوگ ماحول کو خوب صورت اور باوقار بنائیں۔ایک دوسرے سے پیار اور خلوص سے پیش آئیں۔میں نے محبت پر لکھ کر بتایا کہ یہ ایک پاکیزہ جذبہ ہے جسے انسان کا نفس گندا کرتا ہے۔ میری حوصلہ افزائی کرنے والوں میں میرے والدین سرِفہرست ہیں پھر ۱۹۷۵ء کے ٹاپ کے شاعر و ادیب اور انجم ناجی بھی ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔

۲: میرا پاکیزہ میں پہلا افسانہ ''مہکتا پیار'' تھا۔جو عشقِ خدا ہوا مجھے عشقِ مجاز سے۔یہ اس کی تھیم تھی اور یہ دو قسطوں میں شائع ہوا تھا یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے جب میں میٹرک کررہی تھی۔

۳: پاکیزہ کے سب ہی سلسلے بہت اعلیٰ ہیں خاص طور پر ذکیہ بلگرامی صاحبہ، اختر شجاعت ،انجم انصار کا جلترنگ پہلے بہنوں کی محفل بھی بہت شوق سے پڑھتی تھی اب بہت چھوٹے فونٹ کی وجہ سے نہیں پڑھ پاتی اس جانب توجہ دیجیے ،وہ آئے بزم میں، سروے اور پاکیزہ کے مہمان بہت پسند ہیں۔

فریدہ اشفاق

ا: جامعہ کراچی میں اعلیٰ اردو اختیاری مضمون کے طور پر ہماری آنرز کی کلاسز ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب لیا کرتے تھے۔ مجھے کلاس میں خصوصی توجہ دیا کرتے اور اکثر کہتے ''تم لکھا کرو لڑکی۔جب صحیح لفظوں کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

استعمال سے واقف ہو تو لکھتیں کیوں نہیں'' اور میں ہنس کر چپ ہو جاتی لیکن پھر ان کا یہ جملہ ایک مسلسل اصرار بن گیا اور میرے لکھنے کے لیے تحریک بھی۔

۲: یہ تو اب یاد نہیں کہ سفر خاصا لمبا ہے۔ ہر پرچے کے قاری بہت مرتبہ بہت مختلف ذہن کے مالک ہوتے ہیں اور مجھے خوشی ہوئی تھی میرا پیغام ایک اور وسیع حلقے کے زیر مطالعہ آیا ہے اور میری ہمیشہ سے یہ تمنا رہی ہے کہ میں جو کچھ لکھوں اس کے مقصد کو لوگ سمجھیں بھی اور یاد بھی رکھیں۔

۳: پاکیزہ کا سارا عملہ ہی بہت محنتی اور تخلیقی ذہن کا مالک ہے اور ہر ماہ کا پرچہ خاص طور پر انجم انصار اور نزہت اصغر کی کاوشیں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ تمام ہی سلسلے اچھے ہیں مگر جلترنگ کی بات ہی کچھ اور ہے کہ مزاح نگاری کے میدان کی پہلی کھلاڑی بن کر انجم نے ہمیں بڑا خود اعتماد کر دیا ہے کہ اب کوئی بھی صنفِ ادب خواتین کی نمائندگی سے محروم نہیں۔ کسی بھی تحریری سلسلے میں بہتری یا تبدیلی مشوروں سے نہیں آتی بلکہ یہ یا تخلیق کار کا ذہنی ارتقا ہوتا ہے۔ جو تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔ سو میں اس معاملے میں (ابن انشاء والے) ''دخل در نا معقولات'' کی قطعی قائل نہیں۔ ہاں تنقید کا حق محفوظ رکھتی ہوں کہ یہی کسی تخلیق کار کے ارتقائی سفر کی ضامن ہوتی ہے بشرطیکہ مثبت ہو اور ہر تخلیق کار اپنا سب سے بڑا نقاد خود ہی ہوتا ہے۔ (میری بقراطیت برداشت کرنے کا شکریہ)

قیصرہ حیات

۱: بچپن میں بچوں کی جنوں پریوں والی چھوٹی، چھوٹی کہانیاں جب پڑھتی تھی تو کہانی لکھنے والوں کے نام پڑھ کر بہت متاثر ہوتی تھی۔ سوچتی تھی کہ میرا نام بھی اس طرح لکھا ہو۔ تب سے کچھ لکھنے کو دل چاہتا تھا اور جب لکھنا شروع کیا تو سارے ہی گھر والوں نے خاص طور پر میرے والد نے بہت حوصلہ افزائی کی۔ دوستوں نے ہمیشہ سراہا لیکن میری سب سے چھوٹی بہن سنبل میری نقاد ہے۔ وہ ہر زاویے سے میری تحریر کو ڈسکس کرتی ہے اس سے بہت اعتماد ڈیولپ ہوا۔

۲: پاکیزہ میں پہلی بار ۲۰۰۰ء میں تحریر شائع ہوئی۔ یاد نہیں کون سی تھی۔ اس سے پہلے میری تین کتابیں شائع ہو چکی تھیں میں ادب لکھتی تھی پھر بھی پاکیزہ میں اپنی تحریر دیکھ کر خوشی بہت ہوئی تھی۔

۳: پاکیزہ کے سب ہی سلسلے اچھے ہیں لیکن بہنوں کی محفل بہت اچھی لگتی ہے یوں جیسے سب ایک میٹھک میں ہوں اور اپنی اپنی باتیں انجم انصار کو سنا رہے ہوں اور انجم باجی ہمیشہ کی طرح مسکرا مسکرا کر جواب دے رہی ہیں۔ نزہت پاکیزہ کی مصنفات سے بہت اچھی ملاقات کرواتی ہیں۔ پاکیزہ کے مہمان میں مشہور شخصیات سے ملنے کا موقع ملتا ہے۔ سروے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ سب ہی اچھا کام کر رہے ہیں ابھی تک تو ایسا محسوس نہیں ہوا کہ تبدیلی ہونی چاہیے ہاں بہتری کی گنجائش تو ہوتی ہے ناں۔ سو پاکیزہ میں ہمارے معتبر ادیبوں کی کسی ایک تخلیق کو ہر ماہ پاکیزہ کا حصہ بنائیں۔ کہ نوجوان نسل کی ادبی تربیت کا ایک جزیہ بھی ہے۔

شمیم فضل خالق

۱: لکھنے کی تحریک ہمارے اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ میں ساتویں کلاس میں تھی جب بچوں کے لیے چھوٹے، چھوٹے مضامین اور کہانیاں لکھا کرتی تھی۔ میرا تعلق جس علاقے سے ہے وہاں لڑکیوں کی کسی میدان میں حوصلہ افزائی نہیں ہوتی۔ میرے والد صاحب میری کہانیاں پڑھ کر بہت خوش ہوتے۔ انہی کی حوصلہ افزائی نے گاڑی میں پٹرول کا سا کام کیا میرا قلم رواں دواں ہو گیا۔ جو آج تک خدا کے فضل سے اسی اعتماد کے سہارے چل رہا ہے۔

۲: آج سے پچیس چھبیس سال پہلے پاکیزہ میں میرا پہلا افسانہ وارث چھپا تھا۔ چونکہ پاکیزہ میں زندگی کی کہانیاں شائع ہوتی ہیں۔ اس لیے پاکیزہ میں اپنا افسانہ دیکھ کر میں بہت مغرور ہو گئی اپنی دوستوں اور رشتے داروں کو دکھا کر اتراتی کہ پاکیزہ میں میرا افسانہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شائع ہوگیا اور کئی بار اپنی ہی تحریر پڑھ کر خوش ہوتی۔

۳: سب سے زیادہ پسندیدہ سلسلہ بہنوں کی محفل ہے جسے پڑھ کر ایسا لگتا ہے اپنی دوستوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے اپنے دکھ سکھ کہہ رہے ہیں۔ کیا کہنے انجم کے جو اسے ترتیب دیتی ہیں روحانی مشوروں سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے۔ تقریب منعقد کر کے سالانہ پاکیزہ ایوارڈ کا سلسلہ دوبارہ شروع کریں۔

عنیزہ سید

ا: مجھے ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ان تحریروں کے ردعمل میں لکھنے کا خیال آیا۔ جو تخیلاتی دنیا اور کرداروں پر مبنی تھیں۔ ڈائجسٹ کے ادب میں اس زمانے میں حقیقی دنیا اور اس کے مسائل کا عکس کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے اپنی اولین تحریر میں اپنے اردگرد رہنے والے کرداروں اور ان سے جڑی کہانیوں کو پیش کرنے کی کوشش کی۔

مجھے خوشی ہے کہ ان دنوں میں میرے ساتھ ڈائجسٹ کی دنیا میں قدم رکھنے والی میری کئی نئی لکھاری بہنوں نے بھی اسی نہج کی کہانیاں لکھیں اور یوں ڈائجسٹ کا ادب ایک نئے دور میں داخل ہوگیا۔ جہاں تک حوصلہ افزائی کا تعلق ہے تو وہ مجھے بہت سے لوگوں سے ملی جن میں میری والدہ اور بہنیں سرفہرست ہیں۔

۲: مجھے ٹھیک سے یاد نہیں کہ پاکیزہ میں میری پہلی تحریر کب شائع ہوئی۔ غالباً وہ ایک ناولٹ تھا اور یقیناً اپنی تحریر ایک معتبر پرچے میں دیکھ کر خوشی ہوئی تھی۔

۳: پاکیزہ کے موجودہ سب ہی سلسلے بہت اچھے ہیں۔ بہنوں کی محفل اور جلترنگ کی تو بات ہی کیا ہے انجم انصار کا قلم جس بھی سلسلے میں شامل ہو وہ زبردست ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ روحانی مسائل سے میں اکثر رہنمائی حاصل کرتی ہوں۔ رائٹرز کے انٹرویوز اور باقی سلسلے بھی خوب اور اپنی جگہ پرفٹ ہیں۔

نگہت اعظمی

ا: میرے والد حسین اعظمی شاعر ادیب اور صحافی تھے ان کی وجہ سے گھر میں اخبار، کتابیں اور رسالے آتے تھے ... میری والدہ کو بھی رسالے اور ناول پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اسی لیے بچپن سے ہی مجھے کہانیاں لکھنے اور پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور پھر اس شوق کو میرے والد اور بڑے بھائی دانش اقبال نے پروان چڑھایا۔ میرے والد اپنے ہم عصر ادیبوں سے یہ کہہ کر بڑے فخر سے میرا تعارف کراتے کہ میری بیٹی کہانیاں لکھتی ہے بلکہ اکثر تو وہ کہانیوں کے پورے پورے پیراگراف پڑھ کر سناتے میرے بڑے بھائی میری کہانیاں سنتے اور بڑی سنجیدگی سے اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ ان کے بعد جس دوسری شخصیت نے میرے قلم کو اعتماد بخشا وہ احمد ندیم قاسمی صاحب کی ہے۔ میں نے جب اپنا پہلا افسانہ سہ ماہی ''فنون'' میں اشاعت کے لیے بھیجا تو چوتھے دن ان کا ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا خط آیا

جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ''آپ کا افسانہ فنون میں ضرور چھپے گا اور آپ کو کہانی لکھنے کا فن آتا ہے''۔ اس موقع پر اگر انجم انصار اور رعنا فاروقی کا ذکر نہ کروں تو ناانصافی ہوگی ان دونوں نے بھی ہر موقع پر میری بہت زیادہ حوصلہ افزائی کی۔

۲: غالباً ۱۹۹۱ء میں پہلی تحریر شائع ہوئی تھی۔ افسانے کا نام یاد نہیں۔ لیکن جہاں تک تاثرات کا تعلق ہے انہیں الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ بس یہ سمجھ لیجیے کہ آج بھی جب ان لمحات کو تازہ کرتی ہوں تو دل و دماغ میں خوشبوؤں کی پھوار برسنے لگتی ہے اور زندگی میں تازگی اور تراوٹ کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔

۳: بہنوں کی محفل سب سے زیادہ پسندیدہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سلسلہ ہے جسے میں سب سے پہلے پڑھتی ہوں۔ پھر رائٹرز کے انٹرویوز اور پاکیزہ کی ڈائری اور جلترنگ جو بہت اعلیٰ پائے کا مزاح ہے۔ جس میں ہنستے مسکراتے بے شمار معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اس سے پاکیزہ کی خوب صورتی دوبالا ہو جاتی ہے۔ بہنوں کی محفل کے صفحات بڑھائے جائیں۔ نئی لکھنے والیوں کے انٹرویو بھی شائع کیے جائیں اور دوسرے شعبوں میں کام کرنے والی خواتین کے انٹرویو بھی ضرور شائع ہونے چاہئیں۔

شائستہ عزیز

ا: جس طرح اردو ادب میں خطوط نویسی میں غالب کو شہرت دوام حاصل ہے کچھ اس سے دس بیس درجہ کم شہرت اسی حوالے سے بندی کو بھی حاصل تھی (آہم) اس بات کی گواہی سیما مناف دیں گی کہ ہم دونوں ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کو دس دس صفحات کے طویل خطوط لکھا کرتے تھے۔ اس زمانے کی بات ہے جب آتش جوان تھا، دماغ خوب چلتا تھا، خاندان میں کسی بھی تقریب کا دعوت نامہ مجھ سے ہی لکھوایا جاتا، والد صاحب طویل عرصہ تک ملک سے باہر مقیم تھے۔ تو سب سے بڑی اولاد ہونے کے ناتے انہیں بھرپور جزئیات نگاری سے آراستہ خطوط لکھنا میری ذمے داری تھی۔ امی حج کرنے گئیں تو انہیں ایسے دلسوز خط لکھتی کہ وہ گھبرا کر چھ ماہ کے بجائے دو ماہ میں لوٹ آئیں۔ میں نے کمسنی میں ہی افسانہ نگاری شروع کر دی تھی ابتدا میں بشریٰ رحمٰن اور رفعت سراج کو خوب پڑھا۔ رفعت کو پڑھ، پڑھ کر تھوڑا بہت لکھا اور زندگی کو برتنا سیکھا۔ غرض یہ کہ میرے لکھاری ہونے میں کئی محرکات پس پردہ ہیں۔

۲: یادداشت کو بہت کھنگالا مگر اس بات کو بہت عرصہ ہو گیا ہے یہ اتنا ہی پکا اور گہرا رنگ ہے جتنا عقیلہ حق کے ہاتھ کی مہندی کا رنگ ہوتا ہے (دیکھنے والے گواہ ہیں)۔ میری یہ عادت ہے کہ لکھنے کے بعد پڑھتی نہیں ہوں نہ ہی قطع و برید کرتی ہوں (پھر مدیران کا کیا کام رہ جائے گا) میں اپنی تحریر شائع ہونے کے بعد پڑھتی ہوں اور بار، بار پڑھتی ہوں۔ سو جب پہلی تحریر پاکیزہ میں شائع ہوئی تو راتوں کو اٹھ کر بار، بار پڑھتی تھی اور حیران ہوتی کہ کیا یہ میں نے ہی لکھا ہے؟

۳: مجھے پاکیزہ کے تمام مستقل سلسلے بہت پسند ہیں۔ سب سے پہلے میں بہنوں کی محفل پڑھتی ہوں پھر کچھ اور انٹرویو کا سلسلہ بھی دل کو بہت بھاتا ہے۔ انٹرویوز جوڑوں کے زیادہ ہونے چاہئیں جیسا کہ حال ہی میں ماہ پارہ صفدر اور صفدر ہمدانی کا تھا۔ قارئین کی آرا لی جائے کہ وہ کس کا انٹرویو پڑھنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح سروے میں بھی مزید بہتری لائی جا سکتی ہے۔ ایک ماہ قبل ہی سروے کے لیے سوالات دے دیے جائیں اور قارئین کو بھی دعوتِ عام دی جائے کہ وہ اس میں حصہ لیں جس کے جواب زیادہ دلچسپ ہوں وہ شائع کیے جائیں۔ پکوان میں لکھاری بہنوں کی آزمودہ تراکیب شائع کی جائیں۔ ہر ماہ ایک لکھاری کی اسپیشلٹی شائع کی جائے۔

ماہنامہ پاکیزہ محض بہنوں کا ایک ڈائجسٹ ہی نہیں بلکہ پاکیزہ بہنوں کے لیے پاکیزہ گھرانے کی سی اہمیت اور حیثیت رکھتا ہے۔

پاکیزہ کی سالگرہ کے خوشگوار موقع پر پاکیزہ گھرانے کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ کوثر اعجاز چودھری کے اس دعائیہ شعر کے ساتھ کہ

تجھ سے وابستہ سب لوگ سلامت رہیں
سب کے جیون میں خوشیاں تا قیامت رہیں
(آمین)

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بہنوں کی محفل

مدیرہ

☆ عزیز از جان بہنو! السلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاتہ.....!

☆ حمد و ستائش اس ذات کے لیے جس نے کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا..... اللہ پاک ہم سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور اپنے خزانۂ غیب سے وہ سب کچھ عطا فرمائے جو ہمارے حق میں بہتر ہو..... یا الٰہی دونوں جہاں میں ازل سے ابد تک سب کی خیر ہو اور تو ہم سے ہمیشہ راضی رہے..... الٰہی آمین۔

☆☆☆

☆ پیاری بہنو.....! آپ سب کو پاکیزہ کی سالگرہ کی مبارک باد دیتے ہوئے یہ کہنا چاہوں گی کہ ادب تہذیبی زندگی کو متحرک رکھتا ہے اور ادبی اور تہذیبی اقدار کو زندہ رکھنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ جس سے آنکھیں نہیں چرائی جاسکتیں کہ بے ادبوں کی تعداد جب سے بڑھی ہے تب سے انہوں نے اپنوں کو اپنوں کا ہی دشمن بنا دیا ہے..... اور جس معاشرے میں ادب و تہذیب کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں..... اس معاشرے میں اشجار پر محبتوں کے پھل پھول نہیں لگا کرتے بلکہ نفرتوں کے کانٹے اُگتے ہیں۔ جو زندگی میں مزید زہر گھولتے ہیں۔

اس وقت دنیا کو جنگوں کی طرف دھکیل دیا گیا ہے..... اور ایک سوچی سمجھی سازش کے ذریعے ہمیں تقسیم کیا جا رہا ہے اور ایک خوف کا ماحول بھی پیدا کیا جا رہا ہے۔ اور ہمیں یہ سب کچھ صاف نظر آ رہا ہے..... یہ سب پُرتشدد جنگوں کا ایک جواز ہوگا اسی لیے آج ہمیں ادب اور تہذیب کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے..... جو آنکھیں بند کی ہوئی قوم کی آنکھیں کھول سکے۔

محترمہ عذرا رسول کا پیغام

"پیاری بہنو! آپ سب کو پاکیزہ کی 45 ویں سالگرہ مبارک ہو..... آپ بھی میری اس رائے سے یقیناً متفق ہوں گی کہ نفسانفسی کے اس دور میں معاشرتی رویّوں میں ٹوٹ پھوٹ جاری ہے، رشتے ناتے کمزور پڑ رہے ہیں اور دوستی کا پیمانہ تبدیل ہو رہا ہے، ان حالات میں ہماری یہ اولین خواہش ہے کہ محبت کا دیا ہر حال میں اور ہر دل میں روشن رہے..... جب دل میں محبت کی شمع روشن ہو تو قلم کی زبان سے ہمیشہ پھول جھڑا کرتے ہیں۔ ہماری یہ دلی خواہش بھی ہے کہ پاکیزہ کی تحریریں آپ کے مسائل کو حل اور دکھوں کو کم کرتی رہیں اور پاکیزہ آپ کے لیے وہ گلدستہ ٹھہرے جس کے لفظوں کے پھول آپ کے دل و دماغ کو نہ صرف ہمیشہ معطر کرتے رہیں بلکہ آگاہی کی دولت سے بھی نوازتے رہیں (انشاء اللہ) میں اپنی نئی پرانی تمام مصنفات کی تہ دل سے ممنون ہوں جو پاکیزہ کے لیے بطورِ خاص افسانے، ناول لکھتی ہیں اور آپ کی باجی انجم انصار کی بھی..... جنہوں نے اس ماہ اپنی علالت کے باوجود پاکیزہ کو سجایا، سنوارا..... اللہ تعالیٰ انجم انصار کو کلی صحت و زندگی عطا فرمائے، آمین۔ وہ صرف پاکیزہ کی مدیرہ ہی نہیں ہیں بلکہ ان سے دوستی کا ایک دیرینہ رشتہ بھی ہے۔"

☆☆☆

☆ قارئین کرام! آپ یقیناً پاکیزہ کے علاوہ دیگر رسائل بھی ضرور پڑھتے ہوں گے۔ دیگر رسائل بھی معیار کے حوالے سے بہت اچھے ہیں۔ اس وقت میں اپنے دل کی نہیں بلکہ آپ کے دل کی بات بھی کہہ رہی ہوں کہ پاکیزہ میں ایک اپنا پن سا ہے جو اسے دیگر رسائل سے قدرے جدا کرتا ہے..... اس کی بہنوں کی محفل میں بہنیں ایک دوسرے کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دیکھے بغیر، ایک دوسرے کے لیے کتنی وارفتگی رکھتی ہیں جہاں ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہوتی ہیں وہاں دکھوں اور غموں میں بھی..... نسرین جمیل کے پوتے موسیٰ کا دل کے سوراخ کا آپریشن گزشتہ ہفتے تھا، ان کا صبح سویرے میرے پاس فون آگیا..... باجی بچے کو آپریشن تھیٹر میں بھیج دیا گیا ہے آپ دعا کیجیے..... اور میں بستر سے کھڑی ہوگئی..... سارا دن سب بہنوں سے فون پر دعا کے لیے کہا اور جس، جس سے کہا ان سب نے ایسی دعائیں کیں جیسے کوئی اپنے کے لیے کرتا ہے..... جس ڈائجسٹ کا مزاج اس طرح کا بن جائے تو وہاں نہ بچھوری باتوں میں کسی کو مزہ آسکتا ہے اور نہ ہی جھوٹی باتوں اور جھوٹی کہانیاں کسی کو اچھی لگ سکتی ہیں۔ آج میں فخر سے کہتی ہوں کہ میری تمام رائٹرز صرف پاکیزہ کا ہی نہیں بلکہ اردو ادب کا سنگار ہیں..... وہ لڑکیاں جنہوں نے تبصرے سے اپنے لکھنے کا آغاز کیا تھا آج وہ ٹی وی کے تمام چینلز پر چھائی ہوئی ہیں۔ پاکیزہ کی رائٹرز ماشاء اللہ بڑے نام والی ہیں۔ اور لوگ ان کی تحریروں کا انتظار کیا کرتے ہیں اور پھر ہمارے پاس ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی جیسی روحانی معالج اور اختر شجاعت جیسی معلمہ ہیں جو صرف اور صرف پاکیزہ میں ہی لکھا کرتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ دیگر سینئرز، جونیئر رائٹرز کتنے فخر اور خوشی کا مقام ہے کہ وہ لڑکیاں جو ہمارے سامنے نئی مصنفات کے طور پر آئی تھیں، آج وہ اتنا اچھا لکھ رہی ہیں کہ میں تو خود ان کی تحریروں سے بہت کچھ سیکھتی ہوں (یہ سچ ہے) سالگرہ کے اس خصوصی ایڈیشن میں میری تمام تر دلی دعائیں اپنی تمام مصنفات کے لیے ہیں..... کہ وہ اسی طرح آگے بڑھتی رہیں..... اور آگے اور بہت آگے تک جائیں، آمین ثم آمین..... میرا سلیوٹ آپ سب کے لیے..... اور اب میں ذکر کروں گی..... اپنی چند مستقل تبصرہ نگاروں کا..... معذرت خواہ ہوں سب کا تو نہیں کرسکتی کہ آپ کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ سب کا نام ہی لکھنا ناممکنات میں سے ہے۔

✿ سنبل ملک اعوان، شاہدرہ..... اسکول میں ٹیچر ہیں ہر ایک سے بے حد محبت کرتی ہیں مگر انہیں اپنے پیاروں سے، دوستوں سے کبھی اپنے خلوص کا جواب خلوص سے نہیں ملا..... جس سے کافی دل برداشتہ بھی ہوتی ہیں۔ اپنی بہنوں کے لیے بہت کچھ کرنا بھی چاہتی ہیں۔ پاکیزہ میں بہنوں کی محفل، دینی مضامین، روحانی مشورے اور پاکیزہ ڈائری پسند ہے۔ کبھی کبھی اپنی خوش ذائقہ ترکیبوں سے بھی نوازتی ہیں۔ ان کا دل چاہتا ہے کہ وہ بھی لکھاری بنیں..... انشاء اللہ بن جاؤ گی۔

✿ امینہ عندلیب، سلانوالی..... ایم اے ہسٹری ہیں اور ایک انگلش میڈیم اسکول کی فرض شناس استاد جو اپنی بیماری میں بھی اپنے اسکول جایا کرتی ہیں۔ ہر ایک سے محبت کرنا اور سب سے خلوص سے پیش آنے کے سبب ان سے محبت کرنے والی بہنیں بھی لاتعداد ہیں۔ یہ میری بیٹی بھی ہیں اس لیے اگر میری طبیعت خراب بھی ہو تو ان کو نہیں بتاتی کہ وہ رو، رو کر اپنی طبیعت خراب نہ کرلیں۔ پاکیزہ سے بے حد محبت کرتی ہیں اور ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کے سلسلے انہیں سب سے زیادہ پسند ہیں۔ دلی دعا ہے کہ اللہ ان کو صحت کلی عطا فرمائے..... اور یہ کراچی آئیں اور میں انہیں دیکھوں تو سہی.....

✿ طاہرہ، خوشاب..... یہ ہماری نئی تبصرہ نگار ہیں، تبصرے ہم بھیجتی ہیں فون زیادہ کرتی ہیں..... بے حد سادہ اور مذہبی رجحان کی خاتون ہیں۔ پاکیزہ کے ناول اور بہنوں کی محفل کی دلدادہ ہیں۔ اپنی بساط سے زیادہ دوسروں کے کام آنے کی خواہاں رہتی ہیں۔ اور یہ بھی میری بیٹی جیسی ہیں.....

✿ افشین شاہد، جدہ..... ہماری تبصرہ نگار ہیں، باقاعدگی سے محفل میں حاضر نہیں ہوتیں..... مگر ٹیلی فونک رابطہ رہتا ہے..... بے حد مذہبی ہیں پاکیزہ کی سب بہنوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتی ہیں۔ افشین نے مجھے ایک ایسا قیمتی تحفہ دیا ہے جسے میں زندگی بھر یاد رکھوں گی..... جی ہاں ریاض الجنہ کے قالین کا چار انچ کا ٹکڑا جسے میں نے فریم کروا کے اپنے بیڈ روم میں رکھا ہوا ہے۔ افشین کو پاکیزہ میں روحانی مشورے اور اسلامی مضامین زیادہ پسند ہیں..... ان کا میرے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسے کسی کا اپنے قریبی رشتے دار سے ہوا کرتا ہے۔ رشتے دار بھی وہ جس سے آپ کے مراسم بہت اچھے ہوں.....

✿ نور افشاں، شکار پور..... سندھی زبان کی کالم نگار بھی ہیں، اردو میں نظمیں بھی لکھتی ہیں اور ہماری تبصرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نگار تو ہیں ہی..... ان سے کبھی ملی نہیں..... مگر انہوں نے اپنی شادی کی تصویریں میرے موبائل پر بھیجیں تو بھئی میں دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی..... یہ تو اچھی خاصی ہیروئن ہیں..... بے حد حساس ہیں، اس لیے ذرا، ذرا سی باتوں پر پریشان بھی ہو جاتی ہیں..... نورافشاں کو ناول، جلترنگ، انٹرویوز، سروے، پاکیزہ ڈائری بہت پسند ہیں۔

انجم گلزار، کراچی۔ ماشاءاللہ دوسری مرتبہ قرآن پاک کی کتابت کر رہی ہیں۔ پاکیزہ میں کبھی شاز یہ محبوب اور کبھی انجم گلزار کے نام سے تبصرہ بھیجتی ہیں۔ بے حد پُرخلوص ہستی ہیں کچھ عرصے پہلے ان کے شوہر کا انتقال ہوا ہے..... اس لیے بے حد غمگین رہتی ہیں۔ بہنوں کی محفل کو ادارے سے پہلے پڑھنے کی عادت ہے۔ ذکیہ بلگرامی کی تحریروں کی زبردست فین ہیں۔

صفیہ بیگم، لالہ موسیٰ..... یہ ہماری بے حد پرانی تبصرہ نگار ہیں..... پورے لالہ موسیٰ میں۔ پاکیزہ پڑھا جاتا ہے۔ اس حوالے سے یہ سب کی خوشی اور غموں کی خبروں سے آگاہ بھی کرتی رہتی ہیں۔ صفیہ وہ شخصیت ہیں جو اپنی ذات سے دوسروں کو فیض پہنچا کر خوشی حاصل کیا کرتی ہیں..... صفیہ بیگم پہلے بہنوں کی محفل پڑھتی ہیں۔ پھر کارنرز اس کے بعد افسانے اور ناول تک آتی ہیں۔ ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی، قانتہ رابعہ، قیصرہ حیات، عنیزہ سید اور عظمیٰ آفاق کی تحریریں بہت پسند آتی ہیں۔ عذرا رسول بہت اچھی لگتی ہیں۔

شاہینہ مبارک، ہالہ..... ہماری یہ سندھی بہن اپنے قلمی نام سے پاکیزہ میں تبصرہ شائع کرواتی ہیں۔ بے حد..... دینی مزاج کی حامل ہیں۔ پاکیزہ کی تمام تحریریں پسند ہیں مگر ناول اور بہنوں کی محفل سب سے زیادہ اچھی لگتی ہے..... اور عذرا رسول بہت خوب صورت لگتی ہیں۔

ساجدہ ظفر، کمالیہ..... بہت خوب صورت ہینڈ رائٹنگ ہے، کافی عرصے تک میں کسی ظفر بھائی کے خط اور مراسلات سمجھتی رہی تھی..... اپنی تحریریں بڑی محنت اور نفاست سے بھیجا کرتی ہیں..... تبصرے کم لکھتی ہیں حالانکہ اس میں بھی حصہ لینا چاہیے۔ ان کو بزم پاکیزہ اور پاکیزہ ڈائری سب سے زیادہ پسند ہیں اگر میں کسی ماہ صرف ساجدہ کے سوالات لگاؤں تو کسی دوسری بہن کا سوال شامل کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیپ اٹ اپ.....

مصباح رضا سعید، فیصل آباد..... پاکیزہ کی بے حد سینئر تبصرہ نگار ہیں شاید اس وقت سے جب ان کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ اب ماشاءاللہ بڑے، بڑے بچے ہیں۔ اپنی بیٹی حمنہ نور کی وجہ سے بے حد پریشان رہتی ہیں جو ذہنی طور پر کمزور ہے۔ آپ سب اس کے لیے دعا کریں۔ مصباح تبصرہ نگار بھی اچھی ہیں اور مراسلات بھی محنت سے بھیجتی ہیں ان کو پاکیزہ ڈائری، میں اکثر گنگناتی ہوں، بزم پاکیزہ اور جلترنگ سب سے زیادہ پسند ہیں۔ رضوانہ پرنس اور عظمیٰ آفاق کی تحریریں پسند ہیں اور رائٹرز کے انٹرویوز سب سے زیادہ اچھے لگتے ہیں۔

گلشاد نذیر، مری..... یہ ہماری تبصرہ نگار ہیں..... ان کی نظمیں اور دیگر مراسلات بھی شائع ہوتے رہتے ہیں..... بے حد محبت کرنے والی یہ خاتون ہر وقت کچھ نہ کچھ کرنے میں لگی رہتی ہیں..... ان کو پاکیزہ میں ناول، سفرنامہ، بہنوں کی محفل اور پاکیزہ ڈائری بہت اچھی لگتی ہیں۔ رائٹرز کے ساتھ جب کوئی تقریب ہوتی ہے وہ بھی انہیں بہت اچھی لگتی ہے۔ اور رائٹرز کے انٹرویوز پسند کرتی ہیں۔

طلِ شاہین، رحیم یار خان۔ ہماری سینئر تبصرہ نگار ہیں اور پاکیزہ کے تمام مستقل سلسلوں میں حصہ لیتی ہیں۔ شادی سے پہلے سے لکھ رہی ہیں۔ ان کا شمار بھی ان رائٹرز میں ہوتا ہے جن کی رائٹنگ اچھی ہے۔ شاعری سے بھی لگاؤ ہے۔ وقتاً فوقتاً ان کی شاعری بھی شائع ہوتی رہتی ہے۔ بے حد سادہ مزاج ہیں، گفتگو میں بھی بناوٹ نہیں ہے۔ انہیں پورا پاکیزہ ہی پسند ہے، ہر تحریر بے حد شوق اور دلچسپی سے پڑھتی ہیں..... مگر کوئی چیز اچھی نہ لگے تو کھٹ سے لکھ بھی دیتی ہیں۔

سدرہ کلثوم مروت، صوبہ سرحد..... خط لکھتے ہوئے اکثر تین چار کلر کے مارکر استعمال کرتی ہیں..... پیاری بہن مدھم کلرز کے مارکر استعمال نہ کیا کرو اور پنسلیں بھی۔ یہ ہماری نئی تبصرہ نگار ہیں مگر جناب تبصرہ بھی اچھا لکھتی ہیں خود

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی اچھی ہیں خط کے آخر میں اتنی پیاری، پیاری دعائیں ہوتی ہیں کہ جی خوش ہو جاتا ہے۔

ارم ناز، پنجاب..... نئی، نئی تبصرہ نگار ہیں اور ابھی تبصرے کا آغاز اسی حد تک ہے کہ میری کلاس ٹیچر مس انعم سلیم کو سالگرہ کی مبارک دے دیں، نئے سال کی مبارک دے دیں..... یہ پیاری بچی ابھی اپنے اسکول کے اساتذہ کے زیر سایہ ہے..... اللہ تمہیں سلامت رکھے۔

ارم کمال، فیصل آباد..... پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار ہیں..... تمام مستقل سلسلوں میں حصہ لیتی ہیں..... بڑی محنت سے اپنے مراسلات تیار کر کے بھیجتی ہیں..... ماشاء اللہ نائی بھی بن گئی ہیں..... جن سلسلوں میں وہ حصہ لیتی ہیں، وہ سب سلسلے پسندیدہ ہیں، اس کے علاوہ جلترنگ اور بہنوں کی محفل ان کی پسندیدہ ترین ہے۔

ایڈووکیٹ سعدیہ ہما شیخ، سرگودھا..... شادی سے پہلے سے پاکیزہ میں تبصرے کے ساتھ شاعری بھی کر رہی ہیں..... اب تبصروں میں باقاعدگی ختم ہوگئی ہے مگر پہلے بھی دو ٹوک اور دھواں دھار رائے دیتی تھیں۔ اور اب بھی..... ان کی شاعری میں سنجیدگی ہے مگر تبصروں میں شوخی بھی نظر آتی ہے..... پاکیزہ ڈائری اور جلترنگ ان کے پسندیدہ سلسلے ہیں..... پاکیزہ کی بہت سی رائٹرز ان کی دوست بھی ہیں..... اور وہ وقت بھی بہت زیادہ دور نظر نہیں آتا جب ان کی ہیلنڈ بیٹی حورعین کا تبصرہ بھی پاکیزہ میں نظر آجائے۔

مسز عظمیٰ خورشید، لاہور..... کبھی کبھار تبصرہ بھیجتی ہیں..... مگر بہت بھرپور..... سادہ دل اور صاف گو طبیعت کی حامل ہیں..... رائٹرز میں انہیں صرف اور صرف عمیرہ احمد پسند ہیں، جب عمیرہ احمد کا پاکیزہ میں ناول چل رہا تھا تو ان کے تبصروں میں بھی باقاعدگی آگئی تھی..... دینی مزاج کی حامل ہیں..... اسلامی مضامین میں انہیں ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کی تحریریں پسند ہیں اور پاکیزہ میں بہنوں کی محفل اور جلترنگ شوق سے پڑھتی ہیں۔

عظمیٰ زہری، اوستہ محمد..... خوب صورت لکھائی سے مزین تمام تر تحریروں کے بارے میں رائے دیتی ہیں..... جن کو خوشیاں ملی ہوں، ان کو بھی علیحدہ سے مبارک باد دیا کرتی ہیں..... ان کی پسندیدہ رائٹرز شیریں حیدر، ہالہ احمد، ہاجرہ ریحان اور بشریٰ سیال ہیں۔ بہنوں کی محفل سب سے زیادہ پسندیدہ سلسلہ ہے۔ عظمیٰ کے خطوط سے بھی لگتا ہے کہ وہ کہانیاں بھی لکھ سکتی ہیں۔

توقیر ہاشمی، منڈی بہاؤالدین..... بہت سینئر تبصرہ نگار..... مگر شادی کے بعد ایک لمبا وقفہ آیا اور اب بچوں کے بڑے ہونے کے بعد دوبارہ پاکیزہ قافلے میں شامل ہوگئی ہیں..... ابھی انداز وہی ہے۔ جہاں سے رکی تھیں..... آہستہ، آہستہ ان کے تبصروں میں بھی تبدیلی آئے گی۔

رفیعہ ایدالی، کراچی..... ہماری بے حد سینئر تبصرہ نگار اس وجہ سے بھی کہہ سکتی ہوں کہ پہلے ان کی والدہ مرحومہ تبصرہ کیا کرتی تھیں اور رفیعہ کبھی کبھار حصہ لیا کرتی تھیں۔ والدہ کے انتقال کے بعد وہ باقاعدگی سے تبصرہ کرتی ہیں، لکھنے کا سلیقہ بھی ہے۔ لکھائی بھی خوب صورت ہے مگر تنہائی کا شکار ہیں۔ آپ سب دعا کیجیے ان کی شادی جلدی سے ہو جائے۔ رفیعہ کو پاکیزہ ڈائری، بزم پاکیزہ اور بہنوں کے انٹرویوز بہت پسند ہیں۔ رائٹرز میں شیریں حیدر، عطیہ عمر اور رضوانہ پرنس پسند ہیں۔

نجمہ اصغر، کراچی..... تبصرہ نگار ہونے کے ساتھ یہ اچھی شاعرہ بھی ہیں..... بس باقاعدگی سے شامل نہیں ہوتی ہیں۔ شوہر کے انتقال کے بعد نجمہ ہر پریشانی سے خود مقابلہ کرنے والی باہمت خاتون ہیں، اللہ ان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، ان کو حصہ شاعری اور جلترنگ پسند ہے..... عظمیٰ آفاق کی ہر تحریر ان کو پسند آتی ہے اور شیریں حیدر کی بھی۔

ثمینہ وحید، پنجاب..... گاؤں سے تعلق ہے، قلمی نام سے لکھتی ہیں۔ ان کے پورے خاندان میں پاکیزہ پڑھا جاتا ہے۔ ہماری اور پاکیزہ کی فین ہیں، ان کا شمار ان لوگوں میں بھی ہے جنہیں ہمارا اداریہ بھی بہت پسند ہے حالانکہ اداریہ پڑھنے والے تو بہت کم قاری ہوتے ہیں..... شیریں حیدر، عنیزہ سید اور عظمیٰ آفاق کی تحریروں کی شیدائی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہیں۔

فریدہ جاوید فری، لاہور..... پاکیزہ میں ان کی شاعری اکثر و بیشتر جگمگایا کرتی ہے۔ تبصرہ نگار بھی اچھی ہیں..... بہت محبت کرتی ہیں۔ ہارٹ کی مریضہ ہیں، اکثر و بیشتر بیمار رہتی ہیں۔ پاکیزہ ڈائری ان کا پسندیدہ سلسلہ ہے..... اور جب ان کی کوئی تحریر پاکیزہ میں لگنے سے رہ جائے تو بڑے محبت بھرے لہجے میں شکایتی فون کرتی ہیں کہ ان کے غصے پر بھی پیار آجاتا ہے..... اقبال بانو، عطیہ عمر، رخ چوہدری اور شیریں حیدر پسندیدہ رائٹرز ہیں۔

مسرت رانی خلیل، کراچی..... مجموعی لحاظ سے تبصرہ دیا کرتی ہیں..... اسلامی تحریروں کو پسند کرتی ہیں، لڑکیوں کی بے جا آزادی کے خلاف ہیں..... بہنوں کی محفل ان کا پسندیدہ سلسلہ ہے۔ رفعت سراج، شیریں حیدر، سیما رضا، رضوانہ پرنس اور نزہت اصغر کی تحریریں پسند ہیں۔

شگفتہ شفیق، کراچی..... پاکیزہ کی تبصرہ نگار ہونے کے ساتھ، ساتھ شاعرہ بھی ہیں اور اللہ نے ان کو اتنی عزت دی ہے کہ جو خال خال لوگوں کو ہی مل پاتی ہیں۔ بین الاقوامی مشاعروں میں ان کو بڑی عزت سے بلایا جاتا ہے۔ مزاج کی بھی شگفتہ ہیں..... سب کی دوست ہیں، پاکیزہ سارا کا سارا پسند ہے مگر بہنوں کی محفل سب سے الگ ہے اور روحانی مشورے اس وجہ سے اچھے لگتے ہیں کہ ان کو میں سہل انداز میں لکھا کرتی ہوں۔

ڈاکٹر ممتاز ضیا، کراچی..... ممتاز ضیا کا تبصرہ بے لاگ ہوتا ہے، چاپلوسی سے انہیں چڑ ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کا تبصرہ، تبصرہ نگار بہنوں کو بھی پسند آتا ہے..... ممتاز ضیا ایک بے حد پیاری شخصیت کا نام ہے جو سب کی عزت کرتی ہیں۔ پاکیزہ میں بہنوں کی محفل کے بعد ناول اور انٹرویوز ممتاز کو بے حد پسند ہیں۔ ان کی پسندیدہ مصنفہ شیریں حیدر، عنیزہ سید اور عطیہ عمر ہیں..... عظمیٰ آفاق کا طرز تحریر بھی بہت اچھا لگتا ہے۔

شگفتہ ناصر، فیصل آباد..... سینئر تبصرہ نگار ہیں مگر اب باقاعدگی سے حاضر نہیں ہو پاتیں..... ایک بیوٹی پارلر کی مالکہ ہیں..... اور اپنے شوہر کے ساتھ ایک جیسے کپڑے پہننے کے باعث پنجاب کے مختلف شہروں میں بے حد معروف شخصیت ہیں۔ ان کا پسندیدہ سلسلہ صرف بہنوں کی محفل ہے۔

لاریب، ماہ زیب، چونیاں..... کبھی کبھار تبصرہ کرتی ہیں مگر جب بھی مراسلے بھیجے..... انتہائی عمدہ..... خوب صورت لکھائی کی حامل یہ دو بہنیں ہیں یا دو سہیلیاں..... یہ میں نہیں جانتی مگر اتنا ضرور اندازہ ہے..... اگر یہ لڑکیاں کہانیاں لکھنا بھی شروع کریں تو بہ آسانی لکھ سکتی ہیں۔ ان کو پاکیزہ کے مستقل سلسلے پسند ہیں اور ان سب میں ہی حصہ لیا کرتی ہیں۔ پاکیزہ کی تمام رائٹرز ان کو پسند ہیں۔

تسنیم ماپارا، کراچی..... بہترین شیف ہیں، ٹی وی کے کئی چینلز پر کھانا پکانا بھی سکھاتی رہی ہیں..... بے حد دل سے ملنے والی خاتون ہیں۔ تبصرہ نپا تلا کرتی ہیں..... پاکیزہ کے ناول ان کو سب سے زیادہ پسند آتے ہیں۔ رفعت سراج، شیریں حیدر، عنیزہ سید، رضوانہ پرنس، نایاب جیلانی پسندیدہ رائٹرز میں ہیں۔

کوثر خالد، جڑانوالہ..... بہت پیاری خاتون ہیں، فون پر بات بھی بڑی محبت سے کرتی ہیں، شاعرہ بھی ہیں مگر نثر بھی اچھی لکھتی ہیں۔ ان کی ایک کتاب بھی آچکی ہے، مذہبی رجحان کی حامل ہیں، ذکیہ بلگرامی، اختر شجاعت کی تحریریں پسند کرتی ہیں، بہنوں کی محفل اور پاکیزہ ڈائری بھی ان کو پسند ہے۔

صبا نور، لیہ..... ہماری صبا شاعرہ بھی ہیں اور تبصرہ نگار بھی..... عرصے پہلے ان سے ڈیلنگ ہوئی تھی اور انہوں نے ہماری بات مان کر پڑھائی کا سلسلہ بھی کرلیا ہے۔ ماشاء اللہ پاکیزہ سارا کا سارا پسند ہے۔ ہم سے بہت محبت کرتی ہیں۔ دن میں دو چار آئی لو یو آپی کے میسجز تو ضرور آجاتے ہیں۔ رضوانہ پرنس، ناہید سلطانہ اختر، عظمیٰ آفاق، ذکیہ بلگرامی بہت پسند ہیں۔

مسز نگہت غفار، کراچی..... خوب صورت رائٹنگ کے ساتھ ایک اچھی تبصرہ نگار ہیں، ہر چیز میں مثبت پہلو تلاش کرلیتی ہیں۔ ان کے ہر تبصرے میں ہر بیمار کے لیے اس کے نام کے ساتھ دعائیں ضرور شامل ہوتی ہیں۔ بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیار کرنے والی خاتون ہیں، ان کا نام تو دعا ہونا چاہیے تھا۔ ہاں اس کے ساتھ وہ ایک اچھی کہانی نگار بھی ہیں۔ سب رائٹرز ان کے پسندیدہ ہیں، بہترین شاعری اور مراسلات بھیجتی ہیں......

فیروزہ بیگم، کراچی...... بہت سینئر تبصرہ نگار ہیں، چند ماہ سے غائب ہیں...... بہت باریک بینی سے تبصرہ بھیجتی ہیں...... اسلامی تحریریں زیادہ پسند کرتی ہیں، مفتی اعظم پاکستان حافظ تقی عثمانی کی کئی کتب انہوں نے ہمیں گفٹ کیں...... جن کی مدد سے ہم نے بہت سے روحانی مشورے بھی دیے...... ہماری بہت پیاری دوست بھی ہیں...... ہمارے اور ادارۂ پاکیزہ کے ہر رکن کے لیے دعا گو رہتی ہیں...... ان کی پسندیدہ رائٹرز ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی اور اختر شجاعت ہیں۔

نیلوفر خان، بہارہ کہو...... یہ اگرچہ تبصرہ نگار نئی ہیں مگر پاکیزہ قاری بے حد پرانی ہیں اور اب ان کی بچیاں بھی باقاعدگی سے مراسلات اور شاعری و کھانوں کی تراکیب بھیجا کرتی ہیں...... پاکیزہ کے تمام سلسلے پسند ہیں خصوصاً جب تقریبات کی کوریج ہوتی ہے تو بہت خوش ہوتی ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بے حد پُرخلوص، بے حد پیاری تبصرہ نگاران ہیں اب جن کے نام رہ گئے تو پیشگی معذرت......

☆ اور اب آئیں دعاؤں کے پھولوں کی چادریں لے کر اپنی جدا ہونے والی بہت پیاری مصنفات اور شاعرات کو خراجِ تحسین پیش کریں۔

یہ ادارۂ پاکیزہ کی برسوں سے روایت ہے کہ اپنے قلمکاروں کو کسی لمحے نہ بھولا جائے اور نہ ہی بھلانے دیا جائے...... اسی لیے آپ صرف ایک بار سورۂ فاتحہ اور صرف تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر ان کی مغفرت کے لیے ضرور دعا کریں...... یہ ان کا ہم پر حق بھی ہے کہ بے شک وہ اب ہم میں نہیں ہیں مگر اپنی تحریروں میں وہ ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ (ابھی پڑھ لیں)

☆ رضیہ بٹ، خالدہ اسد، نسیم السحر قریشی، فاطمہ شہناز مرتضیٰ، عظمت عزمی، ایم سلطانہ فخر، شازیہ چوہدری، بلقیس ظفر، ایم کے صوفیہ، مسز طلعت حسین، چاندنی عمران، ظفرانہ عباس، عظمیٰ ناظمہ طالب، شگفتہ کنول، پروین شاکر، لبنیٰ عروج، وحیدہ نسیم، تحسین فاطمہ ترمذی، گوہر سلطانہ عظمیٰ، اطروبہ نایاب، عطیہ بانو، فرزانہ سلیم، فرحانہ ناز ملک۔

اس خصوصی شمارے میں، میں تہ دل سے اپنے معاونین کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ جن کی معاونت میں محنت کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ جن میں نزہت اصغر نے اس سال بھی بے حد مستعدی سے کام کیا اور اس سال بھی ان کے کیے گئے انٹرویوز ہمارے قارئین نے بے حد پسند کیے...... اور وہ بہت جلد مزید نئے سلسلے بھی شروع کرنے والی ہیں۔ جن کے بارے میں آپ کو بعد میں بتایا جائے گا...... اسی طرح آمنہ حماد بھی ہماری بے حد محنتی لڑکی ہے جو کم سخن ہے مگر کام زیادہ کرتی ہے۔ میں جناب شہزاد صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جو تمام رسائل اور جرائد باقاعدگی سے مجھے بھیجا کرتے ہیں اور آفس کے معاملات میں میری مدد کرتے ہیں اور شکریہ میں حمید صاحب کا بھی ادا کروں گی جو آفس سے روزانہ میٹر لے کر میرے گھر آتے ہیں اور مجھ سے لے کر باحفاظت آفس تک پہنچاتے ہیں۔

☆☆☆

آئیے اب سرگرمیوں پر ایک نظر ڈالنے سے پہلے صرف ایک بار درودِ ابراہیمی پڑھتے ہیں جو ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد صرف تین بار آیتِ کریمہ پڑھ کر اپنے لیے، اپنے ملک کے لیے اور عالمِ اسلام کی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے ضرور دعا مانگیں۔

مصنفات، شاعرات اور قارئینِ پاکیزہ بہنوں کی تازہ بہ تازہ سرگرمیاں

☆ میرا چھوٹا بیٹا عمیر آسٹریلیا سے کراچی آیا ہوا تھا...... اور اسی ہفتے وہ واپس گیا ہے۔ (اللہ اسے ہمیشہ خیر و عافیت سے رکھے، آمین)

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆ مصنفہ سیما مناف آئندہ ماہ اپنے بچوں کے پاس شکاگو جانے والی ہیں، قارئینِ پاکیزہ جو امریکا کے شہر شکاگو میں مقیم ہیں اور وہ اپنی رائٹر سے ٹیلی فونک رابطہ بھی چاہتی ہوں تو آپ اپنے نمبر ہمیں بھیج دیجیے......ہم سیما مناف کو دے دیں گے۔ (انشاءاللہ)

☆ مصنفہ رعنا کوثر ان دنوں نیویارک سے کراچی آئی ہوئی ہیں۔ (خوش آمدید)

☆ پاکیزہ کی تبصرہ نگار اور شاعرہ گلشاد نذیر، کوہ مری اب راول پنڈی شفٹ ہونے والی ہیں۔ (ماشاءاللہ)

☆ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار اور شاعرہ شمسہ الماس نے اپنا نام تبدیل کرلیا ہے۔ اب وہ شائستہ چوہدری کے نام سے لکھا کریں گی۔ (ماشاءاللہ)

☆ ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کا نعتیہ کلام کتابی صورت میں شائع ہوگیا ہے۔ اس خوب صورت کتاب کا نام نور کی شمع ہے۔ جس کا انتساب سید صبیح رحمانی کے نام ہے۔ کتاب میں موجود حمدیہ اور نعتیہ کلام کس طرح آپ کے دل کو چھولے گا یہ آپ کو پڑھنے کے بعد پتا چلے گا۔ عام فہم میں لکھی گئی نظمیں بھی بے حد جذب کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ کتاب کی قیمت بے حد کم ہے یعنی صرف دو سو روپے، کتاب منگوانے کا پتا یہ ہے القریش پبلی کیشنز، سرکلر روڈ، چوک اردو بازار، لاہور......

☆ مصنفہ عظمیٰ آفاق سعید کا پُرمزاح سفرنامہ ذرا سا گھوم لوں میں کتابی شکل میں شائع ہوگیا ہے۔ جس کی قیمت صرف تین سو روپے ہے۔ کتاب گھر بیٹھے منگوانے کے لیے آپ محمد علی قریشی کو لاہور فون کرسکتی ہیں۔ (042.37652546-042-37668958) اگر آپ کو اپنی باجی انجم انصار کی کوئی بھی کتاب، ناول، افسانے یا طنز و مزاح کی چاہیے تو آپ صرف محمد علی قریشی کو فون کردیں۔ وہ آپ کو بذریعہ وی پی کتاب آپ کے بتائے ہوئے ایڈریس پر ارسال کردیں گے......فون نمبر اسی صفحے پر موجود ہیں۔

☆ گورنمنٹ گرلز کالج اوکاڑہ میں یومِ خواتین کے موقع پر ایک تقریب میں ممتاز ناول و افسانہ نگار غزالہ جلیل راؤ کو اوکاڑہ کی ڈی سی اور محترمہ صائمہ احمد نے پنجاب گورنمنٹ کی جانب سے بہترین شاعرہ، افسانہ نگار، ناولٹ کا ایوارڈ دیا گیا۔ (مبارکاں)

☆ مصنفہ رفاقت جاوید گزشتہ دنوں کراچی کے مختصر دورے پر آئیں جہاں حیدر آباد کے نزدیک نئے بننے والے راشد آباد شہر کا بھی وزٹ کیا اور کراچی میں اپنی دوستوں کے اعزاز میں پُرتکلف ضیافت کا بھی اہتمام کیا۔ رفاقت جاوید کے حوالے سے دوسری خبر یہ ہے کہ پاکیزہ میں چھپنے والے ان کے سلسلے وار ناول رنگِ خلش نے بیسٹ فکشن ایوارڈ عکسِ خوشبو بھی حاصل کیا ہے۔ قارئین اس تقریب کا احوال مع تصاویر انشاءاللہ آپ سالگرہ نمبر دو میں پڑھ سکیں گے۔

سالگرہ مبارک ہو......

☆ رفاقت جاوید، فرحین اظفر، مصباح رضا سعید، شمیم ناز صدیقی، تسنیم اسلم، تابندہ جبیں، عروسہ عالم، شازیہ جمال الدین، ہما بیگ، صبا سجاد، ثروت سجاد رضوی، حنا علی، نگہت آصف۔

دعائے صحت کے لیے التماس ہے

☆ پاکیزہ کی مستقل قاری مسز تسنیم، حیدر آباد کا جوان بیٹا نفسیاتی مریض ہے اور ان دنوں شدید بیمار بھی ہے۔
☆ ڈاکٹر ممتاز ضیا بفضلِ خدا اسپتال سے گھر منتقل ہوگئی ہیں مگر انہیں ابھی آپ کی دعاؤں کی شدید ضرورت ہے۔
☆ ہماری مستقل تبصرہ نگار ذکیہ ایوب، کراچی کی آنکھوں میں جلد روشنی آجائے۔
☆ پاکیزہ کی مستقل قاری شہلا ظفر، کراچی بسترِ علالت پر ہیں۔
☆ ہم سب کی لاڈلی امینہ عندلیب، سلانوالی بہت بیمار ہیں۔
☆ پاکیزہ کی قاری ستارہ شیخ، سندھ علیل ہیں۔
☆ پاکیزہ کی ہردلعزیز سروے نگار شائستہ زریں کی والدہ کے لیے دعائے صحت کی درخواست۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆ مصنفہ فریدہ اشفاق کی آنکھوں کی روشنی کے لیے خصوصی دعا۔
☆ پاکیزہ کی قاری مسز وسیم، کراچی الرجی کا شکار ہیں۔

انتقالِ پُرملال

☆ پاکیزہ کی مستقل قاری عصمت، اوکاڑہ کی پیاری سہیلی شمیم طارق، فیصل آباد میں انتقال کر گئیں۔
☆ اس ماہ میرے والد جناب انصار حسین صدیقی اور میری والدہ امتل نفیس کی برسی ہے۔
☆ پاکیزہ کی تبصرہ نگار رخسانہ ناصر، کراچی کی بڑی بہن انتقال کر گئیں۔
☆ اس ماہ پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار اور شاعرہ ناہید بنتِ نور، واہ سینٹ ورکس کے بھائی کی برسی ہے۔
نوٹ: تمام مرحومین کے بلندیِ درجات کے لیے دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

☆☆☆

عالیہ حرا، کراچی سے۔ ''ذکیہ بلگرامی ایک عہد ساز شخصیت، ایک نام، اک داستان اور ان کی ایمان افروز تحریریں خدا کرے زورِ قلم اور زیادہ..... تحریر پُرنور کا یہ نیا سلسلہ بہت خوب صورت اور معلومات کا ذخیرہ ہے اور ایسی معلومات جو الہامی کتاب کے حوالے سے ہر مسلمان کو جاننا بہت ضروری ہے۔ گم شدہ محبت..... رشتوں کے تانے بانے میں الجھی..... اِک الگ راہ پر گامزن ہے۔ میری دوستوں کو بہت اچھی لگی ہے، انجم آپی آپ کی تحریر۔ رفعت سراج کا تو نام ہی کافی ہے۔ امرت، شیریں حیدر..... خانہ جنگی کا شکار، رشتوں کے الجھاؤ اور لہجوں کے سبھاؤ کے ساتھ ایک ایسی داستان جو شیریں کے قلم کا خاصہ ہے، اچھی تحریر ہے۔ رضوانہ پرنس ہم سب آپ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں، اللہ آپ کو صبر، ہمت اور حوصلہ دے، آمین۔ قانتہ رابعہ لفظوں سے دل میں گھر کرتی ہیں۔ باقی سب رائٹرز بہت اچھا لکھ رہی ہیں، سب کو پڑھتی ہوں اور ہاں..... اِک عرصے بعد اپنی پسندیدہ نیوز کا سٹرمہ صفدر کا انٹرویو پڑھ کر بے حد اچھا لگا۔ چہرے کی تابندگی اور رونق برقرار ہے۔ یہ شادابی صرف ہم سفر کے اعتبار، اعتماد اور محبت سے آتی ہے۔'' (ہاں، یہ تو ہے)

امینہ عندلیب، سلانوالی سے۔ ''چاند جیسی محترم شخصیات باجی عذرا رسول، باجی انجم انصار، عظمیٰ آفاق سعید، شائستہ زریں، صغریٰ زیدی، نزہت اصغر، آنٹی ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی، باجی اختر شجاعت، پاکیزہ ادارے کے تمام معزز ممبران خوشبو جیسی شاعرات، میری سہیلی نوشین ساجد شاعرہ ستاروں جیسی مصنفات، پھولوں جیسی تبصرہ نگار قارئین کو بہت، بہت مبارک پیش کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو سلامت اور خوش رکھے، آمین۔ کامیابیوں میں سب کی محنت، بے لوث محبت اور خلوص شامل ہے۔ تعریف کے لیے الفاظ کم پڑتے ہیں۔ معیاری تحریریں، سلسلے وار ناول ہماری مصنفات کی شخصیت کو اجاگر کرتے ہیں..... سب انچارج اپنے عہدوں پر انتہائی محنت، لگن سے اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ ہر کہانی میں ایک اچھا پہلو نظر آتا ہے۔ تحریروں، اشعار کے علاوہ اس پاکیزہ ''مائی سوسویٹ'' سے بہت کچھ سیکھا۔ احاطہ کرنا مشکل ہے، ہم سب نے اچھی باتیں سیکھیں اور یہ سارا کریڈٹ باجی انجم انصار کو جاتا ہے۔ کہانیوں، تحریروں کے علاوہ ہم سب کو محبت، پیار، اچھے اخلاق کا سبق سکھایا۔ ہم سب اس امن کے پرچم کے سائے میں پُرسکون، خوش ہیں۔ کسی کو ذرا سی تکلیف ہو تو سب تڑپ اٹھتی ہیں۔ دعاؤں کے پھول نچھاور کرتی ہیں۔ حالات کے مطابق سب کو اچھا مشورہ دیتی ہیں۔ آج ہی میں نے پلٹ کر دیکھا ماضی میں جھانکا تو نمبر 1990ء میں مختصر سا خط لکھا تھا۔ اس کا جواب گو کہ مختصر سا تھا لیکن اتنی محبت، خلوص کے ساتھ اس گھر میں بیٹھنے کی اجازت دی۔ باجی انجم انصار نے ''امینہ عندلیب سلانوالی، گڑیا خوش آمدید..... پاکیزہ شمارے کے لیے آئندہ اچھی، اچھی تحریریں ارسال کرنا تبصرے کے ساتھ.....'' 27 سال بیت گئے۔ ان دو لائن میں ایسی محبت تلاش کی، دھیرے، دھیرے اس گھر کے مکینوں سے پیار بھرا اٹوٹ رشتہ جڑ گیا۔ اور سب کے دل میں جگہ بن گئی۔ بہت کچھ سیکھا اور سیکھنے کا عمل تو مرتے دم تک جاری رہتا ہے۔ سب کو محبت کی نظر سے دیکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو سلامت خوش رکھے، صحت، زندگی کے ساتھ خوشیوں بھرا وقت یونہی گزرے..... بہنوں کی محفل تو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں ہم سب محبت پیار کے ساتھ اس گھر میں رہتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہیں۔تعریف، تنقید، مزاح، روٹھنا، منانا ناراضی بھی ہوتی ہے وہ بہت جلد دور ہو جاتی ہے۔ ہماری چھاؤں باجی انجم انصار سیکنڈوں میں صلح کروا دیتی ہیں۔ دنیا کے کونے، کونے میں مقیم بہنوں سے رابطہ، خیریت، لمحے، لمحے کی خبر سے آگاہی ہوتی ہے۔ سب ایک دوسرے کے دکھ پر تڑپ اٹھتی ہیں خوشیوں میں خوش..... کتنا حوصلہ دیتی ہیں آپ سب اور محبتوں کا جواب محبتوں سے دیا جاتا ہے۔ میں آپ سب کے لیے بہت دعا کرتی ہوں۔ اللہ میری ان پیاری بہنوں کو سلامت رکھنا۔'' (آپ بہنوں کا تو شکریہ ادا کیا ہی نہیں جا سکتا..... جو وہ بے لوث محبت کے ساتھ ہماری باتوں پر ٹرسٹ بھی کرتی ہیں اور اللہ آپ سب کو خوش رکھے، آمین)

مسز الیاس، لاہور سے۔ ''پہلی مرتبہ رابطہ کر رہی ہوں اور اس کی وجہ صرف مارچ کے پاکیزہ کا اداریہ ہے۔ آپ نے کتنی سچی بات لکھی ہے لوگ دوسروں کے معاملات میں کتنی دلچسپی رکھتے ہیں..... خاص طور پر سسرال کے لوگ اپنی بہوؤں کے پیچھے ہی پڑے رہتے ہیں، کیا کر رہی ہو..... کپڑے کیوں دھو رہی ہو..... کل بھی تو دھوئے..... یہ کپڑے دھونے کا ٹائم ہے اور اگر بہو کے منہ سے غلطی سے یہ نکل جائے کہ آپ کے بیٹے کے پاس بنیان کم ہیں ماں وہ دھو رہی تھی تو بیٹے کے آتے ہی اس سے پوچھ گچھ علیحدہ ہوتی ہے..... آپ نے اس قدر خوب صورتی سے توجہ دلائی ہے کہ میرے منہ سے بے اختیار واہ نکلا ہے۔'' (پھر تو آپ ہر ماہ رائے دیا کریں)

ثمینہ کوکب، جہلم۔ آپ کی نعت مل گئی ہے شائع ہو جائے گی۔

گل تحسین، کراچی سے۔ ''سب سے پہلے تو سالگرہ کی دلی مبارک باد..... میں عرصہ تیس سال سے پاکیزہ کی قاری ہوں، مجھے پاکیزہ بے حد اچھا لگتا ہے۔ اس میں شامل تمام سلسلے پسند ہیں۔ میں بھی کبھی اخبار وغیرہ میں لکھا کرتی تھی۔ کیا میں پاکیزہ کے لیے بھی کچھ بھجوا سکتی ہوں مگر کیا، کیا..... اب پاکیزہ اتنی دیر سے کیوں ملتا ہے۔ اب اپریل کا کب آئے گا۔ سالگرہ نمبر کا انتظار ہے اور دوسری بات کہ آپ نے دلکش رسالہ کیوں بند کر دیا۔'' (بس کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر..... پسندیدگی کا شکریہ آپ کہانیوں کے علاوہ اشعار، کھانوں کی تراکیب، اقوال، لطائف، اپنا اور علاقے کا تعارف بھی بھیج سکتی ہیں۔ پاکیزہ کی تاریخ تھوڑی آگے بڑھا دی گئی ہے اب ہر مہینے کی تیس تاریخ کو اگلے ماہ کا پرچہ مل جایا کرے گا)

نسیم کوثر، کراچی سے۔ ''سال نو کا پاکیزہ منفرد اور دلکش تحریروں سے سجا ایک خوب صورت گلدستے کے مانند محسوس ہوا۔ یہ عشق ہے جاناں نفیسہ سعید کا ناول مکمل عشق و محبت سے بھرپور کہانی تھی۔ مگر بالکل مصنوعی یا آرٹیفشل سی لگ رہی تھی۔ چلو پھر سے مسکرائیں، بشریٰ سیال نے ماشاء اللہ بہت اچھا لکھا ہے ہمیں بہت پسند آیا لیکن بے حد معذرت کے ساتھ بنت سحر نے اپنے ناول صورِ محبت میں بالکل متاثر نہیں کیا..... یہ کہاں بچیں کہ دل ہے، رفعت سراج بہت اچھا جا رہی ہیں بلکہ ہوش اڑا رہی ہیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ..... شیریں حیدر کے امرت کے بارے میں دوسری قسط کے بعد تبصرہ کریں گے۔ ہم کو عبث بدنام کیا، سیمار ضا روا بہت محنت سے لکھ رہی ہیں مگر اس ناول کو بلاوجہ طول نہ دیں اور جلد ہی خوشگوار اینڈ کر دیں۔ من جانا زم میں اس دفعہ بالکل دل نہیں لگا..... البتہ افسانوں میں رضوانہ پرنس کا کہہ رہی ہے زندگی بہت خوب صورت تھی دل سے پسند آئی۔ اُمِ ایمان نے فرق بھی نہایت شاندار لکھا ہے۔ ان کی کہانی آج کل کے بالکل حسب حال تھی۔ سفینہ یاسمین کا افسانہ میں وہ نہیں ہوں بڑا زبردست، دلچسپ تھا پڑھ کر بہت مزہ آیا مگر اس افسانے کا ٹائٹل بالکل ٹھیک نہیں تھا۔ بھاگ کر کورٹ میرج کرنا اور دھوکا دے کر شادی کرنا بہت بری بات..... جلترنگ پڑھ کر تو دل باغ، باغ ہو جاتا ہے لگتا ہے جلترنگ ٹینشن فری دوا ہے اور خاص کر کچھ کہنا ہے میں آپ نے اتنا عمدہ لکھا ہے کہ دل میں گھر کر گیا ہے۔'' (تبصرے کا شکریہ، گڑیا تم ایک طویل عرصے بعد آئی ہو، اب غائب مت ہو جانا)

منور بیگم، لاہور سے۔ ''آپ سب کو پاکیزہ کی سالگرہ کی بے حد مبارک باد..... مارچ کے شمارے میں مصباح نوشین، پروین عذرا، سحر ساجد کی تحریریں خصوصی طور پر پسند آئیں۔ شیریں حیدر کا ناول اچھا لگ رہا ہے۔ آپ بھی اچھا لکھ رہی ہیں رفعت سراج کی تو میں فین ہوں۔ انجم باجی آپ عرصہ دراز سے پاکیزہ کی ایڈیٹر ہیں، آپ کی نظر میں کون سی ادیبہ بہت سی خوبیوں کی حامل ہیں۔'' (منور آپ نے نہ صرف بے حد مشکل سوال پوچھا ہے بلکہ بے حد نازک سوال بھی..... میری تمام

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رائٹرز ہی ماشاء اللہ خوبیوں سے مزین ہیں۔ مگر رفعت سراج شاید خاص الخاص ہیں، وہ اچھی ڈائجسٹ رائٹر ہیں۔ ڈراما بھی اچھا لکھتی ہیں، بولنا بھی خوب جانتی ہیں، غزلیں بھی خوب گاتی ہیں..... اور اس کے ساتھ ان کی یادداشت بھی غضب کی ہے..... انہیں معلوم ہوگا کہ 1990ء کی کون سی تقریب میں، میں نے ان سے ان کے بالوں اور فاطمہ زہرا کی آنکھوں کے بارے میں کیا کہا تھا..... وہ من وعن بیان کرسکتی ہیں۔ اسی طرح وہ ہر ایک کی تحریر کے بارے میں ایسی رائے دیتی ہیں کہ معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ باقاعدگی سے مطالعے کی بھی عادی ہیں)

بھ منور، ڈیرہ غازی خان سے۔ ''میرا بہت، بہت سلام ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کو پہنچا دیا جائے۔ اور میں ان کی بہت فین ہوں.....'' (ذکیہ بلگرامی دعا کہہ رہی ہیں)

حدیث اختر، حاصل پور سے۔ ''مطالعے کا شوق اپنے والد کی وجہ سے مجھ میں آیا ہے اور اب تو میری آنٹ سالہ نواسی بھی پاکیزہ پڑھتی ہے۔ مجھے آپ کا ناول بھی بہت پسند آیا ہے۔ اور اس میں لڑکیوں کے لیے بڑا اچھا سبق ہے۔ جلترنگ تو ہم سب کا پسندیدہ ہے۔'' (شکریہ)

بھ آسیہ عامر، کراچی سے۔ ''پاکیزہ میں اپنی رائے دیکھ کر خوشی ہوئی۔ بزم پاکیزہ مستقل سلسلوں میں اس مرتبہ بازی لے گیا۔ اس سلسلے میں مزاح بھی ہے سادگی بھی ہے اور اپنائیت بھی..... دوسروں کے دل کی بات آپ کہہ دیتی ہیں کہ مجھے بھی اتوار کا دورانیہ دو دن کا چاہیے..... بہنوں کی محفل پڑھ کر مزہ آتا ہے۔'' (اور اب مزہ اس وجہ سے بھی زیادہ آرہا ہے کہ اب آپ کی بھی تو شرکت ہورہی ہے)

بھ ثمینہ وحید، پنجاب سے۔ ''مارچ کا شمارہ پڑھ کر بے اختیار منہ سے واہ نکلا..... آج آپ سے ایک پرسنل سی بات پوچھنی ہے کہ کبھی آپ کو اپنی کوئی بات غلط لگی یا نہیں.....'' (بیٹا کیسی باتیں کرتی ہو..... تمہیں تو یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ مجھے کبھی اپنی کوئی بات صحیح لگی؟ انسان غلطیوں کا پتلا ہے۔ بے شمار غلطیاں ہوتی ہیں اللہ ہم کو معاف کرے کہ اس کی رحمت بہت بڑی ہے۔ تازہ ترین غلطیاں، ذکیہ ایوب کی طبیعت خراب تھی وہ اسپتال میں ایڈمٹ تھیں اور میں نے ان سے یہ کہا بھی تھا کہ میں انہیں دیکھنے آؤں گی مگر میں نہیں جاسکی۔ وجوہات بے شمار ہیں مگر انہوں نے جس طرح میرا انتظار کیا اور اپنے بچوں کے سامنے سبکی محسوس ہوئی اس کے لیے تو ذکیہ میں آپ سے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر معافی ہی مانگ سکتی ہوں۔ اسی طرح میں ڈاکٹر ممتاز ضیا کی عیادت کرنے بھی نہیں جاسکی آپ سے بھی معذرت خواہ ہوں)

بھ نسرین ناز، کوئٹہ سے۔ ''بہت عرصے بعد خط لکھ رہی ہوں آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ پہلے شوخ و چنچل خطوط بھی شائع ہوا کرتے تھے۔ آپ کو سب سے اچھے خطوط کس کے لگتے ہیں۔'' (پیاری نسرین میں پاکیزہ میں 1988ء سے لکھ رہی ہوں۔ دونسلوں سے رابطے میں رہی ہوں مگر سب سے اچھے اور سب سے دلچسپ خطوط صائمہ اکرم اور فائزہ افتخار چندا کے رہے ہیں۔ ان سے زیادہ پُرمزاح تبصرے کسی نے نہیں کیے)

بھ رخسانہ ناصر، کراچی سے۔ ''اس مرتبہ تو آپ نے عشق نمبر نکال دیا ہے اور گم شدہ محبت میں تو بیچاری صبا پر ترس آرہا ہے، بیچاری تو گھر کی رہی نہ گھاٹ کی سمجھ نہیں آرہی کہ عامر اور ندیم خان میں سے کون صحیح ہے کون غلط..... فاطمہ کی ذیشان کی عذرا جی اور آپ سب کی تصویریں دیکھیں مزہ آگیا، عظمیٰ کی کمی محسوس ہوئی۔ ہما کی نادانی بھی سبق آموز تھی۔ ذکیہ بلگرامی صاحبہ کا نیا سلسلہ دل کو چھو گیا اللہ ان کو اجر عطا فرمائے اور صحت وتندرستی عطا کرے۔ انجم مجھے بہنوں کی محفل میں بیٹھ کر بہت سکون میسر آتا ہے۔ میں نے آپ سے اجازت لے کر اپنے عمرے پر جانے کا احوال لکھا ہے پلیز ضرور اپنے حساب سے نوک پلک سنوار کر شائع کردیجیے گا۔ عذرا جی کے انٹرویو کا انتظار ہے۔'' (جی ضرور، ان کو راضی کرنا کوئی آسان کام ہے بھلا.....)

بھ رضوانہ فریدی، راول پنڈی سے۔ ''میں اپنے خطوط کی وجہ سے بہت دکھی اور غمگین ہوں لیکن آپ سے بات کرکے دل کو تسلی ہوتی ہے۔ پاکیزہ بیس سالوں سے پڑھ رہی ہوں، پاکیزہ ایک دینی رسالہ بھی ہے جس میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دین سے معلومات رکھنے والی بہنیں مقدس مقامات کا دیدار بھی کراتی ہیں۔ میں افسانوں سے زیادہ آپ کی باتیں، جلترنگ، ڈائری اور سرگرمیاں بڑے شوق سے پڑھتی ہوں سب کے بارے میں ہمیں معلومات ہو جاتی ہیں۔ ہر سلسلہ پاکیزہ میں موجود ہے قاری بہنوں کے خطوط بہت دلچسپ ہوتے ہیں جنہیں پڑھ کر میں بھی خط لکھنے کی کوشش کر رہی ہوں لفظ پاکیزہ بہنیں، بہت خوب صورت لگتا ہے جو رسالے کے ساتھ بہنوں کی شان میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ پاکیزہ میں دینی باتیں اتنی مکمل ہوتی ہیں کہ تبصرہ سمٹ کر رہ جاتا ہے۔ اور کہانیوں پر تبصرہ کرنے کے لیے کافی جگہ مل جاتی ہے۔ آپ تمام لکھنے والوں کی خوبیوں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ کی وجہ سے ڈاک والوں کا نظام بھی چل رہا ہے، ہمارے رسالے صدقۂ جاریہ کا کام بھی کرتے ہیں۔ سسپنس، جاسوسی اور سرگزشت کی کہانیوں میں کھو جانے کے بعد جب پاکیزہ کھولتے ہیں تو لگتا ہے کہ اپنے گھر اپنی بہنوں کے پاس آ گئے ہیں جو بہن، بھائی بیمار ہیں ربِ کائنات انہیں صحت دے اور ادارہ چلانے والوں کو سلامت رکھے۔" یہ قلم یہ کتابیں یہ رسالے اپنے غموں کو بھلانے کے لیے کافی ہیں۔" (پیاری بہن رضوانہ اس محفل میں خوش آمدید، مجھے خوشی ہوگی کہ تم آئندہ تبصرے میں ہمارے ہاں شائع ہونے والی تمام تحریروں کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کرو...... دیکھو تمہارا شعر بھی شامل کر رہے ہیں)

✍ زریں زبیر کوٹھاری، کراچی سے۔ "اس ماہ کا پاکیزہ "پُر بہار" نمبر کہا جائے تو غلط نہ ہوگا اداریہ ہمیشہ کی طرح بے حد سبق آموز تھا۔ ہر دفعہ ایک با معنی تحریر جو ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور کر دے یہ انجم باجی ہی کا کمال ہے۔ گم شدہ محبت، انجم انصار کی نوکِ قلم کا وہ شاہکار ہے جو میرا خیال ہے ضرور ڈرامائی صورت میں ناظرین تک پہنچنا چاہیے۔ شیریں حیدر کا امرت وہ ناول ہے جس کی اگلی قسط کا ہم کو بے چینی سے انتظار رہتا ہے، ویل ڈن شیریں۔ افسانوں میں عقیلہ حق کا افسانہ احسان گو طویل تھا مگر بہترین تھا سارا احمد کا افسانہ سہارا اور ہالہ احمد کا بات ذرا سی ہے بے حد پسند آیا۔ (شکریہ) امید ہے ڈاکٹر ممتاز ضیا اور امینہ عندلیب کی طبیعت بہتر ہوگی۔" (ہاں اب ممتاز ضیا پہلے سے بہت بہتر ہیں)

✍ سیدہ عروج فاطمہ، ملتان سے۔ "میں پاکیزہ کی محفل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں۔ پاکیزہ اپنے نام کی طرح پاکیزہ ہے۔ لڑکیوں کے لیے بہترین پلیٹ فارم ہے اور جب مجھے معلوم ہوا کہ مدیرہ انجم انصار آپی ہیں تب میرے دل میں ادارے کے لیے مزید احترام نے اپنی جگہ بنالی۔ انجم انصار آپی ادبی دنیا کا اہم ستون ہیں۔ میری تعلیمی قابلیت ایم ایس سی سوشیالوجی اور بی ایڈ ہے۔ میں پاکیزہ میں لکھنا چاہتی ہوں۔ افسانے اور آرٹیکل بھی شائع ہوتے ہیں۔ ایک بات کا ذکر کرنا چاہوں گی کہ پاکیزہ ڈائجسٹ کا سلسلہ روحانی مشورے، مجھے بے حد پسند آیا ہے۔" (گڑیا اس محفل میں خوش آمدید...... آپ اپنے مراسلات ہر ماہ ارسال کیجیے آپ کی حوصلہ افزائی ضرور ہوگی)

✍ پروین افضل شاہین، بہاول نگر سے۔ "اداریہ پرائیویسی پر تھا اور واقعی ہمیں ایک دوسرے کے معاملے میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے...... یہ پڑھ کر بہت خوش ہوئی کہ ہماری ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن پاک کو مسجد نبوی میں رکھا گیا ہے۔ یہ ہمارے لیے پاکیزہ کے لیے اور ڈاکٹر صاحبہ کے لیے اعزاز ہے۔ انشاء اللہ ہم جب بھی حج یا عمرہ کرنے وہاں گئے تو زیارت ضرور کریں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری نند فریدہ جاوید فری اور امینہ عندلیب کو شہلا ظفر کو تندرستی عطا فرمائے، آمین...... ساجدہ ظفر بہن! بزرگوں سے گھر میں برکت ہوتی ہے آپ کی ساس کے انتقال کے بعد آپ کو ہی گھر سنبھالنا ہے۔ بزم پاکیزہ کا سلسلہ بہترین ہے اسے جاری رہنا چاہیے میری نند فری کو بیٹے کی شادی کی دلی مبارک باد قبول ہو...... کوثر خالد، آپ کی کتاب حوضِ کوثر مجھے مل چکی ہے۔ آپ سے فون پر بات کر کے بہت اچھا لگا۔ ہماری دعا ہے کہ پاکیزہ اور عروج حاصل کرے، آمین۔" (آپ کے پیغامات پہنچائے جا رہے ہیں)

✍ جینا، کراچی سے۔ "جنوری کا رسالہ پڑھا بہت اچھا لگا میرے خط کو جگہ اور جواب کا بے حد شکریہ...... آپی

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded From Paksociety.com

میرے ایک سوال کا جواب دے کر میری اور میرے جیسی نئی لکھنے والی بہنوں کی تسلی کر دیں اور وہ یہ کہ ہم اپنی تحریریں بھیج کر کتنا عرصہ اپنی باری کا یا پھر ان تحریروں کے قابلِ اشاعت ہونے کا انتظار کیا کریں۔ (کم از کم تین ماہ تو لازمی) باتیں بہار و خزاں کی اچھا لگا، پاکیزہ ڈائری اور بزم پاکیزہ بھی بے حد پسند آئے۔ خوش ذائقہ چٹ پٹا لگا۔ ناولٹ ابھی باقی ہیں۔ افسانوں میں، میرے دکھ عجیب سے اور اپنی فیورٹ رائٹر کا بریتت بہت حساس موضوع پر تھے اچھے لگے۔ میں وہ نہیں ہوں میں ثمرہ کو شادی کے دس سالوں میں کہیں نہیں لگا کہ اس کے ٹیلی فونک دوست اور شوہر میں کچھ فرق ہے، آواز میں اتنی مماثلت کیسے ہوسکتی ہے۔ بہر حال رضوان صاحب کی منصوبہ بندی پرفیکٹ تھی شادی کی دسویں سالگرہ کے دن سچ بتا کر غلطی ضرور کی۔" (تبصرے کا شکریہ)

ﷺ شہلا نواز، لاہور سے۔ "بہار کی مناسبت سے سرورق پر گلابی پھول جیسا چہرہ دلکش لگا۔ ذکیہ بلگرامی کا اللہ اور اس کا نور واہ واہ سبحان اللہ کیا عمدہ تحریر تھی پڑھ کر قلب روشن ہوگیا۔ عقیلہ حق کی تحریر احسان بھی خاصے کی چیز تھی۔ من جانباز میں دونوں ہیروئنز نفسیاتی مریضہ ہیں، رفعت سراج کے ناول میں پرنس کے گھر ڈنر کا بہت مزہ آیا۔ مجھے رنج ہے یہ برا ہوا ایک دلگداز تحریر تھی دل پر بہت اثر ہوا کیونکہ ہم کافی حساس طبع ہیں۔ بشریٰ سیال کی اگلے جنم مو ہے بٹیا نہ کیجو ایک زبردست تحریر تھی۔ لڑکی کو فائزہ جتنا ہی مضبوط ہونا چاہیے۔ رانگ نمبر اور ہوں بس تمہارا بھی عمدہ تحاریر تھیں مجموعی طور پر پاکیزہ اس بار اے ون تھا بہت مزہ آیا۔ یاد آیا ایک نیوز بہنوں سے شیئر کرنا تھی ہمارے بھتیجے کے گھر ماشاء اللہ پھول کھلنے والا ہے اور ہم دادی بننے والے ہیں وہ بھی کنواری دادی...... ہا...... ہاہا بہنوں ہمارے لیے دعا کرو کہ اس کے آنگن میں پھول کھلنے سے پہلے، پہلے ہمارے سہرے کے پھول کھل جائیں بہنوں پلیز دل سے دعا کریں۔" (سب بہنوں سے دعا کے لیے التماس ہے کہ سب بہنیں پہلے شہلا کی شادی کے لیے دعا مانگیں۔ اس کے بعد اپنا تبصرہ لکھیں)

پاکیزہ کا آئندہ شمارہ سالگرہ نمبر 2 ہوگا...... اس لیے وہ تحریریں جو سالگرہ کے حوالے سے تھیں اور سالگرہ نمبر ایک میں جگہ نہیں پاسکیں وہ سالگرہ نمبر دو میں لگ جائیں گے۔

آئیں اب پہلے درود پاک پڑھتے ہیں اور پھر وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں دعا مانگتے ہیں...... اے میرے بلندیوں پر رہنے والے رب میں تجھ سے بہت راضی ہوں، میرے مالک تو بھی مجھ سے راضی ہوجا...... میرے مہربان خالق میری توبہ قبول کرلے اور مجھ کو معاف کردے...... یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم، یا کریم...... ہمارے اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کے سارے گناہوں کو معاف فرما دے اور ہمارے تمام گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے۔ اے پاک پروردگار موت سے پہلے ہماری مغفرت فرما اور موت کے وقت ہم پر رحم فرما اور موت کے بعد ہمیں عذاب نہ دینا اور قیامت کے روز بغیر حساب کتاب کیے ہمارا نامۂ اعمال ہمارے داہنے ہاتھ میں دینا...... بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے...... ہمیشہ عافیت دینے والی زندگی عطا فرمانا تاکہ ہم تیرے دین کو ساری دنیا میں پہنچا سکیں اور تو ہم سے ہمیشہ، ہمیشہ راضی رہے۔ (آمین، ثم آمین)

یا مجیبُ، یا مجیبُ، یا مجیبُ آخر میں ایک بار پھر درود ابراہیمی پڑھ لیں۔

دعا گو

آپ کی اپنی باجی

انجم انصار

پاکیزہ میں خط لکھنے کا پتا

مدیرہ ماہنامہ پاکیزہ۔ 63.c فیز II ایکسٹینشن، ڈیفنس۔ مین کورنگی روڈ۔ کراچی۔ پوسٹ کوڈ 75500

فون نمبر 021-35804200 , 021-35386783,021-35802552 EXT 107,118

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاکیزہ ڈائری

عظمیٰ آفاق سعید

حمد باری تعالیٰ

خالقِ کائنات ہے مالکِ دوجہاں ہے تو
میری زمیں بھی ہے تو ہی اور میرا آسماں ہے تو
جلوہ نما ہے تیری ذات وہ ہو مکاں کہ لامکاں
تیرا کرم محیط ہے، ہر سو جہاں، جہاں ہے تو
مانگے بغیر دے دیا، ذرّے کو کیا بنا دیا
شکر تیرا ادا کروں، دل میں میرے نہاں ہے تو
بھید تیرا نہ پا سکے عقل و خرد کسی طرح
آنکھ کہے کہاں ہے تو، دل یہ کہے یہاں ہے تو
کُن ہی سے کائنات کو کیا، کیا ثمر عطا کیے
مدح کریں شجر حجر، خالقِ این و آں ہے تو

شاعرہ: ذکیہ غزل
مرسلہ: نجمہ اصغر، کراچی

نعتِ رسولِ مقبولؐ

آخری وقت میں کیا رونقِ دنیا دیکھوں
اب تو بس ایک ہی دُھن ہے کہ مدینہ دیکھوں
میں کہاں ہوں، یہ سمجھ لوں تو اٹھاؤں نظریں
دل ذرا سنبھلے تو میں جانبِ خضرا دیکھوں
جالیاں دیکھوں کہ دیوار و دروبامِ حرم
اپنی معذور نگاہوں سے میں کیا، کیا دیکھوں
میرے مولا میری آنکھیں مجھے واپس کردے
تاکہ اس بار میں جی بھر کے مدینہ دیکھوں
کاش اقبالؔ یوں ہی عمر بسر ہو میری
صبح کعبے میں ہو اور شام کو طیبہ دیکھوں

مرسلہ: امینہ عندلیب، سلانوالی

تمنائے دل

پیارے نبیؐ کے روضے پہ جاؤں
نعتوں، درودوں کے ہار پہناؤں
محبت ہے انؐ سے، عقیدت ہے انؐ سے
یہ جذبات اپنے میں انؐ کو بتاؤں
جو رحمتِ عالم بنایا ہے رب نے
تو کیوں نہ یہ رحمت میں بھی انؐ سے پاؤں
کریں گے شفاعت وہ ہر امتی کی
میں امت میں ہوں انؐ کی جا کے بتاؤں
ہے روشن یہ عالم جو نورِ نبیؐ سے
میں بھی اپنی دنیا کو روشن بناؤں

شاعرہ: عالیہ ضیا، کراچی

عافیت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
عافیت دس باتوں میں ہے پانچ تو دنیا کے لیے مخصوص ہیں اور پانچ آخرت کے لیے وقف ہیں۔
دنیاوی عافیت یہ ہے۔
1۔علم 2۔عبادت 3۔رزق حلال۔
4۔مصیبت پر صبر۔5۔نعمت پر شکر کرنا۔
آخرت کی عافیت یہ ہے۔
1۔ملک الموت کی شفقت و رحمت۔2۔منکر و نکیر نہ ڈرائیں۔3۔بڑی دہشت سے امن۔
4۔برائیاں مٹادی جائیں اور نیکیاں قبول ہوں۔5۔پل صراط پر چمکدار بجلی کی طرح گزر ہو اور جنت میں سلامتی سے داخلہ ہو۔

از: جمنی قندیل، کمالیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ

غور طلب

☆کسی کی آس مت توڑو کہ کل تمہاری کوئی آس ٹوٹ جائے۔
☆کسی کا دل مت توڑو کہ دلوں میں اللہ بستا ہے۔
☆دنیا میں اتنے مگن نہ ہو جاؤ کہ خالق ہی کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھول جاؤ.....

☆ خوشیاں بانٹوں کہ دامن دعاؤں سے بھرا رہے۔

☆ جب تم دیکھو تمہاری وجہ سے کسی کے آنسو بہہ نکلے ہیں اور اس کی آنکھیں ویران ہوگئی ہیں تو جان لو کہ اس ویرانی سے تمہارے دل کی ویرانی کا آغاز ہو چکا ہے۔

☆ کچھ لوگ زندگی میں نگاہ کا سا مقام رکھتے ہیں۔ وہ ساتھ ہوں تو پھر اندھیروں میں بھی راستے مل جاتے ہیں۔

از: ماہ زیب، چونیاں

خوب صورت بات

☆ کوئی طبیب کہتا ہے۔ بڑا گوشت صحت کے لیے مضر ہے تو کوئی کہتا ہے کہ بکرے، مرغی، مچھلی کا.....لیکن.....سب سے زیادہ مُضر اپنے بھائی کا گوشت ہے جو غیبت کر کے کھایا جاتا ہے۔

☆☆☆

☆ آج اگر میری زندگی میں دکھ نہ ہوتے تو میرا خدا کے ساتھ دعا کا رشتہ کیسے بنتا۔

از: مصباح رضا سعید، فیصل آباد

مزدور

جب تک ہے اس دیس کی جنتا محکوم و مجبور
جب تک ظالم ایوانوں میں بیٹھے ہیں مزدور
جب تک خان وڈیرے ہاتی دھرتی کا ناسور
جب تک دھرموں کے رکھوالے حق سے کوسوں دور
جب تک میرے دیس کے گاؤں بستیاں ہیں بے نور
اور بے تقصیر ہیں مرتے سرمد اور منصور
جب تک محنت کے پھل سے محروم میرے مزدور
جب تک ظلم و ناانصافی ملک کا ہے دستور
جب تک میرے ہونٹوں پر ہیں گیت بغاوت کے
جب تک مجھ کو زندانوں میں رہنا بھی منظور.....

شاعر: اظہر منیر.....

انتخاب: پروین افضل شاہین، بہاول نگر

بے لگام

میں تمہاری محبت میں
دیوانہ وار، اندھا دھند
بھاگتی رہی ہوں
نہ تو سمت ملی نہ منزل
نہ تو راستہ ملا، نہ دیوار
سوچتی ہوں
کیا ایسے ہی
بے لگام گھوڑے کی طرح
بھاگتی رہوں گی

شاعرہ: مسز سردار

شادی نامہ

☆ شادی کرنے کے بعد بہت سے جھگڑالو مردوں کی طبیعت جہاں صاف ہو جاتی ہے وہاں بہت سے حضرات مسکرانا بھی بھول جاتے ہیں۔

☆ وہ شادی بہت کامیاب ہوتی ہے جہاں خاوند بہرا اور بیوی اندھی ہونے کا ثبوت دے۔

☆ شادی اگر مرد و زن صرف اس وقت کریں جب وہ ایک دوسرے کے اسیرِ محبت ہو جائیں تو بہت سے لوگ کنوارے ہی مر جائیں۔

☆ شادی شدہ لوگ اگر اپنے آپ کو بے حد خوش ظاہر کریں تو ان کے حلقۂ احباب کے لوگوں کو ان سے جلن ہونے لگتی ہے.....اور اکثر لوگ انہیں پاگل بھی کہنے لگتے ہیں۔

☆ وہ حضرات جو دوسری شادی کرنے کی ہمت رکھتے ہیں، وہ عموماً اپنی بیوی سے دب کر رہتے ہیں شاید یہ سوچ کر کہیں پہلی والی کی طرح یہ بھی نہ چھوڑ جائے۔

از: صبا نور، لیہ

غزل

دل یہ چاہے کہ ہر اک خار گلستاں کر لیں
اپنا ہر لمحہ احساس فروزاں کر لیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خوں حنا گُل کی طرح رنگ بکھیرے جائے
اپنے ہاتھوں پہ وہی رنگ نمایاں کرلیں
کچھ محبت کی صدا دل کے قریں آنے لگی ہے
آؤ ہم بھی تو سنیں دل کو غزل خواں کرلیں
گل کو ہیں زخم بہت خاکِ چمن ہے ہر سو
کیا یہ ممکن ہے کہ ہر کوچہ پُر افشاں کرلیں
کوئی تو زخم بھرے کوئی تو احساس کرے
راہ اب ایسی چلیں درد کا درماں کرلیں
ایسی دلداریِ گل ہو کہ فضا مہک اٹھے
شادمانی کی فضا بہرِ گلستاں کرلیں
ہاتھ میں ہاتھ رہے درد کا احساس رہے
آؤ سب مل کے یہی وقت مہرباں کرلیں

شاعرہ: فریدہ ہاشمی مخفی، کراچی

یادوں کے دریچے

وصی شاہ.....

اسے ہم یاد آتے ہیں فقط فرصت کے لمحوں میں
مگر یہ بات بھی سچ ہے اسے فرصت نہیں ملتی

غالب.....

ہم تسلیم کرتے ہیں، ہمیں فرصت نہیں ملتی
مگر جب یاد کرتے ہیں زمانہ بھول جاتے ہیں

اقبال.....

زمانہ بھول جاتے ہیں تیری ہی دید کی خاطر
خیالوں سے نکلتے ہیں تو صدیاں بیت جاتی ہیں

ساگر.....

صدیاں بیت جاتی ہیں خیالوں سے نکلنے میں
مگر جب یاد آتی ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

سنہرے الفاظ

1۔ یا اللہ، قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور بنادے..... (آمین، یارب العالمین)

2۔ کسی نے درویش سے پوچھا دنیا میں سب دکھی کیوں ہیں؟ درویش نے ہنس کر کہا..... خوشیاں سب کے پاس ہیں، بس ایک کی خوشی دوسرے کا درد بن جاتی ہے۔

3۔ کبھی کبھار حق پر ہونے کے باوجود خاموش رہنا پڑتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ ہم ڈرتے ہیں۔ ہاں اس لیے کہ ہمیں رشتے بحث سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔

از: مہرین ضیا بنگش، کراچی

الجھن

تیرا میرا رشتہ کچھ ایسا الجھا ہے
اس کو سلجھاتے، سلجھاتے
اپنے دل کی پوریں زخمی کر بیٹھا ہوں
رشتہ شاید سلجھ نہ پائے
لیکن اس کو سلجھانے کی دُھن میں جاناں
سارے خواب بھلا بیٹھا ہوں
اپنا آپ گنوا بیٹھا ہو

شاعر: وصی شاہ.....

انتخاب: ناظمہ شاہین اعوان، واہ کینٹ

اب ایسا ہوتا تو نہیں

آج کل کے دور میں جو شخص آپ کے ادھار پیسے واپس کردے..... تو آپ اس کے ہاتھ چومیں، گلے ملیں..... اس کے ساتھ سیلفیاں لیں کیونکہ اب ایسے انسان آنا بند ہو چکے ہیں۔

مرسلہ: نور افشاں، شکار پور

نصیحت

اے شوخ و شریر لڑکی
مت حائل ہو میری راہوں میں
میں تو بہتے ہوئے سمندر کا پانی ہوں
اور تو ایک ٹھہری ہوئی جھیل کا پانی ہے
میری منزل لاپتا ہے
تیری منزل جھیل
مت تلاش کر مجھے
کہیں تیرا وجود کھو نہ جائے

از: ارم کمال، فیصل آباد

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خاموشی

کبھی، کبھی خاموشی بھی بہت کچھ کہہ دیتی ہے..... آنکھوں میں بسے ان گنت خوابوں کو بھی پڑھ لیتی ہے، بے ترتیب سانسوں کو سن لیتی ہے، دل کے دھڑکنے کا سبب جان لیتی ہے بے وجہ کی مسکراہٹ کو بھانپ لیتی ہے، چپکے سے کسی کی آہٹ کو سن لیتی ہے، بلاوجہ کی خوشیوں کو اپنے اندر اتار لیتی ہے اس لیے تو کبھی، کبھی خاموشی جانے، انجانے میں بہت کچھ کہہ دیتی ہے اور ہم اس خاموشی کی زبان سے انجان رہتے ہیں۔

از: سارہ ظفر، ساہیوال

ضمیر..... کون

شطرنج میں وزیر اور زندگی میں اگر ضمیر مرجائے تو کھیل کو ختم ہی سمجھیں..... مگر ایسا ہوتا نہیں ہے..... کیونکہ اکثر لوگ ضمیر کو شاید پہچانتے ہی نہیں ہیں..... شطرنج کا کھیل تو ختم ہو جاتا ہے مگر بے ضمیر لوگ چلتے رہتے ہیں۔

از: نزہت اشفاق، کراچی

غزل

کس قدر حبس ہے گرانی ہے
جس طرف دیکھو پریشانی ہے
پہلے ہوتی تھی فکر فردا کی
اب کوئی اور پریشانی ہے
منتظر ہے ہماری اِک دنیا
ہم نے کوشش سے جو بسانی ہے
دو دلوں کا بچھڑنا رو، رو کر
کس قدر دکھ بھری کہانی ہے
سوکھ جائے گا ایک دن آخر
میری آنکھوں میں جتنا پانی ہے
سارے جگنو ستارے ساتھ چلیں
ہم نے منزل کی اب کے ٹھانی ہے
بھول بیٹھے ہیں گیت ساون کے
ان پرندوں کی کیا کہانی ہے
دوسروں کو دکھا نہیں سکتے
درد ہے یا کوئی نشانی ہے
ایک دھڑکا سا دل کو رہتا ہے
زندگی ہے کہ ناگہانی ہے
یہ تو اب وقت ہی بتائے گا
کس نے کس کی کنول جی مانی ہے

شاعرہ: یاسمین کنول، پسرور

جواہر پارے

1۔ عورت مرد سے زیادہ عقلمند ہے، وہ جانتی کم اور سمجھتی زیادہ ہے۔

2۔ جس گھر میں عورت دکھی ہوتی ہے وہ گھر جلدی تباہ ہو جاتا ہے۔

3۔ دنیا میں فقط دو شخص ایماندار ہیں ایک وہ جو مر چکا ہے، دوسرا وہ جو ابھی پیدا نہیں ہوا.....

4۔ اپنے اخلاق اور کردار سے لوگوں کو ایسے متاثر کرو جس طرح سورج اپنی کرنوں سے ساری دنیا کو متاثر کرتا ہے۔

5۔ لوگوں سے اس طریقے سے ملو کہ مرجاؤ تو روئیں، زندہ رہو تو تمہارے مشتاق ہوں۔

6۔ انسانی زندگی دنیا میں اس شمع کے مانند ہے جو ہوا میں رکھی گئی ہو۔

7۔ جس طرح تو برائی سننے کو پسند نہیں کرتا اسی طرح اپنے آپ کو مدح سرائی سے بچا۔

8۔ ہر گم شدہ چیز وہیں ملتی ہے جہاں گم ہوئی تھی سوائے محبت کے.....

9۔ زندگی کے آدھے غم انسان دوسروں سے غلط توقعات کر کے خریدتا ہے۔

10۔ اچھے دوست کا ساتھ کبھی نہ چھوڑو خواہ وہ تمہیں چھوڑ دے۔

11۔ اپنے چہرے پر مسکراہٹ کا میک اپ اس طرح کرو کہ دکھوں کی جھریاں نمایاں نہ ہوں۔

12۔ اگر کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو غم بھی نہ دو.....

مرسلہ: نگہت غفار، کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جل ترنگ

انجم انصار

محتاط

رشید بھائی حیدرآباد میں تو مکان میں رہتے تھے مگر جب روزگار کی تلاش میں کراچی آئے تو ایک ایسے فلیٹ میں مقیم ہوئے جو علاقہ فلیٹوں کا شہر کہلاتا تھا۔ ایک پڑوس میں سالن چڑھتا اور دوسرے پڑوس میں اس کی خوشبو پھیل جاتی...... تب اسے کھانے کو دل مچل جاتا...... سامنے والے اپنی بیگم کو لتاڑتے، پاس پڑوس کی بیویاں سہم جاتیں اور ان آوازوں میں پہچان کرنا مشکل ہو جاتا...... رشید بھائی کو فلیٹ میں رہنا اچھا لگا۔ عجیب اپنائیت بھرا ماحول تھا۔ ہر شے، ہر چیز اپنی، اپنی سی لگتی۔ موسم گرما شروع ہوا تو بجلی کی لوڈ شیڈنگ شروع ہو گئی تب ساری بالکونیاں سج گئیں...... رشید بھائی کو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس کو دیکھیں اور کس کو نہ دیکھیں...... گلابی پردوں والی رضیہ کی آواز ایسی موہنی تھی کہ جب وہ اپنے فلیٹ کی بالکونی میں کھڑی باتیں کرتی تو ان کا دل چاہتا کہ وہ بولتی رہے اور وہ سنتے رہیں۔ ناصرہ کے بال بہت لمبے تھے۔ وہ جھک کر اپنے نیچے مالے میں رہنے والی سہیلی سے باتیں کرتی تو اس سے زیادہ اس کے بال نیچے جھک آتے اور وہ تصور ہی تصور میں اسے اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلی پر لپیٹا کرتے اور خوب محظوظ ہوتے۔ خالدہ کی ادائیں بڑی قیامت خیز تھیں۔ وہ بالکونی میں کھڑے ہو کر اپنے آپ کو اس انداز سے پنکھا جھلا کرتی جیسے کباب والے اپنی انگیٹھی پر جھلتے ہیں۔ تب رشید بھائی کباب کی سیخوں کی طرح پلٹتے رہتے۔ ہاں پنو ان سب میں مختلف تھی۔ اس کی بالکونی رشید بھائی کی بالکونی کے عین سامنے تھی۔ بجلی کے جاتے ہی خوب میک اپ کر کے اپنی بالکونی میں آجاتی اور یوں پوز بنا کر کھڑی ہو جاتی جیسے سب سے بے نیاز کھڑی ہے اور اس کی نظر کسی پر نہیں ہے۔ بجلی کی یہ آنکھ مچولی ساری رات ہی چلتی تو پنو بھی رات بھر اپنی بالکونی میں کھڑی رہتی۔ کبھی اسٹول پر بیٹھ کر اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں یوں سجالیتی کہ رشید بھائی کو وہ گلاب سا لگا کرتا...... رشید بھائی کے سارے ووٹ اب پنو کی جانب چلے گئے تھے۔ لہراتی، بل کھاتی یہ لڑکی انہیں دل و جان سے پسند آگئی تھی۔ وہ یہ دعائیں مانگا کرتے کہ موسم گرما بھی ختم نہ ہو اور نہ ہی محکمہ بجلی راستی پر آتے۔ اب نہ انہیں گرمی لگتی تھی اور نہ ہی کسی قسم کی پریشانی ہوتی تھی۔

اپنا کھانا، چائے، پانی وہ سب بالکونی میں ہی اٹھالاتے تھے حالانکہ پنو کے بغیر کھاتے ہوئے ان کے حلق میں اٹکتا تھا مگر مجبوری تھی کہ ان کی محبت نے زندہ باد کہہ کر اپنا قدم پنو کی بالکنی تک نہیں بڑھایا تھا۔ پنو نے بھی ان کی دلچسپی محسوس کر لی تھی مگر وہ ہمیشہ بے نیاز سی کھڑی رہتی۔ رشید بھائی اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ بھی دزدیدہ نظروں سے انہیں دیکھا کرتی ہے۔ انہیں چھینک آتی ہے کہ تو ان کے الحمدللہ کہنے سے پہلے وہ زیرِ لب یرحمک اللہ تک کہہ دیتی ہے مگر پہل کرنے سے احتراز کرتی ہے۔ لائٹ آجاتی تو ان کا وقت بڑی بے چینی سے گزرتا...... (بحالت مجبوری کمرے میں پنکھے کے نیچے بیٹھنا پڑتا)

''پتا نہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ بجلی کے جانے سے ہنگامے کرتے ہیں۔'' وہ فلیٹ کے ساتھیوں کو سمجھاتے۔

''بھائی صاحب! اس کے بغیر زندگی اجیرن ہو گئی رات کو جب سوئیں گے نہیں تو صحت کیسے ٹھیک رہے گی۔'' فلیٹ کے مکین ناراضی سے کہتے۔

تب وہ دل میں ہنس کر سوچتے۔ خواہ مخواہ محکمہ بجلی کو الزام دیتے ہیں یہ لوگ...... کراچی کے شہری بھلا رات کو کہاں سونے کے عادی ہیں اور فلیٹ میں رہنے والے تو 90 فیصد لوگ موسم سرما میں بھی رات کو نہیں سویا کرتے...... سارا وقت گھومنے اور ہی ہی، ہو ہو کرنے میں گزارتے ہیں۔ اب بیکار میں لوڈ شیڈنگ سے ناراض ہو رہے ہیں۔ رشید بھائی کو ان دنوں چھوٹی، موٹی ملازمت بھی مل گئی تھی۔ جسے وہ شروع میں سخت ناپسند کر رہے تھے مگر پنو کو دل سے پسند کرنے کے بعد وہ اتنے سرشار سے رہنے لگے تھے جیسے کسی ملٹی نیشنل کمپنی کے ایم ڈی بن گئے ہوں۔ ان کے ایک دوست نے ایک دن ان سے پوچھا۔ ''اس جلتے ہوئے موسم میں جب بجلی نے بھی بیڑا غرق کر رکھا ہو تمہارے چہرے پر یہ بہاراں کیسی ہے؟'' تب انہوں نے بتایا کہ ''کوئی پسند آگیا ہے اور پسند کی خوشبو نے روح تک کو مسحور کر دیا ہے۔''

(ایسے میں موسم کی سختی بھی خود ہی اوندھے منہ گر پڑی ہے)

''کون ہے وہ؟'' دوست نے رازداری سے پوچھا۔

''پنو ہے، بہت پیاری سی ہے۔ سامنے رہتی ہے،

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سونے پر سہاگا کہ وہ اپنے آپ کو سنوارنا بھی جانتی ہے۔ جب بھی بالکونی میں آکر کھڑی ہوتی ہے، میک اپ قرینے سے کیا ہوتا ہے۔ آنکھوں میں کاجل کی تحریر، لبوں پر کٹاؤ دار لپ اسٹک اور رخساروں پر روج.....''

''کیا وہ بیوٹی پارلر میں کام کرتی ہے؟'' دوست نے تشویش سے پوچھا۔

''یہ تو مجھے پتا نہیں مگر اسے کبھی بغیر سجے سنورے نہیں دیکھا یا ہوسکتا ہے کہ وہ اور بجنل ہی اتنی خوب صورت ہو۔ جسے میں لپ اسٹک سمجھتا ہوں اس کے ہونٹ ہی گلاب کی کلی ہوں۔''

''اپنے دل کی بات کی اس سے؟''

''کس طرح کہتا؟'' رشید بھائی نے یاس بھرے لہجے میں پوچھا۔

''رشید یار! زمانہ قدیم کے عاشقوں سے ہماری مماثلت اتنی ضرور ہے کہ آج بھی محبت بھرے خط لکھ کر دل کا حال بیان کیا جاتا ہے۔''

''مگر مجھے خط لکھنا اور وہ بھی محبت بھرے، کہاں آئے گا۔ میری تو اردو بھی بہت کمزور ہے۔ پپو کو اگر خط لکھ بھی دیا تو وہ اگلے دن ہی سرخ روشنائی سے اس میں املا کی دس غلطیاں نکال کر بھیج دے گی۔''

''پھر فون پر اپنی کتھا سنا دو.....'' (مشورہ بے لوث تھا)

''اتنی ہمت نہیں ہے، میری تو آواز ہی نہیں نکل سکے گی۔''

''تو پھر یہ نیا کیسے پار ہوگی؟''

''یار، تو کیا میرا پیارا سا دوست نہیں ہے۔'' لجاجت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''ہاں، وہ تو میں ہوں جب ہی تو یہ سب پوچھ رہا ہوں۔''

''پھر تو لکھ کر دے دے کوئی خط.....''

''یہ کیا بات ہوئی، عشق تم کر رہے ہو، خط میں لکھوں.....''

''دوست ہی تو برے وقت میں کام آتے ہیں۔'' خوشامدانہ لہجے میں کہا گیا۔

''مگر یہ کوئی برا وقت تھوڑی ہے۔ تم پر تو اچھا وقت آیا ہے، حیدر آباد میں کسی لڑکی نے تم کو نظر بھر کر نہیں دیکھا۔ یہاں وہ صاحبہ تمہارے سامنے ٹکی رہتی ہیں۔'' (بار، بار دیکھو ہزار بار دیکھو)

''ہاں، یہ تو خیر ہے۔'' رشید بھائی نے شرما کر گردن جھکالی اور اپنے ہاتھ مروڑنے لگے۔

''اردو میری بھی بہت اچھی نہیں ہے۔ شعر و شاعری بھی نہیں آتی۔ خط لکھنا میرے لیے بھی خاصا مشکل ہوگا۔'' دوست نے اتراتے ہوئے کہا۔

''یار..... سیدھا سادہ سا خط لکھ دو۔ میں کون سا تم سے غالب کے زمانے کا خط لکھوانا چاہتا ہوں جس کو سمجھنے کے لیے ان کی محبوبہ کو شرح خریدنی پڑی ہوگی۔''

''ٹھیک ہے لکھ دوں گا مگر دماغ بنانے کے لیے ایک دو پیکٹ سگریٹ کے اور دو دھ پتی کی چائے چاہیے۔''

''لے مر.....!'' رشید بھائی نے اس کے ہاتھ میں سو کا نوٹ رکھتے ہوئے کہا۔

''مگر خط مجھے کل شام تک مل جانا چاہیے تاکہ مغرب کے بعد جب لائٹ جائے تو میں اس کو وہ خط دے سکوں.....''

''تم پروا مت کرو..... تمہارا خط کل دوپہر تک ہر حالت میں مل جائے گا۔''

رشید بھائی اگلے دن صبح سویرے سے ہی خط کا انتظار کرنے لگے۔ دوپہر تک اس کے گھر جب دس فون کیے گئے تو وہ خط لے کر ان کے پاس آیا۔ رشید بھائی نے بے تابی سے پرچا کھولا تو اس پر تین لفظ لکھے ہوئے تھے۔

''آپ کیسی ہو؟''

''یہ خط ہے؟'' رشید بھائی نے غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں، اب پرچے بازی اسی طرح ہوتی ہے۔ مختصر بات چیت ہوتی ہے۔''

''ابے الو اس ٹائپ کے خط پر تو اسمبلیوں میں جوتے اور گھونسے پڑ گئے۔ تو کیا چاہتا ہے کہ میں پپو اور اس کے بھائیوں سے جوتے کھاؤں۔''

''جب مجھے خط لکھنا ہی نہیں آتا تو میں کیا کروں.....؟''

دوست پر چامیز پر پٹخ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور رشید بھائی وہ پرچا ہاتھ میں پکڑ کر سوچنے لگے کہ اسے بھیجوں یا نہ بھیجوں..... کروں تو کیا کروں؟ پھر ذہن میں ایک کرن سی چمکی اور اس میں اضافہ کرتے ہوئے وہ خط دوبارہ پڑھا تو اب عبارت ایسی ہوگئی تھی۔

''پیاری باجی.....!

آپ کیسی ہو؟

فقط تمہارا بھائی جان۔''

''پہلا خط ہے محتاط قسم کا ہونا چاہیے جبکہ اس کے مزاج کا کچھ معلوم بھی نہیں ہے۔'' خط انہوں نے دوبارہ پڑھا۔

''ہاں اب میری کوئی پٹائی نہیں کرسکتا۔'' وہ یہ سوچ کر مطمئن تھے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆صبا نور.....لیہ

عمر اتنی تو عطا کر مرے فن کو یارب
میرا دشمن مرے مرنے کی خبر کو ترسے

☆عرشیہ جنید.....کراچی

کانوں سے انگلیاں نہ نکالو تو کچھ نہیں
سنتے رہو تو روز نئی داستان ہے

☆ماہ نور خان.....بہارہ کہو

کاٹا شجر تو دھوپ نے بھی آلیا ہمیں
ہم ایک پل میں اپنے کیے تک پہنچ گئے

☆ماہم شاہد.....کراچی

کچھ اور بڑھ گئے جو اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوعِ سحر سے ہم

☆عروبہ ناز.....کوٹلی

لڑکے ہیں اپنے باپ کی جاگیر کے رقیب
وہ گھر بھی کوئی گھر ہے جہاں لڑکیاں نہ ہوں

☆کائنات عبدالحلیم.....میرپور خاص

خود ہی ویران کیا تم نے دیارِ دل کو
اب یہاں کوئی نہیں کس کا پتا مانگتے ہو

☆توقیر ہاشمی.....منڈی بہاؤالدین

رات یوں دل میں تیری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے
جیسے صحرا میں چلے ہولے سے یوں بادِ نسیم
جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے

☆نفیسہ آرا.....راس الخیمہ

قریب تھا تو کسے فرصتِ محبت تھی
ہُوا ہے دور تو اس کی وفائیں یاد آئیں

☆رعنا امان اللہ.....سرگودھا

رنگوں کی کوئی رُت تری خوشبو نہیں لائی
یہ داغ بھی دامانِ بہاراں میں رہے گا
اب کے بھی گزر جائیں گے سب وصل کے لمحے
مصروف کوئی وعدۂ پیماں میں رہے گا

☆سیدہ عروج فاطمہ.....ملتان

آج پھر کہیں پڑھنا ہے نام اس کا
آج پھر رت جگے کا عذاب سہنا ہے

☆الوینہ علی.....کھاریاں

کہا بھی تھا میں نے جدائی جیت سکتی ہے
مگر اس نے کبھی میرا کہا مانا بھی تو ہوتا

☆پروین افضل شاہین.....بہاول نگر

ہمی سے سیکھی ادائیں، ہمی پہ وار کیا
ہمارے تیر ہمی پر چلائے جاتے ہیں

☆نسرین ناز.....کوٹ ادو

پناہ مانگتی ہے ان سے موت بھی قیصر
جو زندہ لوگوں کی قبریں بنانے لگ جائیں

☆ناظمہ شاہین اعوان.....واہ کینٹ

میں بد دعا تو نہیں دے رہی ہوں اس کو مگر
دعا یہی ہے اسے مجھ سا اب کوئی نہ ملے

☆ماریہ بنت عمران.....رسال پور

دل عجب شہر کہ جس پر بھی کھلا در اس کا
وہ مسافر اسے ہر سمت سے برباد کرے
سوچ رکھنا بھی جرائم میں ہے شامل اب تو
وہی معصوم ہے، ہر بات پر جو صاد کرے

☆ایمان چوہدری.....فیصل آباد

میں ساری عمر جسے پوجتا رہا ہوں وصی
اسے نظر سے گرانا مری سرشت نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

☆میمونہ علی.....گلگت

بغیر مطلب کے تو دلاسے بھی نہیں ملتے
یہاں دل نہیں لوگ دماغ لیے پھرتے ہیں

☆نائمہ تحریم.....کراچی

تمہاری سالگرہ کے دن یہ دعا ہے ہماری
جتنے ہیں چاند تارے اتنی ہو عمر تمہاری

☆نجمہ ناز اصغر.....کراچی

مسلسل ذہن و دل پر ہے مسلط
یہ دنیا عارضی ہوتے ہوئے بھی
چلو ایک بار پھر سے مسکرائیں
یوں اپنی راہ جدا ہوتے ہوئے بھی

☆ماہ نور ارسلان.....لاہور

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

☆نگینہ ضیا بنگش.....کراچی

وقت خوش، خوش کاٹنے کا مشورہ دیتے ہوئے
رو پڑا وہ آپ، مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے

☆نرگس نسیم.....صابہ موہڑہ

ایک پتھر اِدھر آیا ہے تو اس سوچ میں ہوں
میری اس شہر میں کس، کس سے شناسائی ہے

☆زریں زبیر.....کراچی

سکوں ان کو نہیں ملتا کبھی پردیس جا کر بھی
جنہیں اپنے وطن سے دل لگا کر کچھ نہیں ملتا
عمل کی سوکھتی رگ میں ذرا سا خون شامل کر
مرے ہم دم فقط باتیں بنا کر کچھ نہیں ملتا

☆شہلا نواز.....لاہور

ہو جو چاہت تو ٹپک پڑتی ہے خود آنکھوں سے
اے مرے دوست بتانے کی ضرورت کیا تھی

☆جمیلہ لوہی.....بلوچستان

چاندنی رات میں خود اپنے ہی سائے سے ملوں
میرا مونس ہے یہی اب مرا رہبر ہے یہی

☆سلمیٰ عمر.....کراچی

اٹھانا خود ہی پڑتا ہے تھکا ٹوٹا بدن اپنا
کہ جب تک سانس چلتی ہے کوئی کاندھا نہیں دیتا

☆صائمہ سجاد بنگش.....کوہاٹ

جاتے لمحوں کے ادھورے منظر
میری آنکھوں میں ٹھہر سے ہیں گئے
تم بھی اِک روز یوں ہی بچھڑے تھے
وہی لمحے تو ٹھہر سے ہیں گئے

☆شاہدہ ذاکر.....راس الخیمہ

ارادہ تھا ترکِ محبت کا لیکن فریبِ تبسم میں پھر آگئے ہم
ابھی کھا کے ٹھوکر سنبھلنے نہ پائے کہ پھر کھائی ٹھوکر سنبھلتے سنبھلتے

☆روبینہ.....کراچی

وہ ملا تو برسوں بعد بھی میرے لب پہ کوئی گلہ نہ تھا
اسے میری چپ نے رُلا دیا جسے گفتگو میں کمال تھا

☆حمنیٰ قندیل.....ٹوبہ ٹیک سنگھ

شوق اور ضبطِ شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو، میں ہوں دل کو پریشاں کیے ہوئے

☆ساجدہ ظفر.....کمالیہ

اڑ جائیں گے تصویر کے رنگوں کی طرح ہیں
ہم وقت کی ٹہنی پہ پرندوں کی طرح ہیں
تاریخ کی نظروں میں اِک عمر سے محسنؔ
ہم اسکول سے بھاگے ہوئے لوگوں کی طرح ہیں

☆ایمن رانی.....کمالیہ

کبھی میری جگہ خود کو رکھو پھر جان جاؤ گے
کہ دنیا بھر کے دکھ دل میں سمونا کس کو کہتے ہیں
نہ خواب آور دوا کھا کے بھی نیند آسکے تم کو
سمجھ لوگے کہ کانٹوں کا بچھونا کس کو کہتے ہیں

☆فرح طاہر قریشی.....ملتان

یہ ہم ہی ہیں کہ تیرا درد چھپا کر دل میں
کام دنیا کے بدستور کیے جاتے ہیں

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

منتخب غزلیں

ماہِ اپریل شاعرِ مشرق اور ہمارے قومی شاعر علامہ محمد اقبال کا ماہِ وفات ہے۔ اس عظیم شاعر کے کلام کی کیا تعریف بیان ہو کہ جنہوں نے مسلمانانِ ہند کو فکری طور پر بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ علامہ اقبال کے کلام سے ایک ایسی ہی فکر آپ کی نذر ہے۔ قارئین چونکہ ماہِ نومبر میں ہم اس عظیم شاعر کی غزلیات بھی دے چکے ہیں، اس مرتبہ آپ منظومات سے فیضیاب ہوں۔

خطاب بہ جوانانِ اسلام

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے؟
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارا
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا
"غنی روزِ سیاہ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را"

دعا

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے
پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے
محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو، پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے
پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے، جو چاند کو شرما دے
رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر
خود داریِ ساحل دے، آزادیِ دریا دے
بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر، دل صورتِ مینا دے
احساسِ عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے
میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چاکلیٹ اسٹرابیری موز کیک

اشیا: انڈے، چھ عدد۔ میدہ، چار کھانے کے چمچ۔ کوکو پاؤڈر، دو کھانے کے چمچ۔ چینی پسی ہوئی، آدھی پیالی۔ ونیلا ایسنس، ایک چائے کا چمچ۔ گھی ایک کھانے کا چمچ۔ اسٹرابیری، دو پیالی۔ فریش کریم، دو پیالی۔ چاکلیٹ سیرپ، آدھی پیالی۔ جیلاٹن، ڈھائی کھانے کے چمچ۔ اسٹرابیری ایسنس، چند قطرے۔ چینی کا شیرہ، آدھی پیالی۔

ترکیب: آملیٹ بنانے کے لیے: صاف خشک پیالے میں انڈوں کی سفیدیوں کو چینی کے ساتھ پھینٹیں پھر اس میں زردی ملا کر پھینٹ لیں۔ میدہ اور کوکو پاؤڈر ملا کر چھان لیں اور ونیلا ایسنس کے ساتھ پھینٹے ہوئے انڈوں میں ملا لیں۔ نو انچ کے دو سانچے لے کر ان میں برش کی مدد سے تیل لگا لیں اور تیار کیے ہوئے مکسچر کو دونوں میں آدھا، آدھا ڈال دیں۔ پہلے سے گرم کیے ہوئے اوون میں 180° ڈگری سینٹی گریڈ پر پندرہ سے بیس منٹ بیک کر کے نکال لیں اور ٹھنڈا کرنے رکھ دیں۔

اسٹرابیری موز بنانے کے لیے:

اسٹرابیریز کو صاف دھو کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں جب وہ اپنے ہی پانی میں گل جائیں تو اسے ٹھنڈا کر کے بلینڈ کر لیں۔ چینی کے شیرے میں ایسنس ملا کر رکھ لیں۔ کریم کو فریزر میں دس منٹ رکھ کر ٹھنڈی کریں اور الیکٹرک بیٹر سے پھینٹ لیں۔ جیلاٹن میں چار کھانے کے چمچ نیم گرم پانی ملا کر اسے ابلتے ہوئے پانی کے پیالے پر پکا لیں۔ جب پگھلنے پر آجائے تو اسے کریم اور بلینڈ کی ہوئی اسٹرابیری کے ساتھ ملا کر پھینٹ لیں۔ موز تیار ہے۔

کیک کو ٹھنڈا کر کے پین سے نکالیں اور دونوں کیک پر شیرہ پھیلا کر ڈال دیں۔ جب شیرہ تھوڑا سا جذب ہو جائے تو کیک کو چاکلیٹ سیرپ سے کور کر دیں اور اس پر موز پھیلا کر لگائیں اور فریزر میں رکھ دیں۔

دوسرے کیک کو بھی اسی طرح تیار کر لیں پھر دونوں کیک کو ایک دوسرے کے اوپر رکھیں اور اسے مکمل طور پر موز سے کور کر دیں۔ تین سے چار گھنٹے کے لیے فریزر میں رکھ کر ٹھنڈا کر لیں۔

مرسلہ: نگینہ ضیا بنگش، کیماڑی

چکن گرل

اشیا: چکن (بون لیس) آدھا کلو، چھوٹی بوٹی۔ پپیتا (پسا ہوا) تین کھانے کے چمچ۔ پسی لال مرچ، ڈیڑھ چائے کا چمچ۔ پسا گرم مسالا، ایک چائے کا چمچ۔ نمک، حسبِ ذائقہ۔ کوکنگ آئل، چھ کھانے کے چمچ۔ گارنشنگ کے لیے۔ باریک کٹی ہوئی ہری مرچ، لچھے دار پیاز اور لیموں.....

ترکیب: چکن میں ادرک، لہسن کا پیسٹ، پپیتا، پسی لال مرچ اور پسا گرم مسالا مکس کر کے آدھے گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں۔ ایک دیگچی میں تیل گرم کر کے مسالا لگی چکن کی بوٹیاں ڈال دیں۔ اور دھیمی آنچ پر پکنے کے لیے چھوڑ دیں۔ پانی خشک ہونے پر اچھی طرح سے بھون کر چولھے سے اتار لیں اور اب کوئلے کا دھواں دے کر چند منٹ کے لیے ڈھکن بند کر دیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بعدازاں کسی برتن میں نکال کر اس پر آدھا لیموں نچوڑ دیں اور آدھا لیموں، کٹی ہوئی پیاز، ہری مرچ اور ہرا دھنیا چھڑک کر پیش کریں۔

مرسلہ: رابعہ شاہد، یو اے ای

مزیدار چانپیں

اشیا: بکرے کی چانپیں، آدھا کلو۔ ادرک، لہسن کا پیسٹ، دو کھانے کے چمچ۔ نمک، حسبِ ذائقہ۔ بیسن، ڈیڑھ کپ۔ انڈا (پھینٹ لیں) ایک عدد۔ سفید زیرہ، ایک چائے کا چمچ۔ لال مرچ، حسبِ ذائقہ۔ کوکنگ آئل، حسبِ ضرورت۔

ترکیب: تھوڑے پانی میں چانپیں ڈال کر چولھے پر رکھیں اور اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ اور نمک ڈال کر اچھی طرح گلائیں اور پانی خشک ہونے پر اتار لیں۔ کسی پیالے میں بیسن، زیرہ، نمک اور مرچ ڈال کر مکس کریں اور اس میں پھینٹا ہوا انڈا بھی شامل کرنے کے بعد مناسب پانی ڈال کر آمیزہ تیار کرلیں۔ پہلے سے گلائی ہوئی چانپیں اس آمیزے میں ڈبو کر سرخ ہونے تک تلیں، لاجواب چانپیں تیار ہیں۔ ہری سلاد اور چٹنی کے ساتھ کھائیں۔

مرسلہ: نیلوفر خان، بہارہ کہو

مغلئی سفیدہ

اشیا: باسمتی چاول، ایک کلو۔ شکر، ایک کلو۔ گھی، تین کھانے کے چمچ۔ چھوٹی الائچی، دس عدد۔ میٹھی اشرفیاں دو رنگ کی، حسبِ پسند۔ لونگ، دس عدد۔ پستہ، پچاس گرام۔ بادام، سو گرام۔ کھوپرا، سو گرام۔ کیوڑا، ایک کھانے کا چمچ۔ لیموں کا رس، ایک چائے کا چمچ۔ دودھ، ایک بڑا کھانے کا چمچ۔

ترکیب: چاول صاف کرکے آدھے گھنٹے کے لیے بھگو دیں۔ پتیلی میں ایک لیٹر پانی ڈال کر شکر کا شیرہ پکائیں۔ ایک ابال آنے پر ایک چمچ دودھ ڈالیں تاکہ شکر کا میل کٹ کر اوپر آجائے جسے نکال کر پھینک دیں اور اب اس میں لیموں کا رس شامل کردیں۔ ایک بڑے پتیلے میں چاول ابالیں اور ساتھ ہی چند الائچیاں اور لونگیں بھی ڈال دیں۔ ایک کنی رہ جانے پر چاولوں کو چھان لیں۔ دوسرے پتیلے میں گھی گرم کریں اور بقیہ لونگ اور الائچیاں ڈال کر بگھار لیں اور پھر اس میں ابلے ہوئے چاولوں کی تہ لگا کر اس پر شکر کا تیار کردہ شیرہ ڈالیں اور اسی طرح کی دو تہ مزید لگائیں اور آخر میں باریک کترے ہوئے کھوپرے، بادام اور پستے کی ہوائیاں چھڑک دیں اور ایک آنچ دے کر دم کے لیے رکھ دیں۔ تیاری پر اشرفیاں اور کیوڑا بھی ڈال دیں۔ مزیدار مغلئی سفیدہ تیار ہے جو کہ میٹھے پکوان میں وہی اہمیت رکھتا ہے جو کہ زردے کو حاصل ہے۔

مرسلہ: فرحت یاسمین..... کراچی

انڈے کا حلوا

اشیا: انڈے، بارہ عدد۔ چینی، بارہ اونس یعنی ڈیڑھ کپ۔ کوکنگ آئل، چھ اونس (تین چوتھائی کپ) کنڈینسڈ ملک، ایک ٹن۔ بادام، پستہ ہوائیاں، حسبِ پسند۔

ترکیب: انڈوں اور چینی کو خوب بلینڈ کرلیں۔ ایک پتیلی میں تیل لیں اور گرم کیے بغیر پوری پتیلی میں پھیلا لیں۔ پھر پھینٹے ہوئے انڈے اور چینی اس میں ڈال دیں۔ اب ہلکی آنچ پر اس آمیزے کو پکائیں اور چمچ مسلسل چلاتی رہیں۔ جب آمیزہ خشک ہونے لگے اس میں کنڈینسڈ ملک پورا ڈال دیں اور پھر بھونیں اب آمیزہ پتیلی کی سطح چھوڑنے لگے اور سنہری مائل ہوجائے تو ایک تھال میں ذرا سا تیل ہاتھ سے مل کر اس میں یہ آمیزہ الٹ دیں اور چمچ کی مدد سے دبا دبا کر خوب ہموار سطح کرلیں اور میوے کی ہوائیاں چھڑک دیں۔ جم جانے پر قتلیاں کاٹ لیں۔ مزیدار حلوا نوش فرمائیں۔

مرسلہ: سلمیٰ جواد، کراچی

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بزمِ پاکیزہ — پاکیزہ بہنیں

پہلا انعام یافتہ سوال

انعم.....کراچی

سوال ﴿ وہ اپنی چھوٹی بہن کی سالگرہ کے بہانے مجھے اپنے گھر میں بلا رہے ہیں، میں کیا تحفہ دوں.....؟

جواب ﴿ آپ ان کی بہن کو تحفہ دینا چاہ رہی ہیں یا اُن کو بہرحال دونوں صورتوں میں پھول لے جائیں۔

دوسرا انعام یافتہ سوال

نورافشاں.....شکارپور

سوال ﴿ کہا یہ جاتا ہے کہ لوگ تحائف وصولنے کے لیے سالگرہ کی تقاریب کیا کرتے ہیں؟

جواب ﴿ دوسروں کا تو پتا نہیں، ہم نے تو ہمیشہ تحائف کی وصولی کے لیے اپنی سالگرہ منائی ہے۔

منورشہزادی.....گوجرانوالہ

سوال ﴿ دل سے دیے گئے تحائف کیسے ہوتے ہیں؟

جواب ﴿ زیادہ تر بے حد گھٹیا سے ہوتے ہیں۔

امینہ عندلیب.....سلانوالی

سوال ﴿ آپ کو بچوں کی سالگرہ اچھی لگتی ہے یا جوانوں کی؟

جواب ﴿ مجھے تو بڈھوں کی سالگرہ اچھی لگتی ہے۔

رفعت خادم حسین.....ملتان

سوال ﴿ سالگرہ کی تقریبات آپ کو کیسی لگتی ہیں؟

جواب ﴿ یہ خوب صورت تماشے کبھی اچھے بھی لگتے ہیں زیادہ تر بہت برے۔

یاسمین اقبال.....لاہور

سوال ﴿ شوہر اگر پولیس والا ہو تو پہلے مٹھی گرم کرنی چاہیے یا جیب؟

جواب ﴿ پہلے اسے چھترمارنے چاہئیں تاکہ اسے اندازہ رہے کہ دوسروں کا کیا حال ہوتا ہے۔

سلمیٰ ناز.....راول پنڈی

سوال ﴿ عام طور پر لوگ بحالتِ مجبوری کسی کو تحفہ دیتے ہوئے کس بات کا زیادہ خیال رکھا کرتے ہیں؟

جواب ﴿ بس یہی کہ پانچ سو روپے میں تحفہ آجائے جو تین ہزار کا دکھائی دے۔

طاہرہ.....خوشاب

سوال ﴿ وہ بات مجھے رات بھر سونے نہیں دیتی فراز.....آخر کون سی بات؟

جواب ﴿ یہی بات کہ.....

اکڑ بکڑ بمبے بو

اسی نوے پورے سو

جی ہاں اسی جمع نوے سو کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں، ایک سو ستر ہوتا ہے ٹوٹل.....

نرگس نسیم.....صابہ موہڑہ

سوال ﴿ اگر کسی کی بات سے آگ لگ جائے تو اس کو منہ توڑ جواب کیا دینا چاہیے؟

جواب ﴿ ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں ہوا کرتا۔

زرینہ.....سندھ

سوال ﴿ کسی سے لڑائی میں جیت جانا مشکل کیوں ہوتا ہے؟

جواب ﴿ جب ہم برداشت کی خوبی کو بھول جاتے ہیں تو جیت کر بھی جیت محسوس نہیں ہوتی اور جب لڑائی طول اختیار کرے تو ذہن میں ہر وقت جنگی صورتِ حال چلتی رہتی ہے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیاری اور حسین بہنو! آپ کو پاکیزہ کی سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد..... جناب سالگرہ کی تیاری کے لیے آپ اپنے ظاہری حسن کو بھی نکھارے، باطنی حسن کا تو آپ یقیناً خیال رکھتی ہی ہوں گی۔

اس دفعہ کئی بہنوں نے پھلوں کے ماسک کے بارے میں پوچھا ہے تو جناب آپ پھلوں کی ٹوکری لے کر بیٹھ جائیں۔

پپیتے کا ماسک.....

جہاں یہ کچا استعمال ہوتا ہے وہاں پکا تو بہت ہی مزیدار ہوتا ہے بلکہ کچے پپیتے کے چھلکے زیادہ مفید ہیں گوشت گلانے کے لیے خیر..... ایک قاش پپیتے کی اچھی طرح گودلیں کہ پیسٹ بن جائے اب اس میں کچا دودھ بکری کا ہو تو بہت اچھا ہے، ملا کر دن میں دو مرتبہ چہرے گردن اور ہاتھوں پر لگائیں دس سے پندرہ منٹ کے لیے..... پھر سادہ پانی سے دھولیں۔

کیلے کا ماسک.....

کیلے کے چھلکے کے اندر سے اس کا مواد نکالیں اور چند قتلے کیلے کے بھی شامل کرلیں پھر وہی بکری کا دودھ، ایک چمچ پیسٹ بنالیں اور اسی ترکیب سے استعمال کریں۔ کیلے کے چھلکے کے اندرونی حصے کو ہاتھ اور پیروں پر رگڑیں، جلد میں چمک پیدا ہوگی۔

پودینہ بے حد مفید.....

ہم اس کے فوائد اور طریقۂ استعمال پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ تازہ پودینہ نرم ڈنڈی سمیت ابالیں اور چھان کر پانی فریج میں رکھ لیں۔ صبح شام آدھی پیالی پی لیں..... نہایت مؤثر ہے.....

ٹماٹر، پیاز.....

ٹماٹر قدرتی بلیچ ہے ٹماٹر کاٹ کر چہرے پر لگائیں لیکن دھوپ سے بچیں چند منٹ بعد چہرہ دھولیں، ٹماٹر، بند گوبھی، گاجر، کھیرا، ہری پیاز، دہی کے ساتھ روزانہ دوپہر میں کھانا معمول بنالیں۔

☆ جلد پر جلنے کے یا کوئی اور گہرے دھبوں پر پیاز کا عرق لگانے سے افاقہ ہوتا ہے۔

☆ پیاز کو پیس کر اس کا لیپ بالوں پر کریں تو بال دیر سے سفید ہوتے ہیں۔

ایلو ویرا یا گھیکوار.....

آج کل تو اس پودے کے فائدے سے کون واقف نہیں..... کاسمیٹکس میں بھی اس کا جیل استعمال ہورہا ہے۔ ایک انچ کا ٹکڑا کاٹ کر اس میں سے جیل نکالیں اور چہرے پر لگائیں۔ کچھ دیر بعد چہرہ دھولیں..... جوڑوں کے درد کے لیے بھی اس کا لیپ مفید ہے۔ ایک چھوٹا چمچ جیل کھالینا بھی بے حد مفید ہے۔

مولی.....

مولی کی افادیت سے کون منکر ہوسکتا ہے..... مولی کو بیچ میں سے دو حصے کر کے رات میں آسمان کے نیچے رکھ دیں۔ پھر صبح اس کا عرق نکال کر روئی کی مدد سے چہرے پر لگائیں جلد میں شادابی آئے گی۔ جگر کے مرض میں اسی ترکیب سے اسے کھانا سود مند ہوتا ہے۔

مالٹے، کینو.....

جیسا کہ یہ چھلکے مرتبہ بھی بتایا تھا کہ اورنج کھائیں بھی اور چہرے پر لگائیں بھی اس کے چھلکے سکھا کر پیس کر پاؤڈر بنالیں اور ذرا سے دودھ میں گھول کر چہرے گردن اور ہاتھ پیروں پر لگائیں..... علاوہ ازیں تازہ چھلکا بھی مل سکتے ہیں۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

روحانی مشورے

ادارہ

ڈپریشن سے نجات

آج کل ہر شخص ڈپریشن کا شکار نظر آتا ہے۔ نفسا نفسی کے اس دور نے لوگوں کو بیمار سا کر دیا ہے۔ کہیں تنہائی نے مار رکھا ہے تو کہیں سب کے ساتھ ہوتے بھی لوگ اپنے آپ کو تنہا اور مظلوم سمجھتے ہیں اور بعض پریشانیاں اتنا طول پکڑ جاتی ہیں کہ اعصاب ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔ ایسے میں درود شریف کثرت سے پڑھیں۔ اگر آپ کو شوگر نہیں ہے تو اصلی شہد کی بوتل پر 41 مرتبہ سورۂ فاتحہ اول و آخر درود شریف پڑھ کر دم کر دیں اور صبح نہار منہ اور رات کو سوتے وقت تین بار درود ابراہیمیؑ پڑھ کر ایک، ایک چمچ شہد کھا لیا کریں۔ آپ کے حالات خواہ کیسے بھی ہوں مگر روزانہ دو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کرنے کی عادت ڈالیے..... آپ کو از خود ایک طمانیت سی محسوس ہوگی۔ اس کے ساتھ، ساتھ کھانے میں نمک کم کر دیں اور اپنے بیڈ روم میں نیلے رنگ کا استعمال بڑھا دیں۔ تین ماہ میں آپ کو از خود محسوس ہوگا کہ ڈپریشن اور خواہ مخواہ کی ذہنی پریشانیاں اڑن چھو ہوگئی ہیں۔ انشاء اللہ.....

بھول کی عادت

بھولنا عادت بھی اور یہ ایک بیماری بھی ہے۔ بڑھاپے میں تو اکثر لوگ اس بیماری کا شکار ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر ان دنوں بہت سی جوان بچیاں اور لڑکے اس عادت کا شکار نظر آتے ہیں۔ اس کے لیے بہت آسان وظیفہ ہے نماز پڑھنے کے بعد اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار یا قوی پڑھ لیا کریں۔ دن میں جب بھی پانی پئیں اپنے گلاس کے پانی پر بے شک ایک مرتبہ ہی سہی مگر سورۂ فاتحہ دم کر کے پئیں..... ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پہلا کلمہ، تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھنا اپنی عادت بنالیں۔

رویّے کی تلخی ختم کرنے کے لیے

جب بھی پانی پئیں، ایک بار یا دو دو بار پڑھ کر دم کر کے پئیں۔ جب تک آپ کے رویّے کی تلخی ختم نہ ہو جائے یہ عمل جاری رکھیں۔ میٹھی غذائیں بڑھا دیں اور نمک کم کر دیں۔ اس کے ساتھ، ساتھ سلام کو بڑھائیں یعنی ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں آپ پہل کریں، بزرگوں کی دعائیں لیں اور روزانہ کم از کم ایک تسبیح درود شریف کی ضرور پڑھیں۔

تمام گھر والوں کے لیے اگر کولر، مٹکے یا صراحی یا فریج کی بوتلوں میں پانی رکھا جاتا ہے تو اس پر بھی پڑھ کر دم کر دیں۔

گم شدہ شخص کا سراغ

رات کو جب گھر کے تمام افراد سو جائیں تو سوا بارہ بجے کے بعد ستر بار یا معید پڑھ کر گھر سے بھاگے ہوئے یا راہ سے گم کردہ شخص کا تصور کر کے مکان کے چاروں کونوں پر پھونک مار دیں، جب تک اس فرد کا سراغ نہ مل جائے یہ عمل باقاعدگی کے ساتھ جاری رکھیں۔ اس عمل کی برکت سے جب حاجت پوری ہو جائے تو خوش دلی کے ساتھ گیارہ مساکین کو کھانا کھلائیں۔

گنج کا علاج

گنج خاندانی بھی ہوتا ہے اور کسی بیماری کی وجہ سے بھی ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے میں تو یہ ہو ہی جاتا ہے مگر اکثر جوان لڑکے، لڑکیوں کو بھی یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ اس کو نا قابل علاج سمجھتے ہیں جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بالوں کے مسام اگر کھلے ہوں تو یہ مسئلہ دیسی انڈوں کے خالص تیل سے حل ہو سکتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

انڈوں کا تیل بازار میں مل جاتا ہے مگر اس سے زیادہ فائدہ اس لیے نہیں ہوتا کہ یہ دوسرے طریقوں سے تیار ہوتا ہے۔ یہ تیل دیسی انڈوں کی بہت ساری زردیاں فرائی پین میں خشک کرنے سے حاصل ہوتا ہے، کسی اچھے حکیم کے مطب سے بھی آپ کو یہ خالص تیل مل سکتا ہے۔ جب یہ خالص تیل مل جائے تو اس پر 41 مرتبہ سورۂ فاتحہ اول و آخر درود ابراہیمی تین، تین بار پڑھ کر دم کر کے رکھ لیں اور روزانہ سوتے وقت سر پر لگا کر دس منٹ تک پیشانی سے پیچھے کی طرف انگلیوں سے مالش کریں۔ انشاء اللہ صرف تین ماہ کے علاج سے پرانا کنج بھی ختم ہو جائے گا۔

ایک اور طریقہ یہ ہے کہ تھوڑا سا خالص ٹاٹ کا ٹکڑا لیں اور اسے ناریل کے تیل میں جلا کر کنج کی جگہ لگائیں۔ اس پر بھی مندرجہ بالا ذکر پڑھیں۔

چہرے کی جھائیاں

یہ مسئلہ لڑکیوں کا بھی ہے اور بڑی عمر کی خواتین کا بھی ان کے چہرے پر بدنما جھائیاں ان کے چہرے کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ وہ طرح، طرح کی کریمیں لگا کر اپنی اسکن کو مزید خراب کر لیتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ لڑکیاں احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں۔ پیاری بیٹیو! سب سے پہلے آپ نماز کی باقاعدگی کیجیے..... یا کم از کم اتنا تو ضرور کیجیے کہ آپ کا کوئی دن ایسا نہ گزرے جس میں آپ نے کسی وقت کی بھی کوئی نماز نہ پڑھی ہو..... یاد رکھیے نماز پڑھنے والے چہروں پر نور ہوتا ہے۔ خصوصاً تہجد کی نماز پڑھنے سے اور دوسری خاص بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ جب بھی آپ شیشے میں اپنی شکل دیکھیں درود شریف پڑھیں۔ اگر آپ کو پڑھنا یاد نہیں رہتا تو ڈریسنگ ٹیبل کے اوپر لکھ کر چپکا دیں۔ درود شریف کی برکت سے چہرے کی کشش میں اضافہ ہوتا ہے۔ اب علاج کی جانب آ جائیں چھ عدد دیسی انڈے اچھی طرح ابالیں، ان کی سخت سی زردیاں علیحدہ کر لیں اور فرائی پین میں ڈال کر ہلکی آنچ پر اتنا بھونیں کہ زردیوں کا پانی خشک ہو جائے اور زردیاں سرخی مائل ہو جائیں۔ خیال رہے کہ ان کو جلنا نہیں چاہیے جب یہ ٹھنڈی ہو جائیں تو ان میں تقریباً ایک پاؤ اصلی شہد ملا کر کسی چیز سے اچھی طرح گھوٹیں کہ پیسٹ سا بن جائے۔ پھر باوضو ہو کر تین سو تیرہ مرتبہ یااللہ یا جمیل پڑھ کر دم کر دیں اور اس کریم کو فریج میں رکھیں۔ یہ خراب نہیں ہوگی۔ رات کو سوتے وقت اسی پیسٹ سے پورے چہرے کی اچھی طرح دائروں میں مالش کریں اور اس کے ساتھ ایک گلاس نیم گرم دودھ میں ایک چمچ شہد ڈال کر پئیں۔ صرف دو ماہ کے اس عمل سے آپ کے چہرے کی جھائیاں دور ہو جائیں گی۔ مگر آپ نے گھڑی دیکھ کر ہر ایک گھنٹے کے بعد ایک گلاس پانی ضرور پینا ہے، چاہے آپ کو پیاس لگے یا نہ لگے۔

ہڈیوں کا ڈھانچا نہ رہیں

اکثر لوگ اس قدر دبلے ہوتے ہیں کہ ہڈیوں کا ڈھانچا دکھائی دیتے ہیں تب وہ لوگوں کے سامنے آنے جانے سے احتراز کرنے لگتے ہیں۔ اگر آپ دبلے ہیں تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، موٹا ہونا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ بس بیمار نہیں ہونا چاہیے۔

اچھی صحت کا راز خوشی میں ہے۔ آپ خوش ہو کر دال بھات بھی کھائیں گے تو وہ آپ کے جسم کو لگے گا اور فکروں میں گھرے ہوئے، پریشانیوں میں الجھے ہوئے مرغ مسلم کھائیں تو وہ بھی لگتا نہیں ہے۔

آپ خوش ہو کر ہر چیز کھائیں..... خاص طور پر ماش کی دال کا حلوا صبح نہار منہ کھائیں۔ ماش کی دال کا حلوا اسی طریقہ سے بنتا ہے جیسے چنے کی دال کا حلوا..... یہ حلوا بے شک تھوڑا سا ہی کھائیں مگر صبح شام ضرور کھائیں..... رات کو سوتے وقت اصلی شہد کا ایک چمچ اور ایک دودھ کا گلاس لازمی لینا ہے۔

ہاں! رات کو سوتے وقت چاروں قل، آیت الکرسی اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر اپنے اوپر ضرور دم کریں۔ صرف تین ماہ بعد اپنی صحت کا موازنہ کر کے دیکھیے..... انشاء اللہ افاقہ ہوگا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

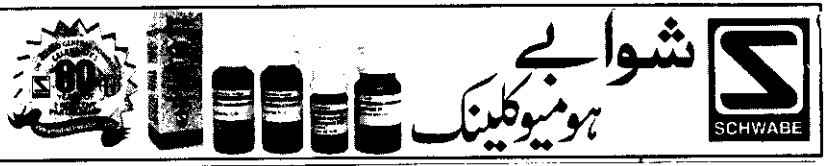

اس بات کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کرائی جارہی تھی کہ کسی مستند ادارے کے تحت ماہر تجربہ کار ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کا بورڈ ہو جو لوگوں کی صحت کے مسائل کو اپنی ماہرانہ رائے اور تجربے کی روشنی میں نہ صرف حل کرے بلکہ ان کی رہنمائی بھی کرے۔ لہٰذا اس سلسلے کے تحت ہماری کوشش ہوگی کہ ہم آپ کو مختلف امراض کے متعلق آگاہی بھی فراہم کریں اور آپ کے جو صحت کے مسائل ہوں اس کو بورڈ کے ماہر و تجربہ کار ڈاکٹرز کے ذریعے حل کرائیں تاکہ آپ کا معیارِ صحت بلند ہو لہٰذا آپ کے جو بھی صحت کے مسائل ہیں انہیں ہمیں اس پتے پر لکھ بھیجیں، ڈاکٹر حامد جنرل ہومیو پرائیویٹ لمیٹڈ آرام باغ روڈ کراچی 74200۔ ہم ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے آپ کی بیماری کے متعلق آپ کی رہنمائی کریں گے لیکن اس کے لیے اپنا مکمل نام، عمر، پتا اور جو کام کرتے ہیں اس کے متعلق، ازدواجی حیثیت، بیماری کے متعلق، کب سے ہوئی، کیا علاج کیا؟ کسی قسم کی کوئی رپورٹس ہوں تو اس کی فوٹو کاپی جو پڑھنے کے قابل ہوں ساتھ بھیجیں تاکہ صحیح تشخیص کی جاسکے اور دوا بھی صحیح تجویز ہو۔ (اپنے علاقے میں دوا نہ ملنے کی صورت میں ہم سے رجوع کریں)

آنکھوں کی سوزش

معصومہ.....ملتان

محترم، میری بیٹی کی عمر بارہ سال ہے۔ تین سال کی عمر میں اس نے قریب سے ٹی وی دیکھنا شروع کردیا۔ اس کی آنکھوں سے پانی خارج ہونے لگا اور لال ہونا شروع ہوگئیں۔ اب اس کی دائیں آنکھ بڑی اور بائیں آنکھ چھوٹی محسوس ہوتی ہے اس کی آنکھوں میں خارش ہوتی ہے جب خارش ہوتی ہے تو وہ لال ہوجاتی ہیں۔ جو آنکھ چھوٹی ہے اس میں زیادہ خارش ہوتی ہے، اسے مسلتی بھی ہے..... کبھی، کبھی پانی بھی نکلتا ہے۔ نظر بھی کچھ کمزور ہوگئی ہے۔ کوئی اچھی دوا تجویز کردیں۔

جواب: اب تک آپ نے کیا علاج کیا، نہیں لکھا؟ بچی کو ماہر امراضِ چشم کو ضرور دکھائیں۔ فی الوقت ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Euphrasia 30 اور Belladona 30, Ruta 30 کے 5,5 قطرے دن میں تین مرتبہ آدھا کپ پانی میں ڈال کر پلائیں۔ اور CMS Eye Drops کا 1، 1 قطرہ دن میں تین مرتبہ آنکھوں میں ڈالیں۔ ایک ماہ بعد دوبارہ کیفیت بتائیں۔ کھانے میں گاجر اور بادام کا استعمال بڑھادیں۔

ٹوکن

برائے شوابے ہومیو کلینک

مئی 2017ء

اپنا مسئلہ اس ٹوکن کے ساتھ روانہ کریں۔ ٹوکن کے بغیر آئے ہوئے مسئلوں پر توجہ نہیں دی جائے گی۔ اپنا مسئلہ جس مہینے بھیجیں اسی مہینے کا ٹوکن استعمال کریں۔

نام: _____

پتا: _____

_____

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پتے میں پتھریاں

نازرحیم.....چیچہ وطنی

مجھے تقریباً ایک سال سے پتے میں پتھریاں ہیں جو کہ سائز میں بہت چھوٹی چھوٹی ہیں۔ میں پہلے ایلو پیتھک، ہومیو پیتھک کی دوا کھا چکی ہوں۔ اب حکیم کا علاج کررہی ہوں۔ لیکن پتھریاں ابھی اسی طرح ہیں۔ ڈاکٹروں نے آپریشن بتایا ہے۔ برائے مہربانی مجھے اس کا اچھا سا علاج ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے بتائیں میں آپ کو بہت دعائیں دوں گی۔

جواب۔ ہر قسم کی چکنی غذا اور چیزوں سے پرہیز کریں اور ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی ChelidoniumQ اور Calc.carb30 کے 5,5 قطرے آدھے کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد الٹراساؤنڈ کرا کر کیفیت سے مطلع کریں۔

بچی کی بھوک

رابعہ.....راولپنڈی

میری بچی نرسری میں پڑھتی ہے۔ وہ روٹی بالکل نہیں کھاتی نہ چاول شوق سے کھاتی ہے چند ایک فروٹ کھا لیتی ہے۔ زیادہ شوق سے دودھ نہیں پیتی ہے۔ فیڈر میں دو حصے دودھ ہوتا ہے اور ایک حصہ پیپسی۔ چینی نہیں ڈلواتی۔ اکثر رات کو پیشاب کردیتی ہے۔ جسمانی طور پر بالکل ٹھیک ہے۔ یہ بھی بتائیں کہ پیپسی والا دودھ اس کے لیے نقصان دہ ہے یا نہیں۔

جواب۔ اکثر مائیں بچوں کے متعلق یہ شکایت کرتی ہیں کہ ان کے بچے کو بھوک نہیں لگتی یا وہ صحیح سے نہیں کھاتا۔ اس کی وجوہات میں نمبر 1۔ آپ کی محبت کہ آپ اس کو سب کچھ کھلا دینا چاہتے ہیں۔ اس کے پیٹ (معدے) کی گنجائش سے زیادہ، نمبر 2۔ بار بار کھلانا، کولڈ رنک، شربت چپس، بسکٹ ٹافیاں دینا۔ جب ہم بچوں کو یہ سب چیزیں کھلاتے رہیں گے تو بھوک

SCHWABE

ان کو کب لگے گی۔ نمبر 3۔ کوئی اندرونی بیماری یا اندورنی خرابی جو عموماً کم ہوتی ہے۔ آپ اپنی بچی کو عمر کے حساب سے کھلائیں اور پانی پلائیں۔ بچوں کو کیا، خود بھی پیک شدہ اور کیمیکل سے بنی چیزوں سے بچائیں۔ صاف، تازہ، قدرتی غذا دیں۔ کولڈ ڈرنکس کوئی سی بھی اور یہ سب بازاری شربت کلر + پریزیوٹو + ایسنس کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ یہ انتہائی مضرِ صحت ہیں بلکہ درحقیقت زہر ہیں۔ فیڈر سے کبھی بھی بچوں کو دودھ نہ پلائیں یہ بیماری کا منبع ہے۔ بچی کو ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی .... AlfalfaQ 5 قطرے، Calc.Phos30 کے 3,3 قطرے آدھے کپ پانی میں دن میں 3 مرتبہ دیں۔ دو ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

سر میں گنج پن

نورین.....بھکر

ڈاکٹر صاحب میں بہت زیادہ پریشان ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے سر کے بال ایک سال کے اندر تیزی سے گرنے کی وجہ سے سر میں کئی جگہ گنج ہوگیا ہے۔ سر کی جلد سرخ نہیں کالی کالی سی نظر آتی ہے۔ جب بال اترتا ہے سر سے تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے جڑ سے اکھاڑا ہے۔ میرے بال بہت زیادہ تھے۔ اب بہت کم رہ گئے ہیں۔ اور اب بھی مسلسل گر رہے ہیں۔ مجھے زیادہ پریشانی اس بات کی ہے کہ جو بڑا گنج ہے وہ ماتھے کے ..... اوپر ہے اور ڈر ہے کہ ماتھا خالی نہ ہوجائے۔

جواب۔ غذا میں نمک، چکنائی اور میٹھی چیزوں کو کنٹرول کریں، چہل قدمی کیا کریں۔ اپنے آپ کو مصروف رکھیں۔ پانی زیادہ پئیں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں۔ Calc carb 200 کے 5 قطرے ہفتہ میں ایک دفعہ Bacilinum200 کے 5 قطرے ہر 15 دن بعد لیں۔ اس دن کوئی اور دوا نہ لیں۔ Graphites30

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کے 5 قطرے ½ کپ پانی میں دن میں 3 مرتبہ لیں۔

دل کا درد

عاصمہ.....کوئٹہ

میری عمر 60 برس ہے، شادی شدہ گھریلو خاتون ہوں۔ عرصہ دو سال سے مجھے دل کی تکلیف ہے۔ آج کل مجھے سردی لگنے سے بھی سینے میں آگے پیچھے درد ہوتا ہے اور جبڑوں اور بائیں کہنی تک ہوتا ہے۔ مالش کرنے اور ٹکور سے کچھ دیر کے لیے آرام آجاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحبان نے جو دوائیں تجویز کیں۔ ایک ایک سال تک لیں۔ ان دوائیوں سے سر بوجھل ہو جاتا ہے اور کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ مجھے چلتے وقت گھٹن ہوتی ہے جب ٹھہر جاتی ہوں تو درد اور گھٹن ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اب زیادہ درد کے وقت صرف زبان کے نیچے رکھنے والی گولی استعمال کرتی ہوں۔ میں اب ہومیوپیتھک علاج کرنا چاہتی ہوں۔ ایکو کے مطابق دل کا ایک والو کمزور ہے۔ اب چونکہ موسم بدل رہا ہے۔ مجھے سینے میں پیچھے درد زیادہ ہوتا ہے۔ جب زیتون کے تیل کی مالش کرتی ہوں تو درد اور اکڑن سے آرام آنا شروع ہو جاتا ہے۔ برائے کرم مجھے ان علامات کی روشنی میں کسی اچھے نسخے سے مستفید فرمائیں نوازش ہوگی۔

جواب۔ گھی تیل اور مرغن میٹھی غذاؤں کا استعمال نہ کریں۔ نمک اور نمکین چیزیں بھی کنٹرول کریں۔ پانی زیادہ پیا کریں اور پیشاب روکا نہ کریں۔ سبزیاں اور فروٹ کا استعمال بڑھائیں۔ چہل قدمی ضرور کریں۔ کھانے کے بعد فوراً نہ چلیں جو بھی ادویات آپ کو تجویز کی جا رہی ہیں وہ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی استعمال کرنی ہیں۔ دل درد کے لیے جب بھی ہو Arnica200 ۴۰ نمبر گولیوں میں بنا لیں اور حسبِ ضرورت استعمال کریں Crataegus Q اور Cactus Q کے 5,5 قطرے ½ کپ پانی میں دن میں 3 مرتبہ لیں۔

لیکوریا

عطیہ.....کراچی

مجھے لیکوریا کی بہت زیادہ شکایت ہے...... کمزوری بہت ہوگئی ہے۔ شدید خارش بھی ہوتی ہے۔

جواب۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Kreosote30 کے 5 قطرے ½ کپ پانی میں دن میں 3 مرتبہ لیں اور Ptk 60 کی ایک گولی دن میں 3 مرتبہ لیں۔

گردے کی خرابی

زاہدہ.....حیدرآباد

۱۔ پیشاب میں سخت بدبو۔

۲۔ تھوڑی دیر بھی پیشاب کموڈ میں رہ جائے تو سڑی ہوئی سخت بدبو۔

۳۔ سر میں درد، بوجھ اور بھاری پن اور نیند کی کیفیت۔

۴۔ مختلف دوائیں کھائیں لیکن کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔

۵۔ پیشاب کم ہی ہوتا ہے لیکن بار بار۔ پیشاب کرنے میں درد ہوتا ہے۔

۶۔ جسم پر خارش ہے، دانے نہیں ہیں۔ گرمی بہت لگتی ہے۔

۷۔ جسم اور چہرے پہ ورم۔

۸۔ بلڈ پریشر ہے۔ دوا کھاتی ہوں۔ کنٹرول ہے۔

۹۔ السر، کبھی قبض کبھی موشن۔

جواب۔ محترمہ آپ نے اپنی رپورٹس منسلک نہیں کیں۔ Urine D/R, LFT Renal Function test کرا کر اس کی رپورٹ کریں۔ فی الحال ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Ptk 89 کے 5 قطرے ایک گھونٹ پانی میں دن میں 3 مرتبہ اور Ptk 15 اور Ptk 16 کی ایک ایک گولی دن میں 3 مرتبہ لیں، 4 ہفتے بعد رپورٹس کے ساتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حال بتائیں۔

عورتوں کے مسائل

رئیسہ......اسلام آباد

میری عمر 24 سال ہے۔ مجھے آٹھ نو سال سے لیکوریا کی شکایت ہے۔ ہر ماہ ایام کے بعد مجھے لیکوریا شروع ہوجاتا ہے۔ کمزوری بہت محسوس کرتی ہوں۔ آنکھوں کے نیچے حلقے پڑ گئے ہیں۔

ماہانہ ایام مجھے ہر ماہ باقاعدگی سے ہوتے ہیں لیکن پچھلے چار سالوں سے کم ہوتے ہیں۔ دو سال سے میری ٹھوڑی پر بال نکل آئے ہیں۔ ان سب مسئلوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ اچھا سا نسخہ تجویز کریں۔

جواب۔ بی بی آپ نے اپنا وزن اور قد نہیں لکھا جس سے اندازہ ہو کہ آپ کی جسمانی صحت کیسی ہے، خون کی کمی کتنی ہے اور ذہنی طور پر زندگی سے کتنی مطمئن ہیں؟ گوشت، گاجر، چقندر، ٹماٹر پالک وغیرہ زیادہ استعمال کریں اور ورزش بھی کیا کریں۔ اس کے ساتھ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Bovista30، Pulsatilla30 ہر شیشی میں سے 5،5 قطرے ½ کپ پانی میں لیں اور Ptk 60 کی ایک، ایک گولی دن میں 3 دن میں مرتبہ لیں۔ دو ماہ بعد کیفیت سے آگاہ کریں۔

بال گرنا اور گنج پن

جاوید......لاہور

میرے بال بہت عرصے سے گرتے ہیں بعض حصوں میں گنج پن پیدا ہوگیا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہو۔

دوسرا مسئلہ... ہاتھ، پیروں کے درد کا ہے۔

میرے اکثر درد رہتا ہے۔

جواب۔ بال گرنے کا ذکر تو کردیا لیکن یہ نہیں لکھا کہ کب سے اور کیسے گرتے ہیں؟ نہاتے وقت، کنگا کرتے وقت یا عمومی طور پر کسی بیماری کے بعد ایسا ہوا ہے یا کسی واقعہ کے بعد۔ عمر کے ساتھ قد اور وزن بھی لکھیں تاکہ اندازہ ہو کے آپ کتنے صحت مند ہیں۔ ہاتھ پیروں میں درد کس وقت ہوتا ہے؟ درد کو کس طرح آرام ہوتا ہے؟ لہٰذا تفصیل سے دوبارہ خط لکھیں کیونکہ تجویز نسخہ میں علامات اور تشخیص کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

ڈسمینوریا و لیکوریا

ن ر......ٹنڈو الہیار

میں کافی عرصے سے پاکیزہ پڑھ رہی ہوں۔ ہومیو کلینک میں اپنا مسئلہ لے کر حاضر ہوئی ہوں، دوا تجویز کیجیے۔ مجھے کافی عرصہ سے مینسز کی تکلیف ہے۔ ماہانہ ایام تاریخ سے 2 دن پہلے ہی آنا شروع ہوجاتے ہیں مگر ٹھیک سے نہیں آتے۔ میں نے ایک سال پہلے ڈاکٹر کو بھی دکھایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ خون کی کمی ہے اور بس گولیاں دیں کھانے کو۔ مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ میرا وزن بہت بڑھ گیا، پیٹ بھی نکل گیا ہے۔ اب میں کوئی دوا استعمال نہیں کر رہی ہوں۔ کمر میں بھی تکلیف رہتی ہے۔ آپ برائے مہربانی ان سب کا علاج بتایئے تاکہ میری تکلیف دور ہوسکے۔

جواب۔ بی بی غذا کو متوازن کریں۔ چکنی و مرغن غذائیں اور میٹھی چیزوں سے پرہیز کریں۔ ورزش ضرور کریں، ہلکی ورزش چلنا ہے، کم از کم ایک گھنٹا ضرور ٹہلیں، صبح یا شام کے وقت (صبح پارک میں یا شام کو میدان میں) مثبت سوچ اپنائیں اور اپنے ذہن کو مصروف رکھیں اچھے کاموں کی طرف۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Puls 30 اور Borax 30 کے 5،5 قطرے دن میں 3 مرتبہ ایک گھونٹ پانی میں لیں۔ ہر ہفتہ Calc 200 کی ایک خوراک 5 قطرے... ایک گھونٹ پانی میں لیں اور Ptk 60 کی ایک، ایک گولی دن میں 3 مرتبہ لیں۔ 2 ماہ بعد کیفیت سے آگاہ کریں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

Downloaded From Paksociety.com

کان بجنا

نجمہ.....حیدرآباد

سوال:۔ میری والدہ کی عمر 50 سال ہے۔ اُن کے کان بجتے ہیں۔ پہلے تو یہ تکلیف کم تھی مگر اب سوتے میں بہت زیادہ کان بجتے ہیں۔ سوئیں باتیں، دل تیز تیز دھڑکتا ہے۔ سر میں چکر آتے ہیں۔ کوئی اچھی سی دوا تجویز کریں۔ دُعاؤں کی۔ جواب جلدی دیجیے گا۔

جواب:۔ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ کب سے اور کیسے یہ شکایت ہوئی ہے۔ کوئی علاج کروایا کہ نہیں۔ کوئی اور بیماری تو نہیں۔ کان بجنے میں وہ کیسی آواز محسوس کرتی ہیں باقاعدہ معائنہ ضرور ہونا چاہیے۔ ایک ماہ تک ڈاکٹر ولمارشوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں۔ اگر فائدہ نہ ہو تو کلینک آکر ملیں۔ Calc.Carb 30 Spigelia30,Gelsemium 30 کے 5,5 قطرے آدھا گلاس پانی میں ڈال کر 3 مرتبہ دن میں استعمال کریں۔ شوگر، بلڈ پریشر چیک کرائیں۔ نمکین اور میٹھی چیزوں سے پرہیز کریں۔

نسوانی حُسن

حافظ اُمِّ کلثوم.....سیالکوٹ

سوال:۔ ڈاکٹر صاحب میرا مسئلہ بہت سی لڑکیوں کا مسئلہ ہوگا۔ لیکن شرم وحیا کے سبب وہ یہ مسئلہ کسی سے بیان نہیں کرتی ہوں گی۔ مسئلہ یہ ہے کہ نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے، ہر جگہ شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے اس کے لیے کریمیں بھی استعمال کیں لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔ میری عمر اٹھائیس سال ہے۔ دو ماہ بعد شادی ہے جس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ مہربانی کرکے اچھی دوا تجویز کریں جو جلدی اور دیرپا اثر کرے۔ بہت دُعائیں دوں گی۔ میری جسامت بھی دُبلی ہے۔

جواب:۔ شرم وحیا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنا مسئلہ کسی معالج کو بھی نہ بتا سکیں، نہ اس کے پاس جاکر معائنہ کرا سکیں۔ گھر والوں کو بھی عقل ہونی چاہیے، اپنی اولاد پر نظر رکھنی چاہیے، ان کے ساتھ دوستی والا ماحول رکھیں تاکہ وہ اپنے مسائل کی آگاہی دیں نہ کہ شرم کے ہاتھوں وقت اور زندگی گنوادیں۔ صرف 2 ماہ قبل خط لکھا ہے جب تک اس کا جواب ملے گا وہ بھی گزر چکے ہوں گے۔ بہرحال آپ کو نسخہ دے رہے ہیں۔ شادی کے بعد بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ Onosmodium CM کی ایک خوراک 10 قطرے آدھا کپ پانی میں لیں۔ 15 دن تک مزید کوئی دوا نہ لیں۔ اس کے بعد اگر ضرورت ہو تو 30 Chimaphila 5,5 قطرے دن میں تین مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔ یاد رکھیں یہ تمام ادویات ڈاکٹر ولمارشوابے جرمنی کی ہوں۔

قد نہیں بڑھ رہا

ناہید احمد.....کراچی

سوال:۔ میرے بیٹے کی عمر 18 سال ہے۔ لیکن اس کا قد 5 فٹ ہے۔ ہم نے اس کے تمام ٹیسٹ کروائے ہیں جن میں گروتھ ہارمون کی کمی آئی تھی اور ڈاکٹر نے ہارمونز کے انجکشن لگوانے کو کہا تھا۔ لیکن ہم نے نہیں لگوائے۔ ہومیو پیتھک علاج بھی کیا جس کا نسخہ میں آپ کو بھیج رہی ہوں، مہربانی فرما کر مجھے کوئی ایسی دوا دیں جس سے اس کے قد میں اضافہ ہو۔ بہت مہربانی ہوگی۔

جواب:۔ 18 سال کی عمر میں کیوں خیال آیا کہ قد بڑھنا رک گیا ہے۔ کلینک آکر کبھی دکھا سکتی تھیں۔ بچے کے قد کے سلسلے میں ہونے والے ٹیسٹ کی رپورٹس بھی بھیجیں یا لے کر آئیں پھر ایک اچھا علاج تجویز کیا جاسکتا ہے۔

Dr.Willmar Schwabe Germany
Available at All Medical & Homoeopathic Stores
شوابے سنگل ریمیڈیز گھر بھر کی صحت کے لیے کلاسیکل ہومیوپیتھی

WWW.PAKSOCIETY.COM